خطاطی کی تاریخ اور جملہ اہم موضوعات پر مشتمل مستند دستاویز

مخزنِ خطاطی

خورشید عالم گوہر قلم (صدارتی تمغہ حسنِ کارکردگی)

خطاطی کی تاریخ اور جملہ اہم موضوعات پر مشتمل مستند دستاویز

مخزنِ خطاطی

خورشید عالم گوہر قلم
(صدارتی تمغہ حسن کارکردگی)

سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور

745.6 Khurshid Alam Gauhar Qalam
Makhzan-i Khattati/ Khurshid Alam Gauhar Qalam.- Lahore : Sang-e-Meel Publications, 2005.
656pp.
1. Islamic Calligraphy. I. Title.

اس کتاب کا کوئی بھی حصہ سنگ میل پبلی کیشنز/ مصنف سے باقاعدہ تحریری اجازت کے بغیر کہیں بھی شائع نہیں کیا جا سکتا اگر اس قسم کی کوئی بھی صورتحال ظہور پذیر ہوتی ہے تو قانونی کارروائی کا حق محفوظ ہے

2005
نیاز احمد نے
سنگ میل پبلی کیشنز لاہور
سے شائع کی۔

ISBN 969-35-1707-5

Sang-e-Meel Publications
25 Shahrah-e-Pakistan (Lower Mall), P.O. Box 997 Lahore-54000 PAKISTAN
Phones: 7220100-7228143 Fax: 7245101
http://www.sang-e-meel.com e-mail: smp@sang-e-meel.com
Chowk Urdu Bazar Lahore. Pakistan. Phone 7667970

حاجی حنیف اینڈ سنز پرنٹرز، لاہور

خطاطی کی تاریخ اور جملہ اہم موضوعات پر مشتمل مستند دستاویز

مخزنِ خطاطی

خورشید عالم گوہر قلم
(صدارتی تمغہ حسن کارکردگی)

سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور

745.6 Khurshid Alam Gauhar Qalam
Makhzan-i Khattati/ Khurshid Alam Gauhar Qalam.- Lahore : Sang-e-Meel Publications, 2005.
656pp.
1. Islamic Calligraphy. I. Title.

اس کتاب کا کوئی بھی حصہ سنگ میل پبلی کیشنز/ مصنف سے باقاعدہ تحریری اجازت کے بغیر کہیں بھی شائع نہیں کیا جا سکتا اگر اس قسم کی کوئی بھی صورتحال ظہور پذیر ہوتی ہے تو قانونی کارروائی کا حق محفوظ ہے

2005
نیاز احمد نے
سنگ میل پبلی کیشنز لاہور
سے شائع کی۔

ISBN 969-35-1707-5

Sang-e-Meel Publications
25 Shahrah-e-Pakistan (Lower Mall), P.O. Box 997 Lahore-54000 PAKISTAN
Phones: 7220100-7228143 Fax: 7245101
http://www.sang-e-meel.com e-mail: smp@sang-e-meel.com
Chowk Urdu Bazar Lahore. Pakistan. Phone 7667970
حاجی حنیف اینڈ سنز پرنٹرز، لاہور

اِنتسابِ مُبارک

اس کتاب کو بصدِ عقیدت و احترام اور بصد عجز و انکسار
سرورِ عالم، شافعِ محشر، محبوبِ ربِ المشرقین والمغربین،
حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے نام نامی سے منسوب کرنے کی سعادت حاصل
کرتا ہوں،

گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

۷ ذیقعد ۱۴۲۵ھ

منتظرِ کرم و شفاعت و نگاہِ مبارک
حقیر گناہ گار اُمتی، خورشید عالم گوہر قلم

خطّاطی پر اہم مضامین ـــــ اور
قدیم و عہدِ حاضر کے نامور خطّاطوں کا تذکرہ

کتاب مخزن خطاطیِ

خطاطی ہماری اپنی ایک خوبصورت روایت ہے۔ نسل انسانی نے ہمیشہ سے ہی خطاطی کو ایک قابل عزت وتکریم فن کا درجہ دیا ہے۔ قبل مسیح کی انسانی تاریخ ہو یا بعد کی، عمدہ لکھنے والوں کو ہمیشہ تعظیم دی گئی ہے۔ برصغیر پاک و ہند نے بھی اس میدان میں انمٹ نقوش چھوڑے ہیں۔ ہمارا یہ خطہ اعلیٰ صاحبانِ قلم سے بھرا ہوا نظر آتا ہے اور اُن کے تحریر کردہ حسین نقوش دنیا بھر میں اپنی لوہا منوا رہے ہیں۔ مغلیہ عہد کے بعد ہماری روایات کی ہر طرح سے حوصلہ شکنی کی گئی۔ ہمارے خطاطوں کی گزشتہ ہزار سالہ تاریخ گواہ ہے کہ یہاں کے خطاط ونقاش کسی بھی اعتبار سے دنیا کے دیگر ممالک کے خطاطوں ونقاشوں سے کم نہ تھے لیکن اُن کے اعلیٰ فن پارے بدقسمتی سے اُس طرح متعارف نہ کرائے جا سکے جو اُن کا حق تھا۔ اگر ہمارے اہل فن کو دیگر اقوام کے فن کاروں کی طرح روشناس کرایا جاتا تو آج دنیا بھر کے آرٹ لٹریچر کا انداز ہمارے بارے میں مختلف ہوتا..... اس کمی کو محسوس کرتے ہوئے خورشید عالم گوہر قلم نے تاریخِ خطاطی کے نام سے یہ کتاب مرتب کی ہے۔ جس میں معروف دیگر ممالک کے اعلیٰ فنکاروں کے ساتھ ساتھ اپنے خطہ برصغیر پاک و ہند کے خطاطوں کی کثیر تعداد کو متعارف کرایا ہے۔ نہ صرف دوسرے ممالک کے اہل فن بلکہ ہمارے شائقینِ فن بھی ماضی کے اِن قابل عزت ناموں اور اُن کے فنی معیار سے روشناس ہو سکیں گے۔

نیشنل کالج آف آرٹس نے اب اپنی روایات کو زندہ کرنے کا منصوبہ بنایا ہے اور یہ کالج فن خطاطی کی باقاعدگی سے تربیت فراہم کر رہا ہے۔ اس سلسلہ میں استاد خورشید عالم گوہر قلم کی خدمات سے استفادہ حاصل کیا جا رہا ہے۔

ساجدہ حیدر وندل

پرنسپل نیشنل کالج آف آرٹس

مخزن خطاطی

فن خطاطی ہماری مسلم ثقافت کا نہایت تابناک رُخ ہے۔ اس کی اپنی اعلیٰ روایات کی امین جداگانہ تاریخ ہے۔ اگر چہ دیگر مسلم ممالک میں اِس کے بارے میں کافی کام ہوا ہے۔ خاص کر ایران، ترکی اور مصر میں خطاطی کی تاریخ پر کافی کتب موجود ہیں. لیکن وطنِ عزیز پاکستان میں اس موضوع پر بہت کم کام ہوا ہے۔ اس کمی کو محسوس کرتے ہوئے ادارہ سنگِ میل نے ممتاز خطاط خورشید عالم گوہر قلم کی مرتب کردہ کتاب مخزن خطاطی کو شائع کرنے کا انتظام کیا ہے. جس میں ماضی کے اُن نامور خطاطوں کا تذکرہ کیا گیا ہے جو اپنے عہد کی شناخت کا درجہ رکھتے ہیں۔ ساتھ ہی اپنے وطن کے ماضی و حال کے خطاطوں کا تذکرہ شاملِ ہے۔ اس کتاب کی ایک خوبی قدیم و تاریخی فن پاروں کا اجتماع ہے جو اس کتاب میں شامل ہیں اُمید ہے کہ یہ آپ کے لیے ایک مفید دستاویز ثابت ہوگی۔

ادارہ سنگِ میل ہمیشہ آپ کی خدمت میں تاریخی، تحقیقی اور معیاری کتب پیش کرتا رہتا ہے آپ اپنے اس ادارے کے لیے دعا گو رہیں۔

دعاؤں کا طلبگار

افضال احمد

عرض حال

گرامی قارئین وشائقین فن!

اسلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

تاریخ خطاطی المعروف مخزن خطاطی! ایک اور کاوش آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔اس بار ایک اور قیمتی ومعلوماتی وتاریخی کتاب آپ کے لیے پوری کوشش ومحنت سے مرتب کی گئی ہے۔مخزن خطاطی کے محاسن اور اس کے تقاضوں کو سمجھنے میں انشاءاللہ آپ کی مددگار ہوگی اور اس میں اُن تاریخ ساز خطاطوں کا تذکرہ ہے جنہوں نے اپنی شبانہ روز محنت سے اس فن شریف کو نت نئے تجربات سے خوبصورت ومنقش کیا۔ایسے خطاط کہ جن میں ولی اللہ بھی شامل ہیں۔سلاطین وبادشاہ بھی شامل ہیں شہید وغازی بھی شامل ہیں۔مسلمان شہزادیاں اور بیگمات بھی شامل ہیں جن کی پاکیزہ فطرت اُن کی تحریروں سے بخوبی جھلکتی نظر آتی ہے۔سچ ہے کہ تحریر انسانی شخصیت کا آئینہ ہوتی ہے۔پھر اس کتاب میں قبل مسیح کی الواح کا بھی مختصر تذکرہ کر کے خط کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے۔ایسے خطاطوں کا بھی ذکر موجود ہے کہ جو غیر مسلم تھے لیکن مسلمان خطاطوں کے شانہ بشانہ اُنہوں نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اقدس میں معروف اشعار کی خطاطی کی۔

خطاطی کا یہ حسن اور دلکش تاریخی تذکرہ نہ صرف عہد حاضر میں خطاطی کی اہمیت کو سب پر عیاں کرے گا بلکہ خطاطوں کی جمالیاتی تاریخ کا بھی امین بنا رہے گا اور نہ صرف موجودہ دور کے شائقین فن بلکہ آنے والی نسلوں کو بھی اس عظیم فن کے روشن پہلوؤں اور صورت خورشید خطاطوں سے روشناس کراتا رہے گا۔

الٰہی تیری سرکار میں پائیں یہ رنگ قبول
پھول کچھ میں نے چُنے ہیں اُن کے دامن کے لیے

تاریخ خطاطی:

درحقیقت فن خطاطی کا ایک تاریخی تذکرہ ہے کہ جس میں قرن اوّل اسلام سے لے کر دور حاضر تک تمام اصحاب فن اور اُن کے شہ پاروں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ساتھ ہی مصر، عراق، ترکی، برصغیر پاک و ہند اور دیگر اسلامی ممالک کے عہد بہ عہد خطاطوں کا تذکرہ آپ کو ملے گا اور اُن کے شہکار دیکھ کر آپ اُن تمام حضرات کی فنی حیثیت کا بخوبی تعین کر سکیں گے اور آپ کے علم میں یقیناً خاطر خواہ اضافہ ہوگا۔ یہ تذکرہ آپ کو اپنے دلکش اسلوب اور عظیم فنی شہ پاروں کی بدولت ماضی کے اُن ایام میں پہنچا دے گا جہاں آج کی بے حجابانہ تہذیب کا تصور تک نہیں تھا۔ جب میڈیا صرف اعلیٰ پائے کی کتابیں ہوتی تھیں۔ جہاں سلاطین و بادشاہ علم وفن کے امین ہوتے تھے اور قرآنی خطاطی سے دل ونگاہ کی تسکین کا سامان کرتے تھے۔ جہاں اعلیٰ گھرانوں کی نوجوان لڑکیاں خطاطی وشاعری اور اعلیٰ علمی ذوق کی مالک ہوتی تھیں۔ جہاں خطاطوں کی تحریر کو شرف خیال کیا جاتا تھا اور جہاں علماء وفضلا اور اہل علم وفن واہل ادب کو پورے معاشرے میں فوقیت دی جاتی تھیں۔ تبھی تو شاہ ایران نے خطاط میر خلیل اللہ شاہ کی شان میں قصیدہ لکھا اور شہزادی زیب النساء نے آقا عبدالرشید دیلمی کے اعزاز میں تعریفی اشعار کہے۔ ہاں ہاں مخزن خطاطی اُسی حسین وجمیل عہد کی ایک یادگار بھی ہیں اور ماضی کے اُن خوبصورت وحیات بخش ایام کا نوحہ بھی ہے کہ وہ دن آج کیوں موجود نہیں رہے۔ آج کا دور الیکٹرانک میڈیا کا ایسا دور ہے کہ جس میں یہ میڈیا جہالت کو علم، برہنہ پن کو فن، کم فہمی و بے ذوقی کو تجریدیت وجدیدیت اور نقل کو اصل سے بھی بڑھ کر پیش کر رہا ہے اور یوں جہالت کا عفریت ہر طرف منہ کھولے معاشرے کے تمام خوبصورت پہلوؤں کو ہڑپ کرتا جا رہا ہے اور آج کے نوجوانوں کی اکثریت علم وادب وفن سے یکسر بے گانہ نظر آتی ہے اور فرنگی تہذیب کی جادوگری نے ہر عمدہ تہذیب کو اس کی ہر اچھی تہذیب سے بے گانہ کر دیا ہے تاریخ خطاطی اُسی گزرے خوبصورت کل کا تذکرہ حسین وجمیل ہے اور موجودہ بے بیمار تہذیب کے سامنے ایک بند باندھنے کی کاوش بھی ہے اپنی موجودہ نوجوان نسل کو اُس کے عظیم ورثے سے اِسی لیے آگاہ کیا جا رہا ہے کہ جس کو دانستہ چھپانے اور آنکھوں سے اوجھل کرنے کی کوشیش کی گئیں۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ آزادی سے پہلے تو ایسے تذکرہ کہیں کہیں

نظر آتے تھے لیکن آزادی کے بعد آزاد قوم کے آزاد دانشوروں نے اپنے ہر عظیم ورثے اور عظیم تذکرے سے بھی ''آزادی'' حاصل کر لی اور قوم کو ذہنی طور پر اپاہج، غلام اور جاہل بنانے کا کام پورے زور وشور سے کیا گیا۔ اپنی ہر عزت کو اُنہوں نے مغربی علوم کی تقلید سمجھا اور اِسی مغربی تقلید نے ہم سے رومی، جامی، سعدی، اقبال چھین لیے۔ آزادی سے پہلے تو علامہ اقبال رومی کا کلام پڑھ کر اقبال بنے تھے مگر آزادی کے بعد نوجوان نسل کو رومی کے نام سے بھی محروم کر دیا گیا۔ وہ شعبے کہ جن سے قومی تشخص اُبھرنا تھا اور جن سے ''پاکستانی'' افراد وجود میں آنے تھے اُنہیں دیوار کے ساتھ لگا دیا گیا اور ہمارے اپنے بچوں کو فارسی، اُردو اور عربی سے یکسر محروم کر کے مغربی ذہنیت کی بھرپور پرورش کی گئی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہمارے پاس نہ کل رہا نہ آج ہے اور ایک غلام ذہن فرد کبھی انقلابی شخصیت کا مالک ہو ہی نہیں سکتا۔ ان خرابیوں کو تلاش کر کے دور کرنا ہماری نوجوان نسل کا فرض ہے۔

خطاطی:

ایک ایسا فن ہے کہ جس نے اپنی ایک خوبصورت جمالیاتی تاریخ مرتب کی ہے۔ دنیا بھر کے عجائب گھر اس اسلامی فن سے مالا مال نظر آتے ہیں۔ اب مغرب میں خطاطی کو ایک عظیم فن کے طور پر تسلیم کیا جا رہا ہے مگر ہمارے ہاں اس سطح پر خطاطی کی مسلمہ اہمیت کو کب اجاگر کیا جائے گا؟ ایک حوصلہ افزاء اقدام ہائر ایجوکیشن کمشن بورڈ حکومت پاکستان نے ارباب نظر اور نیشنل کالج آف آرٹس کی قابل پرنسپل کے اقدامات کو دیکھتے ہوئے خطاطی کو شامل نصاب کیا۔ ہائر ایجوکیشن کمشن بورڈ کے طے شدہ نصاب کو اگر نافذ العمل کیا گیا تو یقیناً آنے والے دنوں میں ہمارا یہ عظیم الشان فن ''خطاطی'' یقیناً عالمی سطح پر پاکستان کی عزت وعظمت کا باعث بنے گا اور ہمارے نوجوان یقیناً دنیا میں اپنا اور اپنے وطن کا تشخص یقیناً روشن کر دیں گے۔ مگر کب؟ جب صدق دل سے اس پر عمل ہوگا اور پھر وہ وقت دور نہیں جب

..... ہمارے نوجوان ہاتھوں میں منشیات اور اسلحہ کی بجائے قلم پکڑیں گے۔
..... ہمارے نوجوان عالمی سطح پر خطاطی کی باریکیوں سے آگاہ ہو جائیں گے۔
..... ہمارے پاس ہمارا گم شدہ کل لوٹ آئے گا۔

.....ہماری نوجوان نسل اپنے اسلاف کی اعلیٰ قدروں کی امین بن جائے گی۔
.....ہماری صفوں سے عریاں تہذیبوں کا نام ونشان مٹ جائے گا۔
.....ہمارے دل پاکیزہ اور عفت مآب فن کی روشنی سے جگمگانے لگیں گے۔
..... ہمارے ہاتھوں سے اللہ کے پاک کلام کی آیات نکل کر ہمارے دل میں اُتر جائیں گے۔ بقول اقبال

پھیر پیچھے کی طرف پھر گردش ایام تو

آیئے مخزن خطاطی کے اس حیات بخش پیغام کو سمجھے..... اسے پھیلایئے.....اسے نوجوان نسل کو پڑھایئے.....اپنے کل پر نظر ڈالیے.....اپنے نور بصیرت رکھنے والے بلند اور قابل رشک صاحبان فن سے تعارف حاصل کیجئے .....خطاطی کے محاسن ورموز سے آگاہی حاصل کیجئے.....

تشکر:

محترمہ ساجدہ حیدر وندل پرنسپل نیشنل کالج آف آرٹس اور اُستاد بشیر احمد صاحب، سید آفتاب شاہ وتجمل حسین صاحب عزیز **شاگردان** اِس فنی سفر میں ساتھ ہیں۔ ان حضرات کے تعاون سے یہ کاوشیں جاری وساری ہیں۔ میں ان سب اہل دل واہل نظر حضرات کا ممنون ومشکور ہوں۔ خطاطی کی ان کتابوں کی اشاعت کے سلسلے میں ادارہ سنگ میل اور اُس کے روح رواں جناب نیاز احمد صاحب اور جناب افضال احمد صاحب مکمل طور پر میرے شانہ بشانہ ہیں۔ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس ادارہ کو ان کاوشوں کا اجر عظیم عطا فرمائے اور نیاز صاحب اِسی طرح ہمارے رفیق سفر رہیں۔

مخلص

ابوالظاہر خورشید عالم گوہر قلم

12 دسمبر 2004ء

قبل مسیح خطاطی کی الواح

از: خورشید عالم گوہر قلم

22 ستمبر 2004ء

انسان کب زمین پر آیا؟ زمین میں آنے کے بعد اُس کے مشاغل کیا تھے؟ لوح و قلم کی طرف وہ کب متوجہ ہوا؟ اس بارے میں حتمی طور پر کچھ کہنا مشکل ہی نہیں ناممکن ہے۔ انسان کے زمین میں آنے کے بعد کی مُدّت کا ماہ و سال میں شمار نہیں ہوسکتا یہ ہمیشہ نسلِ انسانی کے لیے راز رہے گا۔ لیکن انسانی تہذیب کے پانچ ہزار برس کے قدیم ارتقائی ادوار پر سیر حاصل تحقیق کی گئی ہے اور اَب سلسلہ بڑھتے بڑھتے اڑھائی لاکھ سال تک جا پہنچا ہے۔ اس دُنیا کی مخلوقات میں عقل کی دولت سے مالا مال اور دُکھ و سکھ کی عملی تصویر انسان تہذیبوں اور کہانیوں کا عنوان ہے۔ دھرتی ماں نے اپنے سینے میں بے شمار تہذیبوں، بے شمار شہروں اور ان گنت انسانوں کو چھپا رکھا ہے۔ اِسی مٹی سے جنم لے کر بنی نوع انسان نے آسمان کو بے شمار منظر دکھائے اور بالآخر فنا کے مسلسل حرکت پذیر ہاتھ نے اِن مناظر کو اسی طرح مٹا دیا جیسے کسی تختے پر کوئی حرف لکھ کر اُسے پانی سے دھو دیا جاتا ہے۔ بقول اقبال۔

اوّل و آخر فنا، ظاہر و باطن فنا
نقشِ کہن ہو کہ نو، منزلِ آخر فنا

انسانی تہذیب و تمدّن کے سلسلے میں محققین کی آراء مختلف ہیں۔ ہر قوم کے مذہبی عقائد مختلف ہیں۔ لیکن انسان بہر حال ایک حقیقت ہے اور زمین کی تہوں سے کھدائی کے ذریعے برآمد ہونے والے آثار کو بھی چیلنج نہیں کیا جا سکتا۔ ماہرین انسانی تہذیب کو دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ سیلاب عظیم سے پہلے کی تہذیب اور سیلاب عظیم کے بعد کی تہذیب اور اس سیلاب عظیم کا ذکر کہ جسے ہم طوفانِ نوح کے نام سے یاد کرتے ہیں دنیا کی تمام قدیم مذاہب کی کتابوں میں موجود ہے۔ جیسے کہ نیفر کی لوح جو تین ہزار سال پرانی برآمد ہوئی ہے اُس کی ایک عبارت پیش کرتا ہوں۔

تب اَنُو نے پاکیزہ مقامات پر پانچ شہر بسائے اور اُن کو نام دیئے

اور وہاں عبادت کے مرکز قائم کیے ان میں پہلا شہر اُرید وتھا۔

اِسے پانی کے دیوتا اِن لی کے حوالے سے کیا گیا۔ تب سیلاب عظیم آ گیا۔ (لوح نیفر)

جہاں تک تہذیب کا تعلق ہے، انسان ہمیشہ سے مہذب رہا ہے۔ چنانچہ تہذیب اُس زمانے میں بھی موجود تھی جب انسان پتھر کے آلات اوزار استعمال کرتا تھا۔ جنگلی جانوروں کا شکار پر اُس کا گزارا تھا۔ اسپین اور فرانس کی غاروں میں پرانی رنگین تصویریں اور مجسمے چالیس پچاس ہزار پہلے کے انسان کے ذوقِ جمال کا خوبصورت نمونہ ہیں۔

ماضی کا انسان پورے کرۂ ارض کا مالک تھا۔ اُس وقت ممالک کی حد بندی نہیں تھی۔ انسان کو زمین پر کہیں بھی آنے جانے میں رکاوٹ نہیں تھی۔ فطرت نے زمین کو انسان کے لیے مختص کر دیا تھا۔ انسان اپنی اچھی زندگی کے لیے کہیں بھی آزادانہ آ جا سکتا تھا۔ اور اُس وقت کے انسان کو ہم کتنا ہی جاہل کیوں نہ کہہ لیں وہ اس طرح کا ظالم نہیں تھا کہ چند انسان مل کر زمین کے ٹکڑوں کو آپس میں بانٹ کر نسلِ انسانی کو غلام بناتے اور اپنے اقتدار کے لیے انسانوں پر ٹیکس لگا کر انسانوں کو ہی موت کے حوالے کر دیتے۔

مگر رفتہ رفتہ جب انسان نے تہذیب سے تمدّن کی طرف قدم بڑھائے تو نظریاتی اختلافات نے آپس کی لڑائیوں کو جنم دیا۔ لیکن عام انسان کے لیے پھر بھی اِن شہری حکومتوں کے دروازے کُھلے رہے۔ اچھے اور بڑے شہروں کی شناخت قائم ہوئی۔ اور انسان نے اپنے حساب کتاب اور دوسری ضرورتوں کے لیے تحریر کی طرف قدم بڑھا دیئے۔

وادیٔ دجلہ وفرات میں انسان تقریباً سوا لاکھ سال سے آباد ہیں۔ اس بات کا ثبوت محققین کو پہلی بار بروَ ابلکا کے مقام پر ملا۔ یہ جگہ دریائے زاب خورد کے جنوب میں کرکوک اور سلیمانیہ کے درمیان ہے۔ اس مقام کو ڈاکٹر ناجی اُلاصیل سابقِ ڈائریکٹر محکمہ آثارِ قدیمہ نے ۶۹ء میں دریافت کیا تھا۔ ڈاکٹر ناجی کو بروَ ابلکا میں پتھر کے بہت سے اوزار ملے جو ایک لاکھ بیس ہزار سال پُرانے ہیں۔ اس قسم کے اوزار سلیمانیہ سے بارہ میل جنوب میں ہزاءرَد کے مقام پر ایک غار کی سب سے گہری سطح میں بھی پائے گئے ہیں۔ تیسری دریافت کوہِ کرد ''دشت'' کے ایک غار میں ہوئی جو دریائے زاب کلاں کی وادی میں ہے۔ وہاں ممتاز محقق ڈاکٹر سولیکی کو 45 فٹ گہرائی پر آدمیوں کے چار ڈھانچے، چولہے کے نشان، راکھ کے ڈھیر، پتھر کے اوزار اور بیل، بھیڑ، بکری

کی ہڈیاں بھی ملیں۔ایک ڈھانچہ تو چھ ماہ کے بچے کا تھا۔اِس سے ثابت ہوا کہ ایک لاکھ بیس ہزار سال قدیم انسان بھی آگ اور جانوروں کے استعمال سے واقف تھا اور یقیناً ایک تہذیب رکھتا تھا۔قرآن کریم اس آیت سے اس دعوے کی تصدیق فرماتا ہے۔

وَ عَلَّمَ اٰلا سْمَآءَ آدَمَ کُلَّھَا

(ترجمہ) کہ ہم نے آدم کو تمام اشیاء کا علم سکھا دیا۔

اور اب تک جتنی بھی کھدائیاں ہوئی ہیں اُن میں سے جتنے ڈھانچے برآمد ہوئے ہیں وہ بالکل آج کے انسان کی طرح ہیں اور قد و قامت میں تقریباً برابر ہیں۔بعض لاکھوں سال قدیم انسان کے ڈھانچے قد و قامت میں آج کے انسان سے کم ہیں۔لہٰذا یہ تمام تحقیق خود ساختہ مفروضوں کو ختم کر دیتی ہے کہ جیسے ڈارون کا نظریہ ارتقاء صورتِ انسانی ہے۔یا یہ کہ ماضی کا انسان قد و قامت میں بہت لمبا چوڑا تھا۔ہاں تہذیبی ارتقاء ہر لمحہ جاری رہتا ہے۔

انسان کی اِسی تہذیبی دوڑ میں لوح و قلم بھی ساتھ ساتھ رہے۔ابتداء میں پتھر کی تختیوں پر کھود کر بھی لکھا جاتا تھا اور قلم کے ذریعے اور روشنائی کے ساتھ بھی لکھتے تھے۔مٹی کی تختیوں پر بھی عبارات لکھ کر پکالی جاتی تھیں۔12 ویں صدی قبل مسیح کی ایک مٹی کی تختی جو وادی نیل سے برآمد ہوئی اُس کی عبارت کا ترجمہ پیش خدمت ہے۔

''اگر تم میری ہدایات پر عمل کرو گے تو صاحبِ ہنر بن جاؤ گے۔وہ اہل قلم جو دیوتاؤں کے بعد پیدا ہوئے آئندہ کی باتیں بتا دیتے تھے۔گو وہ اب موجود نہیں ہیں لیکن اُن کے نام آج بھی زندہ ہیں ہمیشہ زندہ رہیں گے۔انہوں نے اپنے لیے اہرام نہیں بنائے اور نہ اِس قابل ہوئے کہ اپنی اولاد کے لیے دولت چھوڑ جاتے لیکن اُن کی وارث اُن کی تحریریں جن سے دانائی کی باتیں لکھی جاتی تھیں۔وہ اپنی تختیوں اور نرسل کی قلموں کو اپنی اولاد سے زیادہ چاہتے تھے۔گو وہ اب زندہ نہیں ہیں۔لیکن اُن کی تحریریں اَب بھی لوگ یاد رکھتے ہیں۔''

پتھر کے عہد کے بعد موجودہ تحریری سلسلے کا آغاز ساڑھے پانچ ہزار سال پہلے دجلہ و فرات کی وادی میں موجود ماضی کے شہر ایرک کے ایک عبادت خانے میں ہوا۔ایرک اُس وقت اُس علاقے کا خوشحال اور ترقی یافتہ شہر تھا۔ایرک میں سومیر قوم آباد تھی۔سومیر قوم کے بارے میں پروفیسر فرنیک فرٹ اور جارجز رُو کا خیال ہے کہ یہ مغربی ایران کی سمت سے آئے تھے۔

پروفیسر وُ دلی کا کہنا ہے کہ مہذب لوگ تھے اور ان سے سومیری قوم بنی۔ اِن افراد کے رنگ گندمی تھے۔ سر کے بال سیاہ تھے۔ ماہرین کے مطابق انہی سومیری لوگوں نے شہر بسائے، شہری ریاستیں قائم کیں۔ اور تحریر کا فن ایجاد کیا۔ اِس عبارت سے ہمارے اِس دعوے کی بھی تصدیق ہوتی ہے کہ ابتداء میں صرف شہری حکومتیں قائم تھیں۔ چنانچہ جیسے ہی تحریر کے فن سے لوگ واقف ہوئے اُنہوں نے اُسے سیکھنا شروع کر دیا اور یوں یہ فن پوری وادی میں پھیل گیا۔ پہلے مصریوں نے اور پھر فنیقیوں نے اس فن کو سیکھا۔

سومیر اقوام نے جو شہر آباد کیے اُن میں اریدو، اُر (مقیّر)، لارسا (سن کرہ) اریک (درکا) بادِطبرا (تن المدائن)، لگاش (تلّو)، اُمّہ (جوخہ) اراب (بسایا)، نیفر، اکشاک، کیش، سیلپر، شروپک، لرک، اسین اور بابل، اشور، نینوا اور نمرود کالح تھے۔ لیکن ان میں طبقاتی آغاز ہوا۔ اِن شہروں میں تین طبقے آباد تھے سب سے بلند درجہ عمیلو کہلاتا تھا۔ ان کا مرتبہ سب سے بلند اِس لیے تھا کہ یہ تحریر کا فن جانتے تھے اور تحریر کے فن سے آشنا لوگوں کا شہری نظم ونسق میں بہت زیادہ دخل تھا۔ یعنی فن تحریر کو اوّلیت حاصل تھی۔ ابن خلدون کے مطابق بابل کی شہر پناہ دیوار اسی (80) میل طویل تھی۔ اس کی دیواریں دوسو گز بلند اور پچاس گز چوڑی اینٹ اور چونے سے بنائی گئی تھیں اور اس کے سو دروازے تھے۔ دوسرے طبقے لوگ مشکینو کہلاتے تھے۔ اِس کے معنی محتاج ہیں۔ اِس طبقے میں کاروباری لوگ، کاریگر اور دوسرے دستکار شامل ہوتے تھے۔ یہ لوگ اسلحہ بھی نہیں رکھ سکتے تھے اور تیسرا طبقہ غلاموں کا تھا۔

سومیر اقوام کا زیادہ تر عہد دھات اور کانسی کا ہے۔ غالباً یہ انسانی تہذیب کا دوسرا دور ہے۔ کانسہ تانبے لوہے یا سونے کی طرح کوئی الگ دھات نہیں ہے، بلکہ ٹن اور تانبے کا مرکب ہوتا ہے۔ یہ ٹن اور تانبے سے زیادہ مضبوط اور پائیدار ہوتا ہے۔ ٹن اور تانبے کو ایک اور آٹھ کی نسبت سے پگھلا کر آپس میں ملانے سے کانسہ بنتا ہے۔ چنانچہ سومیر اقوام اِس اعتبار سے صنعت وحرفت میں آگے تھے۔ لوہے کا زمانہ ساتویں یا چھٹی صدی قبل شروع ہوا جو آج تک جاری ہے۔

فن تحریر کی طرح محراب، گنبد اور ستون بھی ہزاروں سال قبل مسیح کی ایجاد ہیں۔ ابتداء میں نرسل کے گٹھوں سے جھونپڑیاں اس طرح بنائی جاتی تھیں کہ اُن کی کمانیوں سے محراب اور گنبد خود بخود بن جاتے تھے بعد میں اِنہی کے نمونوں پر محلات تعمیر کیے گئے۔ مثلاً اُر شہر کی کھدائی

سے 27 سو سال قبل مسیح کا ایک قدیم شاہی مقبرہ دریافت ہوا ہے غالباً یہ دنیا کا سب پرانا گنبد ہے۔اس گنبد کو پتھر کے ٹکڑوں اور مٹی کے گارے سے بھرا گیا ہے یہ گنبد سلطان ''ارغو'' نے بنوایا تھا اور اِس گنبد کی جُڑائی اینٹوں سے ہوئی ہے۔

دنیا کی قدیم تحریری، داستان گلِ گامشِ کے مصنف نے تحریر کے ابتدائی مرکز شہر ایرک کو اس طرح خراج تحسین پیش کیا۔

''شہر پناہ پر نظر ڈالو
اُس کی کگر تانبے کی طرح جھلکتی ہے۔
اور اس اندرونی دیوار کو دیکھو جس کی مثال نہیں
آستانے کو چھو کر دیکھو جو بہت قدیم ہے
اس آنا کے قریب جاؤ جو عشتار دیوی کا گھر ہے
ایرک کی دیوار پر چڑھو اور میں کہتا ہوں اُس پر چلو بھی
کرسی کے چبوترے کو غور سے دیکھو
اور چنائی کو جانچو
کیا یہ چنائی پکی اینٹوں سے نہیں ہوئی۔

ہم تحریری اعتبار سے تحریر کو مختلف مراحل میں تقسیم کرتے ہیں۔

1- (پہلا مرحلہ تصویری خط کا ہے۔اس میں تصویروں کے ذریعے خیال ظاہر کیا جاتا تھا۔ اور ان تصویروں کی تعداد 3700 کے قریب تھی۔ بعد میں مرحلہ وار یہ تصویریں کم ہوتی گئیں۔ ایرک کے دور میں 2 ہزار اور شرویک کی الواح میں یہ تعداد آٹھ سو رہ گئی۔

2- دوسرا مرحلہ آئیڈیوگرافی کا ہے کہ جس میں مخصوص اشارات کے زاویے بنا کر خیال ظاہر کیا جاتا ہے۔آج بھی جاپان اور چین وغیرہ میں کم و بیش چند تبدیلیوں کے ساتھ یہی سلسلہ جاری ہے اِن ممالک کی زبان میں حروف تہجی نہیں۔محض آئیڈیوگرافی ہے۔

3- ہائروگرافی۔جس میں بولنے کے انداز کے ساتھ یعنی زبان کی ادائیگی کے مطابق حروف کی تشکیل کی گئی اور یہ انداز ترنم اور گائیگی کے بہت قریب ہے اور موجودہ تحریری ارتقاء اِسی

اُصول کے تحت ہے۔

تصویری خط کے بہت سے آثار کھدائیوں کے دوران برآمد ہو رہے ہیں جیسے ورقہ یعنی قدیم عراقی شہر کی کھدائی سے بعض لوحیں نکلی ہیں یہ لوحیں لمبی ہیں۔ایک لوح میں قیدیوں کو قتل ہوتا دکھایا گیا ہے۔ایک لوح میں مویشیوں کے ریوڑ دکھائی دے رہے ہیں۔ایک مہر میں پردہت کوئی مذہبی ناچ پیش کر رہے ہیں۔ایک میں چھوٹی چھوٹی تصویروں کے ذریعے کوئی عبارت تحریر ہے۔ایک لوح میں ایک بیل کا سر، ایک مرتبان کی شکل اور کئی قسم کی بھیڑیں بنی ہوئی ہیں۔ ماہرین کے مطابق یہ سب الواح 3500 سال قبل مسیح کی ہیں اور یہ تمام کسی مندر کے حساب کتاب اور مذہبی اُمور سے متعلق ہیں۔29 سو قبل مسیح میں تصویری حروف کی تعداد میں مزید کمی ہو گئی اور یہ چھ سو رہ گئیں۔ یہ ایک عجیب بات ہے کہ لکھنے اور پڑھنے کا اختیار مندر کے پروہتوں اور شاہی خاندان کو تھا۔جس سے یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ استحصالی قوتوں نے ہمیشہ مذہب کو ہتھیار کے طور پر استعمال کیا۔آپ تاریخ کا مطالعہ کریں تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ انبیاء کو چھوڑ کر باقی جتنے بھی خود ساختہ مذاہب یا مذہبی قوتیں ہیں اُنہوں نے ہمیشہ جبری بادشاہت کا ساتھ دیا۔حتیٰ کہ انبیاء کے ماننے والوں نے بھی انبیاء کے بعد اُن کے لائے ہوئے پیغام میں من مانی کر کے سادہ لوح عوام کو خوف زدہ کر کے اپنا غلام بنا لیا اور ہنوز یہ سلسلہ جاری ہے۔اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے اس رویئے پر خبردار کیا اور کہا کہ مذہبی لیڈروں کو خدا نہ بناؤ۔چنانچہ آیت آئی اتَّخَذُوْا حَبَارَ كُمْ وَ رُهْبَانَكُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ یعنی اُنہوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر احبار اور رہبانوں کو خدا بنا لیا۔آپ دیکھیں کہ صرف اسلام نے غلام و آقا سب پر تعلیم کے دروازے کھول دیئے۔

اہل سومیر گیلی مٹی کی چھوٹی چھوٹی تختیوں پر سرکنڈے یا بید سے شکل کے قسم سے لکھتے تھے اِس عمل کے باعث تصویری حروف پیکانی شکل اختیار کر لیتے تھے۔مصری اُس دور میں PAPYRUS پر روشنائی سے لکھتے تھے اِس لیے اُن کے تصویری حروف زیادہ خوبصورت معلوم ہوتے تھے۔سومیر کے رہنے والے پہلے پوری لوح پر چار خانے بنا لیتے تھے پھر ہر خانے میں اُوپر سے نیچے کی طرف تصویریں کھودی جاتی تھیں اور بعد میں اس تختی کو پکا لیا جاتا تھا۔اگر تختی

بہت اہم ہوتی تو پھر اِس پر مٹی کا ہی لفافہ بنا لیا جاتا تھا۔ تصویری خط میں دنیا کی قدیم ترین داستانیں جو دستیاب ہوئی ہیں اُن میں اِن میکر، لوگل باندہ اور گلِ گامش شامل ہیں۔ انگریز محقق آسٹن کو 1841ء میں نینوا کی کھدائی سے بارہ تختیاں ملیں۔ لندن کے برٹش میوزیم میں بند پڑی رہیں اور پھر ایک انگریز محقق جارج اسمتھ نے کافی سالوں بعد 1872ء میں انہیں پڑھنے کا عزم کیا۔ وہ عکادی اور تصویری زبانوں کے ماہر تھے اور یوں اِن تختیوں پر موجود داستان گلِ گامش کا ترجمہ کر لیا گیا۔ بعد میں اِسی انگریز اسمتھ کو نینوا میں چھوٹی سی ایک ایسی تختی بھی ملی جس پر طوفانِ نوح کا مختصر پیرائے میں ذکر تھا۔

گل گامش کا خلاصہ یہ ہے کہ اٹھائیسویں صدی قبل مسیح میں جنوبی عراق کی شہری ریاست ایریک کا فرمان روا تھا۔ وہ بہت بہادر اور مہم جو بادشاہ تھا اور اُس کی مہم کی داستانوں پر مشتمل یہ الواح اُس کی وفات کے سات یا آٹھ سو سال بعد تحریر کی گئیں۔ اِس میں انسان کے ساتھ موت و زندگی، انسان کی ہمت اور پرانی و نئی روایات کے درمیان تصادم بھی بیان کیا گیا ہے۔ ساتھ ہی ایک خوبصورت خاتون عشتار کی گلِ گامش کے ساتھ محبت کی داستان بھی موجود ہے۔ جس سے عشتار گلِ گامش کی بہادری سے متاثر ہو کر اُس سے شادی کے لیے خواہش مند ہوئی ہے۔ مگر گلِ گامش اُس کے اِس جذبے کی توہین کرتا ہے۔ تو عشتار اِنّو دیوتا سے گل گامش کی شکایت کرتی ہے۔ چنانچہ انو دیوتا گل گامش سے بدلہ لینے کے لیے جمبارا بھیجتا ہے۔ لیکن گل گامش اِن کدو کی مدد سے ختم کر دیتا ہے اور ساتھ ہی سینکڑوں افراد ہلاک ہو جاتے ہیں اب تمام دیوتا مل کر بیٹھتے ہیں کہ ان کدو اور گل گامش میں سے کس کو ہلاک کیا جائے۔ آخر اِن کدو کی موت کا فیصلہ ہوتا ہے۔ چنانچہ اِن کدو دیوتاؤں کے فیصلے کے مطابق بیمار ہو کر مر جاتا ہے چنانچہ گل گامش کو اُس کی موت سے سخت صدمہ ہوتا ہے اور تاج و تخت چھوڑ کر جنگلوں میں مارا مارا پھرتا ہے کہ ایک دن میرا بھی یہی حشر ہوگا۔ ایک دن اُسے علم ہوتا ہے کہ ایک جزیرے میں کوئی ایسا شخص بھی رہتا ہے کہ جسے دیوتاؤں نے اَمر بنا دیا ہے اور اُس کا نام خضی سا ترایا اُتنا پشتیم ہے۔ گل گامش اتنا پشتیم کی تلاش میں نکل پڑتا ہے اور اسے ایک مقام پر شراب ساز عورت ملتی ہے جو گل گامش کو کھاؤ، پیو اور مزے اُڑاؤ کا مشورہ دیتی ہے اور کہتی ہے کہ ہمیشہ کی زندگی تمھارے مقدر

میں نہیں وہ تو دیوتاؤں کا حق ہے۔ مگر گل گامش اس بزرگ سے ملنے کا اصرار کرتا ہے تو وہ عورت اُسے اُس بزرگ کا پتہ بتا دیتی ہے۔ چنانچہ گل گامش ایک ملاح کی مدد سے اُس بزرگ کے پاس جاتا ہے اور اس سے آبِ حیات مانگتا ہے اُتنا پشیتم گلِ گامش کو طوفانِ نوح کا قصہ سُناتا ہے جب گل گامش شجرِ شباب کا بہت اصرار کرتا ہے تب وہ بزرگ گل گامش کو اُس کا پتہ بتا دیتا ہے جو ایک کنوئیں میں اُگتا ہے۔ گل گامش کنوئیں میں اُترتا ہے اور شجرِ شباب حاصل کر لیتا ہے اب گل گامش بہت خوش ہے کہ آبِ حیات نہیں مِلا تو کم از کم شجرِ شباب تو مل گیا۔ وہ شجرِ شباب لے کر خوشی خوشی واپس آ رہا ہوتا ہے کہ راستے میں پانی کا تالاب دیکھ کر نہانا چاہتا ہے اور پھر اپنے کپڑے اور شجرِ شباب تالاب کے باہر کنارے پر رکھ کر نہانے لگتا ہے تالاب میں ایک سانپ رہتا ہے وہ شجرِ شباب کی خوشبو پر باہر آتا ہے اور اُسے کھا کر اپنی راہ لیتا ہے جب گل گامش نہا کر باہر آتا ہے تو شجر غائب ہوتا ہے چنانچہ وہ روتا چیختا چلاتا ہے اور پھر اریک کی طرف روانہ ہو جاتا ہے گل گامش کی داستان میں ایک اور ہیرو ہے جسے متھ کہتے ہیں۔ متھ پُرانے زمانے کے انسان کا فلسفہ حیات و کائنات ہے انسان تمام تخلیقات کی تشریح متھ کے ذریعے کرتا تھا اور متھ کی مدد سے مہربان طاقتوں کی حمایت حاصل کرتا تھا متھ سے وہ پرعزم ہوتا تھا۔ متھ کی قسم خوابوں سے ملتی جلتی ہے خوابوں کی طرح متھ سمجھ اور ادراک سے باہر باتوں کو فطری پیکر میں پیش کرتا ہے۔ اسی لیے اس طرح کہانیوں میں کوئی چیز ناممکن نہیں ہوتی۔ مُردے زندہ ہو سکتے ہیں زندہ آدمی پتھر کا ہو کر دوبارہ انسان بن سکتا ہے انسان کاٹھ کے گھوڑے پر بیٹھ کر دور تک پرواز کر سکتا ہے سلیمانی ٹوپی پہن کر غائب ہو سکتا ہے ہیرو متھ تین چیزوں سے مل کر بنتا ہے اوّل ہیرو، دوئم مہم اور سوئم شجرِ مراد۔ ہیرو وہ قوت ہے جس کے ذریعے متھ اپنی نامکمل خواہش کی تکمیل کرتا ہے۔ مہم وہ شرطیں، رکاوٹیں، دشواریاں اور مخالف طاقتیں ہیں جو ہیرو اور اُس کے مقاصد کے درمیان حائل ہوتی ہیں۔ متھ کے اندر وہ اژدہا، دیو، جادوگر اور دوسری خوفناک صورتوں میں ظاہر ہوتی ہیں۔ شجرِ مراد وہ مقصد ہے کہ جس کے لیے مہم اختیار کی جاتی ہے۔ بہر حال فن تحریر کا تصویری انداز قدیم انسان کے ذہنی ارتقاء کے عین مطابق تھا۔ مشرق میں جھیل بیکال سے لے کر مغرب میں فرانس تک اور شمال میں سویڈن سے لے کر جنوبی افریقہ کے غاروں تک ہزاروں رنگین اور سادہ تصاویر برآمد

ہوئی ہیں جو چالیس پچاس ہزار برس پرانی ہیں۔ ان میں تصویری خط موجود ہے۔ جن میں بعض صورتوں کی تشریح آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

ان میں سے الف کے لیے بیل، ب کے لیے دروازہ، ن کے لیے مچھلی، ر کے لیے آنکھ، خ کے لیے گدھا وغیرہ بنائے جاتے تھے۔ آہستہ آہستہ تصویری خط کی اہمیت ختم ہوگئی اور دیگر رسوم الخطوط جن میں استعارے کا استعمال تھا باقی رہ گیا۔ اب یہ دور آئیڈیوگرافی کا تھا۔ تصویری خط چھ سو سال قبل مسیح تک قائم رہے بعد میں مٹتے چلے گئے۔

اِس میں جو رسم الخط معرضِ وجود میں آئے اُن میں خط آرامی، خط مینی، ساسانی اور بابلی رسم الخط شامل تھے۔ سر ہنری لارنس نے خط مینی پڑھنے کے لیے ایک کتاب بھی شائع کی۔ جواب نایاب ہے۔ اِسی طرح خط اتر دسک، خط پالمیری، خط سیریاک، خط حمیری، نبطی اور سریانی معرضِ وجود میں آئے۔ ان میں نبطی حضرت ابراہیم علیہ اسلام کے قبیلے کا رسم الخط تھا۔ عبرانی حضرت عیسیٰ اور موسیٰ علیہ اسلام سمیت بنی اسرائیل کا رسم الخط ہے۔ لیکن یہودیوں نے عبرانی کو اپنے لیے مخصوص کرلیا ہے۔ اسی طرح سریانی بھی یہودیوں کا رسم الخط کہلاتا ہے۔ ہندو پاک میں ہندی، ناگری و سنسکرت، گجراتی یہ سب خط تصویر کی تبدیل شدہ صورت ہیں۔ موجودہ عربی رسم الخط کا ماخذ بھی عبرانی اور حمیری رسم الخط ہیں۔

مہنجو داڑو اور ہڑپہ کی کھدائی میں جو مہریں برآمد ہوئی ہیں یہ تین ہزار سال قدیم ہیں۔ ایک مہر میں عورت سر کے بل کھڑی ہے اس کے پاؤں زخمی ہیں۔ دوسری مہر میں عورت پردے کے پاس کھڑی ہے اور دوسری گھٹنوں کے بل بیٹھی ہے اُس کے دونوں ہاتھ پودے کی شاخ کو چھو رہے ہیں اور پیچھے ایک بیل کھڑا ہوا عورتوں کو غور سے دیکھ رہا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس دور میں کھیتی باڑی ہمیشہ عورت کرتی تھی۔ اُس زمانے میں زمین کو ''عورت'' کے رُوپ میں دیکھا جاتا تھا اور چونکہ تخلیق کے لیے عورت اور زمین دونوں کا کردار ایک ہے۔ اس لیے زمین کے لیے ہمیشہ عورت کا استعارہ کیا گیا۔ یہاں میں ایک دلچسپ کہنا چاہوں گا۔

''اسلام کی آمد سے پہلے روم اور یونان میں عورت بیوی ہونے کے ساتھ ساتھ گھریلو لونڈی بھی ہوتی تھی۔ مرد سے اپنی مرضی سے کوئی بات نہیں کرسکتی تھی ایسا کرنے پر اُس پر اُس کا

خاوند اُسے موت کے گھاٹ اُتار دیتا تھا۔ جب وہ بیچاری عورت اولاد اور خاوند کی خدمت کرتے کرتے بوڑھی ہو جاتی تو خاوند جب بڑے بیٹے کی شادی کرتا تو اُس بیچاری یعنی اس کی ماں کو بیٹے کو بطور لونڈی دے دیتا اور یوں وہ تمام عمر بیٹے کی لونڈی بن کر زندگی کی بازی ہار جاتی۔ اور عورت کو کھیتی باڑی بھی کرنا پڑتی۔ کلیسا میں اُن دِنوں یہ بحث عام تھی کہ آیا عورت انسانی مخلوق بھی ہے کہ نہیں؟ لیکن پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِن مکروہ رسومات کو ختم کر دیا اور خاوند کو پابند کر دیا کہ وہ بیوی کو گھر میں بیٹھا کر کھلائے اور اُس کی تمام ضروریات پوری کرے۔ اور ساتھ ہی اولاد پر والدہ کی عزت و تکریم یہ کہہ کر فرض کر دی کہ ''جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے''..... قبل از اسلام عورت ایک بازاری جنس بن کر رہ گئی تھی۔ حمام میں مرد اور عورتیں اکٹھے غسل کرتے۔ اسلام نے عورت کی شرم و حیا کو محفوظ کرتے ہوئے اُسے پردے کا پابند بنایا تا کہ کوئی بُری نظر اُس پر نہ پڑے۔ آج عورت کو بڑی مہارت کے ساتھ مرد نے اپنے دام میں اُلجھا کر اُسے جدیدیت کے افکار کے نام دے کر اُسی طرح ایک بار پھر محض بازاری جنس بنا ڈالا ہے اور اس کے تقدس اور اُس کی اہمیت کو ختم کر کے محض تفریحی ضرورتوں تک محدود کر دیا گیا ہے۔ ملکہ کلوپطرہ کو ہی لے لیں کتنی فرضی داستانیں محض تفریح کے لیے گھڑی گئی ہیں۔ حالانکہ یہ ملکہ ہونے ساتھ ساتھ عالمہ اور فاضلہ تھی۔ اُس نے فاتح اوغشطش قیصر کے ساتھ شادی کرنے سے انکار کیا اور زہریلے سانپ کے ذریعے خود کو اور اُس فاتح بادشاہ کو ڈسوا کر ہلاک کر دیا۔ گل گامش کی عشتار کو جو مرتبہ حاصل تھا وہ محدود عرصہ کے لیے تھا۔ جس میں وہ طبقہ جو عورت کا قدردان تھا اُس نے عورت کو دیوی کے روپ میں دیکھا یہ عشتار فونیقی اقوام میں اشیراۃ مصر میں ازیس، تحوت اور حتحور، فلسطین میں اشیراۃ اور عشتر دت، ایران میں شالا، اناہیتا اور نانیا، ہندوستان میں درگا، گوری، اُما، اُشا، سرسوتی، رتی اور یونان میں الفیر ودتی اور آڑے میں دیکھی گئی۔ جب کہ اسلام کی آمد سے پہلے عرب زہرہ اور مشتری کو بھی بطور دیوی جانتے تھے اُن کے مطابق یہ دیویاں تھیں جس نے ہاروت اور ماروت سے اسم اعظم کا راز معلوم کر لیا تھا اور ستارہ بن کر آسمان پر چلی گئیں۔ اسی طرح حمورابی کے مطابق ہندوؤں کی داستان رام چندر، سیتا اور ہنومان کی داستان بھی نن ہورسنگ کی داستان سے ملتی جلتی ہے۔ یہ داستان بھی ہزاروں سال قبل مسیح لکھی گئی۔ جس

کا محل وقوع دلمون کی سرزمین تھا۔ جہاں مال کی فراوانی اور فراغت تھی۔ اس میں لومڑی کا ذکر ہے کہ لومڑی نن ہور سنگ کی تلاش میں نکل کھڑی ہوئی وہ اُر، ایرک، لارسا اور نیفر غرض کی ہر جگہ نن ہور سنگ کو تلاش کرتی رہی..... یہ ہماری فرضی داستانوں کلیلہ ودمنہ، عمروعیار، گل بکاؤلی، رستم، شاہ نامہ فردوسی کی طرح کہانیاں ہیں۔ الہامی مذاہب میں انسان کو فرقہ وارانہ تقسیم سے روکا گیا۔ اور کہا گیا کہ وَجَعَلْنَا لَكُمْ اُمَةً اُمَةً واحِدَةً۔ اور ہم نے تمھیں ایک اُمت بنادیا۔ اور پھر ہر جگہ جگہ یاایُّھَا الْانسانُ کہہ کر انسان وحدت کی مخاطب کیا..... اور قدرت کے ہاں خطہ کے اعتبار سے یا زبان کے اعتبار سے کوئی قومیت نہیں بلکہ نظریہ قوم کی بنیاد ہوتی ہے۔

بلکہ پوری نسل ایک قوم ہے۔ شہری نظم ونسق انسان ضروریات کے لیے کافی ہے کبھی من گھڑت داستانوں کے نام پر، کبھی سویلائزیشن کے نام پر اور کبھی آزادی وخوشحالی کا لالچ دے کر انسان نے انسان کو غلام بنایا.....

یہاں بے شمار داستانوں پر جو مذاہب قائم ہیں اُن میں عشتار تیامت، ایشو، مُروک، تیامت کی جنگیں ازریس اور ساتت کی جنگیں، بعل اور موت کی جنگ رہور مزا اور اہرمن کی جنگ وغیرہ ہیں۔ تحریری میدان میں انسان کی جدوجہد انہی مذہبی داستانوں کا حصہ رہی ہے۔ ممتاز فلاسفر افلاطون کو یونانیوں نے اس لیے زہر دے کر مار ڈالا تھا کہ اُس نے انہیں بت پرستی سے منع کیا تھا۔ ابن خلدون کے مطابق اکثر مورخ جو پہلے ہوگزرے ہیں وہ عجیب وغریب کہانیاں لکھنے کے شوقین رہتے تھے اور شاہ نامہ فردوسی بھی فرضی ہے۔

عزیز طلبا وطالبات..... انسان کا ماضی ایک نہ ختم ہونے والا موضوع ہے اس میں آج کی مختلف اقوام کا عقیدہ تخلیق بھی مختلف ہیں، نظریات بھی مختلف ہیں زبانیں اور رسم الخط بھی مختلف ہیں۔ لیکن صورت اور خمیر ایک ہی ہے۔ ان مختلف نظریات اور تہذیب وتمدن پر گفتگو کے لیے مہینوں اور سال درکار ہیں.....

انداز بیان اگرچہ بہت شوخ نہیں ہے
شاید کہ اُتر جائے تیرے دل میں میری بات

عباسی عہد کے رسم الخطوط

عباسی عہد کو خطاطی کی تاریخ میں ایک اہم مقام حاصل ہے اس عہد میں سلاطین نے خطاطوں کی بے حد قدر و منزلت کی اور اُنہیں بہت سی مراعات دیں۔ اِن عنایات کا یہ اثر ہوا کہ خطاطوں نے حوصلہ افزائی کو محسوس کرتے ہوئے فنی نزاکتوں کی طرف بھرپور توجہ کی اور قلم کے بہت سے مظاہر منظر عام پر آئے۔ ہر خطاط نے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش میں خطاطی کی نئی اقسام خطِ متعارف کرائیں ان میں مفتح، مفتح نصف، حرم، عہود، موامرات، دیباج، الشریہ، زنبور، بدیع، اتبکاری، ثلث، رقاع، محقق، اجازہ، نسخ، ثلث کبیر، محقق کبیر، ریحان، طغرا وغیرہ شامل ہیں۔ ان میں مفتح انصاف مانگنے کا کام آتا تھا۔ حرم اور عہود کسی معاہدے کے لیے استعمال ہوتے تھے۔ موامرات لین دین کا خط تھا۔ دیباج خوشی کے پیغامات کے لیے استعمال ہوتا تھا۔ اشریہ اور زنبور بھی کاروباری مقاصد کے لیے استعمال ہوتے تھے۔ جب کہ ثلث ایک عمارتی آرائشی خط کے طور پر زیادہ استعمال کیا گیا اور محقق و نسخ قرآنی مصاحف کے لیے استعمال کیے گئے۔ محقق کبیر عمارتی خط ہے۔ ریحان بھی آرائشی خط ہے۔ جب کہ طغرا میں عام طور سلاطین اپنا نام لکھواتے تھے اور اپنے نام کی مہریں بنواتے تھے۔ خط کی یہ تمام اقسام بہت خوبصورت ہیں گلزار اور بدیع اتبکاری بیک وقت خطاطی بھی ہے اور نقاشی بھی۔ قلم کے مخصوص زاویوں کے ساتھ بدیع اتبکاری خوب حسن و جمال پیدا کرتا ہے۔ بدیع اتبکاری کی بہت سی اقسام ہیں۔ ان رسوم الخطوط میں حسن و نزاکت اپنی معراج پر ہیں۔

اِن کی بنیادی ہندسی اشکال میں خط ثلث اور سات خطوں کا استعمال بہت زیادہ ہے بعد ازاں آرائشی رسوم الخطوط میں قلم المصاحف، قلم المسلسل والخبار، قلم النسخ، قلم جلیل محقق، قلم الریاشی، قلم المنشور، قلم الاشعار، قلم اللولوی، قلم الحواشی، قلم العقد المنظوم، قلم التواقیع، قلم الثلث المعتاد منظر عام پر آئے۔ بظاہر یہ تمام عربی رسوم الخطوط ہیں مگر ان کے انداز بالکل الگ الگ ہیں۔ ثلث، نسخ، محقق اور تعلیق کی شناخت عام ہے۔ مگر ان رسوم الخطوط کے بارے میں آپ یقیناً

ہیں۔ان رسوم الخط میں عبارت میں کئی الفاظ کو باہم ملایا جاتا ہے اور کئی کو الگ الگ لکھا جاتا ہے اور اعراب اپنی نوعیت کے اعتبار سے ثلث اور محقق سے کافی حد تک مماثل ہیں۔

عباسی عہد میں خطاطوں نے سیاہ، نسواری (براؤن) اور سرخ روشنائیوں کے ساتھ ساتھ آبِ زر (سونے کے پانی) کے ساتھ بھی خطاطی کی۔قرآنی مصاحف کو منقش کیا گیا۔اسی عہد میں مصوّر کتابوں کا آغاز ہوا اور یہ تصویریں عام روش سے ہٹ کر داستان نگاری کے لیے استعمال کی جاتی تھیں مصوّر کتابوں کے اس انداز کو منی ایچر آرٹ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور منی ایچر آرٹ اور خطاطی کا چولی دامن کا ساتھ ہے خطاط کی تحریر کو نقاش گل کاری کر کے چار چاند لگا دیتے تھے۔عباسی عہد کے نامور خطاطوں میں احول محرر، ابن مقلہ، یاقوت المستعصمی، ابن البواب، احمد بن سہروردی، عبداللہ میرنی وغیرہ شامل ہیں۔

خط ثلث کا جائزہ

عباسی عہد میں اپنی معراج کو پہنچنے والے رسوم الخط محقق اور ثلث اپنی خوبصورتی کے اعتبار سے دنیا بھر میں تسلیم کیے جاتے ہیں۔ان رسوم الخطوط میں نزاکتوں لطافتوں اور اصطلاحات کا ایک دریا بہتا ہوا نظر آتا ہے۔یوں محسوس ہوتا ہے کہ عباسی عہد کے خطاطوں نے اپنے خون جگر کے ساتھ ان رسوم الخطوط کی ایک ایک جنبش کو نام دے دیا ہو۔آج کل ان اصطلاحات کو بھلا کر ثلث لکھا جا رہا ہے ترکوں نے رومن اسلوب کے ساتھ ہم آہنگ کر کے خط ثلث کو ایک نئی طرح دی جو بہر حال ایک خوبصورت اور قابل قدر کاوش ہے۔اِس آمیزش سے ترکی کی رسوم الخطوط عالم اسلام کے دیگر ممالک مثلاً مصر، عراق، شام، اردن وغیرہ سے زیادہ نازک اور لطیف صورت اختیار کر گئے اور ترکوں کے انداز خط کو دیگر ممالک کے رسم الخط کے مقابلے میں زیادہ پذیرائی ملی۔لیکن کوفی محقق اور طومار میں عراق کا اپنا مقام جداگانہ ہے۔اگرچہ ثلث کا مقام نظم بصرہ عراق ہے۔عراق میں بصرہ میں رہائش کے دوران ابن مقلہ کے مشاق ہاتھوں نے ثلث کو ضوابط اور اصطلاحات کی زنجیر پہنا دی۔ثلث کی اصطلاحات میں نمایاں درج ذیل ہیں۔اساتذہ فن سے جو اخذ کیا اس کے مطابق تفصیل بیان کر رہا ہوں۔اختلاف رائے کا

حق بہر حال سب کے پاس محفوظ ہے۔

الف کے لیے اصطلاحات مطلق، محرف، صاعد، مشعر، مشعر محرف، مرکب، بسط، مرُسل، مطلق محقق ہیں۔ اسمِ ذات کے لیے محرف اور مشعر سے اجتناب کیا جائے۔ جب کہ مطلق اور مُرسل اور مطلق محقق بھی جائز ہے۔ اس کی وجہ یہ بیان کی جائے کہ توحید کے بیان میں گول الف حسب موضوع زور پیدا نہیں کرتے۔ اگر چہ بعض ترک خطاطوں نے اِسم ذات کے ساتھ جگہ کی مناسبت سے مکمل محرف الف بھی استعمال کیا ہے۔ لیکن اساتذہ فن رحمہم اللہ نے اِسم ذات باری تعالیٰ کے ساتھ عموماً مطلق، محقق مطلق الف استعمال فرمایا..... اِسی طرح ب کی اقسام میں موقوف، مُرسل، مجموع مبسوطہ، قوسیہ ہیں۔ عبارت کے آخر میں موقوف کا استعمال کیا جاتا ہے۔ باقی اقسام مجموع، مرسُل اور قوسیہ درمیان میں استعمال ہو سکتے ہیں۔ مُرسل میں طوالت کے باعث اگر اُس کے اوپر بڑی ے کا استعمال ہو تو یہ زیادہ بہتر ہوگا۔ اِسی طرح ج کی اقسام میں مسبل، مُرسل، زنادی مسبل، زنادی مُرسل اور مجموع شامل ہیں۔ مسبل ''ج'' کی نچلی قوس سر ''ج'' کے برابر ہوتی ہے۔ اور مُرسل میں سرِ ج سے دو قط بڑی ہوتی ہے۔ زنادی مسبل میں ج کا سر مجموع کی طرح بند ہوتا ہے اور نچلی قوس سر ج کے برابر ہوتی ہے جب کہ زنادی مرسل میں ج کے بند سر کے مقابلے میں نچلی قوس دو قط زیادہ ہوتی ہے۔ کسی دوسرے حرف کے ساتھ مرکب ہونے کی صورت میں گولائی سر والی ج ''ملوز'' کہلاتی ہے۔

''د'' کی اصطلاحات میں مجموع مختلس، مرکب مجموع، مرکب مختلس اور محطوف اقسام شامل ہیں۔ مجموع سادہ اور مکمل دال ہوتا ہے۔ جب کہ مختلس میں دال کی نچلی کرسی دال کے سر کے اختتام پر حرف دو یا اڑھائی قط کا ایک شوشہ ہوتی ہے محطوف دال حرف مرکب صورت میں بن سکتی ہے۔ محطوف دال میں نچلا شوشہ حرف ایک یا ڈیڑھ قط کا ہوتا ہے۔

''ر'' کی اقسام میں مدغمہ، مجموعہ، مقورہ مجموعہ، مُرسلہ، مرکبہ مدغمہ، مرکبہ مجموعہ، مرکبہ مرسلہ شامل ہیں۔ ''ر'' مدغمہ ایک قوس کی طرح بل کھا کر آخری کرسی کی لائن کو چھو کر قلم کی نوک کے ساتھ اوپر کو اُٹھ جاتی ہے۔ مجموعہ ''ر'' میں گول ''ر'' ہوتی ہے۔ مقورہ مجموعہ میں اگر چہ ''ر'' مجموعہ کی طرح گول ہوتی ہے مگر اِس میں آخری اختتامی قوس زیادہ گول ہوتی ہے مرسلہ ''ر'' میں نچلی کرُسی طویل ہوتی ہے۔ ''ر'' مدغمہ کے شروع میں اگر کسی اور حرف کا پیوند لگایا جائے تو یہ مرکبہ

مجموعہ کہلاتی ہے۔

س کی اقسام میں مجموعہ، مرسلہ، مقورہ مرسلہ، قوسیہ شامل ہیں۔ مجموعہ بالکل سادہ اور عام مکمل س ہے۔ مرسلہ میں ''س'' کا دائرہ بنانے کی بجائے نیچے ایک طویل قوس لگائی جاتی ہے مقورہ مرسل میں نچلی قوس زیادہ لمبی ہوتی ہے۔ قوسیہ میں ''س'' کے دندانوں کی بجائے قوس لگائی جاتی ہے۔ اس طرح ص کی اقسام میں بھی مجموعہ، مرسلہ، مقوّرہ مجموعہ، مرسلہ اور مقورہ مرسلہ شامل ہیں۔ مجموعہ میں سادہ اور مکمل ص اور مرسلہ میں نیچے طویل قوس اور مقورہ مرسلہ میں زیادہ گول اور مختصر قوس لگائی جاتی ہے۔ مقوّرہ مجموعہ میں ''ص'' مکمل لیکن مجموع کی نسبت اُس کا دائرہ زیادہ گول ہوتا ہے۔ اسی طرح ''ق''، ل، ن، ی کی اقسام میں مجموعہ، مرسلہ، مقورہ، قوسیہ مقورہ مرسلہ شامل ہیں۔

ط کی اقسام میں مفردہ، صاعدہ، اخیرہ، مجموع وغیرہ شامل ہیں۔ ط مفردہ میں سرِ ''ط'' کے نچلی قوس زیادہ طویل نہیں ہوتی۔ لیکن مجموع میں زیادہ طویل ہوتی ہے۔ ط مرسلہ میں کشش مجموع کی نسبت بھی زیادہ یعنی دو قط تک ہوتی ہے جب کسی الف میں ''ط'' پہلے لگتا ہے تو دونوں لفظ الفی ہوتے ہیں انہیں صاعدہ کہا جاتا ہے اور اگر ل، ط اور الف یکجا ہو جائیں جیسے ''لطا'' تو یہ مثلث بین قائمین کہلاتی ہے۔

اسی طرح ''ع'' کی اقسام میں صادیہ مسبلہ، صادیہ مرسلہ، مجموعہ، فم الاسد، فم الثعبان، فم الثعلب اور معقود شامل ہیں۔ صادیہ مسبلہ میں ''ع'' کا سر کم خمدار اور نچلی دامن کی قوس کم طویل ہوتی ہے۔ جب کہ مرسلہ میں سرِ ''ع'' زیادہ خمدار اور نیچے دامن کی قوس زیادہ طویل ہوتی ہے مجموعہ میں ''ع'' مکمل اور گول ہوتا ہے۔ فم الاسد میں ''ع'' کے سر کے آگے نوک نہیں ہوتی بلکہ یہ حرف اپنے سے پہلے کسی لفظ کے آخری الف کے ساتھ ایک قوس کے ذریعے ملا ہوتا ہے۔ اِس قسم میں ''ع'' زیادہ خمدار ہوتا ہے۔ فم الثعبان کی شکل بظاہر فم الاسد کی طرح نظر آتی ہے لیکن اس میں ''ع'' خمدار ہوتا ہے۔ فم الثعلب میں ''ع'' کے اُوپر کا سر بھی زیادہ خمدار ہوتا ہے اور نچلی قرس بھی خم دار ہوتی ہے۔ محیرۃ میں ع کا سر مسبلہ اور مرسلہ کی طرح نوک دار ہوتا ہے مگر اس کی نچلی قوس زیادہ خمدار ہوتی ہے۔ اور مرکب ''ع'' میں جو صورت تغیّر پذیر ہوتی ہے اُسے معقود کہتے

ہیں۔فم الاسد،فم الثعبان اور فم الثعلب استعمال کے لیے بنیادی شرط یہ ہے کہ ''ع'' سے پہلے ''الف'' مرکب موجود ہو۔الف مفرد کے ساتھ اِن کا استعمال جائز نہیں۔

''ف''میں ''ب'' کی طرح مجموعہ، موقوفہ، مرسلہ، مرکبہ موقوفہ اخیرہ وغیرہ موجودہ ہیں۔حسب سابق مجموعہ میں مکمل سادہ ف، موقوفہ میں سرف کے بعد نوک بنائے بغیر مختصر قوس، مرسلہ میں کشش والی ''ف'' مرکب میں پیوند کے ساتھ تغیّر پذیر ہو جاتی ہے۔مرکبہ موقوفہ اخیرہ میں موقوفہ کی طرح مختصر کشش رہ جاتی ہے۔موقوفہ ہمیشہ عبارت کے آخر میں استعمال ہوتی ہے۔

''ک'' میں مجموعہ، موقوفہ اور مبسوطہ اقسام ہیں۔مجموعہ میں عام قسم کا سادہ اور مکمل ''ک'' ہوتا ہے۔جب کہ موقوفہ کی نچلی کشش کے آخر میں گولائی نہیں ہوتی اور مبسوطہ میں لمبی کشش ہوتی ہے۔اسی طرح لام میں مجموعہ کے ساتھ ساتھ ابن البواب، یاقوت اور ابن العفیف کے الگ الگ خوبصورت انداز میں .....مسبلہ لام طویل کشش کے ساتھ ہوتا ہے''م'' کی اقسام میں مدغمہ، مخففہ، مشعرہ مدغمہ، مرسلہ، مخطوفہ، محققہ شامل ہیں۔''و'' کی اقسام میں مجموعہ، مبسوط، مقورہ، مشعرہ اور بتراء شامل ہیں۔''ہ'' کی اقسام میں مقسطہ، مربعہ، معراء، وجہہ الھر ،مدغمہ، مشقوقہ، مخطوفہ، مردوفہ، ملفوفہ، مختلسہ وغیرہ شامل ہیں۔

یوں خط ثلث کے ساتھ ساتھ محقق، ریحان اور توقیع کی اصطلاحات میں بھی ملوّز، مخفف، مربع، مستدیر، بتراء اور مدّور اقسام کو بے حد اہمیت حاصل ہے۔ماہر خطاطوں نے اپنے اپنے عہد میں ان اصطلاحات کا بھرپور استعمال کیا اور صاحبان فن نے ان کو اتنا فروغ دیا کہ عام لوگ بھی الفاظ و حروف کی وضع اشکال سے ہی عبارت کا مقصد سمجھ جاتے تھے۔

خطاطی کے جملہ محاسن

خطاطی ایک ایسا فن ہے کہ جس میں وہ مصوری، نقاشی وغیرہ کی تمام جیومیٹریکل اشکال موجود ہیں۔ اس لیے خطاطی کو اُمُّ الفنون بھی کہا جاتا ہے۔ اس لیے کہ وہ خوبیاں جو تمام اقسام فن میں علیٰحدہ علیٰحدہ موجود ہیں وہ سب کی سب فن خطاطی میں موجود ہیں۔ اس لیے تو مشہور مفکر اوئنگ کہا کرتا تھا کہ کسی خطاطی کا لکھا ہوا ایک حرف مائیلو کی بنائی ہوئی وینس سے کسی طرح کم نہیں۔ پھر اکثر محققین نے قلم اور خط کو بار ہا خراجِ عقیدت پیش کیا ہے۔ ایک مقولہ ہے کہ خطاطی کرتے وقت خطاط کائنات کے تمام گوشوں کی سیر کرتا ہے۔ (صبح الاعشیٰ) ایک اور مقولہ ہے کہ خطاط کو یہ سوچ کر لکھنا چاہیے کہ اُس کی زندگی سے ایک سطر کم ہو رہی ہے۔ (تعلیم الخط العربی) حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اچھا خط لکھنے والے کی تصویر ہوتا ہے۔ (صبح الاعشیٰ) خطاطی میں نہ صرف جیومیٹریکل عروج موجود ہے بلکہ اس میں روحانیت بھی بدرجہ اتم موجود ہے۔ تبھی تو قرآن کریم میں خالق ازل وابد نے فرمایا۔ نٓ وَالْقَلَمِ وَ مَا یَسْطُرُوْنَ..... (قسم ہے قلم کی)۔ ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا۔ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ..... (اُس نے قلم کے ذریعے علم عطا کیا) قلم بالآخر خطاط کے دِل و نگاہ کو لطیف تر کر دیتی ہے بشرطیکہ لکھنے والا صاحب کردار ہو اور اپنے فن کے ساتھ مخلص ہو اور قلم کا احترام کرے۔ معروف قول یہ ہے کہ خطاطوں کو باوضو ہو کر قلم کو ہاتھ لگانا چاہیے اور قلم کو امانت خداوندی سمجھتے ہوئے اچھی عبارات کلام الٰہی اور سچے اقوال کے لیے مختص کر دینا چاہیے۔ ایک خطاط کو چاہیے کہ وہ قرآنی خطاطی اور دیگر عام دنیاوی اُمور کے کاموں کے لیے رسم الخط میں فرق پیدا کرے۔ تاکہ قرآن کریم اور اسمائے باری تعالیٰ و دینی عبارات نمایاں اور خوبصورت خطاطی میں دکھائی دیں۔ خطاطی حُسنِ نظر پیدا کرتی ہے۔ بشرطیکہ خطاط کا دِل بغض، کینہ، حسد اور غیبت سے پاک ہو تب ایک خطاط کو ذوق وشوق اور انوارات و جمال عطا ہوتے ہیں۔ خطاطی ولایت کی ایک قسم ہے اور اس میدان میں آگے بڑھنے والے کو اعلیٰ اخلاقی قدروں سے مالا مال ہونا چاہیے۔ سچ بولنے والا ہو۔ دوسروں کی غیبت نہ کرے۔ اگر کسی کا خط کمزور دیکھے تو اس کی حوصلہ افزائی کرے اور اگر کسی کا اچھا دیکھے تو داد و تحسین پیش کرنے میں کوتاہی نہ کرے۔ یہ ایک روز روشن کی طرح حقیقت ہے کہ متکبر شخص اپنی فنی خوبیاں کھو بیٹھتا ہے سب لوگ اُس سے نفرت کرتے ہیں۔ اپنی تعریف خود کرنے والا کوئی بھی کتنا عالم و صاحب فن کیوں نہ ہو بالکل جاہل ہوتا ہے کیونکہ وہ

یہ نہیں جانتا کہ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے احسان فرماتے ہوئے اُسے ایک فن عطا کیا ہے۔ اُسے چاہیے کہ وہ ہر لمحے اللہ کریم کا شکر ادا کرے اور اپنا فن دوسروں کو سکھانے میں بخل نہ کرے۔ مشہور ارشاد ہے کہ جو صاحب علم کسی کو علم نہیں سکھاتا اُسے کے دِل اور دماغ کو جہنم کی آگ سے دہکایا جائے گا۔

خطاطی ایک نور ہے اور اس کی نورانی کرنیں خطاط کے باطن کو منور کر دیتی ہیں اور اگر وہ بہت پاکیزہ فطرت ہو تو اُسے بعض انوارات بیداری کے عالم میں بھی دکھائی دینے لگتے ہیں۔ قلم جمالِ خداوندی کا مظہر ہے اور خطاط جب عشق و آگہی سے معمور ہو کر اللہ تعالیٰ کی تعریف و توصیف لکھتا ہے اور قرآنی آیات کی نہایت دلکش انداز میں نکھار کر لکھتا ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام لکھتا ہے تو یقیناً اُس کی اِن جمال آفرینیوں پر فرشتوں بھی سلام بھیجتے ہوں گے۔ خطاطی زندگی ہے اور قلم کا تحریر شدہ حسین و جمیل حرف و لفظ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے صفحہ قرطاس پر اَمر ہو جاتا ہے۔ اور لکھنے والے کو زندۂ جاوید بنا دیتا ہے۔ یہ ایسی نعمت ہے کہ جب لکھنے والا خطاط عطا کردہ لمحات زندگی گزار کر خالقِ حقیقی کی طرف رخصت ہو جاتا ہے تو یہ آیات و احادیث دنیا میں ہمیشہ ہمیشہ اپنے لکھنے والے کے لیے زندگی جاوید کی دستاویز ہوتی ہیں خطاطی باعث نجات ہے یعنی ایک خطاط کے لکھے ہوئے قرآنی مخطوطے و اسمائے باری تعالیٰ پر مبنی فن پارے ایک صدقہ جاریہ کے طور پر اُس کے اجر و ثواب میں مستقل اضافہ کرتے رہتے ہیں اور یہ اضافہ ہر لمحہ اُس وقت تک جاری رہتا ہے جب تک یہ حرف و الفاظ قائم رہتے ہیں۔ یوں اتنی زیادہ نیکیاں باعث نجات بن جاتی ہیں۔ جیسا کہ ایک حدیث میں بھی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بسم اللہ کی خطاطی (ایمان و یقین کے ساتھ) کرنے والا جنت میں جائے گا۔[1]

خطاطی باعثِ رزق ہے۔ یہ ایسا فن ہے جس کے بارے میں حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کا ارشاد ہے۔ الخطُّ مفاتیحُ الرِّزق ..... خطاطی رزق کی چابی ہے۔ یقیناً جب کوئی ماہر خطاط عمدہ انداز میں خطاطی کرتا ہے تو اِس دنیا میں بھی امراء و سلاطین سر آنکھوں پر بٹھاتے ہیں اور اُس کے لیے مقبولیت و رزق کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ معاشرے میں خطاطی کو نہایت ہم مقام حاصل ہوتا ہے۔

خطاطی ذہن صحت کی ضامن ہے۔ قلم ذہنی پریشانیوں کو ختم کر دیتی ہے کوئی شخص کتنا ہی پریشان کیوں نہ ہو اگر قلم پکڑ کر لکھنا شروع کر دے تو اُس کی ذہنی پریشانی ختم ہو جاتی ہے۔ اور نفسیاتی

الجھنوں و پریشانیوں سے بھی قلم باہر نکال لاتی ہے۔

خطاطی کا دائرہ کار وسعت کے اعتبار سے پوری دنیا میں پھیلا ہوا ہے۔ ڈاکٹر صبیحی سالم نے اپنی کتاب معارف القرآن میں لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے قلم اور خطاطی کے ذریعے قرآن کریم کی حفاظت فرمائی۔ خطاطی کی صوری حیثیت بھی بڑی معنی خیز ہے اور بشری عقل و سمجھ کا اس میں بھرپور اظہار کیا گیا ہے۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے۔

الخطُّ توقیف مِنْ عند اللّٰہ استفاد و البشر لِتَرکیب حروفهٗ عن طَرِیقِ العقَلِ لبشرِیٰ

(ترجمہ) خط اللہ کی طرف سے ایک قدرتی اَمر ہے۔ یہ انسانی عقل کے مطابق ہے۔''

عمرو بن عتبہ کہتے ہیں۔

وَ تکرارُ حُصلِ علم الْکِتَابة الَّذِی تسمیه الخط

یعنی بار بار علم کا حصول کتابت کے ذریعے ہوسکتا ہے وہ کیا ہے۔ خطاطی سے آگاہی حاصل کرنا۔ اِس لیے علم کے لیے خطاطی ایک جزو لازم ہے خطاطی کی اہمیت کے بارے میں ایک اور عربی مفکر اِس طرح مخاطب ہے۔

وَ مَنْ هنا نستیطع اَنْ ندرک ان الفنان المُسلم فی کُلِّ اقلیم من الاقالیم الاسلامیة استطاع اَنْ یحمِلُ الخط العربی شخصیته و شخصیة اَقلیمه فِی اطارِ الشخّصیةالاسلامیه اینما کَانتْ. یعنی خطاطی کی تمام مسلم مملکتوں میں ایک عظیم فن کے طور پر تسلیم کیا جاتا ہے۔

ایک اور ممتاز مفکر کا کہنا ہے کہ خطاطی کی اشکال کو لفظ کی ممکن ادائیگی کے تابع رکھا گیا ہے وہ لکھتے ہیں۔ الخطوط عَلٰی اساس انّها مِن الممکِنْ اَن تکُوْن کَذٰلِکْ۔ اب اِس فن نے اتنی مقبولیت حاصل کر لی ہے کہ اسلامی خطاطی کو بلاشبہ مغرب میں بھی خراج تحسین پیش کیا جا رہا ہے برٹش میوزیم لندن ہو یا ماسکو میوزیم، میٹروپولیٹن میوزیم (امریکہ) ہو یا اشمولین میوزیم لندن، خطاطی کو سراہا جا رہا ہے اُسے آویزاں کیا جا رہا ہے اور ہر طرف اُس کی گیلریاں بن رہی ہیں۔ کیوں نہ ہو یہ فن سراسر حسن و جمال ہے اور دنیا کا دوسرا بڑا تسلیم شدہ فن ہے۔

عالمی سطح پر خطاطی کے منفرد اثرات

عالمی سطح پر خطاطی نے ہمیشہ گہرے اثرات مرتب کیے ہیں۔ مسلم خطاطی سے متاثر ہو کر عیسائیوں نے بھی اپنے گرجا گھروں میں خطاطی کرانا شروع کر دی تھی (محمد حسین جونپوری، خط و خطاطان) اگر آپ غیر جانبدارانہ جائزہ لیں تو آپ کو نظر آئے گا کہ کسی اور فن نے عالمی سطح پر اتنے زبردست نقوش نہیں چھوڑے جتنے فن خطاطی نے ثبت کیے ہیں۔ دنیا بھر کے ماہرین و محققین نے ہمیشہ خطاطی کو زبردست خراج تحسین پیش کیا ہے۔ ممتاز محقق ڈاکٹر مارٹن لنگز نے اپنی معروف کتاب ''قرآنک آرٹ'' میں لکھا ہے کہ ''اسلامک ورلڈ نے دنیا کو جو بہت خوبصورت تحفہ دیا وہ قرآنی خطاطی ہے اور بلاشبہ خطاطی ایک نہایت پاکیزہ فن ہے۔ (مارٹن لنگز) محمد یٰسین نے اپنی کتاب اسلامی کیلیگرافی میں لکھا۔ ''خطاطی نے ہر دور میں بلا تفریق مذہب و ملت اور رنگ و نسل ہر ایک کو متاثر کیا ہے اور یہ فن ہمیشہ دلوں پر حکومت کرتا رہے گا۔ (اسلامی خطاطی) ابن الندیم کے مطابق اقوام نے ہمیشہ خطاطی کو اپنے اوّلین فنون میں شمار کیا (ابن الندیم) معروف جرمن مستشرق اوٹنگ کے مطابق خطاطی ایک نہایت پایہ فن ہے اور کسی مسلم خطاط کا ایک ایک حرف کسی بھی بڑے سے بڑے مغربی مصور کے فن پارے سے کسی مسلم خطاط کا ایک ایک حروف کسی بھی بڑے سے بڑے مغربی مصور کے فن پارے کسی طرح کم نہیں (اوٹنگ) ہم بجا طور پر آج بھی اس حقیقت کو دیکھ سکتے ہیں کہ جن ممالک سے اسلامی حکومت ختم ہو گئی وہاں سے مسلمانوں کی ہر نشانی کو مٹا دیا گیا مگر فن خطاطی کے مظاہر کی اُن فاتح اقوام نے بھی حفاظت کی جیسے کہ سپین اور وسط ایشیا کی اسلامی ریاستیں ہیں۔ اَب جب کہ وسط ایشیا کی اسلامی ریاستیں آزاد ہو گئی ہیں اور انقلاب روس کے اثرات مٹتے جا رہے ہیں صدیوں سے موجود اسلامی خطاطی کے مظاہر جو کہ تمام حادثات کے باوجود محفوظ رہے اُن کی از سرِ نو آرائش کی جا رہی ہے۔

اگرچہ مغرب کے محض نام نہاد محققین اسلامی فنون پر بات کرتے وقت ہمیشہ تعصب اور روایتی ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتے ہیں مگر بالآخر وہ بھی مسلم فن تعمیر اور فن خطاطی کی اہمیت کو تسلیم کرتے ہیں اور انہیں تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ خطاطی ہر اعتبار سے ایک بڑا فن ہے۔ مسلم بادشاہوں

اور سلاطین نے خطاطی کی قدر و منزلت کی انتہا کر دی یہ اَمر قابلِ ذکر ہے کہ بادشاہوں نے خود خطاطوں کی شان میں اشعار کہے ہیں۔ جیسے کہ میر خلیل اللہ شاہ دکنی جب شاہ ایران کے پاس گئے تو شاہ ایران نے اُن کے اعزاز میں خود قصیدہ لکھا۔ (حوالہ تذکرہ خوشنویسان) اور آقا عبدالرشید دیلمی کی وفات پر شہزادی زیب النساء نے اُن کے لیے قصیدہ لکھوایا جو اس کتاب میں اُن کے حالات میں درج ہے۔ اموی خلفاء میں مروان بن الحکم اور عبدالمالک نے خطاطوں کی خوب حوصلہ افزائی کی۔ (حوالہ ابن الندیم۔ ابن خلدون) اِسی طرح سے عباسی خلفاء نے بھی خطاطوں کو خوب قدر و منزلت کی اور انہوں نے تمام اقوام عالم کو خطاطی سے متعارف کرایا۔ المقتدر باللہ۔ التاہر باللہ۔ سلطان ہارون الرشید، مامون الرشید، مستعصم باللہ نے ممتاز خطاطوں ابن مقلہ، ابن البواب، یاقوت مستعصمی کی خوب حوصلہ افزائی کی جس سے نہ صرف یورپ بلکہ یونان اور دیگر ممالک میں بھی خطاطی ایک عظیم فن کے طور پر اختیار کر لیا گیا۔ ابن خلدون نے اپنے مقدمہ میں تحریر کیا کہ عباسی عہد میں خطاط کا عہدہ وزیر کے برابر ہوتا تھا۔ (ابن خلدون: جلد دوم)

پروفیسر نکلسن نے نہایت عمدہ انداز میں تسلیم کیا کہ عربوں کے ثقافتی انداز نے دنیا بھر میں ایک ہلچل مچا دی اور جس فن نے سب کو اپنی طرف متوجہ کر لیا اُس میں فن تعمیر کے ساتھ ساتھ اسلامی خطاطی موسیقی اور دیگر علوم شامل ہیں۔ (لٹریری ہسٹری آف عربس) پروفیسر ہٹی نے اعتراف کیا اور کہ مسلمانوں نے بہت کم عرصے میں دنیا کو ایک تازہ رو سے متعارف کرایا نئے نئے علوم سے روشناس کرانے کے ساتھ ساتھ اُنہوں نے خطاطی اور تعمیری اسلوب سے عالمی طور پر جاری کلچر پر گہرے اثرات مرتب کیے'' (ہٹی: ہسٹری آف دی عربس) محقق چیمبرز ڈیوڈ نے اپنی کتاب اسلامک آرٹ میں لکھا'' کہ خطاطی اسلام کا تسلیم شدہ اور خوبصورت فن ہے اور یہ سب جانتے ہیں کہ مسلمانوں نے جن علوم و فنون سے دنیا کی مختلف اقوام کو حیران کیا اُس میں خطاطی اہم کردار ہے۔ (چیمبرز ڈیوڈ - اسلامی آرٹ) بلاشبہ برصغیر پاک و ہند کے اسلامی سربراہان نے بھی دنیا بھر میں خطاطی کی روشناس کرانے میں اہم کردار ادا کیا۔ محمود غزنوی، سلطان ناصر الدین محمود، بابر بادشاہ، خود خطاط تھے۔ جہانگیر کے دو بیٹوں شہزادہ خسرو اور شہزادہ پرویز نے اس فن میں مقام پیدا کیا۔ شاہ جہان بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر، داراشکوہ، زیب النساء فن خطاطی میں

مہارت رکھتے تھے۔ اورنگ زیب عالمگیر نے تخت نشینی کے فوراً بعد ایک قرآن کریم لکھ کر مسجد نبوی اور ایک قرآن کریم کعبۃ اللہ کی نذر کیا۔ (ابن الندیم) دنیا بھر کے عجائب گھر جن میں سرفہرست برٹش میوزیم، میٹروپولیٹن میوزیم امریکہ، اشمولین میوزیم آکسفورڈ شامل ہیں اسلامی خطاطی سے بھرے اور سجے نظر آتے ہیں۔ علاوہ ازیں عراق اور مصر کے عجائب گھروں میں خطاطی کے مظاہر بکھرے ہوئے ہیں۔ لیکن ایک بات کا اعتراف کرنے میں کوئی امر مانع نہیں کہ اسلامی خطاطی کی حفاظت اور محفوظ کرنے کے لیے دوسری اقوام کا رویہ مسلمانوں سے کہیں بہتر ہے مسلم ممالک خطاطی کی حوصلہ افزائی کے سلسلے میں بہت پیچھے ہیں۔ ایک ممتاز نقاد سے جب میں نے یہ شکوہ کیا تو اُنہوں نے مذاقاً ایک بات کہی لیکن میرے دل کے اندر اُتر گئی اُنہوں نے کہا کہ مسلم ممالک اَب آگے کس علم میں ہیں؟ اسلام نے ہمیں جو علوم وفنون عطا کیے تھے اُن کی وارث اَب دوسری اقوام ہو چکی ہیں اور اب ہمارے پاس جو کچھ باقی بچا ہے شاید اُس کی حفاظت بھی وہی اقوام کریں گی۔

پروفیسر کارلائل نے اسلامی خطاطی کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ ''یہ فن دیکھنے والوں کو نہ صرف متاثر کرتا ہے بلکہ اُن کے دل میں اُتر جاتا ہے، ممتاز سکالر ڈاکٹر صبحی سالم نے اپنی کتاب معارف القرآن میں لکھا کہ ''اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری کتاب قرآن کریم کی حفاظت خطاطی کے ذریعے کی (معارف القرآن) اسلامی خطاطی نے بجا طور پر عالمی سطح پر اقوام کو بے حد متاثر کیا ہے اس لیے آج دنیا بھر کی اقوام اسلامی خطاطی کو بے حد پذیرائی دے رہی ہیں۔

خطاطی کا عالمی سطح پر مقام:

دنیا بھر میں منعقدہ آرٹ کانفرنس فرانس میں تمام شرکاء نے مختلف فنون کے درجے بنائے جن میں عمارتی فن کو پہلا درجہ اور فن خطاطی کو دوسرا درجہ دیا گیا۔ باقی تمام فنون پینٹنگ وغیرہ بعد میں آتے ہیں۔ ایک اور صاحب دانش وفہم روس کے سابق سفیر ایس وی سمرنوف نے اِس مؤلف کو ذاتی طور پر بتایا کہ وہ خطاطی کو دنیا بھر میں اوّل مقام دیتے ہیں۔ (بمقام روسی سفارت خانہ 1981ء اسلام آباد) ایک اور ممتاز سکالر نے خطاطی کو انسانی فطرت کے بہت قریب اور جمالیاتی ذوق کے اعتبار سے اوّلین فن قرار دیا ہے۔ (ہسٹری دی کلچر آف اسلام)

ترکی کے اتاترک انقلاب میں اگرچہ مساجد کو تالا لگا دیا گیا۔ عربی زبان کے سیکھنے پڑھنے اور نماز واذان پر مکمل پابندی عائد کر دی گئی۔ علماء کرام کو قتل کر دیا گیا عورتوں کو بے پردہ ہونے کا حکم دے دیا گیا جواب تک جاری ہے۔ اس وقت بھی ترکی کی یونیورسٹیاں اسلامی تعلیمات سے بہت دور ہیں اور وہاں طالبات کو سکارف پہننے کی اجازت نہیں ہے۔ اسلامی تہذیب وتمدن اور اسلام کے حیات بخش نظام سے اس قدر دور ہونے کے باوجود وہاں بھی خطاطی کو قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور وہاں اسلامی خطاطی اور دیگر اسلامی فنون کے تحفظ کے لیے نیم سرکاری طور پر ادارہ قائم ہے۔ ترکی کے عجائب گھر آج بھی خطاطی کے امین نظر آتے ہیں اور مؤلف کے تحریر کردہ قرآن کریم کو ترکی کے صدر نے 1996ء میں فیصل مسجد میں دیکھا اور خوب تعریف کی اور خطاطی کو ایک متاثر کن فن قرار دیا۔

حد یہ ہے کہ چین، جاپان، تھائی لینڈ اور دیگر ممالک میں خطاطی کی اکیڈیمیاں قائم ہیں اگرچہ وہ اپنی اپنی زبانوں میں خطاطی کی تربیت دیتے ہیں لیکن ساتھ ہی اسلامی خطاطی کی بھی مکمل تربیت دی جاتی ہے۔ مثلاً جاپان کے ڈاکٹر ہنڈا ایک بہترین خطاط ہیں جو ثلث اور نسخ خوب لکھتے ہیں۔ اس طرح بہت سے غیر مسلم خطاط ایسے ہیں کہ جو اسلامی رسوم الخطوط ثلث، نسخ، نستعلیق اور کوفی میں مکمل عبور رکھتے ہیں اور انہیں اُن کے ممالک کی طرف سے پوری سرپرستی اور حوصلہ افزائی حاصل ہے۔ جب کہ ایران کے سوا اسلامی ممالک کے خطاطوں کی اکثریت ایسی کسی بھی سرپرستی سے محروم ہیں۔ ایران کی حکومت نے دنیا بھر میں ایران کو خطاطی کے حوالے سے نستعلیق کو خاص طور پر متعارف کرایا ہے اور اب دنیا بھر میں ایران کو خطاطی کے حوالے سے بھی پذیرائی حاصل ہے۔ اگرچہ پاک وہند کے خطاطوں نے دنیا بھر میں اپنے فن کا لوہا منوایا ہے اور اب پاکستان میں خطاطی کو شامل نصاب بھی مل گیا لیکن ہمیں عالمی سطح پر اپنا کردار ادا کرنے میں کافی وقت لگے گا۔

خطاطی میں اجتہاد اور اس کی شرائط

ارتقا و اجتہاد..... انسانی معاشرے میں اِن دونوں پہلوؤں کی اہمیت و افادیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ تہذیب و تمدن اور علوم و فنون میں ہمیشہ ارتقا و اجتہاد نے انقلاب آفریں کردار ادا کیا ہے۔ اگر ارتقا و اجتہاد کا عمل رُک جائے تو انسانی تخیلاتی عمل مستقل جمود کا شکار ہو کر ہمیشہ کے لیے غیر اہم ہو جائے۔ ارتقا و اجتہاد کا ہی عمل ہے کہ جس کا باعث نت نئے انداز نکل آتے ہیں اور انسان کی دلچسپی کا عمل برقرار رہتا ہے۔ ہم اگر خطاطی کی تاریخ کا بغور جائزہ لیں تو بخوبی نظر آتا ہے کہ مسلمان ماہر خطاطوں نے ایک دوسرے کی روش سے ہٹ کر علیحدہ علیحدہ طرزیں بنائیں جن کے باعث خطاطی میں دلچسپی برقرار رہی۔ اگر محض ابتدائی طرز ''حجازی'' پر انحصار کیا جا سکتا تو محض ضرورت تحریر کے لیے اپنایا جاتا اس کی فنی حیثیت کبھی نہ بنتی.....

ہمارے خطاطوں نے آگے بڑھنے اور خطاطی کو دنیا بھر کے سامنے ایک عظیم فن کے طور پر پیش کرنے کے لیے شب و روز کام کیا اور حجازی کے ساتھ ساتھ تجاوید، سلواطی، مدوّر، الراصف، القیر اموز مؤرق و مزہر سینکڑوں اقسام معرض وجود میں آئیں اور محض تحریر نے ''فن خطاطی'' کا روپ دھار لیا۔ یہ تمام اقسام خط بلند پایہ جیومیٹریکل اصولوں پر اور بھرپور ہندسی اشکال کی مدد سے تخلیق کی گئیں۔ اگر محض سابق طرزوں پر انحصار لازمی ہوتا تو یہ اقسام خط کبھی معرضِ وجود میں نہ آتیں اور خطاطی کی لوگوں میں ہرگز مقبولیت نہ ہوتی۔

آپ انسانی تاریخ کو دیکھیے کہ انسان نے پہلے جھونپڑیوں میں قیام کیا اور بعد ازاں رفتہ رفتہ ترقی کرتے کرتے عالیشان محلات معرضِ وجود میں آنے لگے اور پھر ماہرین تعمیرات نے وقت کے ساتھ ساتھ ایک سے ایک بڑھ کر عمارتیں تعمیر کیں۔ تاج محل آگرہ، شاہی مسجد، مسجد وزیر خان اور قصر الحمرا جیسی عظیم عمارات صفحہ ہستی پر نظر آنے لگیں۔ ہر قوم نے اپنے لیے علیحدہ اسلوب رہن سہن اور علیحدہ طرز تعمیر اختیار کیا۔ جس سے نسل انسانی کو خوب سے خوب تر سمتوں میں دیکھنے اور غور کرنے کا موقع ملا اور یوں عمارت سازی یا فن تعمیر نے ایک حیران کن مقبولیت حاصل کر کے نسل انسانی کو اپنی جانب متوجہ کر لیا اور خوبصورت گھر شرفِ انسانی کی شرائط میں ایک شرط بن گیا یہ محض عمل ارتقا و اجتہاد کا نتیجہ ہے۔

اس طرح خطاطی کا عمل ہے کہ اس میں اوّلین اجتہاد خط کوفی میں جاری رہا اور لاتعداد اقسام معرضِ وجود میں آئیں اور جن خطاطوں نے اجتہاد کے لیے کوششیں کیں اُن کو تحسین کی نظروں سے دیکھا گیا اُن کے لیے بادشاہ سلاطین نے اپنی عنایات کے دروازے کھول دیئے۔ اور اِسی عمل اجتہاد نے خطاطی کو لاتعداد اقسام سے مالا مال کر دیا۔

اجتہاد کی حیثیت:

اجتہاد کے لغوی معنی ہیں جہد و جہد کرنا، کوشش کرنا، نئی راہ تلاش کرنا۔

درحقیقت یہ اصلاح پہلے سے موجود علوم فنون کو منسوخ کرنے کا نام نہیں۔ اگر ہم ماضی کے اہل فن کو دیکھتے ہیں تو ہمیں نظر آتا ہے کہ اُنہوں نے پہلے سے متعین کردہ اقسام خط کو اختیار کرتے ہوئے اُن میں ایسے اضافے کیے کہ جنہوں نے اُس رسم الخط کو اور زیادہ خوبصورت بنا دیا۔ اجتہاد کی حیثیت کے بارے میں شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں کہ ''اجتہاد وہ شخص کر سکتا ہے کہ جو پہلے سے موجود علوم پر کامل دسترس رکھتا ہو اور اُس کے ہم عصر اُس کو اُن علوم میں کامل تسلیم کرتے ہوں۔ (مقالات شاہ ولی اللہ) اِسی طرح اجتہاد کے بارے میں کارلائل لکھتے ہیں ''کہ کسی بھی علم وفن میں اختلاف کرنے والے کی اپنی حیثیت علمی کیا ہے؟ اگر تو وہ ایک لاعلم انسان ہے اور محض ہٹ دھرمی سے کسی بات میں اختلاف کرتا ہے تو اُس سے خود بچنا اور علوم کو بچانا بہت ضروری ہے۔ (کارلائل دی نیو ایجوکیشن) اصول اجتہاد کے بارے میں نظام الملک طوسی لکھتے ہیں۔

''اگر چہ اجتہاد علوم وفنون میں نمایاں حیثیت رکھتا ہے مگر بنیادی طور پر اجتہاد کرنے کا اختیار اُس کو ہوتا ہے کہ جس کو سابقہ وجدیدہ دونوں قسم کے علوم وفنون پر قدرت حاصل ہو اور اُس کے دلائل پر سبقت رکھتے ہیں اِسی طرح خطی اجتہاد میں تمام رسوم الخط یعنی خطوط شش گانہ ثلث، ثلث کبیر و جلی، ثلثین، محقق، محقق کبیر، محقق مطلق، نسخ، نسخ صغیر و کبیر، ریحان، توقیع، رقاع اور باقی رسوم الخطوط یعنی کوفی اور اُس کی جملہ اقسام، تعلیق، نستعلیق، شکستہ اور اُن کی تمام اقسام سادہ و رمورق ومزہر پر عبور نہ رکھتا ہو اور پھر اُس کو سابق اور دور حاضرہ کی تمام طرز پر عبور حاصل ہو اور وہ ہندسی علوم و اسلامی جیومیٹری پوری طرح آگاہ ہو تو پھر وہ ایسی حیثیت کا مالک ہے کہ جس میں اجتہاد کا حق حاصل ہو جاتا ہے۔ اور اجتہاد کی دوسری شرط یہ ہے کہ اُس کے وضع کردہ الفاظ وحروف پہلے کے طے شدہ اور تسلیم شدہ الفاظ وحروف سے زیادہ خوبصورتی ورعنائی کو اُس دور کے جید خطاط تعلیم

کریں اور اس بات کی سند دیں کہ یہ نیا پن پہلے کے موجود رسم الخط سے زیادہ جامع اور خوبصورت ہے اور اگر سابقہ و موجود رسوم الخطوط پر نہ تو عبور ہو اور نہ ہی اُن کی ہندسی اشکال سے واقف ہو اور وہ کوئی نیا خط ایجاد کرنے کا دعویٰ کرے تو وہ ایک شخص ہے کہ جو فن میں بگاڑ پیدا کر رہا ہے وہ اس عظیم مقدس فن کا دشمن ہے اور اُس کی سرکوبی ضروری ہے کیونکہ وہ تاریخ کو مسخ کر رہا ہے اور خطاطی سے اُس کا حسن و جمال چھیننے کی کوشش کر رہا ہے۔ تمام اہل فن کا یہ فرض ہوگا کہ وہ ہر انداز اور ہر ممکن اقدام کرتے ہوئے اُس فن دشمن کو روک دیں اور اُسے فن میں اجتہاد کی شرائط سے آگاہ کریں۔

جیسے کہ قطبۃ المحرر کا ایک معروف قول ہے ''کہ'' جس نے فن خطاطی میں جمالیاتی پہلوؤں سے ہٹ کر کوئی نئی طرح ڈالی تو اُس نے ظلم کیا'' (تاریخ الخط العربی، مطبوعہ مصر) اِسی طرح ایک ممتاز محقق نے لکھا ''کہ فن خطاطی کے حسن و جمال میں روحانی پہلو جا بجا نظر آتے ہیں اور اُس کی وجہ اس کے جملہ فنی جمالیاتی آثار کے ساتھ ساتھ خطاطوں میں اولیائے کرام کی کثرت ہے۔ تو جس نے ان طے شدہ اور ایک طویل ریاضت کے بعد اختراع شدہ رسوم الخطوط کو بگاڑنے کی کوشش کی تو وہ ظالم ہے (النظم الخط) ممتاز محقق و خطاط یاقوت مستعصمی نے کہا کہ ایک اچھا خطاط وہ ہے کہ جو بہترین معلم ہے۔ (کتاب الرسم) اِسی طرح جب تخلیق خط کے سلسلے میں ابن مقلہ سے پوچھا گیا کہ اُنہوں نے جو رسم الخط ایجاد یا منظم کیے ہیں اُن کی فنی حیثیت کیا ہے تو اُنہوں نے کہا ''کہ اِن خطوط میں سے جو اسلاف کے رسوم الخطوط سے متصادم ہوں یا جن میں حسن زیبائی کم ہو اُن کی اختیار نہ کیا جائے۔ میں نے صرف کوشش کی ہے اور خطاطوں کے لیے ممکنہ راستوں کا تعین کیا ہے۔ (کتاب الخط والھندسیۃ) لیکن اگر ہم دیکھتے ہیں کہ ابن مقلہ کی ان کاوشوں کو اہل فن نے مکمل پذیرائی بخشی اور ثلث، محقق اور نسخ حسن و زیبائی میں اتنے آگے نکل گئے کہ بڑے سے بڑے مصوّرانہ شہ پارے اُن کے سامنے ہیچ نظر آنے لگے۔ ابن البواب نے خط ریاسی، حرم، عہود، موامرات، مکاتبات، ریاشی، غبار الحلبہ، ثلث المعتاد، قلم المقترن، قلم الاشعار، قلم المنشور وغیرہ نئی طرزیں متعارف کرائیں۔ اور ان اقسام قلم کو اُس دور میں بھرپور پذیرائی ملی۔ ان ہر دو خطاطوں کے بارے میں ہم بخوبی کہہ سکتے ہیں کہ ان میں اجتہاد کی صلاحیت موجود تھی جن کا اظہار بھی ہوا اور اُسے قبول عام بھی ملا۔

خط کوفی میں یحییٰ بن یعمر، ابوالاسود دوئلی، خالد بن ابی الہیاج، نصر بن عاصم معدان، اسحٰق بن حماد وغیرہ اجتہاد کی خصوصیات کے حامل تھے اور انہوں نے خط کوفی کو بہت خوبصورت تحفے دیئے۔ جب کہ کوفی کے بعد جب ارتقا کا دوسرا مرحلہ آیا تو اس میں قطبۃ المحرر، احول محرر وغیرہ نے طومار اور ثلثین وغیرہ اختراع کیے کہ جنہیں قبول عام حاصل ہوا اور اُن کے ایجاد کردہ رسوم الخطوط بھرپور خوبصورتی و رعنائی کا مظہر تھے اس لیے ان کو اُن کے زمانے کے جید خطاطوں نے تسلیم بھی کیا اور اُن کی تقلید بھی کی۔ (تاریخ الخط وآدابہٗ)

پھر عجم میں تعلیق اور خط نستعلیق کی اختراع کا دور آیا۔ جب میر علی تبریزی نے تعلیق اور نسخ کو باہم ملا کر بھرپور انداز میں ایک حسین وجمیل خط کی طرح ڈالی۔ یہ انداز تحریر اس قدر خوبصورت، مختصر اور رعنائی وزیبائش سے بھرپور ہے کہ اسے ایجاد کے فوراً بعد اس قدر پذیرائی ملی کہ سب دنگ رہ گئے۔ اس عجمی خط کو بصد شوق عرب خطاطوں نے بھی لکھنا شروع کر دیا۔ بعدازاں اِسے ترک خطاطوں نے بھی اپنایا اور سامی آفندی، حامد الآمدی، احمد کامل، مصطفٰے دوہ جیسے ماہر خطاطوں نے بھی خط نستعلیق کی تربیت حاصل کی اور اُسے اپنے فن پاروں کی زینت بنایا.....خواجہ میر علی تبریزی بھی اجتہاد کی صلاحیتوں سے مالا مال تھے۔ بعدازاں ان کے مقلدین میں سلطان علی مشہدی میر علی ہروی، مرزا محمد حسین، میر عماد الحسینی، بابا رضا اصفہانی، عبدالرشید دیلمی، صالح الاصفہانی، داراشکوہ، امام ویردی، محمد افضل لاہوری جیسے اہل فن پیدا ہوئے۔ گویا یہ اجتہاد ایک ہمہ گیر انقلاب خط تھا۔ بعدازاں عبدالمجید پرویں رقم نے میر علی تبریزی کے انداز خط میں مزید حسن پیدا کیا اور اُن کو بھی پذیرائی ملی اُن کے مقلدین میں تاج الدین زریں رقم، صوفی خورشید عالم خورشید رقم مرحوم، حافظ یوسف سدیدی مرحوم، سید انور حسین نفیس رقم، الماس رقم مرحوم، سہیل رقم وغیرہ اور اُن کے تلامذہ شامل ہیں۔ گویا یہ اجتہاد بھی ایک متاثر کن ارتقا ہے۔ ان مثالوں سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ اجتہاد کے لیے پہلی اور آخری شرط یہی ہے کہ جو مجتہد رسم الخط کے حُسن میں اختراعات کرے اُسے ماضی اور حال کے تمام خطاطوں کے انداز تحریر سے نہ صرف بخوبی واقف ہونی چاہیے بلکہ اُن کے معیار خط پر پوری طرح دسترس اور سبقت رکھتا ہو۔

اجتہاد کے نام پر موجودہ کاوشیں:

اگر چہ ہم تمام رسوم الخطوط کا محققانہ جائزہ لیں تو بات واضح ہو جاتی ہے کہ سلطنت عثمانیہ کے بعد اُس دور کے نامور خطاطوں جیسا ثلث، نسخ محقق و دیوانی لکھنے والا سلطنت بنو اُمیّہ اور عباسیہ کے بعد اس دور کے خطاطوں کے مقابل خط کوفی لکھنے والا اور اُن کی اقسام پر کامل دسترس رکھنے والا فی الحال نظر نہیں آتا۔ اُس لیے فی الحال اجتہاد و ارتقاء کا عمل رُکا ہوا ہے اور اُس کی وجوہات میں ہمارے خطاطوں کی ہندسی علوم اور خطی جیومیٹری سے لاعلمی ہے۔ پھر اس دورِ عجلت پسند میں کوئی بھی طالب فن اتنی محنت و ریاضت نہیں کرتا کہ جو مقام صلاحیت اجتہاد کی طرف لے جاتی ہو اور پھر تاریخ خط و خطاطی و اقسام خطاطی سے لاعلمی بھی اس تاریکی کا سبب ہے۔

ہمارے نوجوان فوراً شہرت اور دولت کا خواب دیکھنا شروع کر دیتے ہیں اور یہ خواہشات جب طالب فن میں سرایت کرتی ہیں تو اُس کی منزل فن کی معراج نہیں رہتی بلکہ شہرت و دولت ہو جاتی ہے اور پھر آج کل میڈیا کے دور میں تعلقات کے بل پر شہرت حاصل کرنا اور کمرشل گیلریوں کی بدولت دولت حاصل کرنا بہت آسان ہو گیا ہے خواہ کوئی کتنا ہی نو آموز اور فنی اعتبار سے کتنا ہی کمزور کیوں نہ ہو میڈیا اُسے معروف اور مقبول بنا دیتا ہے اس لیے دور حاضر میں میڈیا (پرنٹ اور الیکٹرانک دونوں) طالبان علم وفن کے لیے ایک فتنہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ کیونکہ اِسی فتنہ کی بدولت علوم وفنون میں رعنائی کی بجائے اُلٹا بدصورتی و تجریدیت نے ڈیرے ڈال کر علوم وفنون کا حلیہ بگاڑ دیا ہے اور اسی میڈیا فتنہ نے کمزور صلاحیت اور فن میں کمزور اور ناتواں اور جعلی افکار کے حامل لوگوں کو مقبول و مشہور کر دیا چونکہ میڈیا کی دیگر شرارتوں نے عامۃ الناس کی عقل وفہم کو بھی مفلوج کر دیا ہے اس لیے اُن کے لیے ایک اصل صاحب فن کی بجائے ایک تجریدی کمزور اور ہر قسم کے فن سے عاری وہ فنکار زیادہ اہم ہے جسے میڈیا مشہور کر دیتا ہے۔ یہ میڈیا کا فتنہ اور تجریدیت کی یلغار بھی ارتقاء و اجتہاد کے راستے میں رکاوٹ ہیں۔

اگر یہ کہا کہ یہ تجریدیت بھی اجتہاد و اختراع ہے تو اِس کا جواب یہ ہے کہ اجتہاد کی متعین کردہ حدود میں ہے کہ وہ پہلے سے موجود علوم وفنون سے زیادہ جامع اور خوبصورت ہو۔ بگاڑ اور

اجتہاد اور اختراع وارتقاء میں بہت فرق ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص علی الصبح اپنے چہرے پر سیاہی مل کر چلا جائے تو وہ اِس بگاڑ کی وجہ سے سب کی توجہ کا مرکز بن جائے گا لوگ اُس کو دلچسپی سے دیکھیں گے مگر کیا یہ انسانی اوصاف وتہذیب میں ایک اجتہاد وارتقاء کہا جا سکتا ہے۔ اس طرح حسن خط کے چہرے کو بگاڑنا کس طرح اجتہاد واختراع وارتقاء کہلا سکتا ہے۔ چنانچہ ایک برطانوی محقق کے مضمون ''آرٹ اِن دی ویسٹ''، ''پاسٹ اینڈ ٹوڈے'' کے ایک پیراگراف پر اپنا مضمون ختم کرتا ہوں ڈیلی ٹیلیگراف مئی 1948ء میں وہ لکھتا ہے۔

''اگر شہرت تجریدیت کے مضامین اور تبصروں، اخبارات کے بے طرح تعریفی کلمات ومضامین کو نکال دیا جائے تو پکاسو کے پاس اُسکی اُن تصویروں کے سوا کچھ نہیں بچتا، جن کے بارے میں وہ خود بھی نہیں جانتا تھا کہ اُن کے اندر اُس نے کیا پینٹ کیا ہے۔''

(جیمز آر، ٹرائن، ڈیلی ٹیلیگراف)

فن خطاطی کا مختصر جائزہ

۱۲ویں صدی ق م میں فنیقیوں نے حرف تہجی اختیار کر کے فن تحریر کی دنیا میں انقلاب آفرین دور کا آغاز کر دیا تھا۔ چنانچہ آرامیوں نے اسے سنوار کر پھیلایا اور اس میں سے بے شمار شاخیں پھوٹیں۔ ان میں جدید عبرانی، عربی، کھورشتی، براہمی کے ساتھ پہلوی رسم الخط بھی تھا۔

کسی بھی تہذیب کے ترقی یافتہ ہونے کی دلیل اس کے رسم الخط سے عیاں ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے ایران اپنی روایات میں ایک طاقت ور ثقافتی، علمی، ادبی، تہذیبی ورثے کا مالک ہے۔ اسلام کے ایران پر غلبہ اور ساسانی حکومت کے خاتمے سے جہاں آتش پرستی کے مذہب کو دیس نکالا ملا وہیں قدیم پہلوی رسم الخط بھی رخصت ہوا اور پہلوی زبان کے لیے عربی رسم الخط اختیار کر لیا گیا۔

عربی رسم الخط کی تیزی سے قبولیت کے پیچھے بھی وہی فلسفہ کارفرما تھا جس کے تحت دوسرے علاقوں میں عربی کے ساتھ عربی رسم الخط قبول ہوا۔ ایران میں اسلام کے پھیلتے ہوئے زاویوں میں قرآن کا رجحان بھی بڑھا اور قرآن کی تعلیم کے بنیادی عناصر میں خطاطی کا فن اتنا ہی اہم ہے جتنا پڑھنا۔ چنانچہ عربی خطاطی نے بہت جلد ایران میں اپنے لیے جگہ بنالی اور آٹھویں صدی تک پہنچتے پہنچتے نہ صرف عربی رسم الخط پوری ایرانی زندگی پر محیط ہو گیا بلکہ اس میں اصلاح کی طرف توجہ دی جائے لگی۔

خلیفہ ماموں الرشید کے زمانے میں خراسان علم و فن کا مرکز بن گیا تھا اور آہستہ آہستہ تمام علوم و فنون کے ماہر خراسان کا رُخ کرنے لگے تھے۔ یہ بات ان تمام علاقوں میں مشترک نظر آتی ہے کہ جہاں جہاں اسلام گیا۔ وہاں وہاں اخلاق، مساوات اور تعلیم بلا امتیاز رنگ و نسل مسلم ثقافت کے ایک واضح رُخ کو ظاہر کرتی چلی گئی۔

ایران میں بھی یہی ہوا۔ مسلمانوں کی آمد سے صرف ان کا مذہب متاثر نہیں ہوا۔ زبان، رسم الخط، ادب اور ثقافت بھی نئے رنگ اختیار کرنے لگے۔ چنانچہ فارسی کا سارا شعری نظام عربی سے مستعار ہے۔ عربی رسم الخط کے تمام ارتقائی مرحلے، مرحلہ در مرحلہ ایران میں

مقامی رنگ اور ذوق کے اعلیٰ مذاق کے سبب زیادہ تیزی سے طے ہوتے چلے گئے۔ چنانچہ چوتھی صدی میں جب عرب میں چھ خط ایجاد ہو گئے جنہیں خطوط شش گانہ کہا گیا۔ یہ خط حسن بن حسین علی فارسی المعروف ابن مقلہ کے قلم کا کارنامہ تھا۔

عربی حروف فارسی آوازوں کے لیے ناکافی سمجھے جاتے تھے اور کئی آوازیں ایسی تھیں جس کے لیے عربی میں حروف نہ تھے۔ چنانچہ عربی رسم الخط میں اصلاح کی پہلی کوشش خواجہ عبدالعالی بک نے کی اور پ، چ، ژ، گ ایجاد کیے اور ساتھ ہی خط تعلیق میں اصلاحات کیں۔ نئے حروف کی ایجاد سے جہاں ایک طرف عربی حروف فارسی آوازوں سے ہم آمیز ہوئے وہیں تعلیق کے حسن میں بھی اضافہ ہوا۔ تعلیق میں مسلسل اصلاحات کی کوششوں کے سبب بعض محققین کو غلط فہمی ہوئی اور انھوں نے خواجہ عبدالعالی کو خط تعلیق کا موجد لکھنا شروع کر دیا۔ تعلیق کے سلسلے میں مولانا درویش کا نام بھی بڑا اہم ہے ان کے علاوہ تعلیق کے ضمن میں خواجہ عبداللہ صیرفی، ملا محی الدین شیرازی، ملا عبداللہ آتش سرہروی، ملا ابوبکر، ملا شیخ محمود، حافظ حفیظ اور خواجہ عبداللہ مروارید بھی آگے چل کر نامور ماہرین تعلیق ہوئے ہیں اور ان مشاہیر فن کو استادانِ ہفت قلم کا اعزاز بھی حاصل ہے۔ اسی دوران ترکیہ میں ان خطوط سے معشق، دیوانی اور فارسی قلم ایجاد ہوئے۔

ایرانیوں کو جب منگولوں کے حملوں سے نجات ملی اور امیر تیمور مسند اقتدار پر پہنچا تو خطاطی کی دنیا میں انقلاب آفریں تبدیلیاں رونما ہو چکی تھیں۔ مگر ابھی یہ فن کس قدر دان کی نظر کرم کا منتظر تھا۔

تعلیق ایران کی نجی زندگی اور نسخ مذہبی کتب کی کتابت کے لیے مخصوص ہو چکے تھے۔ ثلث آرائش کے لیے اور دوسرے خط بھی کہیں کہیں نظر آتے۔

تیرھویں صدی کے اواخر اور چودھویں صدی کے وسط تک ایرانی خطاطی عروج پر نظر آتی ہے۔ اب بھی اس کا فریضہ مصاحف کی خطاطی ہی تھا۔ مگر اس کے آرائش اور فن تعمیر میں مشارکت سے نئے رجحانات نمایاں ہونے لگے تھے۔

قرآن کی جدید خطاطی اور نئے رنگ ڈھنگ تک آنے کے لیے ایک مختصر جائزہ لیتے ہیں۔ جو ایل خانی دور اور اس سے ذرا قبل کی خطاطی کے بارے میں کئی سوالوں کا جواب مہیا کرتا ہے۔

جیسا کہ میں نے اوپر تفصیل سے بات کی تھی کہ ایران کے قبول اسلام کے بعد عربی رسم الخط بھی ایرانیوں نے اپنا لیا۔ اس وقت عربی خط میں خط کوفی مستعمل تھا اور ابھی اس نے نیا نیا مصاحف کی خطاطی کا فریضہ سنبھالا تھا۔ چنانچہ جب خط کوفی ایران میں آیا تو اس کے اُفقی اور فلیٹ زاویوں کی نسبت عمودی حصوں پر زیادہ توجہ مرکوز کی گئی، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ خط کوفی کی ایران میں قدرے مختلف شکل سامنے آئی اور اس کے آرائشی پہلو پر اس قدر توجہ مرکوز ہوئی کہ جب حرف جملے میں بدلتا، تو ایک غیر محسوس منظّم صورت اس کے حسن کو دوبالا کر دیتی۔ یہ ابتدائی تشکیلات تھیں اور اس خط میں لکھا ہوا قرآن جو چرمی کاغذ پر ہے۔ اسے دیکھ کر بہت بعد میں سامنے آنے والے عباسی دور کے آرائشی خطوط سے مشابہت ایرانیوں کے ذوقِ کمال کی داد طلب کرتی ہے۔

چھوٹی تقطیع پر لکھے ہوئے ایک چرمی قرآن کے چند اوراق میٹروپولیٹن میوزیم نیو یارک میں اب تک محفوظ ہیں۔ اس کی سورۃ کے عنوانات کی قلم کاری عباس دور کے نقش ونگار سے مشابہت رکھتی ہے۔

پانچویں صدی ہجری کے اوائل سے چھٹی صدی ہجری کے اختتام تک سلجوقیوں کا دور بھی فن خطاطی کے لیے بڑا مفید ثابت ہوا۔ اس دور میں خط کوفی عروج کی انتہا پر نظر آتا ہے۔ یہ خط اس دور میں نہ صرف مصحف کی خطاطی میں کمال فن پر نظر آتا ہے بلکہ آرائشی خطاطی اور دوسری خطاطی میں بھی حسن وتہذیب کی انتہاؤں پر تھا۔ صفحہ کے گرد حاشیہ اور نقش ونگار میں کوفی میں کمال دکھائی دیتا ہے۔ برٹش میوزیم میں اب تک چند ایسے صفحات موجود ہیں جن کو دیکھ کر سلجوقیوں کے ذوق مصوری اور خطاطی کی داد دینی پڑتی ہے۔ ان مصاحف کو ابوالقاسم بن ابراہیم نے کتابت سے آراستہ کیا تھا۔ اس پر ۴۲۷ھ (۱۰۳۹ء) کی تاریخ درج ہے۔ اسی دور کے دو صفحات میٹروپولیٹن میوزیم نیویارک میں بھی محفوظ ہیں۔ یہ ایرانی کوفی میں ہیں اور سلجوقیوں کے ذوق نقش ونگاری سے کماحقہ آراستہ ہیں۔

ایک ورق پر سورۃ کا عنوان لکھا ہے۔ دوسرے ورق پر متعدد رنگوں (خصوصاً سنہرے رنگ) کے ساتھ سورتہ کی کتابت کی گئی ہے اور اس صفحہ پر سورۃ کے ابتدا میں سنہری روشنائی سے جلی حرفوں میں تحریر دکھائی دیتی ہے۔

بعدازاں تعلیق اور نسخ کی خوبیوں کو یکجا کر کے خواجہ میر علی تبریزی نے نستعلیق کو ایجاد کیا۔ نسخ اور تعلیق کی نسبت نستعلیق کی پیوند کاری میں سبک پن اور نرماہت پیدا ہوگئی ہے اور لفظ کے صوری حسن میں بے پناہ اضافہ ہوا۔

علامہ ابوالفضل نے اس سے اتفاق نہیں کیا ہے اور ان کا خیال ہے کہ پانچویں صدی ہجری کے ابتدائی دور میں نستعلیق کے نمونے دکھائی دیتے ہیں۔ مگر اس سلسلے میں کوئی دلیل دکھائی نہیں دیتی۔ بہرکیف اگر تسلیم بھی کرلیا جائے کہ یہ خط کسی لاشعوری اور بغیر نام کے پہلے بھی تھا۔ تو خواجہ میر علی تبریزی کی اجتہادی حیثیت مجروح نہیں ہوتی اشیاء تو بہرحال پہلے سے موجود ہوتی ہیں۔

خواجہ میر علی تبریزی سے کسب فیض کرنے والوں میں مولانا جعفر تبریزی، مولانا اظہر اور سلطان علی مشہدی کا نام اہم ہے۔ سلطان علی مشہدی کو ہرات میں سلطان حسن مرزا نے قبلۃ الکتابت کا خطاب دیا تھا۔ ساٹھ سال کی عمر میں ۹۱۹ھ (۱۵۱۳ء) میں وفات پائی۔ ان کے شاگردوں میں سات خطاط جنھیں استادان فن کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، نستعلیق کے صاحبِ طرز خطاط تھے ان میں سلطان محمد خنداں، سلطان محمد نور، علاء الدین محمد سہروردی، زین الدین محمود عبدی نیشاپوری۔ محمد قاسم شادی شاہ، مولانا محمد عبداللہ اور میر علی الکاتب شامل ہیں۔ سلطان علی مشہدی کے ہم نام چار خطاط بھی تھے۔ سلطان علی خانی، سلطان علی خراسانی، سلطان علی قزوینی، ان چاروں کی وصلیاں ہندوستان میں بھی مشہور ہوئیں۔

تیموری دور میں کتابوں کی آرائش میں فن خطاطی نے بڑا عروج حاصل کیا۔ حرفوں میں پودوں، جانوروں کی شبیہیں بھی نظر آنے لگی تھیں۔ ان کے رنگوں کی آمیزش سے نہ صرف حرف بکھر کر عجب شوخی دکھاتے تھے۔ بلکہ پورے صفحہ کا حسن اپنی طرف کھینچ لیتا تھا۔

ہرات کی خطاطی کے دبستان کا نفیس ترین قلمی نسخہ ۱۴۲۹ء کا ہے جس میں اس دور کے معروف رنگ اور ڈھنگ نظر آتے ہیں۔

تیموری دور کے بعد صفوی دور میں بھی فن خطاطی کا بدستور عروج حاصل ہوا۔ اس دور میں کمال الدین بہزاد، سلطان محمد نور (پسر سلطان علی مشہدی)، شاہ محمود نیشاپوری، میر عماد حسین، گوہر شاد بیگم، علاء الدین تبریزی، مرزا احمد تبریزی اور محمد ہاشم کا نام بڑا روشن ہے۔

صفوی دربار (تبریز) میں سلطان محمد نور کو بڑا مقام حاصل تھا۔ ۱۴۲۴ء کا ایک نسخہ اب تک اس کے فن کا شاندار اظہار ہے۔

شاہ محمود دو سلاطین شاہ اسماعیل اور شاہ طہماسپ کے دربار سے منسلک تھے۔

اس دور میں ملا محمد حسین تبریزی، میر سید احمد مشہدی، ملا حسن علی مشہدی، ملا شاہ محمد نیشا پوری، میر معز کاشی اور مرزا ابراہیم اصفہانی قابل ذکر خطاط تھے۔

اس کے علاوہ میر علی الکاتب کے تلامذہ میں خواجہ اسحاق شہابی، سید احمد الحسینی شمع ریز، میر حسینی، علی رضا تبریزی، بابا شاہ اصفہانی اور قاجاری دور کے خطاطوں میں مرزا کوچک وصال شیرازی، زین العابدین اشرف الکتاب، علی رضا اور نامور خاتون مریم بانو بائینی کے ذکر کے بغیر تاریخ مکمل نہیں ہوتی۔

اب میں ایران کے باب کو اختتام تک لانے کے لیے میر عماد الحسینی سیفی قزوینی کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جنھوں نے ساری زندگی تو درویشانہ بسر کی۔ مگر فن کی دنیا میں انھیں جو مقام حاصل ہوا اس کی نظیر بہت کم دکھائی دیتی ہے۔ میر عماد کو ان پانچ استادان فن خطاطی میں سے ایک سمجھا جاتا ہے جنھوں نے نستعلیق کی بلند و بالا عمارت کھڑی کی۔ ہندو پاک میں شاید ہی کوئی خط ایسا ہو جس کا سلسلہ تلمذ میر عماد سے جا کر نہ ملتا ہو۔

میر عماد کو نستعلیق کے اُستاد تھے مگر انھیں ہفت قلم ماہر خطاط کا درجہ بھی حاصل تھا۔ تبریز کی اکثر عمارتوں پر اس کے لکھے ہوئے کتبات اور وصلیاں اب تک محفوظ ہیں۔

میر عماد کی شہرت اس کی زندگی میں اس قدر ہو چکی تھی کہ ترک فہد اور عرب تک اس کے نام کے چرچے تھے۔

میر عماد نے عیسیٰ رنگ کار اور تبریز میں محمد حسین تبریزی سے تربیت حاصل کی۔ میر عماد جو نستعلیق نگاری کے لیے ضرب المثل ہیں، شاہ عباس صفوی کے دربار سے وابستہ تھے۔ ایک بار شاہ عباس نے حکم دیا کہ شاہنامہ فردوسی کو خط نستعلیق میں تحریر کیا جائے۔ اس سے آگے کئی روایات ہیں۔ چنانچہ جو دو زیادہ حوالے کے طور پر آتی ہیں، ان کا تذکرہ ذیل میں کیا جاتا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ اس کے دور میں کاتب رضا علی عباسی اس سے دشمنی کی حد تک حسد کرتا تھا۔ جب ایک سال بعد شاہ نے پیغام بھیجا کہ شاہ نامہ لکھا جا چکا ہے کہ نہیں اور ساتھ ہی ستر تومان

بھی ارسال کیے۔

میر عماد نے جواب دیا کہ ستر اشعار لکھے ہیں اور پیغام دیا کہ سرکار بھی اس سے زیادہ کفایت نہیں کرتی۔ شاہ نے سنا تو وہ بہت ناراض ہوا اور اس نے یہ اشعار لوٹا دیے۔ میر نے شاہ کی ناراضگی کی پروا کیے بغیر انھیں اپنے شاگردوں میں تقسیم کر دیا۔

دوسری روایت ہے کہ جب میر نے ستر شعر دیے تو شاہ نے ستر تومان عطا کیے تو میر نے خلاف شان سمجھ کر واپس کر دیے جس سے شاہ نے اپنی توہین محسوس کی۔

تیسری روایت ہے کہ جب شاہ عباس نے میر عماد کو یہ کام سونپا تو اس نے شاہ سے کہا کہ اُسے ایک ایک باغ دیا جائے جس میں ایک خوبصورت تالاب ہو۔ جس میں عرق گلاب بھروا دیا جائے۔

شاہ عباس نے مطالبہ پورا کر دیا۔ مگر ایک سال کے بعد جب شاہ نے شاہنامے کے بارے میں پوچھا تو میر نے بتایا کہ صرف ستر بیت کتابت ہوئے ہیں۔ شاہ سخت ناراض ہوا اور اس نے میر سے کہا کہ وہ اب تک لاکھوں تومان میر پر خرچ کر چکا ہے، ایک دن کے اندر لوٹائے۔

میر عماد واپس آیا اور اس نے وہی ستر اشعار فروخت کر کے آدھے دن میں رقم لوٹا دی جسے شاہ نے اپنی توہین سمجھا اور وہ سخت ناراض ہوا۔

ایک روایت اور بھی ہے کہ میر عماد سُنی العقیدہ تھا اور شاہ شیعہ تھا۔ چنانچہ رضا علی عباسی نے اپنے حسد اور انتقام میں شاہ کے سامنے ایسی باتیں کیں کہ وہ ناراض ہو گیا۔

اس میں سے حقیقت بھی رہی ہو۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ میر عماد جس کی عمر اس وقت باسٹھ سال تھی۔ ایک شام حمام گیا۔ وہاں سے وہ باہر نکل رہا تھا کہ اسے قتل کر دیا گیا۔ محققین اس بات پر متفق ہیں کہ اس کو قتل کر دیا گیا اور یہ کہ اس کے قتل میں شاہ عباس کا کینہ شامل تھا اور اس طرح فن خطاطی اپنے استاد وقت سے محروم ہو گئی۔

مغل دور کا آغاز:

سلجوقیوں کے اقتدار نے خلیفہ کے اثر کو اصلاً ختم کر کے اسے محض علامتی خلیفہ بنا دیا تھا لیکن مغلوں کی آمد پر خلیفہ کی یہ حیثیت بھی باقی نہ رہی اور ہلاکو خاں نے ۱۲۵۸ء میں آخری عباسی

خلیفہ کا اقتدار ختم کر کے اپنی ایک نئی ریاست کی بنیاد ڈالی، جو ایشیاء کی عظیم تر سلطنت کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔

مغلوں کے بڑھتے ہوئے ثقافتی سیلاب نے اسلامی دنیا پر مرتسم ہونے، اسلامی علوم و فنون کے آگے بڑھنے کے راستے کو نہ صرف روکا بلکہ ان علاقوں میں اس کے ارتقاء کے امکانات بھی ختم کر دیے۔ امیر تیمور نے اپنی تمامتر وحشیت و بربریت کے باوجود اپنی طرز کے اسلامی آرٹ کی نشوونما کے لیے بڑا کام کیا۔

سولہویں صدی کے مغلوں نے ہندوستان کا رخ کیا۔ بابر اور ہمایوں کے ادوار میں ایرانی ثقافت ہند کی نومروج فنی اصناف پر چھائی رہی۔ مگر اکبر کے دور میں آ کر ایرانی اثرات کم ہونے لگے اور رفتہ رفتہ ہند میں مغلوں کی ایک نئی ثقافتی لہر پیدا ہوتی چلی گئی۔

بابر کو فنون لطیفہ کے مربی کی حیثیت حاصل ہے۔ اس نے فن مصوری، فن تعمیر اور فن خطاطی پر بڑی توجہ دی۔ فن خطاطی اس کے اجداد کا ایک پسندیدہ فن تھا۔ چنانچہ بابر نے اس فن کو سیکھا اور ہفت قلم کہلایا۔ بابر جب ہندوستان آیا تو جہاں وہ مصوروں، سنگ تراشوں، ماہرین تعمیرات، شاعر ادیب اور مؤرخ لایا وہیں خطاطوں میں خواجہ عبدالصمد، میر سید علی، شیخ زین خوانی اس کے ساتھ آئے۔

بابر کے بعد ہمایوں ۹۶۲ھ میں تخت نشین ہوا۔ مگر شیر شاہ سوری کے ہاتھوں شکست کھا کر ایران چلا گیا اور برسوں کی جلاوطنی کے بعد جب دوبارہ ہندوستان کے پایہ تخت پر قابض ہوا تو اس نے قابل استادان فن خواجہ عبدالصمد شیرازی اور میر سید علی کو دربار میں بلوالیا اور ان سے مصوری اور خطاطی کے جواہر پارے تخلیق کرائے۔

بابر نے فن خطاطی کی جس طرح بنیاد رکھی تھی ہمایوں نے بھی اس انداز سے اس کی آبیاری کرنی چاہی مگر وہ زیادہ دیر تک زندہ نہ رہا۔

ہمایوں کے دربار میں عبدالحئی کے علاوہ عہد ہمایوں کے نامور خطاط خواجہ سلطان علی بھی تھے جنہیں بعد میں اکبر نے افضل خان کا خطاب عطا کیا تھا۔

برصغیر پاک و ہند کے خطاطوں کے بارے میں آراء

☆ ہندوستان کے خطاط بجا طور پر نمائندہ ہیں اور ہمارے ہاں پورے ایران میں خلیل اللہ شاہ جیسا خطاط موجود نہیں۔

(برموقع دورہ ایران میر خلیل اللہ شاہ: 1628ء) خراج تحسین شاہ ایران: حوالہ تذکرہ خوشنویسان)

☆ ہندوستان کے خطاطوں نے تمام دنیا میں اپنی فنی حیثیت تسلیم کرائی۔

(اطلس خط: حبیب اللہ فضائلی)

☆ ترکی میں خطاطی کے عروج سے بہت پہلے محمد بن قاسم کے فوراً کے بعد سے ہی ہندوستان میں خطاطی کو زبردست عروج حاصل ہو گیا تھا اور یہاں ایسے خطاط پیدا ہوئے جو کسی طرح بھی یاقوت ابن البواب سے کم نہ تھے۔ (بحوالہ ہندوستان میں اسلامی تمدن)

☆ یہ ایک حقیقت ہے کہ برصغیر کے خطاطوں کو عالمی تناظر میں ہمیشہ نظر انداز کیا جاتا رہا۔ اگر وجوہات تلاش کی جائیں تو شاید کچھ کامیابی حاصل ہو۔

(برصغیر میں خطاطی ..... لالہ دیبی پرشاد) رسالہ: مخزن لکھنو ..... مصنف ارژنگ پیمین)

☆ عرب کے فوراً بعد جس خطے نے اسلامی روایات کو زیادہ اپنائیت دی اور اُسے اختیار کیا وہ ہندوستان ہی ہے اور یہاں کے مصوروں، خطاطوں اور دیگر اہل علم وفن نے ایران و روم اور ترکی و دیگر علاقوں کی نسبت زیادہ اعلیٰ نقوش ثبت کیے۔

(حوالہ: ہندوستان عہد بہ عہد)

☆ ہندوستان کے بہت سے خطاطوں نے یاقوت مستعصمی سے خطاطی کا فن سیکھا اور اُن کے خط سے اپنا خط ایسے ملا لیا کہ فرق دکھائی نہیں دیتا تھا۔ (انشائے ابوالفضل)

☆ ہندوستان کے ممتاز خطاط خواجہ تاج سلیمانی مفت قلم خطاط تھے اور عالم اسلام کے تمام بڑے بڑے خطاطوں کے مساوی اُستادانہ طرز تحریر کے ماہر تھے۔ بلکہ متقدین میں بہت بلند مرتبہ تھا۔ (انشائے ابوالفضل: دفتر سوم)

پیدائش خط وخطاطان کے مطابق خواجہ میر علی تبریزی اللہ تعالیٰ سے دعا مانگا کرتے تھے کہ وہ کوئی ایسا خط ایجاد کریں جو بے مثال ہو۔ یہ دعا قبول ہوئی اور ایک رات حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خواب میں فرمایا کہ ''بط'' اور مرغابی کے اعضا پر غور کرو اور خط ایجاد کرلو۔ چنانچہ خواجہ میر علی تبریزی نے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے یہ نیا خط ایجاد کرلیا جس نے عالم اسلام میں اپنا وجود تسلیم کرالیا۔ یہ امیر تیمور صاحبقراں کا دور تھا۔ ایک روایت کے مطابق خواجہ میر علی تبریزی اِس رسم الخط کی تلاش میں گیارہ برس تک ایک غار میں رہے اور مشق خط کرتے رہے اور یوں یہ عظیم الشان رسم الخط معرضِ وجود میں آ گیا۔ سلطان علی مشہدی اس بارے کہتے ہیں۔

نستعلیق گر خفی و جلی است واضح الاصل خواجہ میر علی است

اب خط نستعلیق دنیا کا مشکل ترین اور خوبصورت ترین رسم الخط ہے۔

نستعلیق اور دیگر خطوط میں فرق

عربی کے دیگر رسوم الخطوط ثلث، نسخ، محقق وریحان وغیرہ میں لفظ کافی بڑے ہوتے ہیں اور پھر اعراب وتزئینی اصطلاحات کے باعث اُن کی خطاطی بہت خوبصورت نظر آتی ہے۔ لفظ ایک دوسرے کے ساتھ متصل کیے جا سکتے ہیں اور عبارت مستحکم ہو جاتی ہے۔ خواہ خطاط اِن رسوم الخطوط پر کامل مہارت نہ رکھتا ہو لیکن نستعلیق میں ایسا نہیں ہے نستعلیق میں لفظ چھوٹے اور بناوٹ کے اعتبار سے بہت مشکل اور بھرپور نوک پلک وچست دائرے ہوتے ہیں اور پھر عبارت میں الفاظ وحروف ایک دوسرے میں شامل نہیں ہو سکتے۔ تزئین نہ ہونے کے برابر ہے اور لفظ و حروف الگ الگ نظر آتے ہیں اس لیے اس خط میں کامل مہارت درکار ہوتی ہے عام سطح کا خوشنویس اِس خط کو بطور پیش کرنے سے قاصر رہتا ہے۔

خط نستعلیق کے بارے میں لکھتے ہیں۔

''نستعلیق کی پیدائش نے تمام دنیائے فن کو حیرت زدہ کر دیا اور اگر غیر جانبدارانہ طور پر جائزہ لیا جاتے تو خط نستعلیق اسی وقت دنیائے اسلام کا خوبصورت ترین خط ہے۔

(اطلس خط: حبیب اللہ فضائل)

ممتاز محقق ناجی زین الدین لکھتے ہیں۔

''ابن مقلہ کے ایجاد کردہ چھ خطوط ''ثلث، ریحان، محقق، نسخ، توقیع ورقاع نے خطاطی کی پوری تاریخ کو ایک نئے دور میں داخل کیا جس سے خطاطی کو بہت سے نئے زاویے ملے۔

(بدائع الخط العربی)

ابن کثیر البدایہ میں لکھتے ہیں۔

ابن مقلہ نے جو رسوم الخطوط ایجاد کیے وہ واقعی بلند مقام رکھتے ہیں اور اُن کے بعد ابن البواب نے ابن مقلہ کے طریق پر بہت سی اختراعات کیں اور بہت تھوڑے عرصے میں اُنہیں بہت سے ممالک میں روشناس کرایا۔ (ابن کثیر البدایۃ والنہایۃ)

''وذکر احمد بن حفص کان اجل الکتاب فی قلم الثلث و قد برع حیون اخوالاحول فی الکتابۃ، و بنوالاحول کثیرون لم یلحقوا بسلسلۃ الخطاطین لکثرۃ الکتبہ فی عہد الاستجار''

اِس روایت کے مطابق بھی آپ خط ثلث کی اہمیت کا اندازہ لگا سکتے ہیں کہ کس طرح ماہر خطاطوں نے اِس کو اپنایا۔

خط نستعلیق کے بارے میں داراشکوہ لکھتے ہیں۔

''نستعلیق نے خوبصورتی ورعنائی میں باقی خطوط کو ماند کر دیا ہے۔ (داراشکوہ)

نستعلیق کے موجد خواجہ میر علی تبریزی:

ہم تاریخ خطاطی کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں میر علی نام کے بہت سے خطاط نظر آتے ہیں۔ میر علی تبریزی خواجہ میر علی تبریزی، خواجہ میر علی، میر علی ہروی، ملا میر علی، خواجہ مُلا میر علی، میر علی (بخارائی) میر علی خراسانی..... لیکن تمام محققین و مورخین متفق ہیں کہ خواجہ میر علی خط نستعلیق کے موجد ہیں۔

میں رائج ہونے والے خط نستعلیق میں وہ تمام حسن وخوبصورتی موجود ہیں جو کسی آرٹ کا حصہ ہوتے ہیں اور خطاطی بخوبی ان تمام جہتوں کو بخوبی پورا کرتی ہے۔(ڈیوڈ چیمبر)

ابن الندیم لکھتے ہیں۔

''خطاطی کے تمام رسوم الخطوط موقع کی مناسبت سے اختیار کیے گئے اور اُن میں خوبصورتی کا پوری طرح التزام رکھا گیا۔ اسلامی خطاطی ہر اعتبار سے اقوام عالم میں مقبولیت حاصل کر گئی اور اسلامی رسوم الخطوط کو ایک فن کے طور پر تسلیم کر لیا گیا۔(ابن الندیم کتاب الفہرست)

ابن خلدون مقدمہ ابن خلدون میں لکھتے ہیں.....

عباسی عہد میں سب سے اونچا کتابت کا (خطاطی کا) عہدہ تھا۔

(مقدمہ ابن خلدون حصہ دوم)

کتاب اسلامک آرٹ میں قرآنی خطاطی کی فنی حیثیت کا یوں اعتراف کیا گیا ہے۔

THE PAGES ARE WIDET THAN THEY ARE HIGH. THOUSANDS OF FRAGMENT ARE KNOWN.

یعنی صفحات خوبصورت سے خوبصورت ہوتے گئے اور ہزاروں اقسام خط معرض وجود میں آئیں۔(اسلامک آرٹ)

ایک اور محقق کتاب The Arts of Books میں یوں تحریر کرتے ہیں۔

IN THIS AGE OF IMPERIEL STUDIOS, EARLY SPECIMENS OF CALLAGRAPHY WERE PRIZED.

ترجمہ: کہ سلاطین کے عہد میں خطاطی کے نمونے انعام ہوا کرتے تھے۔

(The Art of Books)

حبیب اللہ فضائلی اطلس خط میں تحریر کرتے ہیں۔

(ترجمہ)''ثلث، محقق، ریحان نہایت خوبصورت اور دیدہ زیب خط ہیں۔ ان رسوم الخطوط نے ایک تاریخ مرتب کی۔

مولانا جامیؒ کا بعض خطوط کو خراج تحسین:

مولانا جامیؒ فرماتے ہیں۔

کاتباں راہفت خط باشد بطرزِ مختلف
ثلث و ریحان و محقق نسخ و توقیع و رقاع
بعدازاں آں خط است کش اہل عجم
از خط توقیع استنباط کردند اختراع

یعنی خطاطوں کے لکھنے کے لیے سات مختلف رسم الخط ہیں۔ جن میں ثلث، ریحان، محقق، نسخ، توقیع اور رقاع شامل ہیں۔ اس کے بعد اہل عجم نے خط توقیع سے خط تعلیق ایجاد کر لیا۔ ایک اور مقام پر مولانا جامی نے لکھا ہے کہ ثلث و نسخ اور دیگر رسوم الخطوط نظروں کو بہت ہی خوبصورت لگتے ہیں اور اِن میں حسن وخوبی پوری طرح نظر آتے ہیں۔

ڈاکٹر مارٹن لنگز نے اپنے مقالہ جات میں خط ثلث اور محقق اور نسخ کو بے حد خراج تحسین پیش کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

(ترجمہ) ''ثلث، محقق اور نسخ کو ہر دور میں خطاطوں نے پہلے سے بہتر انداز میں لکھنے کی کوششیں کی ہیں اور یہ خط قرآنی مصاحف میں جا بجا نظر آتے ہیں۔ ان رسم الخطوط میں ایک پاکیزہ حسن موجود ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ ان میں جیومیٹریکل اشکال پوری طرح نظر آتی ہیں تو یہ بے جا نہ ہوگا۔ ہر اعتبار سے خطاطی ایک مکمل اور بھرپور پاکیزہ فن ہے۔ (مارٹن لنگر قرآنک آرٹ مطبوعہ لندن)

(ترجمہ) مشہور جرمن سکالر اوٹنگ نے خطاطی کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے لکھا۔

''اگر ہم کسی خوشنویس کے لفظوں کو بغور دیکھیں تو ہمیں نظر آتا ہے کہ کسی بھی ماہر خطاط کا ایک ایک حرف **ہر اعتبار سے تمام فنون کا مجموعہ اور نچوڑ ہے**

(مقالات اوٹنگ) بحوالہ حکیم محمد سعید مرحومؒ

ممتاز محقق ڈیوڈ چیمبر نے لکھا.....

(ترجمہ) ''اسلامی خطاطی کے تمام رسوم الخطوط میں ثلث، نسخ، محقق اور کوفی اور ایران

شاہی فرمان اور سزا کے احکامات اِسی خط میں لکھے جاتے تھے۔

4- رقاع..... رقاع کے معنی ٹکڑے یا پرزے ہوتے ہیں۔ چنانچہ تمام حسابی کام کاغذ کے ٹکڑوں میں اِسی میں ہوتا تھا اِس لیے اس کا نام رقہ (رقاع) پڑا۔

5- محقق..... یعنی تحقیق شدہ خط..... جلی کو محقق کہتے ہیں..... یہ خط سطح اور دور کے اعتبار سے بھی بڑا ہے اور اِس کے دائروں کی پیائش میں طومار، سجلات اور جلیل کا موازانہ کر کے پوری تحقیق سے اختراع کیا گیا ہے اور قرآنی مصاحف کے لیے اس کو مخصوص کیا گیا۔

6- ریحان..... یہ آرائشی خط ہے اور محقق کی نسبت یہ قدرے کم حجم ہے ریحان خوشبو کو کہتے ہیں..... یعنی پھولوں کی طرح اِس میں نزاکتیں پیدا کی گئیں اور اِس خط کو تہذیبی و تعریفی مقاصد کے لیے استعمال کیا گیا۔ ابوالفضل نے محقق و رقاع کے بارے میں تحریر کیا ہے۔

''محقق و ریحان چہار و نیم دانگ سطح۔ دو یک و نیم جلی را محقق خوانند و خفی را ریحان نامند''

یعنی محقق و ریحان کا پونے پانچ دانگ سطح ایک دانگ کا دور ہوتا ہے جو قدرے بڑا ہو اُسے محقق اور جو ذرا باریک ہو اُسے ریحان کہتے ہیں۔

شیخ سعدی کا ابن مقلہ اور اُن کے رائج کردہ خطوط کو خراج تحسین:

حضرت شیخ سعدیؒ نے ابن مقلہ کو ان اشعار میں خراج تحسین پیش کیا ہے وہ لکھتے ہیں۔

''اگر ابن مقلہ دگر بارہ در جہاں آمد
چنانکہ دعویٰ معجز کند بسحرِ مبیں
بآبِ زر نتواند کشید چوں توالف
بسیمِ حل نگار دبسانِ نغزِ قوسین''

اِن اشعار کے ساتھ ساتھ شیخ سعدیؒ نے ابن مقلہ کے تمام خطوط ثلث، محقق وغیرہ کو نہایت خوبصورت قرار دیا ہے اور واقعی یہ خطوط حسن و دلفریبی میں اپنی مثال آپ ہیں۔

دوبارہ وزیر اعظم بنا دیا۔ تھوڑے ہی دنوں میں خلیفہ نے لوگوں کے بہکانے پر ابن مقلہ کو برخاست کر دیا اور ابن مقلہ اس بار جان بچا کر روپوش ہو گئے اور پھر ایک بغاوت میں قاہر باللہ کو تخت سے اُتار دیا گیا اور اُسے اندھا کر دیا گیا اور محمد بن مقتدر کو الراضی باللہ کا خطاب دے کر حکومت دے دی گئی۔ اَب پھر الراضی باللہ نے ابن مقلہ کو تلاش کروا کر اُسے تیسری مرتبہ وزیر اعظم بنا دیا۔ ترکوں سے دشمنی ابن مقلہ کو راس نہ آئی اور امیر مظفر بن یاقوت نے الراضی باللہ کو ابن مقلہ کا دشمن بنا دیا اور اس بار نہ صرف ابن مقلہ کو معزول کر دیا گیا بلکہ گرفتار بھی کر لیا گیا اور عبدالرحمٰن بن عیسیٰ نے وزیر اعظم بننے کے بعد ابن مقلہ کی تمام جائداد ضبط کر لی۔ ایک اور آفت یہ ٹوٹی کہ ابن مقلہ کا بدترین دشمن ابن رائق امیر الامراء ہو گیا اور اُس نے ابن مقلہ پر مظالم کی انتہا کر دی۔ انہی ایام میں اُن کا دایاں ہاتھ کاٹ دیا گیا۔ اگرچہ اہل دربار سخت ناراض اور غمزدہ تھے۔ وہ نہیں چاہتے کہ تھے کہ ابن مقلہ کے ہاتھوں کو نقصان پہنچایا جائے۔ ابن مقلہ نے کٹے ہوئے دائیں ہاتھ سے قلم باندھ کر خطاطی شروع کر دی اور ساتھ ہی بائیں ہاتھ سے بھی مشق کرنے لگے۔ اب وہ دونوں ہاتھوں سے یکساں خطاطی کر سکتا تھے۔ بہرحال سازشوں کے باعث جیل خانے میں 20 جولائی 940ء بروز ہفتہ رات کے وقت جلاد نے ابن مقلہ کو قتل کر دیا۔ اِنَّالِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُوْنَ۔

بوقت قتل اُن کی عمر چھپن برس تھی۔ اُنہوں نے تین عباسی خلفاء کی خدمت کی۔ تین مرتبہ جیل میں قید کیے گئے۔ تین قرآن مجید مکمل یادگار چھوڑے اور تین مرتبہ اُن کو مختلف مقامات پر دفن کیا گیا۔ اُنہوں نے چھ رسوم الخطوط ایجاد کیے جن کی تفصیل یہ ہے۔

1- ثلث ..... بڑے الفاظ کو جن میں گولائی دو دانگ اور چار دانگ سطح ہوتی ہے ثلث کہلاتا ہے اور ثلث کے یہ معنی ہیں کہ جس نے یہ خط سیکھ لیا وہ تہائی خط سے واقف ہو گیا۔

2- نسخ ..... نسخ کے معنی لکھت کے بھی ہیں۔ یعنی آسان لکھائی۔ یہی معنی اس خط پر صادق آتے ہیں اور باقی رسوم الخطوط کے منسوخ ہونے کے معنی لینا معیوب لگتا ہے۔

3- توقیع ..... بڑے الفاظ کو توقیع کہا جاتا ہے ان میں ساڑھے چار دانگ کا دور ہوتا ہے اور ڈیڑھ دانگ کی سطح ہوتی ہے۔ توقیع کے معنی ہیں جس میں بادشاہ کا سخت فرمان ہو۔

کا امکان نہ رہنا چنانچہ ابن مقلہ نے اس سلسلے میں بھرپور کام کیا اور اِن رسوم الخطوط کو باقاعدہ پہلے سے طے شدہ ہندسی دائروں میں مخصوص اعداد کا پابند کیا۔

ابن مقلہ کی اس عالمگیر شہرت میں اُن کے عہدہ وزارت عظمٰی اور سیاسی اقتدار کا بھی گہرا اثر ہے۔ کیونکہ ایک غریب آدمی جتنا بھی باصلاحیت کیوں نہ ہو اُس کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ کسی ممتاز ادیب کا مقولہ ہے۔

فصاحة سبحان، وخط ابن مقله و حكمة لقمان و زهد ابن ادهم إذا جتمع في المرء المفلس فليس لها قدر بمقدار درهم:

(ترجمہ) یعنی اگر کسی غریب آدمی میں سحبان کی فصاحت کلام، ابن مقلہ کا خط، لقمان کی حکمت اور حضرت ابراہیم بن ادھم بلخی کا زہد بھی جمع ہو جائے تو اُس کی حیثیت ایک درہم سے زیادہ نہیں ہوتی۔

چنانچہ ابن مقلہ کو وقت کے ساتھ ساتھ خوب پذیرائی ہوئی اور خلیفہ المقتدر باللہ (بنو عباس کا اٹھارہواں خلیفہ) 908ء نے اُنہیں اولین شیراز کا گورنر بنا دیا اور ایک عالم و فاضل اور قدر دان گورنر کے پاس علماء شعراء و خطاطین کا جمع ہو جانا کوئی عجیب بات نہیں۔ المقتدر باللہ اُن کے حسنِ انتظام سے متاثر ہو کر اُنہیں اعزاز و اکرم عطا کرتا رہا۔ آخر خلیفہ نے اُنہیں بغداد بلوا لیا۔ اُس وقت کا وزیر اعظم ابوالحسن علی بن فرات تھا ابن مقلہ نے سیاسی چالوں سے ابوالحسن کو وزارت عظمٰی سے نکلوا دیا اور علی بن عیسیٰ کو وزیر اعظم بنوا دیا۔ ابوالحسن سیاسی اعتبار سے ابن مقلہ کی کارکردگی دیکھ چکا تھا اور مات کھا چکا تھا چنانچہ وزیر اعظم بنتے ہی اُس نے ابن مقلہ کو قید کر لیا۔ اِسی دور میں انہوں نے قید خانے میں مشق خط جاری رکھی۔ حالات نے پھر نئی شکل بدلی علی بن عیسیٰ کو پھر وزیر اعظم بنا دیا گیا اُس نے وزارت عظمٰی کا قلمدان سنبھالتے ہی ابن مقلہ کو باعزت رہا کیا جیسے ہی علی بن عیسیٰ وزارت عظمٰی سے ہٹایا گیا اور ابن مقلہ کو وزیر اعظم بنا دیا گیا اور قید خانے میں انہوں نے جو رسم الخط ایجاد کیے تھے وہ وزیر اعظم بننے کے بعد رائج کر دیئے گئے۔ میرے خیال میں اگر ابن مقلہ وزیر اعظم نہ بھی بنتے تو بھی اُن کے ایجاد کردہ خطوط قبول عام ضرور حاصل کرتے۔ دو سال وزارت عظمٰی کا راج کرنے کے بعد ابن مقلہ کو برخاست کر دیا گیا اور وہ ایران چلا گئے۔ مقتدر باللہ کے قتل کے بعد عبدالقاہر باللہ وزارت عظمٰی پر بیٹھا تو اُس نے ابن مقلہ کو بلا کر

خط ثلث، نستعلیق، رقاع، ریحان، نسخ پر ماہرین کی رائے

وہ رسوم الخطوط جو ممتاز محقق وخطاط ابن مقلہ نے ایجاد کیے خطوط شش گانہ کہلاتے ہیں۔ان کو ایجاد کے فوراً بعد ہی انہیں غیر معمولی پذیرائی حاصل ہوئی۔مختلف رسوم الخطوط کے نام اُن کی ہندسی اشکال کے پیش نظر دیئے گئے۔(ابن الندیم) یہ نام جو مختلف رسوم الخطوط کی مختلف اشکال کو واضح کرتے ہیں ان کے اندر جیومیٹریکل اصول وضوابط پوشیدہ ہیں۔(مارٹن لنگر)

ثلث اور نسخ ایک قبیل کے دو رسم الخطوط ہیں۔ان میں حجم کے اعتبار سے فرق ہے۔ اسی لیے ان کے نام بھی ان کی ماہیت کو ظاہر کرتے ہیں۔ابن مقلہ نے ان رسوم الخطوط کو ایجاد کیا اب اُن کے بارے میں بھی کچھ بات کر لی جائے تو بہتر ہوگا۔

ابن مقلہ:

ابن مقلہ کا اصل نام ابوعلی محمد بن علی حسین بن مقلہ بیضاوی تھا۔آپ کے آباواجداد شیراز کے رہنے والے تھے اس لیے آپ ایرانی النسل تھے۔31 مارچ 886ء کو آپ جمعرات کے دن عصر کے وقت بغداد میں پیدا ہوئے اور بغداد میں ہی تمام تعلیمی مراحل طے کیے اور آپ نے تعلیم کے دوران اپنی لیاقت وغیر معمولی صلاحیتیں دکھائیں حتیٰ کہ بغداد کے بڑے بڑے علماء میں اُن کا شمار ہونے لگا۔علم فقہ، تفسیر، تجوید، شاعری اور انشاء پردازی وخطاطی میں بے مثل شخصیت ثابت ہو رہے تھے۔ابتداء میں رائج الوقت خط کوفی لکھتے تھے مگر بعد ازاں خداداد لیاقت سے آپ نے اپنے سے پہلے تغیر پذیر رسوم الخطوط، طومار، سجلات، عہود، موامرات، امانات، دیباج، مدیح، مرصّع، ریاش، غبار، حسن، بیاض کو دیکھا جو اسحٰق بن حماد کے جادو اثر قلم کے تخلیق کردہ تھے۔اسحٰق بن حماد ابن مقلہ سے پہلے گزر چکے تھے اور ایک عہد اُن سے فیض یاب ہوا تھا۔ جب کہ خط ثلث کی خط جلیل اور محقق کی طومار کے نام سے داغ بیل پڑ چکی تھی۔ضرورت اِس امر کی تھی کہ ان خطوط کو باقاعدہ ضوابط دے کر ایسی سطح پر لایا جاتا کہ پھر اُس میں زیادہ کمی بیشی

قرآنی مصاحف میں شمسہ یا ٹائیٹل میں گہرے رنگوں اور بھرپور نقاشی کا استعمال اِس لیے جائز ہے کہ باقی قرآن کریم سادہ تحریر اور صرف سنہری حاشیے سے مزین ہوتا ہے اور خطاطی کا جوبن نظر آتا ہے۔

مصورانہ خطاطی یا پینٹنگ کیلیگراف:

آج کل مصور حضرات مکمل بھرپور رنگوں کے ساتھ پینٹنگ خطاطی کر رہے ہیں۔ یہ اصل میں پینٹنگ کا متبادل ہے۔ جو لوگ گھروں میں عام پینٹنگز نہیں لگانا چاہتے وہ اُن کی جگہ قرآنی آیات سے مزین پینٹنگز خریدتے ہیں۔ جن میں مصور حضرات رنگوں اور سونے و چاندی کے اوراق کا بھی استعمال کرتے ہیں جن سے اُن کی چکاچوند میں اضافہ ہو جاتا ہے اور عام لوگ جو خطاطی کے ضوابط سے آگاہ نہیں ہوتے اُن کو بے حد پسند کر کے اُنہیں خرید لیتے ہیں۔ ان فن پاروں میں رنگوں کا استعمال بھرپور ہوتا ہے۔ عام طور پر ان میں آئل کلرز استعمال کیے جاتے ہیں اور بعض دفعہ سونے اور چاندی کے اوراق کا بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ اس مقصد کے لیے کینوس کو زیادہ تر استعمال میں لایا جاتا ہے۔ یہ فن پارے فنِ پینٹنگ کے نمائندہ ہوتے ہیں۔ خطاطی کی نمائندگی نہیں کرتے۔ اس لیے کلاسیکل خطی مقابلوں میں انہیں شامل نہیں کیا جاتا۔ اِن فن پاروں میں خطاطی کے لیے الفاظ و حروف کا استعمال مصور اپنی مرضی سے ضرورت کے مطابق کرتے ہیں اور جو انہیں اچھے لگیں یا اُن کی مرضی کے مطابق ہوں اختیار کر لیتے ہیں۔

کا استعمال کرتے ہیں۔ حالانکہ نقاشی اور کاشی کاری بالکل علیحدہ فن ہے۔ ایک منقش حاشیہ جس میں خطاطی نہ ہو وہ بھی لوگوں کو دیا جائے تو وہ فریم کر کے لگوالیں گے کیونکہ اس میں پتیاں اور تذہیب کاری خوبصورت نظر آتے ہیں۔ اکثر عمارات پر آرائشی ٹائلیں لگائی جاتی ہیں میں اُن پر خطاطی نہیں ہوتی اور کئی عمارات پر خطاطی کروائی جاتی ہے جن پر نقاشی نہیں ہوتی۔ خطاطی کے فن پاروں پر نقاشی و تذہیب عوام کو متوجہ کرنے کے لیے ہوتی ہے۔ تاکہ لوگ فن پاروں کو پسند کریں اور رنگوں کی وجہ سے گھروں میں آویزاں کریں یہ عام لوگ ہوتے ہیں کہ جن کے پاس دولت تو ہوتی ہے فنون کو پرکھنے والی آنکھ نہیں ہوتی اور وہ رنگوں کو دیکھ دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور اُن کے پاس آنے والے مہمان بھی رنگوں کو دیکھ کر داد دیتے ہیں۔ حالانکہ مہمانوں اور میزبان دونوں کو بالکل علم نہیں ہوتا کہ اندر رجو خطاطی ہے وہ کسی رسم الخط میں ہے اور اُس کا معیار کیا ہے۔

بعض ایسے فن پارے بھی نظر آتے ہیں کہ جن میں نقاشی اور خطاطی دونوں عمدہ معیار پر نظر آتے ہیں۔ اگر تو یہ فن پارے اہل نظر کے پاس ہوں تو وہ دونوں فنون کی باریکیوں سے آگاہ ہوتے ہیں اور اپنے ہاں آنے والوں کو اِن فنون کے معیار کے بارے میں بتا سکتے ہیں۔ ہمارے ہاں تاریخی طور پر ایسے فن پارے عام نظر آتے ہیں کہ جن میں نقاشی اور خطاطی دونوں موجود ہیں۔ مگر ان میں رنگوں کا غلبہ ہو جاتا ہے اور خطاطی پوری طرح دَب جاتی ہے۔ رنگ چھا جاتے ہیں۔ دیکھنے والے خطاطی سے کہیں زیادہ نقاشی اور رنگوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں میرے خیال میں اگر نقاشی کرنا مقصود بھی ہو تو ہلکے رنگوں سے اگر کر لی جائے کہ جن میں نقاشی کی بجائے دور سے صرف خطاطی نظر آئے تو یہ ایک عمدہ روایت ہوگی۔ کیونکہ گہرے رنگوں کی نقاشی اور خطاطی کے مشترکہ فن پارے میں یہ دونوں فنون پوری طرح اُجاگر نہیں ہو پاتے۔ بہرحال پیشہ ورانہ مجبوریوں کو دیکھ کر یہ مجموعہ لازمی معلوم ہوتا ہے۔

ایک خوبصورت حل:

اگر خطاطی کے فن پارے میں جہاں نقاشی کی ضرورت ہو اگر وہاں نقاشی کے متبادل جالیوں، موشے دندان اور ہلکے ہلکے رنگوں کی زمین پر پھیکی روشنائیوں سے مشق خط کی جائے تو خطاطی پر بوجھ نہیں پڑتا۔ کیونکہ وہاں پہلے سے موجود خطاطی پوری طرح نظر آجاتی ہے۔ البتہ

عبداللہ صیرفی کہتے ہیں ''کہ نقاشی اور سونے کا استعمال خطاطی کو غریب اور محتاج کر دیتے ہیں اور اُن کا حسن دب کر رہ جاتا ہے۔ (Leter's of Arabic Calligraphy) اِس طرح ترکی کے ممتاز خطاط محمد اللہ اماسی کا قول ہے کہ حقیقی خطاطی کو منقش کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی کیونکہ خطاطی بذات خود سونے چاندی اور نقش ونگار سے افضل ہے۔ (الفن اسلامی الخطاطی مطبوعہ مصر، 1940ء مطبوعہ قاہرہ) ایک ممتاز محقق کا دعویٰ ہے کہ خطاطی کے اظہار کے لیے صرف تحریر ہی کافی ہے (تذکرہ خوشنویساں) ابوحیان التوحیدی اپنے رسالہ ''علم الکتابہ اَن قواعد الخط الکوفی میں لکھتے ہیں۔'' کہ خطاطی کے ساتھ نقاشی عوام میں دلچسپی کے لیے کی گئی تا کہ وہ رنگوں کو دیکھ کر متاثر ہوں حالانکہ ماہرین فن خطاطی کے لیے نقاشی کو لازم نہیں سمجھتے (علم الکتابۃ: ابوحیان التوحیدی) ممتاز خطاط ضحاک بن عجلانی سے ایک شعر منسوب ہے۔

الحروف خالصاً بالثلث و المحقق
افضل علی الذھبِ و المطلا

ترجمہ: کہ ثلث اور محقق کے خالص حروف سونے اور طلا کاری سے زیادہ افضل ہیں۔
(منسوب بہ ضحاک بن عجلان)

ہم تاریخ کے اوراق کے دیکھتے ہیں تو ہمیں ابراہیم شجری، اخوہ یوسف، احمد بن نصر وغیرہ خطاطی میں رنگوں کے استعمال کو خطاطی کے لیے بوجھ تصور کرتے تھے اور اب ایک دوسرا طبقہ ہے کہ جو خطاطی میں رنگوں کے استعمال کو پسند کرتا ہے مگر یہ پسندیدگی پیشہ کے اعتبار سے عوام کو متوجہ کرنے کے لیے ہے۔

خطاطی میں رنگوں کا استعمال:

خطاطی میں رنگوں کا استعمال خالصتاً بطور سجاوٹ کیا جاتا ہے۔ کیونکہ عوام کی اکثریت خطاطی کے محاسن اور قواعد سے ناآشنا ہوتی ہے۔ عام لوگ خطاطی کے معیار کو جانچنے کی اہلیت نہیں رکھتے جس طرح ایک گویّا خداداد آواز کے ساتھ سازوں کے ذریعے اپنے نغمے کو دلکش بناتا ہے اِسی طرح خطاط اپنے فن پاروں کو عوام میں فروخت کرنے کے لیے نقاشی اور سونے

دی اور اب بھی دنیا بھر میں خطاطی کے معیار کو جانچنے کے لیے صرف الفاظ حروف کی تشکیل کی اجازت دی جاتی ہے، نقاشی کی اجازت نہیں دی جاتی لیکن رنگوں کے استعمال کی اہمیت بھی مسلّمہ ہے۔

رنگوں کے بغیر خطاطی کی اہمیت پر دلیل:

ایک منطقی پہلو یہ بھی ہے کہ اگر خطاط کی خطاطی پر دسترس کتنی ہی کم کیوں نہ ہو اور الفاظ فنی اعتبار سے کتنے ہی کمزور کیوں نہ ہو عمدہ نقاشی اور سونے وغیرہ کا استعمال اُسے چار چاند لگا دیتے ہیں اور خطاطی کا معیار دب جاتا ہے۔ عوام الناس محض رنگوں کو دیکھ کر واہ واہ کرتے ہیں۔ خطاطی کے معیار بارے وہ مکمل لاعلم ہوتے ہیں۔ یہ ''واہ واہ'' خطاط کے لیے نہیں بلکہ اصل میں نقاش کے لیے ہوتی ہے اور جو بھی منقش فن پارہ دیکھتا ہے وہ خطاطی کو اُسی فیصد نظر انداز کر کے صرف اور صرف رنگ اور نقاشی دیکھتا ہے جس سے خطاطی کی قدر و منزلت میں نمایاں طور پر کمی آتی ہے۔ حق تو یہ ہے کہ خطاطی کے فن کو رنگوں کی اتنی زیادہ ضرورت نہیں ہوتی۔ کثرت کے ساتھ رنگوں کے استعمال کے بعد اگر مطلوبہ مقام تحریر پر کوئی خطاط نہ لکھے اور عام سا کوئی خوشنویس بھی لکھ دے تو کام چل جاتا ہے اور داد بدستور ملتی ہے اِس لیے وہ لوگ جو خطاطی کا فن پارہ حاصل کرنا چاہتے ہیں رنگوں کو نظر انداز کر کے صرف خطاطی جو کسی ایک روشنائی سے تحریر کی گئی یا فن پارے میں دو یا تین روشنائیاں بھی لکھائی کے لیے استعمال کی گئی ہوں حاصل کریں گے تو یہ خطاطی کا اصل فن پارہ ہوگا جس میں خطاط کا معیار اور خطاطی دونوں بخوبی نظر آئیں گے اور ایسا فن پارہ کوئی ماہر فن خطاط ہی تیار کر سکتا ہے کیونکہ اس میں رنگوں اور نقاشی کا کوئی سہارا نہیں لیا جاتا اور خطاطی کا معیار بخوبی دیکھا جا سکتا ہے۔ اس طرز عمل سے خریدنے والوں کو بھی خطاطی کے فن سے آگاہی ہوگی اور اُن میں خطاطی کو جانچنے کی صلاحیت بڑھے گی۔ ایک اور مثال یہ ہے کہ ایک گویا جب سازوں کے ساتھ گاتا ہے تو سازوں کی دھنیں اکثر اوقات اُس کی آواز کی خرابیوں کو چھپا لیتی ہیں اور جب بغیر سازوں کے گاتا ہے تو اُس کی آواز کی خوبیاں یا خرابیاں سب معلوم ہو جاتی ہیں۔

خطاطی میں رنگوں کا استعمال اور سادہ تحریر کی اہمیت

خطاطی کے تمام الفاظ وحروف ایک مستقل جیومیٹری ہے۔ بنیادی طور پر قلم کے ساتھ حروف کی مختلف اقسام ہیں تشکیل ہی اصل خطاطی ہے۔ روشنائی کوئی سی بھی ہو خطاطی صرف الفاظ و حروف کی بناوٹ کا ہی نام ہے اور خطاطی کے لیے کئی رنگ لازمی نہیں ہیں۔ صرف ایک کسی بھی رنگ کی روشنائی کافی ہوتی ہے۔ خط ثلث، نسخ، نستعلیق، رقاع، محقق اور تعلیق وشکستہ مختلف الفاظ و حروف کو ہندسی دائروں میں مختلف اشکال کے نام ہیں۔ یعنی اظہار خط کے لیے صرف قلم اور سادہ زمین ہی کافی ہے اس لیے فن خطاطی میں سب سے بلند مقام سیاہ مشق کا ہے۔ یہ خطاطی کی معراج ہوتی ہے اور خطاطی کی صلاحیت اس میں کھل کر نظر آتی ہے اور اگر سیاہ روشنائی پھیکی ہو یعنی روشنائی جس میں قلم کی روانی نظر آ رہی ہو تو اس سے بڑا خطاطی کا کوئی فن پارہ ہو ہی نہیں سکتا یعنی یہ ایسا فن پارہ ہے کہ جس میں کسی دوسری چیز یعنی نقاشی اور گہرے رنگوں کا سہارا لیے بغیر خالصتاً خطاطی نظر آتی ہے اور اسی انداز تحریر کو ہم خالصتاً خطاطی کہہ سکتے ہیں۔ جیسے کہ شیخ' سعدی کا شعر ہے۔

حاجت مشاطہ نیست روئے دلآرام را

ترجمہ: یعنی ایک خوبصورت چہرے کو بناؤ سنگھار کی کوئی حاجت نہیں ہوتی۔

''کسی خوشنویس کا پوری مہارت سے کسی اضافی رنگ کے بغیر بنایا ہوا لفظ یا حرف کسی مصور کی بنائی ہوئی معروف تصویر سے کسی طرح کم نہیں ہوتا'' اِس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ خطاطی کے اظہار کے لیے رنگوں کے بغیر ہی خطاط کی مہارت دیکھنے کو ملتی ہے۔ ایک سادہ کاغذ پر محض ایک دلکش شعر یا عبارت جو صرف ایک روشنائی سے تحریر ہو بے حد جاذبِ نظر ہوئے ہیں اور ماہرین فن کے نزدیک یہی اصل فن خطاطی ہے۔

ممتاز خطاطوں قطبۃ المحرر، احول محرر نے اپنے فن پاروں میں کسی قسم کی نقاشی پسند نہیں کی اُن کے کاموں پر نقاشی اُن سے لکھوانے والے افراد اپنی مرضی سے ماہر نقاشوں سے کروایا کرتے تھے۔ خطاطوں کی اکثریت نے نقاشی اور رنگوں کے بغیر سیاہ روشنائی سے خطاطی کو اہمیت

مسجد میں بھی ان کی خطاطی کا نمونہ موجود ہے۔ قندھار سے لے کر دکن تک ان کے ہاتھ کے لکھے ہوئے کتبات تا حال محفوظ ہیں۔ محمد صالح کشمیری نے ۱۰۸۳ھ میں سلطان بیگ کے مقبرے پر خط ثلث میں سورہ الفتح لکھی تھی۔ یہ مقبرہ بیگم پورہ لاہور میں موجود ہے اور خطاطی کا یہ شاہکار قابل دید و تقلید ہے۔ مرزا عبدالرحیم خانخاناں خطاطی کا بڑا قدردان تھا۔ اس کا ذاتی کتابخانہ بڑا مشہور تھا۔ اس کے ہاں درجنوں کاتب ملازم تھے جو کتابیں لکھتے رہتے تھے۔ خانخاناں کے اس کتابخانے کا ذکر عبدالباقی نہاوندی نے مآثر رحیمی میں بڑی تفصیل کے ساتھ کیا ہے۔ اس کتابخانے کی ایک کتاب تفسیر الکشاف پشاور یونیورسٹی میں محفوظ ہے۔ مغل شہزادوں اور شہزادیوں کو بھی خطاط کا ذوق ورثے میں ملا تھا۔ ان کے ہاتھ کی تحریریں بھی موجود ہیں۔

میں اوپر بیان کر چکا ہوں کہ خطاطی کو ہمیشہ باعث عزت ہمیشہ گردانا جاتا تھا چنانچہ شہزادی گلبدن نے جہاں ہمایوں نامہ میں اپنی تخلیقی صلاحتوں کا مظاہرہ کیا ہے وہیں فن خطاطی میں اس نے کمال حاصل کیا اور اس کا نتیجہ تھا کہ نور جہاں، جہاں آراء اور زیب النساء مخفی نے جہاں شعروادب میں اپنا سکہ جمایا وہیں فن خطاطی میں جوہر دکھائے۔

اکبر کا دور حقیقت میں فنونِ لطیفہ کے باب میں سنہری دور ہے۔ یہاں فن خطاطی نے ایشیائی ارتقائی منازل طے کیں۔ اکبر مصوری کا دلدادہ تھا چنانچہ فن مصوری میں آرائشی خطاطی نے ایک نئے انداز سے پر پھیلائے۔

اس دور میں اشعار کو مصور کرنے رجحان رواج پا رہا تھا۔ چنانچہ بے شمار کتب آرائشی خطاطی اور مصوری کے ساتھ سامنے آنے لگیں۔ اُستاد اِن فن اپنی مہارت اور ہنرمندی کے جوہر دکھا رہے تھے۔ اس دور کی مصورانہ خطاطی کے بیشتر نمونے آج بھی دنیا کی مختلف لائبریریوں خاص طور پر میٹروپولیٹن میوزیم امریکہ میں موجود ہیں۔

مغلیہ دور میں بے شمار خطاط پیدا ہوئے جن میں محمد حسین کشمیری، خواجہ عبدالصمد، وسونت، مولانا عبدالعزیز، خواجہ محمد شریف، عبدالرشید دیلمی، امانت خان شیرازی، مرزا عبدالرحیم خان خاناں، میر معصوم قندھاری، مولانا مقصود ہروی، تمکین کابلی، احمد حسین چشتی، علی احمد ہرکنا، مرزا محمد حسین نوراللہ، میر عبداللہ تبریزی، خسرو شہزادہ، سلطان پرویز شہزادہ، محمد دین اسحاق، احمد علی ارشد، عبدالباقی مدار، عارف یاقوت رقم، میر محمد کاشی، محمد صالح کشمیری، سید علی خان حسینی اور دوسرے بہت سے نامور خطاط گزرے ہیں۔

(امانت خان شیرازی شاہجہان کے ہم عصر تھے۔ تاج محل کے کتبات جو خط ثلث کا شاہکار سمجھے جاتے ہیں، ان کے ہاتھ کے لکھے ہوئے ہیں۔ امانت خان نے اٹاری ضلع امرتسر کے قریب ایک سرائے اور مسجد بنوائی تھی۔ اس کے کتبات بھی اس نے ہی لکھے تھے۔ اس کا مقبرہ بھی شاید وہیں ہے۔ میر معصوم قندھاری ثم بھکری اکبر کے عہد کا نامور مؤرخ اور خطاط تھا۔ اس نے تاریخ سندھ لکھی تھی جو تاریخ معصومی کے نام سے مشہور ہے۔ اس کا مقبرہ اور مینارہ سکھر میں موجود ہیں۔ مقبرے کے کتبے میر صاحب کے ہاتھ کے لکھے ہوئے ہیں۔ گوالیار میں حضرت محمد غوث گوالیاری کے مقبرے پر ان کا لکھا ہوا ایک کتبہ نصب ہے۔ اسی طرح برہانپوری کی جامع

خط نستعلیق کی اہمیت:

☆ ہندوستان کے نستعلیق نگاروں نے دنیا کو حیران کر دیا۔
(نستعلیق عہد بہ عہد: اورینٹل میگزین 1935ء)

☆ نستعلیق فنی طور پر جانچنے کا آلہ ہے۔ (جواہر رقم: رام چندر)

☆ خط نستعلیق دنیا کا مشکل ترین خط ہے۔ اسے لکھنا اور قلم پر قابو رکھنا بہت سی مشق کا طلبگار ہے۔ (کابل ابراہیم مصری: الحمراء آرٹ کونسل پاکستان نمائش خطاطی 1999ء)

☆ خط نستعلیق کو دیکھنے کے بعد ہی طبیعت میں شگفتگی پیدا ہوتی ہے۔
(نظام الدین پروفیسر)

☆ خطاطی کی تمام خوبیاں خط نستعلیق پر ختم ہوتی ہیں۔ (شہزادی زیب النساء)

سطر ہائے آں بکرسی بود از روئے نسق
حرفہائے ایں بکری بودے از روئے ادا (زیب النساء)

☆ طالب اُملی نستعلیق کے بہت قدر دان تھے۔ اپنے قلم اور اس خط کے بارے میں کہتے ہیں۔

در سلسلہ وصف خط ایں بس کہ ز کلکم
ہر نقطہ سویدائے دل اہل سواد است (طالب اُملی)

(ترجمہ) اِس رسم الخط کی تعریف کے سلسلے میں عرض ہے کہ میرے قلم سے اِس کا جو بھی نقطہ نکلتا ہے اہل دل کے لیے
لطف کا سامان فراہم کرتا ہے۔

بہر حال خط نستعلیق کے بارے میں ہزاروں ہی اصحاب فن کی رائے موجود ہے تاہم اسی اکتفا کرتے ہیں۔

فن خطاطی کے انسان فنون پر اثرات

(ماضی، حال اور مستقبل)

اگر ہم ماضی اور حال کا جائزہ لیں تو بخوبی مستقبل میں فن خطاطی کے انسانی فنون پر اثرات کا جائزہ لے سکتے ہیں۔ جیسے کہ ماہرین نے خطاطی کو دنیا بھر کے آرٹس میں دوسرا نمبر دیا ہے۔ اُن کے اِس فیصلے کے پس منظر میں خطاطی کا انسانی تہذیب تمدن پر یقیناً گہرا اثر کارفرما ہے۔ آپ اُن تاریخی الواح کا مطالعہ کریں کہ جو پانچ ہزار سال قبل مسیح سومیری اقوام نے تحریر کی تھیں جن میں سے ایک لوح پر یہ الفاظ تحریر کیے تھے۔

''ہمارے آبا نرسل کی قلموں کو دل و جان سے چاہتے تھے۔ اُنہوں نے اہرام نہیں بنائے لیکن تحریر کی صورت میں ہمیں عظیم ورثہ دیا۔ (قبل مسیح تحریری انقلاب)

یعنی ماضی بعید کے انسان نے بھی تحریری حیثیت کو دل و جان سے تسلیم کیا اور یہ ثابت کیا کہ انہوں نے اور ہر قسم کے دوسرے فنون سے زیادہ خطاطی کو اہمیت دی۔ اُنہوں نے یہ باور کرا دیا کہ دنیا میں تہذیبی اعتبار سے اوّلین حیثیت قلم کی ہے۔ (انسان تمدن، سر ہنری لارنس) قلم کے بارے میں خالق کائنات بھی قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ''الَّذِی عَلَّم بِالْقَلَم'' (اُس ذات نے قلم کے ذریعے علم سکھایا۔ القرآن) انسان نے ہمیشہ قلم کو عزت کی نگاہ سے دیکھا۔ قبل مسیح عام کردار کے مالک اور کم حیثیت انسان کو قلم پکڑنے اور لکھنے کی اجازت نہ تھی (تحریری میدان قبل مسیح) صاحب اطلس خط نے وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ سومیری اقوام میں اُسے بادشاہ بنایا جاتا تھا کہ جسے لکھنے کا فن آتا تھا (اطلس خط) انسان نے تہذیبی طور پر اپنی آگاہی کا اظہار لکھنے کے فن سے کیا (دی ہسٹری آف ہیومن کلچر) انسانی تہذیب و تمدن سے آگاہی کا بنیادی ستون فن تحریر تھا اور یہی وہ فن ہے جس نے انسان کو زمین کے سربستہ رازوں اور ماضی کے واقعات سے آگاہ کیا۔ (پیدائش خط و خطاطان) جس فن نے انسان کی تہذیب پر گہرے اور نمایاں اثرات مرتب کیے وہ تحریر (خطاطی) کا فن ہے۔ (جیمز آرنلڈ) ہم جب تاریخ کے اوراق کے پلٹتے چلے جاتے ہیں تو عام زندگی سے لے کر مذہبی اقدار تک سب کی امین یہی

خطاطی کا فن تھا۔ لوگ لکھنے کو سب سے بڑا شرف خیال کرتے تھے۔ اور لکھنے والوں کو سر آنکھوں پر بیٹھایا جاتا تھا۔ (کتب تاریخ) لکھائی نے انسانی تہذیب کو نمایاں طور پر جلا بخشی اور انسان روز بروز ترقی کرتا چلا گیا (حوالہ: تمدن انسانی) حتیٰ کہ بڑے بڑے معبد اور بڑے بڑے مقامات تحریر سے آراستہ نظر آنے لگے۔ انسان کو لوح و قلم نے بہت کچھ عطا کیا۔ اور آج کے انسان یا ماضی کے انسان کو تہذیبی طور پر جو کچھ عطا ہوا وہ لوح و قلم کی کرشمہ سازی ہے۔

(سبط حسن: ماضی کے مزار)

معبد ہوں یا بادشاہوں کے محلات، عام نظام زندگی ہو یا دانشوروں و فلسفیوں کی درس گاہیں، سب کو فن تحریر نے اپنی لپیٹ میں لے لیا اور خط منحنی ہو یا سریانی، خط لحیانی ہو یا سیریاک سب ادوار میں تحریر کے جادو نے ہر ایک انسان پر اپنی دھاک بیٹھا دی۔

(انسانی تہذیب واقدار)

اگر ہم ماضی بعید یعنی وادی نیل و دجلہ سے کہانی شروع کریں تو آج تک جو چیز سب سے زیادہ نمایاں نظر آتی ہے اور جس کے باعث انسان مہذب کہلاتا ہے وہ تحریر یعنی خطاطی کا فن ہے۔ اگر ہم بخوبی جائزہ لیں تو ایک اور بات ہمیں اپنی طرف متوجہ کر لیتی ہے۔ کہ انسان کے تمام فنون میں وہ کشش موجود نہیں جو خطاطی کے فن میں ہے اور یہ وہ منفرد نقوش ہیں کہ جن کو بار بار دیکھنے سے بھی نظر نہیں تھکتی۔

اگر ہم معاشرے کے دیگر فنون کو دیکھیں تو خواہ کتنا بڑے سے بڑا تصویری فن پارہ کیوں نہ ہو کوئی عمارتی شہ کار ہو یا کوئی اور فن پارہ۔ ان کو بار بار دیکھنے سے نظریں تھکاوٹ محسوس کرتی ہیں مگر خطاطی کے فن پارے کو دیکھ دیکھ کر بھی نظریں سیر نہیں ہوتیں۔

(ایک دانشور کا اظہار خیال)

یوں ہی ہم فن خطاطی کے اثرات کو کسی طور بھی جھٹلا نہیں سکتے۔ اسلام کی آمد کے بعد بھی لکھنے والوں کی یہ حیثیت برقرار رہی۔ بلکہ قرآن کریم نے اسے اور زیادہ تقویت دی اور کاتبانِ وحی کو دوسرے صحابہ پر فوقیت حاصل ہوئی۔ انہیں تکریم کی نظروں سے دیکھا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اصحاب وحی کو قربت عطا کی اور اصحاب وحی کی یہ تمام عزت و تکریم انہیں لکھنے کی وجہ سے حاصل ہوئی۔ انسان تہذیب و تمدن کو عروج عطا کرنے والے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم نے خطاطی کے فن کو پسند فرمایا اور اعلیٰ خط کو پذیرائی عطا فرمائی اور پھر اسلام نے بطور خاص خطاطی کے فن کو اپنے ذاتی فن کے طور پر اختیار کر لیا اور مسلم مساجد، عمارات ومحلات، درس گاہیں، قرآنی مصاحف اس فن سے مالا مال نظر آنے لگے۔ تاریخی حقائق کا جائزہ لیں تو جدید دنیا کو جدید عمارات اور خوبصورت شہروں اور تہذیب وتمدن کا تحفہ اسلام نے دیا۔ (کتب تاریخ) جن دنوں اُندس کا شہر قرطبہ راتوں کو بقعۂ نور بنا ہوتا تھا اور عالیشان پختہ گلیاں ہوتی تھیں لندن اور دوسرے مغربی شہر کیچڑ زدہ تھے۔ (مسلمانوں کے تہذیبی انسان) خطاطی کو تاج محل آگرہ سے لے کر مسجد قرطبہ اور مسجد نبوی و بیت اللہ شریف پر ثبت کر دیا گیا۔ اور مسلم تہذیب وتمدن خطاطی کی نورانی کرنوں سے دمک اُٹھا۔ مسلم بادشاہوں نے بھی تاج وتخت رکھنے کے باوجود اِس کی اعلیٰ حیثیت کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے اُسے بطور فن اختیار کیا۔ یوں کوئی دوسرا فن اُن کی پسندیدگی کے باوجود خطاطی کے مقابل نہ ٹھہر سکا۔

حال:

آج بھی دنیا بھر کے عجائب گھر مسلم وغیر مسلم انسٹی ٹیوٹ آف آرٹس اِس فن سے متاثر نظر آتے ہیں۔ عجائب گھر تو خیر مسلم خطاطوں کے فنی شہ کاروں سے بھرے ہوئے ہیں۔ لیکن ماضی میں انگریزی تمدن نے جب مسلم کلچر کو تضحیک اور تنقید کا نشانہ بنایا تو خطاطی کا فن بہت متاثر ہوا اور یوں جہاں جہاں بھی انگریزی قدم گئے وہاں وہاں اُنہوں نے آرٹس کے نام پر عجیب وغریب روایات کو پھیلایا۔ آزادی کے بعد اگرچہ انگریز چلے گئے لیکن اُن کے تربیت یافتہ مسلم فن کاروں نے پوری کوشش کی کہ خطاطی کا فن یا دیگر اسلامک کلچر اداروں کے پاس بھی نہ پھٹکے۔ لیکن تاریخ نے ایک اور پلٹا کھایا ہے اب برطانوی انگریزوں نے ایک بار پھر اسلامی خطاطی کو بطور فن تسلیم کر کے اپنے اداروں اور عجائب گھروں میں نمایاں جگہ دے دی ہے۔ اور مغرب میں خطاطی کو سمجھا جانے لگا ہے اور وہاں اسلامی خطاطی کے شائقین کی ایک بڑی تعداد پیدا ہو رہی ہے اور ہمارے آرٹس کالجوں نے بھی اپنے اداروں میں خطاطی کا نام لینے کی اجازت دے دی ہے۔ نیشنل کالج آف آرٹس نے خطاطی کے فن کے فروغ کے لیے بھرپور قدم اُٹھانے کا فیصلہ کیا ہے اور یوں رفتہ رفتہ یہاں خطاطی کو شاملِ نصاب کیا جا رہا ہے تاکہ عالمی سطح پر یہ کالج

خطاطی کے فروغ میں اہم کردار ادا کر سکے۔ ترکی، مصر، ایران اور اردن میں بھی خطاطی پر خوب کام ہو رہا ہے۔ کیمبرج یونیورسٹی اور آکسفورڈ یونیورسٹی (انگلینڈ) نے بھی خطاطی پر پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری دینا شروع کر دی ہے یوں خطاطی حال میں ایک بار پھر مقبولیت کی طرف رواں دواں ہے۔ عالمی سطح پر خطاطی کی نمائشیں منعقد کی جا رہی ہیں۔ پاکستان میں عوامی سطح پر قائم ہونے والی بعض تنظیموں نے خطاطی پر بین الاقوامی نمائشوں کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے۔ ایران نے دنیا بھر میں خطاطی کو روشناس کرانے میں بھرپور کردار ادا کیا ہے۔ ایران میں شائع ہونے والی کتابوں کی تعداد ہزاروں میں ہے جنہیں پوری دنیا میں بھیجا جا رہا ہے۔ یوں فی الوقت خطاطی کا فن رُو بہ عروج نظر آتا ہے۔

ماہرین کے مطابق خطاطی کا فن اِس وقت دھیرے دھیرے اُنہی راستوں کی طرف بڑھ رہا ہے کہ جن کی طرف وہ ماضی میں موجود تھا (دی نیشن) خطاطی کا فن واقعی سحر خیز ہے اور یہ دلوں میں اُتر جاتا ہے (ڈاکٹر حمید اللہ مرحوم) خطاطی کا روشن مستقبل خطاطی کے روحانی اثرات کا مرہون منت ہے۔ (مارٹن لنگز) خطاطی کو دیکھ لینے اور سمجھ لینے کے بعد اُس کے جمالیاتی حصار سے نکلنا ممکن نہیں رہتا یہ تیزی سے اثرات مرتب کرنے والا فن ہے۔ (ڈاکٹر صبیحی سالم)

مستقبل:

ہم ماضی بعید، ماضی قریب اور حال کا جائزہ لینے کے بعد بخوبی کہہ سکتے ہیں کہ خطاطی کا مستقبل بھی روشن ہے اس لیے کہ خطاطی کا تعلق محض ممالک کی جغرافیائی حدود سے نہیں بلکہ اِس کا تعلق روحِ انسانی کے ساتھ ہے کیونکہ جہاں جہاں بھی سیاسی طور پر مسلمان کمزور ہو کر مغلوب ہوئے اور وہاں سے اُن کا اقتدار جاتا رہا۔ وہاں بھی خطاطی کے فن کو بدستور پذیرائی حاصل ہے۔ نقصان ضرور ہوتا ہے۔ لیکن جونہی حالات پر اُمن ہوئے اُنہی غالب قوموں نے اس عظیم ورثے کی حفاظت کی۔ ایک اور حقیقت دیکھیے کہ ہمارے مسلمان بھائی نہایت نایاب و نادر نسخے مغربی ممالک لے جاتے ہیں جہاں اُنہیں منہ مانگے داموں خرید کر محفوظ کیا جاتا ہے یعنی جو یہ نادر شہ کار بیچتے ہیں اُن کے نزدیک وہ صرف زیادہ رقم دینے والی ایک چیز ہے اور جو بھاری رقم دے کر یہ شہکار خریدتے ہیں اُن کے نزدیک وہ ایک نہایت نایاب، نادر اور انمول خزانہ فن ہے۔

بیچنے والے مسلمان ہیں اور خریدنے والے غیر مسلم، تو یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ فن کی کوئی جغرافیائی حد نہیں ہوتی فن اُن پر اثرات مرتب کرتا ہے کہ جو فن کی باریکیوں سے آگاہ ہوتے ہیں۔ مغرب کا یہ انداز حوصلہ افزاء ہے اور اس وقت دنیا بھر کی ثقافت پر مغرب اثر انداز ہے۔ لہٰذا مغرب کی خطاطی پسندی ضرور مستقبل میں بھی کسی حد تک خطاطی کی مقبولیت میں اضافہ کرے گی۔

ایک بات بڑی وضاحت سے کہہ کر اِس موضوع کو ختم کرتا ہوں کہ حالات جو بھی ہوں، واقعات جو بھی ظہور میں آئیں، انشاءاللہ ماضی کی طرح خطاطی کا مستقبل بھی روشن ہے اور اَب تو مغربی مصوروں نے خطاطی کے الفاظ پر مبنی پینٹنگ بنانا شروع کر دی ہیں۔ یوں خطاطی آئندہ انسانی فنون کے تمام پہلوؤں پر اثر انداز ہو کر رہے گا۔

تذکرہ خطاطین

خطاطِ اعظم اسلام حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم

آپ کا شجرہ یوں ہے علی ابن ابی طالب بن عبدالمطلب .....آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچازاد بھائی اور داماد ہیں۔ بچوں میں سب سے پہلے اسلام آپ نے قبول کیا۔ آپ کو بارہ گاہِ نبوت سے کئی خطاب ملے مثلاً ابُوتراب، اسداللہ، باب العلم وغیرہ.....آپ کا علمی مقام تسلیم شدہ ہے اور تمام علوم میں کاملِ دسترس رکھتے تھے۔ آپ کے زوجہ محترمہ حضرت خاتونِ جنت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا تھیں اور آپ کے صاحبزادے امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما نوجوانانِ جنت کے سردار ہیں آپ کو فن خطاطی سے ہمیشہ محبت رہی اور خط حیری سے معرضِ وجود میں آنے والے خطِ زید کو آپ نے اپنے دورِ خلافت میں کوفہ شہر میں نئی اشکال اور جیومیٹریکل انداز میں ترتیب دے کر اس نوآموز اور فنی نزاکتوں سے بھرپور جس رسم الخط کو ترتیب دیا اُس کا نام خط کوفی پڑا۔ حجازی طرز کا خط تھا آپ کے شاگرد نے آپ کے مقرر کردہ اصولوں کے مطابق کوفی کی اقسام متعین کیں۔ اور یوں خطاطی کے باقاعدہ سفر کا آغاز ہوا۔ اور اس طرح خطاطی کا تمام سہرا آپ کے سر ہے اور آپ کو ہم اسلام میں خطاطِ اعظم تسلیم کیا جاتا ہے۔ دوران خلافت آپ کوفہ کے باہر ایک مسجد میں خطاطی کی تعلیم دیا کرتے تھے۔

فن خطاطی کے بارے میں آپ کے بے شمار ارشادات ہیں۔ آپ نے فرمایا۔

عَلِّمُوْا اَوْلَادَکُمْ بِالْکِتَابَۃِ اَھَمُّ الْاُمُوْرُ وَاَعْظَمُ السُّرُوْرُ

ترجمہ:۔ اپنے بچوں کو خطاطی کی تعلیم دو کیونکہ یہ ایک اہم امر ہے اور اس کا مقام بلند ہے۔

پھر فرمایا:۔

الخَطُّ رِیَاضُ الْعِلْمِ

ترجمہ:۔ خطاطی علم کا باغ ہے۔

پھر فرمایا:۔ اَلْخَطُّ نِصْفُ الْعِلمِ

ترجمہ:۔ خطاطی آدھا علم ہے۔

پھر فرمایا:۔

الخطُّ جَمِیلٌ حِلْیَۃُ الْکَاتِبُ

ترجمہ:۔ اچھا خط لکھنے والے کا حلیہ ہوتا ہے۔

الخَطُّ مَفَاتِیحُ الرِّزْقُ.

پھر فرمایا:۔

الخطُّ مَخْفِیٌّ فِیْ تَعْلِیمِ الْاُسْتَاذُ قَوَامُہٗ کَثْرتُ الْمشَقِ وَدَوَ امُہٗ عَلٰی دِیْنِ الْاِسْلَامَ

ترجمہ:۔ خطاطی اُستاذ کی تعلیم میں پوشیدہ ہے۔اُس کا خمیر کثرت مشق ہے اور اُسے دین اسلام کے ساتھ ہمیشگی حاصل ہے۔

پھر فرمایا:۔

الخطُّ لِلْفَقِرْ مَآلٍ و غِنیٌّ کَمَالُ

ترجمہ:۔ خطاطی فقیر کے مال اور غنی کے لیے کمال ہے۔

آپ نے خطاطی کے لیے خاص ہدایات دیں اور فرمایا کہ قلم کا خط تیز رکھو اور نیز یہ بھی ہدایت دی کہ قلم کے قط کی نسبت سے لفظ یا حرف کو تشکیل دو۔آپ نے خطاطی میں جو قواعد متعارف کرائے اُن میں کرسی، قلم کی نسبت سے لفظ یا حرف، ضابطہ، صفا، شان اور ترکیب شامل ہیں۔

تاریخ ادبیات کے اُستاد ہمائی لکھتے ہیں۔

''کہ شخصیت بزرگ اسلام حضرت امیر المومنین علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ کوفہ را مقر خلافت قرار داد ایں خط بیش تر از پیش رو بترقی گزاشت و مسلم است کہ آنحضرت در پیروئی رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بترویج کتابت توجہ داشتہ است۔''

ترجمہ:۔ کہ اسلام کی بزرگ شخصیت حضرت علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ نے جب کوفہ کو دارالحکومت مقرر کیا تو خطاطی کو پہلے سے زیادہ ترقی دی اور یہ تسلیم شدہ ہے کہ اُن

حضرت (علیؑ) نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی پیروی کرتے ہوئے خطاطی پر توجہ دی.....(اطلس خط)

آپ کے خوبصورت اضافوں کے بعد آپ کے شاگرد ابوالاسود دوئلی سے کافی خطاطوں نے استفادہ کیا جن میں نصر بن عاصم، یحیٰی بن یعمر، خالد بن ابی الہیاج وغیرہ نے خطاطی کی خوب خدمت کی اور بے شمار لوگوں کو خطاطی کی تعلیم دی اور یہ سلسلہ بڑی تیزی سے آگے بڑھا کئی رسم الخط معرضِ وجود میں آئے ابن الندیم اس بارے میں لکھتے ہیں۔

قَالَ مُحمدَّ بنُ اسحٰقَ(بن النديم) فَاوَّل الخطُّ الْعَربَّيةُ، الخطُّ اْلمَكّي وَ بَـعْـدَهُ اَلْـمَـدنِيُ، ثُمَّ اَلبَصرِيُ، ثُمَّ الَكُوْفِي، فَاَمَّا اْلمَكِّي اَلمدْنِي فَفِي اَلفَاتَهُ تعويج الٰى يَمنُة اْليَدُ وَاَعْلاَ اْلاَصَابِع وَ فيُ شكله انضجا ع يَسيرُ.

ترجمہ:۔ یعنی ابن الندیم نے کہا کہ پہلے خط عربی ہوا پھر مکی اور بعد میں مدنی ہوا پھر بصری اور بعد میں کوفی ہوا اور تو کیا جانتا ہے کہ مکی اور مدنی کیا ہے۔ کہ یہ شکل وصورت کے اعتبار سے خوبصورت ہیں اور لکھنے میں آسان ہیں۔ (انبالندیم الفہرست)

اس کے بعد ابن الندیم نے جو اقسام بیان کی ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

(1) المکی (2) المدنی (3) التم (4) المثلث
(5) المدّور (6) الکوفی (7) البصری (8) المشق
(9) التجاوید (10) السلواطی (11) المصنوع (12) المائل
(13) الراصف (14) الاصفہانی (15) السجلی (16) القیر اموز

ومِنْهُ يستخرِجُ الْعَجمَ وَبِهِ وَيَقْرُوْنَ حَدَبُ قَرِيباً وَ هُوَ نوعَان، النَّاصِرى وَالمدّور(ابن النديم)

اس عبارت میں ابن الندیم نے القیر اموز کو اُمّ اقسام خط قرار دیا ہے۔ یعنی اُن کے مطابق قیر اموز رسم الخط سے بہت سی اقسام خط ایجاد گئیں یعنی الناصری اور المدّور بھی قیر اموز سے نکلے۔

ابوحیان توحیدی نے مزید خط کوفی کی اقسام اس طرح بیان کی ہیں۔ وہ اپنی کتاب علم الکتابت میں اس طرح یہ تقسیم کرتے ہیں۔

(1) اسماعیلی (2) مدنی (3) مکی (4) اُندلسی
(5) شامی (6) عراقی (7) عباسی (8) بغدادی
(9) مشعب (10) ریحانی (11) محرّر (12) مصری

اس طرح کتاب الوسیط کے مصنف مزید یوں بیان کرتے ہیں۔

(1) مدوّر (2) محرّر (3) مشجر (4) مربع
(5) متداخل وغیرہ

ابن اثیر یہ تقسیم کرتے ہیں۔

خط کوفی، بصری، واسطی، حیری، معقلی، مصری، نبّاری، قیروانی، قرطبی، شامی وغیرھم (اسد الغابہ، ابن کثیر)

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے خطاطی پر توجہ فرمائی جس کے نتیجہ میں آج دن بہ دن یہ فن ترقی کی منزلیں طے کرتا نظر ہے اور قیامت تک آپ کا فیضان جاری وساری رہے گا آپ نے اپنے دور حکومت میں خطاطوں کو خاص اہمیت دی اور قلم وحروف کی تشکیل کے لیے واضح ہدایات فرمائیں۔ پہلے الفاظ کے دائروں اور کُرسیوں میں اِس طرح کا ربط وضبط نہیں تھا۔ آپ نے روشنائیوں کے بارے میں بھی ہدایات دیں۔ اور آپ نے خطاطی کی جن سمتوں میں راہنمائی کی وہ آج ایک راہنما اُصول بن چکی ہیں۔ آپ کے صاحبزادگان حضرت امام حسنؓ اور سید الشہداء امام حسین رضوان اللہ علیہم بلند پایہ خطاط تھے۔ اُن کے تحریر کردہ قرآن کریم کے کئی پارے آستانِ قدس رضوی ایران اور دیگر مقامات پر محفوظ ہیں۔ آپ کا فیض یافتگان قیامت تک اِس فن شریف کے امین بنے رہیں گے اور یہ فن دنیا بھر میں ایک وجہ آفرین کیفیت پیدا کرتا رہے گا۔

ابوالاسود دوئلی:

یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے شاگرد تھے۔ علم نحو اور علم کلام میں بھی مہارت رکھتے تھے۔ حجاج بن یوسف کی طرف قائم کردہ قرآن کریم کے اعراب اور نقاط لگانے والی کمیٹی میں

شامل تھے۔ ان کے تحریر کردہ قرآن کریم میں اعراب عام طور پر سُرخ رنگ سے بھی لگائے گئے ہیں۔ ابوالاسود نے نحو کا فن بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے اخذ کیا۔ ابوالاسود دوئلی سے خطاطی کی تعلیم حاصل کرنے والوں میں نصر بن عاصم، یحیٰی ابن یعمر، خالد بن ابی الہیاج وغیرہ شامل تھے۔ ابوالاسود دوئلی خط کوفی کو چند اقسام میں لکھنے میں مہارت رکھتے تھے۔

خالد بن ابی الہیاج:

ابن الندیم کے مطابق یہ حضرت علیؓ کے غلاموں میں سے تھے۔ ابتدائی تعلیم حضرت علیؓ سے اور بعد میں ابوالاسود سے حاصل کی۔ خط کوفی کی کئی اقسام میں مہارت رکھتے تھے۔ ابن الہیاج نے ایک مرتبہ قرآن کریم کا نہایت خوبصورت اور منقش نسخہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے لیے لکھا مگر اُنہوں نے یہ کہہ کر شکریے کے ساتھ واپس کر دیا کہ وہ اس کی اُجرت نہیں دے سکتے۔ خالد بن ابی الہیاج نے اُموی دور میں مسجد نبوی شریف میں خط کوفی میں آبِ رز کے ساتھ سورۃ شمس لکھی جو کافی عرصہ تک موجود رہی۔ کہ اُس دور میں سونے کے پانی سے تحریر کرنے کا باقاعدہ آغاز ہو چکا تھا۔ خالد بن ابی الہیاج کی اموی بادشاہ ولید بن عبدالملک نے بے حد پذیرائی کی۔ ابوالاسود دوئلی اور خالد بن ابی الہیاج وغیرہ نے کوفی کی چار اقسام متعارف کرائیں جن میں مکی، مدنی، منقش کوفی اور قیراموز شامل تھے۔

قطبۃ المحرّر:

عہد بنی اُمیہ کے نامور خطاط تھے اور اُموی عہد کے عظیم اُستاد خطاطوں میں اُن کا شمار ہوتا ہے۔ انہوں نے خط کوفی سے مزید چار اقسام جلیل، طومار، معشک اور دیباج متعارف کرائے۔ جلیل طومار اور دیباج وغیرہ عام کوفی کی طرح سیدھ رکھنے والے خط نہ تھے بلکہ قلم کے بھرپور اور خوبصورت استعمال کے خط تھے۔ جلیل اور طومار خط ثلث اور نسخ کا دیباچہ ثابت ہوئے۔ اور معمولی سی تبدیلیوں سے خط جلیل خط ثلث اور طومار محقق میں تبدیل ہو گئے۔ جب کہ دیباج کے الفاظ بھی قدرے مختصر کیے گئے اور یہ خط ریحان کہلایا۔ اس سے یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ خط ثلث، نسخ اور محقق اور ریحان کے اولین موجد قطبۃ المحرر تھے۔

بعد ازاں خطاطوں کے مختصر حالات

آغا مرزا:

نام، دہلی وطن، ارمنی النسل تھے اور میر پنجہ کش کے شاگرد رشید آقا عبدالرشید دیلمی کی طرز پر نستعلیق بہت خوبصورت لکھتے تھے۔ اپنے استاد کے خط سے اپنا خط ایسا ملا لیا تھا کہ یہ فرق مشکل سے ہوتا تھا کہ میر پنجہ کش کی وصلی ہے یا آغا مرزا کی وہ خطِ شفیعہ بھی بہت خوب لکھتے تھے لچھمن سنگھ بقال خوشنویس خط شفیعہ میں انہیں کا شاگرد تھا۔ مگر نستعلیق میں اکثر شاگردوں نے فیض پایا۔ ان میں منشی رحیم اللہ و میر مدد علی الوری بڑے مرتبہ کے استاد نستعلیق گذرے ہیں۔ آغا جنگ آزادی سے پہلے الور آ گئے تھے اور وہیں مستقلاً سکونت اختیار کر لی تھی۔ ان کے خط کی خوبی سے متاثر ہو کر مہاراجہ بنے سنگھ والی ریاست الور (راجستھان) نے ان سے ''گلستان'' لکھوائی جو پندرہ سال ۱۵ کے عرصہ میں تیار ہوئی یہ نسخہ بخط نستعلیق مصور ہے۔ تصویریں الور کے باکمال مصوروں نے بنائی ہیں ۱۸۴۰ء میں سوا لاکھ روپیہ کی لاگت سے یہ کتاب تیار ہوئی۔ آج کل الور کے عجائب خانہ میں بذیل نوادر محفوظ ہے۔ آغا نے ۱۲۷۴ھ مطابق ۱۸۵۷ء ۱۸۵۸ء میں وفات پائی۔ تقسیم ملک تک الور اور جے پور کے متعدد خاندانوں میں ان کی وصلیاں کافی موجود تھیں۔ مگر اب نایاب ہیں۔

آل حسن:

مطبع منشی نول کشور کے عمدہ خوشنویس تھے۔ حضرت شمس تبریز کے کلیات جسکے ۱۰۴۶ صفحات بہت بڑے سائز کے ہیں۔ انہوں نے اور منشی شیو پرشاد خوشنویس کاتب مطبع نے مشترکہ طور پر لکھے ہیں مگر دونوں کے خط میں مطلق فرق معلوم نہیں ہوتا اگرچہ چھپنے کے بعد شان خط قائم نہیں رہتی۔ تاہم پختگی، زور قلم اور باقاعدگی ان کے خط میں بخوبی عیاں ہیں اور بھی متعدد کتابیں ان کی تحریر کردہ ہیں۔ مگر کوئی وصلی دستیاب نہیں ہوئی۔ تیرہویں صدی ہجری مطابق انیسویں صدی عیسوی ان کا زمانہ زندگی ہے۔

حافظ ابراہیم:

حافظ نور اللہ خوشنویس کے بیٹے اور شاگرد رشید تھے، وطن لکھنو تھا کثرت مشق سے خط میں ایسا کمال پیدا کیا تھا کہ باپ اور بیٹے کے خط میں فرق معلوم کرنا ممکن نہ تھا۔ نواب سعادت علی خان والی اودھ (عہد حکومت ۱۲۱۲ھ/۱۷۹۸ تا ۱۲۲۹ھ/۱۰۱۴ء) نے ان کے والد سے اپنے لئے گلستان لکھوائی تھی وہ مکمل نہ کر سکے تھے کہ انتقال ہوگیا۔ حافظ ابراہیم باپ کے انتقال کے بعد جب حاضر دربار ہوئے تو نواب نے دریافت کیا کہ ہم نے مرحوم سے گلستان لکھوائی تھی خدا جانے اس کا کیا بنا؟ انہوں نے عرض کیا کہ سات باب تو والد صاحب نے لکھ لیے تھے۔ آٹھواں بندہ لکھ کر پیش کر دے گا۔ نواب چپ ہو رہا مگر جب انہوں نے حسب وعدہ تکمیل کر کے کتاب پیش کی تو مبصرین دونوں کے خط میں فرق تلاش کرنے سے قاصر تھے۔

انہوں نے خط نستعلیق کے دائروں میں ترمیم بھی کی تھی۔ یعنی بیضوی دائروں کو کچھ گول کر کے آفتابی دوائر کے قریب پہنچا دیا تھا۔ مگر مکمل آفتابی نہیں ہونے دیا۔ یہ ترمیم عام طور پر بہت پسند کی گئی اور بیشتر خوشنویسان عصر نے اس انداز کو اپنایا۔ یہ خط نستعلیق کے استاد کامل تھے۔ ان کے شاگردوں میں منشی ہادی علی با کمال خوشنویس گذرے ہیں۔

حافظ ابراہیم

وطن دہلی خلیق و متواضع اور متقی و متشرع بزرگ تھے۔ نسخ و نستعلیق کے مسلم الثبوت استاد گزرے ہیں۔ ابوالنصر معین الدین اکبر شاہ ثانی بادشاہ دہلی کے عہد حکومت (۱۲۲۱ھ/۱۸۰۶ء تا ۱۲۵۳ھ/۱۸۳۷ء) میں امراء و شاہزادگان دہلی کے استاد خوشنویسی تھے۔ ان کی ایک وصلی کا عکس فہرست مخطوطات دہلی میوزیم بزبان انگریزی مرتبہ خان مولوی ظفر حسن میں چھپا ہے۔

مرزا ابراہیم

اصفہان وطن، سات رسم الخطوں کے ماہر اور خط نستعلیق کے استاد کامل تھے۔ میر معزّ اور مولانا شاہ محمد نیشاپوری کے ہمرتبہ شہرہ آفاق خوشنویس تھے۔ ان کے بہت سے فن پارے محفوظ ہیں۔

مولانا ابراہیم استرآبادی:

عہد اکبری کے خط نسخ و نستعلیق کے استاد تھے ان کا قلمی ایک بہترین قرآن مجید بخط غبار جس میں اور کئی نمونہ خطوط ہیں۔ دہلی میوزیم میں محفوظ ہے یہ نسخہ متبرکہ ۹۵۷ھ/۱۵۵۰ء کا تحریر شدہ ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے بہت سے قطعات بھی لکھے۔ بے شمار شاگردوں کو تربیت دی۔

ابراہیم بن المحسن:

اسحٰق بن حماد کے شاگرد تھے جن کے حالات دریافت نہ ہو سکے۔ خلیفہ بن عباس المہدی بن منصور (از ۱۵۸ھ/۷۷۵ء تا ۱۶۹ھ/۷۸۵ء) کے معاصر تھے اور مشہور خوشنویس، اس وقت تک خط کوفی رائج تھا اس میں ان کو کمال حاصل تھا۔ کئی قرآنی نسخہ جات کی کتابت کی۔

ابراہیم بن بلال:

عالم متجر اور فاضل اجل تھے علم ادب ولغت اور فن خوشنویسی میں خاص مرتبہ رکھتے تھے۔ بادشاہ سلطان عزالدولہ بختیار دیلمی کے کاتب تھے اور اس کے بعد عضد الدولہ دیلمی کے مقرب ہو گئے۔ اور اُس کے نام پر انہوں نے کتاب تاج المآثر مصور کی۔ خط کوفی و نسخ میں کمال حاصل تھا اُن کی شہرت دور دور تھی۔ ۳۸۱ھ/۹۹۱ء میں انتقال ہوا۔

ابراہیم حسین:

دور اکبری کے نامور خطاط گزرے ہیں۔ (۱۰۰۱ھ/۱۵۹۶\۱۵۹۳ء) میں انتقال ہوا۔ بہت سی کتابوں کی خطاطی کی۔ کئی مصور نسخے لکھے اور بہت سے قطعات لکھے۔

ابراہیم بن بلال:

شاہ محمد صفوی (۹۸۵ھ/۱۵۰۰ء) کے امراء میں سے تھے اُن دنوں اورقم کے حکمران قدردان تھے۔ علماء فضلا اور اہل علم وفن کے سرپرست تھے۔ نسخ و نستعلیق کے بہترین خوشنویس

ہونے کے علاوہ طلا کاری و مرصع نگاری میں بھی کمال حاصل تھا۔ محمد شاہ نے ان کو اپنا سفیر بنا کر سلطان مراد خاں شاہ قسطنطنیہ کی خدمت میں بھیجا۔ سلطان نے ان کو کمالات میں کامل پا کر بہت قدر کی اور صحیفہ سجادیہ ان سے لکھوایا۔ یہ نسخہ جب انہوں نے لکھ پر پیش کیا۔ تو کمال خط دیکھ کر سلطان حیران رہ گیا۔

ابراہیم میرزا:

بہرام میرزا ابن شاہ اسماعیل صفوی بادشاہ ایران کے شہزادے تھے۔ ان جیسا باکمال اور اہل کمال کا قدردان شاہزادہ کوئی نہ ہوا۔ علوم ادبیہ ریاضیہ، تواریخ، انساب، نجوم، تجوید و قرأت وغیرہ ہی میں ان کو کمال حاصل نہ تھا۔ بلکہ فن موسیقی، زرکشی، زرگری، نقاشی، خوشنویسی، تیر اندازی، شہسواری، میں بھی اپنا جواب نہ رکھتے تھے۔ شاعر و ادیب بھی تھے۔ صرف چوبیس برس کی عمر پائی تھی۔ کہ ظالم شاہ اسماعیل ثانی نے دوسرے شاہزادوں کے ساتھ ان کو بھی ۹۸۴ھ ۱۵۷۷ء میں قتل کرایا۔ ڈیڑھ برس بعد ظالم اسماعیل ثانی بھی فوت ہو گیا۔ انہوں نے بہت سے نادر قطعات لکھے۔ ان کا قلم بہت پختہ تھا اور ان کے خط میں خوب نکھار تھا۔

ابن البواب:

ان کا پورا نام ابوالحسن علاؤالدین علی بن ہلال ہے۔ مگر ابن بواب مشہور ہیں۔ اور اسی عرف سے پہچانے جاتے ہیں۔ اس لئے ابن البواب کو بطور نام استعمال کیا جاتا ہے۔ ان کے بزرگ سلاطین وقت کے درباروں سے متعلق رہے۔ اور ان کے والد ہلال، منصب بوالی (دربانی) پر فائز تھے جو اس زمانے میں معزز عہدہ سمجھا جاتا تھا۔ اس نسبت سے یہ ابن البواب مشہور ہیں انہوں نے اپنے بزرگوں کی طرح کسی دربار سے اپنا تعلق پیدا نہیں کیا۔ بلکہ علم و فضل حاصل کر کے فن خوشنویسی میں نامور ہوئے۔ چنانچہ انکا لقب کاتب الکتاب ہے یہ فاضل اجل اور ادیب باکمال تھے۔ بنی عباس کا خلیفہ القادر باللہ ان کا معاصر تھا۔ ان مقلہ کے بعد ان کے زمانے تک ان کے مرتبے کا کوئی خوشنویس پیدا نہیں ہوا ابن مقلہ واضع قواعد خوشنویسی تھے۔ تو ابن البواب نے خطوط کو قواعد کی پابندی سے معراج کمال پر پہنچایا ابن البواب کے خط کی نمایاں

خوبی وخصوصیت اُس میں اعلیٰ درجہ کا نکھار اور نزاکت ہے۔جس کی پیروی آج بھی خوشنویسان عربی کرتے ہیں۔

ابن البواب، ابوعبداللہ محمد بن اسد بن علی بن سعید قاری بغدادی کے شاگرد تھے۔اُن کے استادمحترم کوان کی شاگردی پرفخر تھا۔اس عہد کے تمام خوشنویس یا توان کے معتقد تھے یا شاگرد تھے ان کی مجلس ہر وقت علماء وامراء مبصران فن اور طالبان خطاطی سے بھری رہتی تھی۔ چنانچہ ابوعبداللہ بن جعفر بغدادی جوخود بھی خطاط تھے اور اعلیٰ پائے کے محقق تھے نے تحریر کیا کہ ایک روز میں ابن البواب کی مجلس میں گیا تو دیکھا کہ تمام خوشنویس بحیثیت شاگرد اُن کی خدمت میں حاضر ہیں۔ابن بواب کے ہاتھ میں قرآن مجید کا ایک ورق تھا جس کو وہ لکھ رہے تھے۔میں نے اسے دیکھا تو حسن خط کے باعث مجھ پر وجد طاری ہوگیا۔تعریف وتوصیف کے بعد میں نے دریافت کیا کہ ایسی کتابت آپ روزانہ کس طرح فرماتے ہیں تو کہا کہ تین ماہ میں پورا قرآن مجید لکھ لیتا ہوں۔کہتے ہیں کہ ابن بواب نے اپنی عمر میں چونسٹھ 64 مکمل قرآن مجید لکھے۔۴۲۳ ہجری بطابق ۱۰۳۱/۱۰۳۲ء میں بمقام بغداد انتقال ہوا اور امام احمد بن حنبل کے جوار میں دفن ہوئے۔

نواب ابو برکات خان

نواب عبدالاحمد خاں کے چچا تھے۔اورعمائدین کشمیر میں شمار ہوتے تھے۔عربی وفارسی کے زبردست عالم و انشاء پرواز تھے۔ درایت خاں کی طرز پر خط شکستہ کے مسلم الثبوت استاد تھے۔راجہ کنول کشن دیوان راجہ بہادر کشائن ان کے شاگرد تھے۔ان دونوں شاگردوں سے بہتر خط شکستہ کا کوئی خوشنویس کشمیر میں نہیں ہوا۔ان کو کئی مغل شاہزادوں کی استادی کا بھی شرف حاصل تھا۔

ابوالبقا اعوسری:

خط نستعلیق کے عمدہ خوشنویس تھے۔ان کی تحریر کردہ قلمی ایک جلد ''مناہج'' جومطلا اور گل کاری سے آراستہ ہے۔دہلی میوزیم میں محفوظ ہے۔

حافظ قاضی ابوالحسن:

قاضی ابوالحسن نامور خطاط قاضی عصمت اللہ خان کے شاگرد تھے۔ اور انہیں کی طرز پر خط نسخ بہت بہتر لکھتے تھے۔ مسلم الثبوت استادانِ خط عربی میں انکا شمار تھا خلیق و متواضع اور متقی و پرہیز گار بزرگ تھے۔ مزید حالات دستیاب نہیں ہو سکے۔

ابوالحسن رواندی

پورا نام ابوالحسن احمد بن یحیٰ بن اسحٰق ہے۔ خلیفہ المتوکل کے معاصر تھے۔ عالم اجل اور فاضل اکمل ہونے کے علاوہ بہترین خوشنویس بھی تھے۔ خط نسخ، ثلث اور محقق کے بہترین استاد تھے۔ قرآنی خطاطی میں ماہر تھے۔ بغداد میں جب ترکوں کا زور ہوا تو گوشہ نشین ہو گئے تھے۔ تیسری صدی ہجری مطابق نویں صدی عیسوی میں انتقال ہوا۔

میر ابوالحسن:

میر ابوالحسن سادات رضویہ میں سے صحیح النّسب سیدّ تھے۔ ان کے بزرگ ان کی پیدائش سے دو تین پشت پہلے دہلی آ کر آباد ہوئے۔ انہوں نے نسخ و نستعلیق محمد حفیظ خاں سے سیکھا اور کامل خطاط کے مرتبے پر پہنچے۔ ان کی نسبت مولانا غلام محمد ہفت قلم دہلوی اپنے تذکرہ میں لکھتے ہیں۔

''از فرط کتابتش بخوشخطی و بقید قواعد خوشنویسی چہ نویسم اگر راست گویم دروغ معلوم شود'' یعنی اُن کی انتہائی خوبصورت کتابت و خوشخطی جو کہ قواعد کے مطابق تھی کیا لکھوں۔ اگر کچھ لکھوں گا تو لوگ جھوٹ سمجھیں گے۔

نستعلیق آقا عبدالرشید کی طرز پر لکھتے تھے۔ ایک مدت تک نواب عبدالاحد خاں کی رفاقت میں رہے۔ پھر اکبر شاہ ثانی (۱۲۲۱ھ/۱۸۳۷ء تا ۱۲۵۳ھ/۱۸۳۷ء) کے درباری خوشنویس ہو گئے اور زندگی مکمل سکون اور آرام سے بسر کی۔

ابوالعال بک:

منجملہ فضلا، شعرائے ترکی کے ہم عصر تھے اور مشہور خوشنویس بعض کا قول ہے کہ خط

تعلیق کے موجد یہی ہیں۔ مگر یہ قول صحیح نہیں۔ البتہ پ، ژ اور ج کے لفظوں کی ایجاد ان کی ہے۔ حسن خط میں وحید عصر شمار کے جاتے تھے۔ تاریخ وسنہ وفات معلوم نہ ہوسکا۔ اُن کے نمونے حُسنِ خطاطی کا اثاثہ ہیں۔

غلام ابوالفرج بن جوزی:

اصل نام جمال الدین عبدالرحمٰن بن محمد بکری ہے اور عرف مذکور الصدر اسی سے عام طور پر مشہور ہیں۔ اس لئے ہم نے بجائے نام عرف درج کیا ہے۔ یہ بغداد کے مشہور ومعروف واعظ ومعلم تھے اور زبردست فاضل، ان کا سلسلۂ نسبت حضرت ابوبکر صدیق ؓ سے ملتا ہے۔ خوشنویسی میں ابن بواب کے شاگرد تھے اور باکمال خوشنویس نیز مشہور مصنف، بقول مصنف کتاب پیدائش خط وخطاطان ۵۹۰ھ ۱۱۹۳\۱۱۹۴ء میں انتقال ہوا اور بقول مولانا شبلی ۵۹۷ھ / ۱۲۰۰\ ۱۲۰۱ء میں، شیخ سعدی شیرازی انہیں کے شاگرد تھے۔

شیخ ابوالفضل:

شیخ ابوالفضل ابن شیخ محمد خوشنویس ہفت قلم تھے اپنے والد کی مانند خوشنویسی کے اُستاد تھے۔ وطن سندھ تھا۔ رسوم الخطوط اور نستعلیق میں عربی مہارت رکھتے تھے۔

ابوالفضل خازن:

ابوالفضل خازن دینوری اور خراسانی مشہور شخصیت، عمدہ شاعر اور بہترین خوشنویسی خط عربی تھے۔ بقول ابنِ خلکان ۵۴۲ھ /۱۱۴۸ء میں انتقال ہوا۔ کئی فن پارے یادگار چھوڑے۔

حاجی مرزا ابوالفضل ساوَجی:

اصل نام مجد الدین ہے مگر ابوالفضل ساوَجی مشہور ہیں۔ ان کا وطن تہران تھا دیگر کمالات کے علاوہ خوشنویسی میں امتیازی مرتبہ حاصل تھا ایرنی عمارتوں کے بیشتر کتبے انہیں کے ہاتھ سے لکھے گئے ہیں۔ ''دانشورانِ ناصری'' کے مصنف نے ان کا نام بڑے ادب سے لیا ہے شعروسخن میں بھی خاص شہرت تھی۔ سفر یورپ بھی کیا تھا۔ مختلف علوم وفنون میں بہت کم عمر میں کمالات حاصل

کرلیا تھا۔صرف بتیس ۳۲ برس کی عمر تھی کہ ۱۳۱۲ھ/۱۸۹۵ء میں انتقال ہوگیا۔

ابوالفیض فیضی فیاضی:

یہ شیخ مبارک کے بڑے بیٹے تھے۔ناگور علاقہ راجستھان کے باشندے اور شہنشاہ اکبر کے مشہور وزیر اعظم تھے ان کے مفصل حالات سے تاریخی کتابیں پر ہیں بہترین شاعر و انشا پرداز وغیرہ ہونے کے علاوہ نہایت عمدہ خوش نویس نستعلیق وغیرہ بھی تھے ان کی تصنیف کردہ ایک کتاب اُنہی کی خطاطی میں الورمیوزیم میں محفوظ ہے۔جوان کے کمال خوشنویسی کی آئینہ دار ہے۔

ابوالقاسم الحسین:

نام مزید حالات معلوم نہیں ان کی قلمی ایک وصلی خط شکستہ دہلی میوزیم میں محفوظ ہے۔

ابوالمعالی نحاس اصفہانی:

نام متعدد علوم وفنون کے ماہر تھے۔خوشنویسی میں بھی کمال حاصل تھا۔ان کے علم وفضل اور کمالات کی شہرت سن کر بنی عباس کے اٹھائیسویں خلیفہ المستظہر نے ان کو طلب کیا۔اور درجہ بدرجہ ترقی دیکر اپنا وزیر مقرر کرلیا۔وزارت کی مصروفیات کے باوجود خط کی مشق برابر کرتے رہے۔عربی وفارسی دونوں خط بہت پاکیزہ تھے۔مگر نسخ بہت ہی نفیس لکھتے تھے۔۶/۱۱۱۵/۵۰۹ ۱۱۱ میں انتقال ہوا

(اتابک) ابوبکر بن سعد زنگی:

شیخ سعدی ان کے بہت مداح تھے۔یہ کئی خطوط کے عمدہ خوشنویس تھے۔زمانہ حکومت ۶۲۶ھ/۱۲۲۸تا۱۲۵۸/۶۵۶ ہے۔یہ شیراز کے علماء دوست بادشاہ تھے۔خوشنویسی سے زیادہ فن بصیرت حاصل تھی۔

ابوبکر جامی

ابوبکر بن اسحٰق حامی ان کا سلسلۂ نسب مولا عبدالرحمٰن جامی سے ملتا ہے۔متعدد کمالات

کے علاوہ خط نسخ و نستعلیق بہت اچھا لکھتے تھے۔ خراسان سے بہت لوگوں نے فن خوشنویسی میں استفادہ کیا۔ کئی کتابیں اور قرآنی مصاحف تحریر کیے۔ کئی قطعات یادگار تحریر کیے۔ مگر بہت کم دستیاب ہیں۔ ابو الفضل علامی نے ان کا نام خوشنویسی میں شہرۂ آفاق درج کیا ہے ۱۰۷۷ھ/۱۶۶۶/۱۶۶۷ء میں انتقال ہوا۔

مرزا ابوتراب اصفہانی.

یہ میر عماد کے شاگرد شاہ عباس کے معاصر تھے۔ بادشاہ کی میر عماد سے ناراضگی کے باوجود یہ پہلے شخص تھے۔ جو میر عماد کی نعش پر روتے ہوئے پہنچے اور اسکو ادب و احترام کے ساتھ دفن کیا۔ اور پھر مرثیہ کہا۔ جس زمانے میں بادشاہ کی ناخوشی کے سبب امراؤ عمائدین نے میر عماد سے آنکھیں پھیر لی تھیں۔ یہی فرد واحد تھے۔ جو عماد کی برابر خدمت کرتے رہے۔ چونکہ متمول شخص تھے۔ اسلئے اُن کی مالی امداد بھی خوب کرتے تھے۔ میر عماد نے اُن کی تربیت خط پر بڑی توجہ کی اور اُن کو ایسے درجۂ استادی پر پہنچا دیا کہ یہ ''رئیس الخطاطین'' کے لقب سے یاد کیے جاتے تھے۔ شاہ عباس کے عہد سلطنت از ۹۹۶ھ/۱۵۸۸ء تا ۱۰۲۸ھ/۱۶۲۹ء میں زندہ تھے۔ یہ میر عماد کے صاحب باطن ہونے کے بھی معتقد تھے۔ جسکا اظہار اُن کے بیان کے حوالے سے تذکرہ نصر آبادی میں مرزا محمد طاہر نصر آبادی اصفہانی نے اس طرح کیا ہے۔ کہ میں (مرزا ابوتراب) ایک روز قہوہ خانہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ میر عماد ادھر سے گزرے میں نے دل میں کہا کہ میر عماد صاحب باطن ہیں تو یہاں آئیں گے۔ چنانچہ میر عماد تھوڑی دور جا کر لوٹے قہوہ خانہ میں آکر بیٹھے قہوہ پیا اور یہ کہہ کر کہ ہمارے شہر میں ایسا ہی ہوتا ہے چلے گئے۔ مجھے اعتقاد پیدا ہوا اور ایک روز ان کے مکان پر حاضر ہو گیا۔ بارہ سال تک ان سے مشق خط کی۔ حتی کہ میری نشست سے اس فرش پر نشان پڑ گئے۔ جس پر بیٹھ کر مشق کیا کرتا تھا غالباً اسی فرشی نشان کی وجہ سے اُن کا لقب ترابی ہوا۔ تذکرہ مذکور میں ان کا ذکر ''ترابا'' کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔

ابوحنیفہ:

اصل نام عبدالرحمٰن بن حسن زوزین تھا مگر ابوحنیفہ مشہور عام تھے، بلند پایہ محدث اور خط نسخ کے بہترین خوشنویس تھے۔ زود نویسی میں ان کے معاصرین میں کوئی شخص ان کا مقابلہ نہ کر

سکتا تھا۔ کمال یہ تھا کہ باوجود جلد تر لکھنے کے خط کی شان بدستور قائم رہتی تھی۔ انہوں نے اپنی زندگی میں چار سو قرآن مجید لکھے۔ فی قرآن شریف پچاس دینار اجرت لیتے تھے۔ بحالت سفر مکہ معظمہ ۴۵۵ھ ۱۰۶۳ء میں انتقال ہوا۔

منشی ابوسعید مرزا:

عہد اکبری کے خط تعلیق کے خوشنویس تھے۔ خوب لکھتے تھے مہارت کے سبب مخطوطوں میں خوبصورتی دیکھنے کے قابل تھی۔

ابومحمد اسمٰعیل:

سبزوار وطن تھا محمد حفیظ خاں کے شاگرد اور محمد شاہ کے عہد کے اچھے خوشنویس تھے۔ دہلی میں انتقال ہوا۔ ان کی ایک وصلی بخط نستعلیق جلی دہلی میوزیم میں محفوظ ہے۔

شیخ احسان علی

نارنول وطن تھا خوشنویسی ان کا آبائی ورثہ تھا۔ منشی بہاری لال کے شاگرد تھے جو کہ میر پنجہ کش کے شاگرد تھے۔ کثرت مشق سے درجہ استادی پر پہنچے اور جے پور میں بہت لوگوں نے ان سے یہ فن سیکھا۔ یہاں محکمہ یعنی سیشن کورٹ میں سرشتہ دار تھے۔ سرکاری کثرت تحریر کے باوجود مشق خط برابر کرتے رہتے تھے۔ نسخ، شکستہ، تعلیق اور نستعلیق خوب لکھتے تھے۔ مگر مسلم الثبوت استاد نستعلیق کے تھے۔ جے پور میں انتقال ہوا۔ تیرہویں صدی ہجری کے خوشنویسوں اور مشاق خطاطوں میں ان کا شمار ہے۔ ان کی کثیر وصلیاں دہلی میں موجود ہیں۔

احمد:

مزید حالات معلوم نہ ہو سکے۔ ان کی ایک عمدہ وصلی بخط نستعلیق جلی دہلی میوزیم میں محفوظ ہے۔

سلطان احمد بغدادی:

سلطان اویس جلائر کے صاحبزادے تھے اور چھ قسم کے خط بہترین لکھتے تھے۔ بغداد کے فرمانروا تھے اور مجموعۂ کمالات، مصوری، زرنگاری وغیرہ میں بڑے بڑے ماہران کے شاگرد

تھے۔موسیقی میں بھی کمال حاصل تھا کہ خواجہ عبدالقادر جیسا زبردست ماہر موسیقی کا ران کا شاگرد تھا۔اس فن پر ان کی تصانیف بھی تھیں۔جو مدت تک اہل فن کا دستور العمل رہیں۔شعروسخن کے دلدادہ تھے حافظ شیراز کو انہوں نے کئی بار بغداد بلایا مگر وہ نہ گئے۔ان کی غزلوں میں ایسے اشارات موجود ہیں۔

انہوں نے امیر تیمور کو مندرجہ ذیل قطعہ جو انہیں کی تصنیف ہے۔سات قسم کے خطوط میں نہایت نفیس لکھ کر بھیجا تھا۔

گردن چرا نہیم جفائے زمانہ را زحمت چرا کشیم بہر کارِ مختصر
دریا و کوہ را بگذاریم و بگذریم سیمرغ وار زیر پر آریم خشک و تر
یا بامراد برسر گردوں نہیم پائے یا مرد وار در سرِ ہمت کنیم سر

امیر مذکور کے اشارہ پر اسکے جواب میں حسب ذیل قطعہ کہہ اور نہایت خوشخط لکھکر میران شاہ اور شہزادہ خلیل نے ان کو ارسال کیا:۔

گردبنہ جفائے زماں راوسر پیچ کاربزرگ رانتواں داشت مختصر
سیمرغ و ارازچہ کنی قصد کوہِ قاف چوں صعوہ خورد باش و فروزیر بال و پر
بیرون کن از دماغ خیال محال را تادر سر سرت نہ رود صد ہزارسر

ان کے حسن خط کی دور دور شہرت تھی۔

احمد بن حسن میمندی:

نام احمد مگر حسن میمندی مشہور ہیں۔سلطان محمود غزنوی کے وزیر تھے۔اور علوم وفنون کے ماہر وعالم نہایت ہنرمند ومبصر فن خط اور بہترین خطاط وعربی وفارسی سیاست کے ماہر اور مسلم مدبر تھے۔وزارتی ذمہ داریوں کی مصروفیات کے باوجود بھی مشق خط کرتے تھے۔ ۴۲۷ھ/۱۰۳۵/۱۰۳۶ء میں انتقال ہوا۔

ابوجعفر احمد بن عباس:

کنیت ابوجعفر تھی اور بادشاہ مریہ کے وزیر تھے۔اور بقول حاجی محمد زبیر مصنف ''اسلامی کتب خانوں کی سیر'' بڑے پایہ کے خوشنویس نور میں موجود خطاطوں سے آگے تمام ممالک اسلامی سے بڑے ہوئے تھے۔

مولانا میر احمد تبریزی

ایران کے بیمثل خوشنویس خط نسخ گزرے ہیں۔ان کے بعد سے آج تک ایران میں ایسا خوشنویس نسخ پیدا نہیں ہوا۔ان کا قلمی قرآن مجید نورالدین بک مصطفیٰ ترکی کے عجائب خانہ میں محفوظ ہے۔جس کا نمونہ بوجہ خوبی خط کتاب پیدائش خط وخطاطان میں طبع ہوا ہے۔نیز انکی تحریر کردہ آیت لکرسی ایوان آئنہ چہل ستون اصفہان پر کندہ ہے اور سنہ تحریر ۱۱۲۷ھ درج ہے۔جو ۱۷۱۵ء کے مطابق ہے۔

میر احمد حسن الحسینی:

ابن سید علی لکھنؤ میں پیدا ہوئے سادات نشیا پور میں سے تھے۔نواب کلب علی خاں والی رام پور کے عہد میں رام پور گئے اور وہیں تکمیل علوم کی لیکن خوشخطی کی طرف زیادہ توجہ ہوئی۔تو میر عوض علی اور ان کے شاگرد و مولوی الٰہی بخش سے یہ فن سیکھا۔بائیس سال کے سن میں نستعلیق کا شوق ہوا اور اتنی مشق کی کہ اپنا خط میر عماد کے خط سے ملا دیا لارڈ منٹو وائسرائے ہند نے کتب خانہ رام پور میں آپ کی جلی تحریر دیکھ کر کہا کہ یہ قلم کی تحریر نہیں ہے۔میر صاحب نے وہیں کھڑے کھڑے اس سے زیادہ جلی تحریر لکھ کر دکھا دی جس سے وہ حیرت زدہ رہ گیا۔آپ نے بہت سے شاگردوں کو تعلیم دیکر استاد فن کے مقام پر پہنچایا۔میر صاحب نہایت مہذب و منکسر المزاج تھے۔

منشی احمد حسن خان:

احمد حسن خان کا تخلص عروج تھا اور آپ منشی محمد حسن خان کے فرزند تھے۔قصبہ آستیون ضلع لکھنؤ کے علاقے فرد آباد میں پیدا ہوئے دھلی اور لکھنؤ میں زیادہ رہے ۱۲۸۸ھ ۱۸۷۱ء میں بعہد نواب کلب علی خان والی رام پور کے ہاں پہنچ کر سو روپیہ ماہوار کے ملازم ہو گئے۔عربی میں پوری مہارت رکھتے تھے فارسی کے فاضل تھے۔خط نستعلیق بہت خوبصورت لکھتے تھے۔

احمد رضا

ان کے حالات نامعلوم ہیں۔ان کی ایک عمدہ وصلی بخط جلی نستعلیق دہلی میوزیم میں محفوظ ہے۔

احمد شاہ طبیب:

احمد شاہ کے ساتھ لفظ طبیب علم طب میں کمال کے باعث شامل ہو گیا خط نسخ میں بڑا کمال حاصل تھا ترکستان و بخارا اور مادرا، النہر وخراسان میں بہت شہرت تھی۔اور ان سے بہت لوگوں نے فیض خط حاصل کیا ۱۲۱۵ھ ۱۲۱۵ء میں انتقال ہوا۔

مرزا احمد طباطبائی

احمد طباطبائی نواب مرید خان کی اولاد میں سے تھے فیض آباد میں مولانا غلام محمد ہفت قلمی ان سے ملے تھے وہ لکھتے ہیں کہ:۔''صاحب فہم وراس، خط شکستہ ونسخ وغیرہ بردیہ خاندان فوربہ کمال رسانیدہ ودارخوش قلمی دادہ، باوجود فضائل ہنر خلیق بود''

احمد علی

ارشد تخلص تھا اور عہد عالمگیری کے نامور طغرا نویس اور خطاط تھے فتح پور سیکری کے بلند دروازہ کے مغربی بازو کے کونے پر جو طغرا ہے جس میں پنج تن پاک اور خلفائے راشدین کے نام کندہ ہیں وہ انہیں کے کماں خط کا نمونہ ہے۔

نواب احمد علی

نواب احمد علی کا لکھنؤ وطن تھا، باعلم خوش باش اور امیر کبیر تھے میر بندہ علی مرتعش رقم خط نسخ میں اُن کے شاگرد تھے۔

قاضی احمد غفاری:

قاضی احمد غفاری، قاضی محمد غفاری کے فرزند تھے جو ایرانی النّسل بزرگ تھے خوشگوار

شاعر و بذلہ سنج ادیب ہونے کے علاوہ خط نستعلیق کے اعلیٰ خوش نویس بھی تھے شاہزادہ پرویز کے معلم خط رہے اور اس کی وفات کے بعد ترک ملازمت کر کے گوشہ نشین ہو گئے ۱۰۴۰ھ ۱۶۳۰ء میں داعی اجل کو لبیک کہا ان کا تفصیلی حال منتخب التواریخ جلد سوم میں درج ہے حسب ذیل اشعار ان کی جدت طبع کا نتیجہ ہیں ان کی وصلی بھی انہوں نے تیار کی تھی خوشنویسی کے ساتھ زود نویس بھی تھے۔

چہل سال عمرم بخط شد تلف — سرِ زلف ناہد با آسان بک
زمشقش دمے ہر کہ فارغ نشست — چورنگ حنا رفت خطش زدست
مکن جزیہ تحریر اوقات صرف — کہ صورت نمی آیداز صوت حرف

ارغون کابلی:

بعض حالات نویسوں نے ان کا نام عبداللہ ارغون لکھا ہے اور مولانا کے اعزازی خطاب سے یاد کیا ہے۔ نیز یاقوت مستعصمی کا شاگرد تحریر کیا جسے یاقوت کے ایک دوسرے شاگرد عبداللہ تھے جن کا وطن ہرات تھا اس وجہ سے دونوں کے حالات خلط ملط کر دئے گئے ہیں حالانکہ یہ دو صاحبان الگ الگ ہیں ابوالفضل نے دونوں کا ذکر جدا جدا کیا ہے۔ ارغون بفتح اور لفظ فارسی ہے جو ایک باجے کا بھی نام ہے جس کو ارغنون بھی کہتے ہیں اور راغن بھی یعنی آرگن نیز تیز وضدی گھوڑے کے لئے بھی یہ لفظ استعمال ہوتا ہے اور ترکی میں ایک قوم ترک کا نام ارغون اُسی نسل سے تھے تمام خطوط عربی میں ان کو عالمگیر شہرت حاصل تھی یاقوت کے بڑے شاگردوں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔

اسداللہ کرمانی:

اسداللہ کرمانی شیخ محمد کرمانی سے علم حاصل کیا خطاطی میں کثرت مشق سے کمال پیدا کیا ان کا قلمی ایک قرآن مجید کتب خانہ آباصوفیہ کی بوجہ حسن خط زینت ہے ۸۹۳ھ ۱۸۸۸ء میں انتقال ہوا۔

اسد علی:

ان کا حال معلوم نہیں ہوسکا البتہ ان کی قلمی وصل بخط نسخ دہلی میوزیم میں محفوظ ہے۔

اسمٰعیل جوہری:

پورا نام احمد نصر اسمٰعیل بن حماد جوہری ہے اور افتخار الاشرف لقب تھا نشیا پور وطن تھا مصنف صحاح اللغتہ نے لکھا ہے کہ ان کے خط میں ابنِ مقلہ کے خط کا رنگ ہے یہی رائے علامہ جلال الدین سیوطی کی ہے۔ طلب علم اور مشق خط تمام عمر کرتے رہے لغت عرب میں کتاب بھی تصنیف کی۔ سیر وسیاحت بہت کی آخر میں نیشا پور میں مقیم رہ کر طلبہ کو فیض پہنچاتے رہے۔

اشرف خان:

اصل نام محمد اصغر تھا مگر مشہور اشرف خان تھے عرب شاہی سادات میں سے تھے اور اکبری دربار سے منسلک سات قسم کے خط بہت نفیس لکھتے تھے مگر نستعلیق کی شان بہت بلند تھی ۹۸۸ھ ۱۵۸۱ء میں انتقال ہوا۔ مگر مرتب فہرست مخطوطات دہلی میوزیم کا قول ہے کہ ان کا نام میر محمد اشرف تھا اور خطاب اشرف خان تھا جو اورنگ زیب عالمگیر نے دیا تھا اور یہ امرائے شاہجہاں میں سے تھے اور ان کی وصلی کا بیاض بختاور خان کے صفحہ ۷۷ پر ہونا تحریر کیا ہے کہ جو عہد عالمگیر میں فوت ہوا اور ان کا سنہ وفات ۱۰۹۷ھ ۱۲۸۵\۱۲۸۶ء درج کیا ہے۔

سید اصغر علی

اصغر علی آبرو تخلص تھا۔ استاد ابرو مشہور تھے ان کو ''جواہر رقم'' کا خطاب دیا گیا تھا نیز ان کو ''پنجہ شکن'' پنجہ کشان بھی کہتے تھے ان کا وطن قدیم رام پور تھا اور سکنہ لوٗنک ۱۲۹۹ھ ۱۸۵۳\۱۸۵۲ء میں پیدا ہوئے جہاں انکے والد مولانا حکیم سید محمد انوار علی نسبِ شاہی تھے۔ ۱۲۷۶ھ ۱۸۶۹ء میں رام پور گئے اور وہاں سید نادر علی قند بہاری المشہور ''نادر رقم'' سے جو وہاں اس زمانے کی اعلیٰ خوشنویس تھے۔ خوشنویسی سیکھی نادر رقم معجز رقم قندھاری کے شاگرد تھے یہ اہل علم وفن اور خط نستعلیق کے بہت اچھے خوشنویس اور اچھے طبیب بھی تھے۔ ۱۸۸۷ میں جب لوٗنک

میں ریاستی کونسل کا محکمہ قائم ہوا تو انہیں نویس مقرر کیا گیا شاعر بھی اچھے تھے اس لئے ٹونک ریاست نے فخر الشعراء'' کا خطاب بھی دیا تھا تقریباً ۳۰ تصانیف یادگار چھوڑیں جن میں سے بعض کے نام یہ ہیں مثلث ادراک، رسالہ نعت زبان، جوہر آبرو، گوہر آبرو، بحر الخیوض وغیرہ۔

مولانا اظہر:

خواجہ میر علی تبریزی کے عزیز ترین شاگرد تھے ان کا لقب استاد الاساتذہ تھا خط نستعلیق کے مشہور و معروف خوشنویس تھے اور آفاق گیر شہرت کے مالک حکیم جعفر سے ایک مدت تک علم حاصل کیا۔ کثرت مشق سے خط کو درجہ کمال پر پہنچایا تبریز خراسان، ہرات کرمان، اصفہان، شیراز، بصرہ، بغداد، حلب، شام اور مکہ معظمہ میں ان کے خط کی بڑی شہرت و قدر تھی۔ ان مقامات کے بہت سے لوگوں نے ان سے تلمذ کا شرف حاصل کیا۔ جن میں سے کئی اصحاب درجہ استاد کو پہنچے ان کی شانِ خط میں ایک خاص بانکپن تھا ۸۸۰ھ ۱۴۷۶ء میں انتقال ہوا۔

سید اعجاز رقم خان:

تذکرہ خوشنویسان میں اسی نام سے حال درج ہے۔ یقیناً یہ شمس الدین اعجاز رقم نہیں بلکہ دوسرے ہیں ان کو صاحب تذکرہ مذکور نے صاحب کمال خوشنویس اور یگانہ دوران زمانہ تسلیم کیا ہے یہ آقا عبد الرشید کی روش کے بہترین نستعلیق نگار تھے تیرہویں صدی ہجری مطابق اٹھارویں صدی عیسوی ان کا زمانہ حیات ہے اور لکھنؤ وطن تھا جب کہ منشی شمس الدین اعجاز رقم بھی لکھنؤ کے تھے ان کا ذکر آگے آئے گا۔

شاہ اعز الدین:

نہایت خوشحال و فارغ البال تھے مگر آخر عمر میں تارک الدنیا ہو گئے تھے۔ شاہ ناصر کے مرید ہو کر بقیہ عمر عبادت و ریاضت میں گزار دی اور درویش مانے جاتے تھے باریک و جلی آقا عبد الرشید کی روش پر بہت اچھا لکھتے تھے دہلی کے دور ابتر میں آقائے کی بہت سی مشقیں ان کو بہت سستے داموں میسر آ گئیں ان سے فائدہ اٹھا کر کمال حاصل کیا ان کے شاگردوں میں بہت سے اہل دولت بھی تھے تیرہویں صدی ہجری مطابق اٹھارویں صدی عیسوی کے مشہور خوشنویس

گزرے ہیں۔انہوں نے اصول خوشنویسی پر ایک تصنیف بھی چھوڑی ہے جس کا نام فیض ہے اس کے قلمی نسخے نظام لائبریری حیدرآباد اور پٹنہ لائبریری میں تھے۔

افضل حسین:

عہد محمد شاہ کے خوشنویس نستعلیق تھے اور میر منو، سید عماد والد ولہ اور قمر الدین خان وزیر اعظم کے استاد تھے ان کی ایک وصلی بخط نستعلیق جلی، دہلی میوزیم میں محفوظ ہے۔

اکبر علی عرف محمد اکبر:

ابن کفایت خان اپنے خاندان خوشنویسی کے روشن چراغ تھے۔انہوں نے متعدد ترمیمات کر کے خط نستعلیق وشکستہ میں ایک خاص دلکشی پیدا کر دی۔نزاکت کے لحاظ سے ان کی وصلی اظہار گل وسنبل وریحاں کی چمن زار اور نفاست کی باغ و بہار تھی اُن کے جوڑ بند اور الفاظ اور عبارت کی کرسی بہت مضبوط تھی ۔تیرہویں صدی مطابق اٹھارہویں صدی عیسوی کے خوشنویس تھے۔

مولوی الٰہی بخش:

اُن کا رام پور وطن تھا اور لقب خوشنویس ان کے نام کا جزو بن گیا تھا بہت اچھا لکھتے تھے میر عوض علی کے شاگرد تھے۔

خلیفہ امام الدین:

امام الدین ابن خلف غلام محبتی خان عزیز خط نسخ وشکستہ دونوں بہت بہتر لکھتے تھے شکستہ میں رائے پریم ناتھ کے متبع تھے اور غالباً انہیں کے شاگرد تھے خط نسخ و بہار غبار عباد اللہ خان برادر زادۂ قاضی عصمت اللہ خان سے سیکھا کیا تھا۔تیر اندازی میں انہیں کمال حاصل تھا۔

امام بخش:

ان کے مزید حالات معلوم نہیں ہو سکے۔انکی ایک وصلی لائبریری علی گڑھ میں محفوظ ہے خط کی شان سے استادی ظاہر ہے۔

امام ویردی:

ان کا نام مولوی ظفر حسن مرتب فہرست محفوظات دہلی میوزیم نے امام وردی لکھا ہے اور ان کی رہائش لاہور تھی ، نیر ایرانی النسل بتایا گیا ہے اور انیسویں صدی عیسوی ان کا زمانہ حیات قرار دیا ہے۔ان کی ایک وصلی میوزیم میں بھی موجود ہے اور ایک وصل لئن لائبریری علی گڑھ کے شعبہ مخطوطات میں ہے خط سے شانِ استادی صاف ظاہر ہے ویردی سے کیا مراد ہے کچھ نہیں کہا جا سکتا ڈاکٹر آرزو نے فہرست نمائش مخطوطات میں ان کو گیارہوی صدی ہجری مطابق سولویں صدی عیسوی کا خوشنویس کہا ہے۔ان کا بہت سا کام لاہور میں تھا انہوں نے بہت خطاطوں کو تربیت دی۔

میر امام علی:

امام الدین ،سید صحیح النسب تھے اور عالم مفاضل تھے اور علم طب میں بھی مہارت حاصل تھی خط نسخ کے استاد تھے اور اپنے والد کے شاگرد قاضی عصمت اللہ خان کی طرز پر اچھا لکھتے تھے بادشاہ ظفر کے خوشنویسوں میں شامل تھے۔تیرہویں صدی ہجری مطابق اٹھارہویں صدی عیسوی میں انتقال ہوا مرتب فہرست مخطوطات دہلی میوزیم نے ان کو رضوی لکھا ہے اور ان کی قلمی وصلی دہلی میوزیم میں محفوظ ہے۔

شیخ امام علی اسری:

نارنوی کے رہنے والے تھے ان کی قلمی متعدد کتابیں کئی کتب خانوں میں موجود ہیں نسخ ونستعلیق دونوں خط اچھے تھے مستقل طور پر جے پور میں قیام تھا گھوڑونکی تجارت کے سلسلہ میں دوردراز مقامات پر جہاں جاتے جو نایاب کتاب نظر پڑتی اس کی نقل کر لاتے تھے بہت سی کتابوں پر ایسے نوٹ درج ہیں۔

امتہ العزیز ساجدہ:

یہ خط نستعلیق ونسخ بہت خوب لکھتی تھیں۔

امتہ الطیف:

یہ بھی خط نستعلیق و نسخ بہت اچھا لکھتی تھیں۔

امتہ المتین ثریا:

غالباً یہ تینوں بہنیں تھیں اور اچھی خطاط تھیں۔

خلیفہ امر اللہ:

یہ میر علی تقی کے شاگرد تھے اور انہیں کی طرز پر خط شکستہ بہت اچھا لکھتے تھے۔

راجہ امیر سنگھ:

یہ رائے پریم ناتھ شاگرد تھے اور ان کی طرز پر خط شکستہ بہت خوب لکھتے تھے۔

منشی امیر اللہ تسلیم:

امیر اللہ نام، تسلیم تخلص تھا۔ مولوی شیخ عبدالصمد کے ہاں ۱۸۰۸ء میں پیدا ہوئے تحصیل علوم کے بعد پندرہ سال کی عمر میں شاہی پلٹن میں ملازم ہو گئے مگر طلبہ کو تعلیم بھی دیتے رہے خوشنویس ہونے کے باعث مطبع مُصطفائی لکھنؤ میں کاپی نویسی بھی شروع کر دی۔ وہیں حضرت نسیم سے نیاز و شرف تلمذ حاصل کیا۔ فوجی نا قابلیت کے باعث جب فوج توڑ دی گئی اور یہ بیروزگار ہو گئے تو نواب واجد علی شاہ کو درخواست دی وہاں سے حکم صادر ہوا۔

بشنو اے خوشنویس وائے خوشگو ہر دو فن می کنی و ہر دونکو
اسم تو مندرج بدفتر شد بست وده روپیه مقرر شد

جنگ آزادی کے بعد بحالت پریشانی رام پور پہنچے اور ولیعہد ریاست نواب کلب علی خاں تک بوجہ شاعری رسائی ہوگئی کچھ عرصہ اطمنان سے زندگی بسر کی پھر بخشی لوچن سنگھ نے لکھنؤ بلوالیا اور مطبع منشی نولکشور میں کتابت کرنے لگے جب نواب کلب علی خاں تخت نشین رام پور ہوئے تو وہاں بلوائے گئے اور مختلف عہدوں پر کام کرتے رہے قلیل آمدنی میں فارغ البالی سے گزر کرتے تھے۔ ۲۷ مئی ۱۹۱۱ کو لکھنؤ میں انتقال ہوا۔

شاہ امیر خاں:

یہ نواب مرید خاں کے پوتے جامع کمالات وصاحب ثروت ودولت تھے خط شکستہ و تعلیق اچھا لکھتے تھے۔طرزِ خط میں درایت خاں کے مقلد تھے۔

امیر شاہی:

سبزدار کے رہنے والے تھے شاہی تخلص تھا اور جمال الدین لقب تھا نغز گو شاعر اور خط نستعلیق کے باکمال استاد تھے مکارم اخلاق سے آراستہ اور علم و ہنر میں صاحب مرتبہ تھے شاہاں وقت کے انعام واکرام سے خوب متمتع ہوتے تھے آخر میں سلطان بایسنغر کے مقربین میں تھے سلطان نے چاہا کہ شاہی تخلص اس کے لئے چھوڑ دیں مگر انہوں نے منظور نہ کیا حتی کہ دربار سے تعلق قطع کرلیا ۸۵۷ھ ۱۴۵۳ء میں انتقال ہوا۔

بابا شاہ اصفہانی:

رئیس الامراء اعلیٰ دانشور اور خوشنویس یگانہ تھے میر علی ہراتی سے اصلاح لی اور استادان فن میں شمار ہوئے ، رسالہ قبطیہ کا مصنف کہتا ہے کہ میں نے ۹۹۵ھ ۱۵۱۶ء میں اصفہانی بابا شاہ سے شرف نیاز حاصل کیا اور ان کا خط دیکھ کر حیران رہ گیا ان کے زمانے میں ان کی شان خط کا مقابلہ کوئی نہیں کرسکتا تھا بابا شاہ نے فن خطاطی کے متعلق ایک منظوم رسالہ بھی لکھا جس کے تین شعر یہ ہیں۔

از واضع خط نسخ تعلیق بشنو سخنے زروئے تحقیق
بالائے الف سہ نقطہ باید اما بہمہ قلم کہ آید
یک نقطہ بس است گردن با شش نقطہ درازی تن با

پہلے شعر سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ موجد نستعلیق ہیں مگر یہ صحیح نہیں اس لئے کہ خواجہ میر علی تبریزی کا زمانہ ان سے بہت پہلے ہے بابا شاہ کا انتقال ۱۰۱۲ھ ۱۶۰۴ء میں ہوا مزار مشہد میں ہے بہت لوگوں نے اُن سے یہ فن سیکھا۔

بادشاہ بیگم:

خفی تخلص چھوٹی بیگم کی بیٹی تھیں جس کا ڈیرہ دلی میں یوسف والیوں کے نام سے مشہور تھا مولف ''تذکرہ النسا'' نے ان کے متعلق لکھا ہے کہ زبان انگریزی سے بہرہ در اور فارسی خوانی وخوش خطی میں صاحب ہمزہ ہے میں نے اس کے ہاتھ کی تحریر انگریزی اور فارسی جلی قلم کی دیکھی ہے۔ سبحان اللہ خوب لکھتی ہیں۔ بہت سے لوگوں کو اصلاح دیتی ہیں۔

بادشاہ خاتون:

قطب الدین سلطان محمد کرمان کی بیٹی تھیں اور خوشنویس وعالم وفاضل شاہ زادی تھیں اپنی بسر اوقات قرآن مجید کی اجرت کتابت سے زیادہ تر کرتی تھیں مگر جب باپ کے بعد برسر اقتدار ہوئیں تو ارباب فضل وکرم کو نہال کر دیا۔

ملا باقر کشمیری:

عہد شاہ جہاں کے تعلیق ونستعلیق اور شکستہ کے اچھے خوش نویس تھے۔

منشی بالک رام:

ان کا گہر تخلص تھا یہ لکھنو کے باشندہ تھے اور منشی رحمت رعد کے نامی پریس واقع کانپور کے مشہور کاپی نگار خوشنویس تھے۔

سلطان بایسنغر مرزا:

ان کا نام امیر شاہرخ مرزا تھا یہ امیر تیمور صاحبقراں کے بیٹے تھے چھ قسم کے خطوط بہترین لکھتے تھے اور اپنے زمانہ کے شہرہ آفاق خوشنویس تھے، ہنرمندی وفن نوازی میں بھی ان کی بڑی شہرت تھی شاعری خوشنویسی کو ان کے عہد میں بہت فروغ ہوا کہتے ہیں کہ چالیس کاتب ان کے دربار سے وابستہ تھے جو کلام اللہ شریف اور عربی وفارسی وترکی میں کتابیں لکھا کرتے تھے اور ان سب کے افسر مولانا جعفر تبریزی تھے بالیستغر اہدان کے بعد بایسنغر مرزا

سے زیادہ کسی حکمران نے فن کاروں کو نہیں نوازا۔ عربی و فارسی و ترکی میں شعر بھی کہتے تھے یہ شعر بھی انہیں کا ہے۔

گدائے کوئے اوشد بایسنغر گدائے کوئے خوباں بادشاہست

۸۳۰ھ ۱۴۲۷ء میں انتقال ہوا ان کا قلمی ایک قرآن مجید لٹن لائبریری علی گڑھ کے شعبہ نمائش مخطوطات میں محفوظ ہے۔

رائے بچولال تمکین:

مہاراجہ سرکشن پرشاد کے دربار سے وابستہ تھے۔ عمدہ خوشنویس تھے۔

خلیفہ بخش اللہ:

یہ میرزا محمد علی ابن میرزا خیر اللہ فرمان نویس لکھنؤ کے شاگرد تھے اور نستعلیق و شکستہ میں درجہ استادی حاصل تھا۔

بدرالدین علی خان مرصع رقم:

بدرالدین علی خان نام اور مرصع رقم خطاب تھا نہایت ذہین و دانشور اور باعلم ہنر تھے چھ قسم کے خطوط بہترین لکھتے تھے مگر نستعلیق کی شان بہت بلند تھی۔ مہر کنی میں ایسا کمال تھا کہ ان معاصرین میں سے کوئی شخص انکی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتا تھا۔ عربی فارسی ہندی سنسکرت اور انگریزی کی بہت عمدہ مہریں کھودتے اور دریبہ کلاں دہلی میں اپنے مکان پر کام کرتے تھے۔ ان کے اس فن کا شہرہ بہت دور تک تھا۔ خوشنویسیان عصر کی وصلیاں بڑی بڑی قیمت دے کر خریدتے تھے اور ان سے بصیرت حاصل کر کے اپنے فن کو ترقی دیتے تھے عبدالرشید دیلمی کی وصلیوں کا کثیر سرمایہ ان کے پاس تھا جنہیں استاد تصور کرتے تھے تیرہویں صدی ہجری یعنی مطابق اٹھارہویں صدی عیسوی کے مایہ ناز خوشنویس تھے۔

بدیع الزمان عباسی:

علی رضا عباسی خوشنویس کے فرزند تھے۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد خوشنویسی کی

طرف متوجہ ہوتے اور یہ فن اپنے والد ماجد سے سیکھ کر بہت تھوڑے عرصہ میں کمال حاصل کر لیا چنانچہ ان کی معاصرین میں سے کوئی بھی ان کا ہم پلہ نہ تھا شاعر بھی اچھے تھے عین عالم شباب میں وفات پائی۔

قاری کرنل بسم اللہ بیگ:

ان کا نام مصحف رقم تھا۔ قاضی یعقوب علی نے فن سیکھا خوب مہارت رکھتے تھے۔

حافظ بقا اللہ:

حافظ بقاء اللہ ابن حافظ ابراہیم خوشنویس دھلوی اپنے والد کے شاگرد اور مسلم الثبوت استاد خوشنویسی تھے۔ ان کے خط میں بھی وہی شان تھی جو ان کے والد کے خط کی تھی شہزادوں کے استاد خوشنویسی تھے اور قلعہ معلیٰ میں رہتے تھے ۱۲۳۰ھ ۱۸۱۲ء میں انتقال ہوا۔

امیر بندہ علی: (مرتعش رقم)

نواب احمد علی لکھنوی کے شاگرد اور منشی ہادی علی خوش نویس کے ہم عصر تھے۔ انکے ہاتھ میں رعشہ ہو گیا تھا۔ مگر انہوں نے اس کو بھی ہنر بنا دیا یعنی رعشہ کی کیفیت کو اپنی تحریر میں اس خوبی سے ظاہر کیا کہ وہ فن کی ایک شان بن گئی۔ اسی لئے ان کو مرتعش رقم کا خطاب تھا۔ نسخ و نستعلیق کے بہترین خوشنویس تھے اور اعلیٰ درجہ کے محقق بھی، ان کی قلمی تین وصلیاں لائبریری علی گڑھ کے شعبہ مخطوطات میں ہیں۔ کیفیت رعشہ کو حروف میں اسی طرح کرتے تھے کہ حرفوں میں لہریں پڑ گئی ہیں۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وصلی پر قلم رکھنے کے بعد ویسی ہی قدرت وقوت تھی۔ جیسی کہ تندرست خوشنویس کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ ان کی بصیرت فن کا اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ ایک موقع پر یہ منشی ہادی علی منشی مہر یحییٰ اور بھی خوشنویس مثلاً منشی عبدالحی سندیلوی وغیرہ موجود تھے۔ کسی شخص نے خط نسخ کا ایک کتبہ دکھایا جو یاقوتِ مستعصمی کا لکھا ہوا تھا وہ اس کو فروخت کرنا چاہتا تھا۔ کتبہ نہایت نفیس واعلیٰ تھا۔ اس لئے ہر شخص نے خریدنے کی خواہش ظاہر کی۔ مگر منشی ہادی علی نے کہا کہ ایک روز کے لئے میرے پاس اس کو چھوڑ دو۔ میں یاقوت کے خط سے اس کو ملا کر دیکھ لوں۔ میرے پاس اس کے بہت سے کتبے ہیں۔ تا کہ اطمنان ہو جائے چنانچہ انہیں

دیدیا گیا۔ دوسرے دن جب یہ سب صاحبان پھر جمع ہوئے تو منشی ہادی علی نے ویسی ہی دوسری وصلی پیش کر کے کہا کہ وہ وصلی واقعی یاقوت کی لکھی ہوئی ہے یہ دوسری وصلی اسی مضمون کی اس کی لکھی ہوئی میرے پاس نکل آئی۔ دیگر حاضرین نے تو یہ بات مان لی مگر میر بندہ علی نے بعد غور مسکرا کر کہا کہ اس کا راز تو میں جانتا ہوں۔ اس پر منشی ہادی علی بگڑ گئے اور کہنے لگے کہ کیا میں جھوٹ بولتا ہوں۔ بات بڑھ گئی اور فریقین میں سخت گفتگو ہونے لگی۔ میر صاحب نے کہا کہ بے شک یہ دوسری وصلی یاقوت کی نہیں ہے۔ منشی ہادی اور انکے طرفدانوں نے ثبوت طلب کیا تو میر صاحب نے بعد غور مزید ایک واؤ بتایا کہ دیکھے یاقوت کے واؤ سے یہ کس قدر مختلف ہے۔ اب حاضرین دم بخود تھے کہ منشی ہادی علی صاحب نے وصلی کے ایک کونے پر سے زرا سا کاغذ پھاڑ کر دکھایا۔ جس پر ان کا نام درج تھا۔ تب حاضرین نے تسلیم کیا کہ یہ منشی صاحب ہی کی کارگزاری ہے۔ انہوں نے رات بھر میں بخبسہ نقل کر ڈالی۔ سب نے منشی صاحب کی تعریف کی۔ اور انہوں نے میر صاحب کی بصیریت کی داد دی۔

ابوظفر سراج الدین بہادر شاہ ظفر:

مغلیہ سلطنت کے آخری تاجدار نسخ و نستعلیق کے ماہر خوشنویس تھے اُن کے خط میں ایک خاص شان اور آن بان تھی۔ طغرے بھی خوب لکھتے تھے۔ اور عجیب عجیب دلکش جدتیں اور نفیس ترین ترکیبیں استعمال کرتے تھے۔ میر جلال الدین حیدر مرصع رقم کے شاگرد تھے۔ شاہزادوں اور شاہزادیوں کو خود اصلاح دیتے تھے۔ شایقین خط ان کے فن پارے بصد تمنا حاصل کرتے تھے۔ چنانچہ مرزا غالب نے منشی جواہر سنگھ جوہر کو لکھا کہ جو قطعے جو تمہیں مطلوب تھے۔ ان کے حصول میں جو کوشش ہیرا سنگھ نے کی ہے وہ قابلِ تحسین ہے۔ صرف کوشش نہیں کی روپیہ بھی خرچ کیا۔ پندرہ روپے جو تم نے بھیجے تھے۔ وہ اور پچیس روپے صرف کئے تب فن پارے حاصل کیے اور بنوائے خریدنے اور بنوانے میں بہت سے روپے لگ گئے۔ دوڑتا پھرا حکیم صاحب (غالباً حکیم احسن اللہ خان) کے پاس کئی بار جا کر حضور والا (بادشاہ ظفر) کا فن پارہ لایا اب دوڑ رہا ہے۔ ولیعہد بہادر (غالباً دارا بخت) کے دستخطی فن پارے کے واسطے یقین ہے۔ کہ دو چار دن میں وہ بھی ہاتھ آ جائے اور بعد اس کے آنے کے وہ سب یکجا کر کے تمہارے پاس بھیج دیگا۔

جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کو حالات نے اس سراج سلطنت کو گل کر دیا۔ اور رنگون کے قید خانے میں مغلیہ چراغ کو بادِ اجل نے ہمیشہ کے لئے بجھا دیا۔ اگر چہ سلطنت مغلیہ شاہ عالم ثانی پر ختم ہو چکی تھی۔

حکومت شاہ عالم دہلی سے پالم تک قلعہ معلیٰ کی عظمت و روایات بہادر شاہ کے دم سے قائم تھیں۔ جن آنکھوں نے اس شطرنج کی بساطِ سلطنت دیکھی تھی۔ ان سے حالات پوچھنے پر ان کی زبان نہیں بلکہ پرنم آنکھیں جواب دیتی تھیں۔ مقید شاہ اور معزول و نظر بند وزراء کا یہ واقعہ عبرت انگیز و رنج افزا ہے کہ جب ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کا سلسلہ بہادر شاہ کی گرفتاری پر ختم ہوا اور اُن کو قید کر کے دہلی رنگون روانہ کیا گیا تو کلکتہ پہنچ کر سفرِ جہاز شروع ہوا وہ مٹیا برج کے ساحل پر ٹھہرا تو نظر بند وزیر شاہ اور واجد علی شاہ اختر نے گرفتار بادشاہ کو آداب کے مطابق جھک کر سلام عرض کیا۔ اور نذر پیش کی تو ابوظفر بہادر شاہ نے یہ کہہ کر نذر قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ کہ بھائی اب میں شاہ نہیں انگریزوں کا قیدی ہوں۔ نذر قبول کروں تو تمہیں خلعت اور سرپیچ کہاں سے دوں۔ خیر یہ تسبیح دیتا ہوں فقیر کا تبرک سمجھ کر قبول کر لینا۔

واجد علی شاہ نے تسبیح لے کر حسبِ قاعدہ تین سلام عرض کئے۔ اور دونوں ہمیشہ کے لئے رخصت ہو گئے۔ زینت محل متصل فراشخانہ اور حکیم احسن اللہ خان کے حمام واقع محلّہ سرکیگران کے کتبے اسی شاہ خوشنویس کے تحریر کردہ ہیں۔ بہادر شاہؒ ظفر کے متعدد خوشنویس شاگرد بھی تھے۔ اور مرید بھی ہر مرید کو کئی روپیہ ماہوار وظیفہ بھی ملتا تھا۔ ظفر کی تین وصلیاں دہلی میوزیم میں محفوظ ہیں۔

مولوی سید بہادر علی:

مولوی سید جمال علی کے فرزند تھے اِن کا وطن رامپور تھا عربی و فارسی کے فارغ التحصیل تھے۔ اور خط نسخ کے خوشنویس تھے ان کے قلمی قرآن شریف متعدد مقامات پر موجود ہیں۔ رام پور میں ان سے فن خوشنویسی میں بہت لوگوں نے فیض حاصل کیا۔ نواب سید محمد سعید خان کے حلقہ میں تھے۔ پچاس برس کی عمر میں انتقال ہوا۔

منشی بہاری لال:

ان کے والد کا نام سارست برہمن تھا اور فن خوشنویسی میں میر پنجہ کش کے شاگرد تھے جے پور رزیڈنسی میں میر منشی رہے۔ پھر ریاست جے پور میں ملازم ہو گئے۔ یہاں بہت لوگوں نے ان سے خوشنویسی سیکھی۔ جن میں منشی پنالال منشی ہیرالال اور شیخ احسان علی با کمال استاد ان فن ہوئے۔ منشی ہیرالال نے ۱۲۸۳ھ ان کی تاریخ وفات کہی۔ اس طرح عیسوی سنہ وفات ۱۸۶۶ یا ۱۸۶۷ء اقرار پاتا ہے۔

بہاری لال

ان کا نام بہاری لال مشتاق تخلص اور والد کا نام رائے من بھاون لال کایستھ ماتھر تھا۔ دہلی میں ۱۸۳۶ء کو پیدا ہوئے۔ شعر وسخن میں مرزا غالب کے شاگرد تھے اور خوشنویسی میں مرزا عباداللہ بیگ کے شاگرد تھے۔ اکمل الاخبار کے ایڈیٹر اور کاتب بھی رہے۔ بوجہ خوشنویسی مرزا غالب ان سے اکثر خطوط لکھواتے تھے۔ اردوئے معلیٰ کی تسوید میں انہوں نے نمایاں حصہ لیا۔ اوسط درجہ کے خوشنویس تھے۔

بہرام مرزا:

نام شاہ اسماعیل صفوی بادشاہ ایران کے فرزند مختلف علوم وفنون میں مہارتِ تام حاصل تھی۔ خط نستعلیق بہت اچھا لکھتے تھے۔ ڈھائی سال خراساں کے فرمانروا رہے۔ علماء وفضلا اور شعرا اور خوشنویسوں کے قدرداں تھے۔ بعالم شباب ۸۹۳ھ ۱۴۸۸ء میں انتقال ہوا۔

استاد بہزاد:

نویں صدی ہجری مطابق پندرہویں صدی عیسوی کا بے مثل مصور تھا بہت سے فنون میں اس کا کوئی ہمسر نہ تھا۔ نقاشی وطلا کاری میں بھی اپنا جواب آپ تھا۔ اس کی بنائی ہوئی تصاویر اعلیٰ تصانیف کی زینت ہیں۔ چنانچہ ایک تصویر کا عکس کتاب پیدائش خط وخطان میں طبع ہوا ہے۔ جو سلطنت ایران کے کتب خانے سے حاصل کی گئی تھی۔ سلطان حسین بایسنغر گورگانی اور شاہ

اسماعیل اول صفوی کی خدمت میں مدتوں رہا۔ خط کی مشق پیر سید احمد ملقب بہ مظہر بدیع سے کر کے نسخ و نستعلیق میں اپنی ذاتی کوشش سے کمال حاصل کیا۔ اور دیوان اپنے بہت سے نقوش بدیع چھوڑ گیا۔

شاہزادہ پرویز:

یہ شہنشاہ جہانگیر کے فرزند دوم تھے کتابت قرآن مجید میں اپنی عمر صرف کردی۔ خط نسخ کے عمدہ خوشنویس تھے بمقام برہان پور ۱۰۲۵ھ ۱۶۲۶ء میں انتقال ہوا۔

کنور پریم کشور:

یہ راجہ جگل کشور کے پوتے تھے۔ خلیق و بامروت جوان تھے اور شاعر خوش بیان تھے فراقی تخلص تھا۔ بذلہ سنج ولطیفہ گو تھے ساتھ ساتھ خطِ شکستہ کے عمدہ خوشنویس تھے اور رائے پریم ناتھ کی طرز پر بہت اچھا لکھتے تھے۔ ان کی متعدد قلمی کتابیں۔ مثلاً کلیا کلیم اور شاہجان نامہ وغیرہ نادر مخطوطات میں شمار ہوتی ہے

رائے پریم ناتھ:

یہ نسباً کھتری ہے۔ ان کے بزرگ شاہ عالم ثانی کی سرکار میں ذی اقتدار و با اختیار عہدہ دار رہے۔ اول نواب مرید خان کی طرز پر خط شکستہ کے استاد مانے جاتے تھے شاعر بھی تھے۔ آرام تخلص کرتے تھے۔ آخری عمر میں بندرابن میں قیام پذیر ہو گئے اور وہیں انتقال ہوا۔

منشی پنالال:

نسباً برہمن، ناظم تخلص منشی رام جیون لال کے بڑے بیٹے اور منشی بہاری لال شاگرد میر پنجہ کش کے شاگرد خوشنویسی تھے۔ مولانا رشید الدین فائز سے تعلیم حاصل کی۔ اور انہیں سے شعر و سخن میں بھی تربیت لی۔ فارسی کے عالم تھے۔ ریاست جے پور میں ناظم (کلکٹر) رہ کر ریٹائرمنٹ لی۔ متعدد کتابیں بھی تصنیف کیں تمام عمر مشق جاری رکھی۔ نستعلیق بہت بہتر لکھتے تھے۔ کمال یہ تھا۔ کہ بلا مسطر قلم برداشتہ لکھتے تھے اور کوئی حرف جدول سے باہر یا کم نہ رہتا تھا۔

کرسی میں بڑا ملکہ تھا بہت لوگوں نے ان سے جے پور میں استفادہ کیا۔

خواجہ تاج سلیمانی:

یہ ہفت قلم خوشنویس تھے۔ اور ساتوں خط یعنی عربی اور فارسی ثلث وغیرہ اور تعلیق میں شانِ استادی تھی۔ متقدمین خوشنویسوں میں بہت بلند مرتبہ تھے۔ ایک قول کے مطابق انکو خط تعلیق کا موجد کہا جاتا ہے۔

تجمل حسین خان:

تفضّل حسین خان کشمیری کے فرزند تھے علم وہنر سے آراستہ خطِ نستعلیق میں حافظ نوراللہ اور حافظ ابراہیم کے شاگرد تھے اور استاد کی روش پر بہت اچھا لکھتے تھے۔ لکھنو میں قیام تھا اور اپنی جاگیر کی آمدنی پر قانع تھے۔ ۱۲۴۴ھ\۱۸۰۹ء تا ۱۸۱۰ء میں انتقال ہوا۔ مفصل حال تاریخ ہند مرتبہ مسٹر انسٹ نے درج کیا ہے۔ ان کی ایک وصلی دہلی میوزیم میں محفوظ ہے۔

تفضّل حسین خان:

عربی و فارسی کے عالم اور منطق و ریاضی کے ماہر تھے اور سید انشا شاعر کے معاصر اول اور معززین لکھنو کے معلم رہے۔ پھر ترقی کر کے نواب سعادت علی خان کے اتالیق مقرر ہوئے۔ کشمیری الاصل تھے۔ شکستہ اور تعلیق میر علی نقی کی طرز پر خوب لکھتے تھے۔ با اخلاق، مہذب اور سلیقہ مند ہستی تھے۔ انگریزوں کی سفارش پر نواب آصف الدولہ کی سرکار کے نائب اور نواب سعادت علی کے وکیل مقرر ہو کر لکھنو سے کلکتہ چلے گئے۔

راجہ ٹوڈرمل:

نسبا کھتری تھے خطاط چابکدست تھے اور شکستہ و تعلیق کے استاد وقت تھے۔ مظفر علی خان کے وسیلہ سے اکبر تک رسائی ہوئی اور اکبری نورتنوں میں شمار ہوئے۔ نہایت لائق و فائق ذی عقل و استعداد ہستی تھے سترہ 17 سال تک وزیرِ مال رہے۔ میر فتح اللہ کے بعد حساب دانی میں انہیں کا مرتبہ تھا۔ زمینوں کا پورا قانون میر فتح اللہ کے مشورے سے اُنہوں نے مرتب کیا تھا۔ جو

آج تک تمام پاک و ہند میں کم و بیش آج تک رائج ہے۔خوشنویسی کے ساتھ زر و نگار بھی تھے۔ ۹۹۸ھ ۱۵۸۹یا ۱۵۹۰ء میں انتقال ہوا۔

مولانا جعفر تبریزی:

خواجہ میر علی تبریزی کے شاگرد اور سلطان بایسنغر مرزا کے درباری خوشنویسوں کے افسر اور مشہور زمانہ استاد خوشنویسی تھے۔ان کے شاگردوں میں سے بہت لوگ عمدہ خوشنویس ہوئے۔۸۳۵ھ ۱۴۳۲ء تک زندہ رہے۔

پنڈت جگناتھ:

عہد اکبری کے پہلے خوشنویس ہیں۔جنہوں نے ہندی قلموں کو عروج دیا۔

میر جلال الدین حیدر:

میر امام علی کے بیٹے تھے اور اپنے والد کی طرز پر نسخ بہت اچھا لکھتے تھے۔اور نستعلیق میں بھی درجہ استادی حاصل تھا۔ بادشاہ ظفر انہیں کے شاگرد تھے۔ مرصع رقم کا خطاب تھا۔ خوشنویسانِ شاہی میں ملازم تھے۔ان کی ایک وصلی دہلی میوزیم میں محفوظ ہے۔

سید جلال الدین عضدی تبریزی:

امیر مبارز الدین محمد بانی سلطنت آل مظفر کے وزیر تھے۔سید جلال الدین نے آغوش پدر میں تربیت پائی۔اور محلّہ کے مدرسہ میں تعلیم ابھی زیر تعلیم ہی تھے کہ ایک روز یکا یک امیر مبارز الدین اس مدرسہ میں پہنچ گیا۔معلم و طلبا نے تعظیم و تکریم کی۔امیر نے پوچھا ان بچوں میں سب سے اچھا خط کس کا ہے۔معلم نے عرض کیا۔جو سب سے زیادہ خوبصورت ہے۔یہ اشارہ تھا۔سید جلال کی طرف کیونکہ یہ بیحد وجمیل تھے۔امیر نے ان سے کہا کہ کچھ لکھ کر دکھاؤ۔سید جلال نے فی البدیہہ حسب ذیل قطعہ کہا اور نہایت نفیس نستعلیق لکھ کر فوری پیش کیا:۔

چار چیز است کہ درسنگ اگر جمع شود — لعل و یاقوت شود سنگ بداں خارائی
پاکی طینت و اصل گہرو استعداد — تربیت کردن مہر از فلک مینائی
درمن ایں ہر سہ صفت ہست ولے می باید — تربیت از تو کہ خورشید جہاں آرائی

امیر یہ اشعار اور شان خط دیکھ کر بیحد خوش ہوا۔ معلم کو بھی انعام واکرام دیا اور سید جلال الدین کو بھی چار ہزار درہم دیئے۔ نیز ان کی تعلیم وتربیت پر خاص توجہ کہ حتی کہ فارغ التحصیل ہو کر رفتہ رفتہ ترکی کر کے امیر موصوف کے وزیر ہو گئے۔ سلطان بایسنغر مرزا خود بھی باکمال خوشنویس تھا۔ ان کا بیحد قدردان تھا۔ مروجہ وقت جملہ خطوط نہایت نفیس لکھتے تھے۔ چودھویں صدی کے آخر میں انتقال ہوا۔

جمال الدین فخار شیرازی:

اپنے زمانے کے سرآمد خطاطان میں سے تھے۔ ثلث و نسخ میں نہایت ممتاز تھے۔ سولہویں صدی عیسوی کے آخر میں انتقال ہوا۔

جہاں آرا بیگم:

شہنشاہ شاہجہان کی بڑی لڑکی اور عالمگیر کی بہن تھیں خوشخطی میں اُن کا مرتبہ استادانہ تھا۔ ۱۰۹۳ھ ۱۶۸۱ء میں انتقال ہوا۔ حضرت نظام الدین اولیاؒ کی درگاہ میں اُن کی قبر ہے۔ جس پر یہ شعر کندہ ہے۔

بغیر سبزہ نہ پوشد کسے مزار مرا
کہ قبر پوشِ غریبان ہمی گیاہ بس است

جہانگیر سلطان:

یہ امیر تیمور کے صاحبزادے شاعر و بہادر و خوشنویس و ہنرمند اور صاحب علم و ہنر پرور، ہفت قلم خوشنویس تھے اور بہت خوب لکھتے تھ۔ ۷۷۵ھ ۱۳۷۵ء یا ۱۳۷۶ میں اُن کا انتقال ہوا۔

بھان برہمن:

یہ خط نستعلیق میں آقا عبدالرشید کے پیروکار تھے۔ اور خط شکستہ میں کفایت خان کی تقلید کرتے تھے۔ دونوں خط اس قدر اچھے لکھتے تھے۔ کہ یکتائے عصر مانے جاتے تھے۔ بہت زیادہ قطعات اپنی یادگار چھوڑے۔ بقول مصنف مرأت جہاں نما ۱۸۰۸ء میں بمقام لکھنؤ انتقال ہوا۔

اور صاحب تذکرہ شمع انجمن ۱۸۷۳ء نے اُن کا تفصیلی ذکر کیا ہے۔

مرزا حاتم بیگ:

خط شکستہ میر غلام کی طرز پر خوب لکھتے تھے۔ انشا پرداز شاعر بھی تھے۔ شاہ عالم بہادر ابن شہنشاہ اورنگزیب کے میر منشی تھے۔ ان کا ایک نسخۂ انشا بھی بہت مشہور ہے ۱۱۲۴ھ ۱۷۱۲ء کے بعد وفات پائی۔

حامد علی:

منشی ہادی علی کے شاگرد تھے اور خطِ نستعلیق کے استاد عبدالحلیم شرر کے معاصر تھے۔ قیام لکھنو میں تھا۔

میاں حبیب اللہ:

وطن سندھ تھا۔ سید علی خوشنویس کے شاگرد اور اپنے وقت کے استاد فن تھے۔

میر حبیب اللہ:

عہد اورنگزیب کے خوشنویس تھے۔ اور ان کے خطِ نستعلیق خفی کا نمونہ بیاض بختاور خان کے صفحہ ۵۴۲ الف پر درج ہے جو دہلی میوزیم میں محفوظ ہے۔

ضیاء الحق حسام الدین چلپی:

ان کا اصل نام حسن بن محمد بن حسن بن اخی ترک ہے۔ ضیا الحق لقب اور حسام الدین چلپی مشہور ہیں۔ خط نستعلیق کے استاد عصر تھے تذکرہ دولت شاہ کے صفحہ ۹۵ پر ان کو مولانا جلال الدین رومیؒ کا مرشد لکھا ہے جس کی عبارت یہ ہے۔

در آخر جناب مولانا روم دستِ ارادت در دامنِ تربیت شیخ العارف المحقق چلپی حسام الدین قونیوی زد و مرید او شد و مولانا کتابِ مثنوی باشارات چلپی حسام الدین می گوید

اے ضیا الحق حسام الدین بیار ایں سوم دفتر کہ سنت شد سہ بار
مدتے ایں مثنوی تاخیر شد مہلتے بایست تا خوں شیر شد

لیکن دوسرے تذکروں میں اُل انداز میں اندراج ہے۔ چنانچہ شمس الدین احمد افلا کی اپنی تصنیف مناقب العارفین میں مولانا چلپی کو مولانا روم کا مرید خاص اور مددگار بااختصاص تحریر کرتے ہیں۔ مولانا حسام الدین کی وفات بروئے سفینۃ الاولیا ۶۸۳ھ ۱۲۸۴ء یا ۱۲۸۵ء میں ہوئی۔

مولانا حسن بنائی ہراتی:

باعلم وفضل اور شاعرِ شیوہ بیاں تھے چونکہ ان کے والد معماری کرتے تھے۔ اس نسبت سے بنائی تخلص کیا۔ خوشنویسی وشاعری میں باکمال ہونے کے ساتھ ساتھ موسیقی میں بھی کامل تھے۔ مگر طبیعت میں شوخی وظرافت کے ساتھ سخت مزاجی بھی تھی۔ جس کا انہیں خمیازہ اٹھانا پڑا۔ ہوا یہ کہ حسن مرزا کا دورِ سلطنت تھا۔ اور اس کا وزیر امیر علی شیر تھا۔ ایک دوکاندار شاہی اصطبل کے لیے زین بنایا کرتا تھا۔ مولانا ایک روز اس کی دوکان پر پہنچے اور کہا مجھے امیر علی شیر کے لئے ایک پلان چاہئے چنانچہ یہ بات وزیر کو بھی معلوم ہوگئی تو بے عزتی کے ڈر سے وطن چھوڑ بھاگے۔ آخر اس کے معاف کرنے پر واپس وطن آئے مگر اس حرکت کے باعث مستقلاً ترک وطن کرنا پڑا۔ لیکن یہ زحمت ان کے لیے رحمت ثابت ہوئی محمد شاہ شیبانی شاہِ ترکستان کے دربار میں پہنچ کر ملک الشعراء ہوگئے اور بحیثیت خوشنویس بھی بہت مشہور ہوئے۔ ۹۱۱ھ ۱۵۰۶ء میں انتقال ہوا۔

سید حسن رضا:

سید حسن رضا کے بزرگ بعہد شہنشاہ ہمایوں مدینہ منورہ سے آکر کاکو میں مقیم ہوئے۔ یہ فارسی اور سنسکرت کے عالم تھے۔ انگریزی حکومت میں سررشتہ داری سے ملازمت شروع کی۔ اور ڈپٹی کلکٹری تک ترقی کی۔ پھر رام پور میں تحصیلدار ہوگئے۔ خط نسخ بہت اچھا لکھتے تھے۔ ان کے قلمی قرآن مجید ان کی یادگاریں ہیں حسن صورت وسیرت سے آراستہ تھے۔ ۱۸۸۰ء میں بمقام رام پور انتقال ہوا۔

مولوی سید حسن شاہ:

ابن میاں سید شاہ ازاحفا حضرت جلال بخاریؒ لکھنو میں پیدا ہوئے۔ زبردست عالم اور فاضل جید تھے۔ ٹونک میں نواب وزیرالدولہ کے پاس بھی رہے۔ باوجود غربت کتابیں

خریدنے میں بہت فراخ حوصلہ تھے۔ زیادہ زمانہ زندگی رام پور میں گذرا۔ خط نسخ میں کمال حاصل تھا۔ جس میں بہت لوگوں نے فیض حاصل کیا۔ ۲۲ صفر ۱۳۱۲ھ مطابق ۱۲ اگست ۱۸۹۳ء کو رام پور میں انتقال ہوا۔

ملا حسن علی:

وطن مشہد تھا نستعلیق کے باکمال استاد تھے ابوالفضل علامی نے ان کو میر سید احمد مشہدی اور محمد حسین تبریزی خوشنویسوں کا ہم رتبہ تسلیم کیا ہے۔ اور شہرۂ آفاق خوشنویس لکھا ہے۔

حسن فصیح:

یہ ابن مقلہ کے بھائی تھے۔ اور امیر عضدالدولہ کے استاد، چوتھی صدی ہجری مطابق نویں صدی عیسوی کے خطوطِ ششگانہ کے کامل خوشنویس تھے۔

حسن مرزبان:

حسن بن عبداللہ مرزبان جس کا نام بہزاد تھا۔ وہ زردشتی مذہب ترک کر کے مسلمان ہوا۔ حسنؒ بلند مرتبہ خوشنویس تھے۔ ابن مقلہ کے بعد سب سے پہلے اُنہوں نے حسنِ خط میں شہرت لازوال حاصل کی چوتھی صدی ہجری مطابق نویں صدی عیسویں میں ان کا ہم رتبہ کوئی خوشنویس نہ تھا۔ خطوطِ ششگانہ میں ابن مقلہ کے پیرو تھے اور حسن فصیح کے معاصر تھے۔ اُسی صدی میں ان کا انتقال ہوا۔

حسن بن احمد چشتی:

اکبری عہد کے خطِ عربی کے باکمال خطاط تھے۔ فتح پور سیکری کے بلند دروازے کے پیش طاق کی محراب کے اوپر ابھرے ہوئے حروف میں جو عبارتِ عربی کندہ ہے۔ وہ انہیں کا شاہکار ہے۔

حسین عبداللہ:

کوئی مزید حال معلوم نہ ہوسکا۔ ان کا قلمی خمسہ نظامی مطلا و مصور تحریر شدہ ۸۷۳ھ شعبہ

مخطوطان علی گڑھ میں محفوظ ہے۔ خطِ خفی نستعلیق نہایت خوبصورت، پختہ اور بارونق ہے۔

سید حشمت علی شاہ جمالی:

وطن رام پور تھا۔ مگر کانپور میں طباعت کرتے تھے۔ مولانا شاہ محمد منور شاہ جمالی کے مرید وخلیفہ مجاز تھے۔ خطِ نستعلیق خفی وجلی بہترین لکھتے تھے۔ صفاوشان بہت دلکش تھی۔ آخر عمر میں بوجہ رعشہ مشق چھوڑ دی تھی۔

شیخ حشمت علی جونپوری:

شیخ ممتاز حسین جونپوری کے بزرگوں سے تھے۔ اعلیٰ پائے کے خطاط تھے۔

مولوی حشمت علی:

یہ بھی اپنے دور کے نامور خطاط تھے۔ قاضی یعقوب علی سے تعلق تھا۔ باقی حالات قاضی یعقوب علی کے ہاں دیکھے جاسکتے ہیں۔

میر حیدر حسن زکی:

میر حیدر حسن زکی کا دوسرا تخلص مکینا تھا۔ اپنے وطن دہلی سے بتلاش معاش جے پور آکر ملازم ہوگئے۔ جید عالم وفاضل اور زبردست شاعر ہونے کے علاوہ مفت قلم بہترین خوشنویس بھی تھے۔ خود کہتے ہیں۔

دُر ہیں غلطان مری تحریر میں تحریر تو دیکھ
میں نے موتی تو نہیں دیکھے میری تقدیر تو دیکھ

روش خط آفتابی تھی۔ اور بہترین شانِ خط تھی۔ جے پور میوزیم کے درودیوار پر ان کے نقوش قلم ابھی تک موجود ہیں۔ اگرچہ سرکاری بہت سی عمارتوں سے ان کے کتبے مٹا دئے گئے ہیں بہت لوگوں نے جے پور میں فیض ان سے حاصل کیا۔ جے پور ہی میں ان کا انتقال ہوا۔ نہایت وضعدار اور بیحد قانع تھے۔ اور انیسویں صدی عیسوی کے باکمال لوگوں میں امتیازی شان تھی۔ جے پور میں بہت کم ماہانہ ملتا تھا۔ شاہ ایران نے کثیر مشاہرہ پر ملک الشعرائی کی عہدہ پر بلایا تو یہ شعر لکھ بھیجدیا اور جے پور نہ چھوڑا

تہیہ کردہ ام من خود نخواہم رفت زیں درگہ
سر اینجا سجدہ اینجا بندگی اینجا قرار اینجا

میر حیدر کندہ نویس:

یاقوت مستعصمی کے باکمال شاگرد تھے۔ ابوالفضل علامی نے ان کو سید حیدر کہہ کر روشناس کیا ہے اور خوشنویسی میں عالمگیر شہرت کا مالک تحریر کیا ہے۔

خدایار:

مستعجل رقم ان کا خطاب تھا محمد شاہی عہد کے خوشنویس تھے۔ ان کی ایک وصلی پروفیسر مسعود حسن صاحب رضوی کے پاس محفوظ تھی اور ایک تحریر شدہ ماہ رمضان ۱۱۱۵ھ مطابق جنوری ۱۷۰۴ء بخطِ نستعلیق کرم خوردہ بھی دہلی میں ہے۔ شان خط بیحد دیدہ زیب ہے۔ لیکن یہ وصلی خراب ہو چکی ہے۔

شاہزادہ خسرو:

ابن شہنشاہ جہانگیر ۹۵۹ھ ۱۵۵۲ء میں پیدا ہوئے اور ۱۰۳۱ھ ۱۶۲۲ء میں بمقام دکن انتقال ہوا۔ عربی و فارسی کے ماہر عمدہ انشا پرداز اور اعلیٰ درجہ کے خوشنویس نسخ و نستعلیق تھے۔

خلیفہ سلطان:

یہ حافظ نور اللہ کے شاگرد تھے۔ شبانہ روز محنت کر کے خطِ نستعلیق میں کمال حاصل کر لیا تھا۔ افراسیاب خان کے قتل کے بعد ان کو عروج نصیب ہوا اور رفتہ رفتہ مرتبہ بلند پر پہنچ گئے۔ مگر یہ ترقی مدارج و حصول عیش کا زمانہ، بڑھاپے میں نصیب ہوا۔ بعد ازاں شاہجہاں آباد سکونت ترک کر کے علی گڑھ میں مسکن گزیں ہوئے۔ اور وہیں انتقال ہوا۔

میر خلیل اللہ شاہ:

سادات عراق عجم سے تھے۔ دکن میں ابرہیم عادل شاہ ثانی از ۱۰۳۷ھ ۱۶۲۸ء کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مرتبہ عالی کو پہنچے۔ شہر بیجاپور میں فنِ خوشنویسی میں شہرت کامل

حاصل کی۔ شاہ دکن نے اپنی جانب سے حاجب مقرر کر کے انہیں شاہ ایران کے پاس بھیجا۔ شاہ ایران نے ان کی شان میں حسب ذیل رباعی کہی۔ جس سے ان کے مرتبہ کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

خورشید عراق ازدکن می آید کاں لعل بکانِ خویشتن می آید
سرد فترِ جملہ خوشنویسانِ جہاں یعنی کہ خلیل بت شکن می آید

کہتے ہیں کہ انہوں نے جب کتاب نورس خوش خط لکھ کر ابراہیم عادل شاہ کے روبرو پیش کی تو بادشاہ بہت خوش ہوا۔ اور بادشاہ قلم کا خطاب عطا کیا۔ نیز اپنے برابر تخت پر بٹھایا اور جملہ وزرا و اعیانِ سلطنت کو حکم دیا۔ کہ سب ان کے ساتھ جائیں اور گھر تک پہنچا آئیں۔ ان کے اعزاز میں کسی شاعر نے اسی زمانے میں یہ قطعہ تاریخ کہا تھا۔

شاہ عالی نسب خلیل اللہ چوں مسخر نمود ملک ِ قلم
پیش استاد و پیر ابراہیم بادشاہی ستادہ خیل و حشم
شاہ عادل کہ ازپے خامہ ستد از دستِ خصم تیغ و علم
ازسیاہی کلکِ گلگونش رو سپید است دود مانِ قلم
اوستادے کہ گشت از دانش درحریم ہنر چناں محرم
کزصریرِ قلم تولد ساخت گریہ برخاست اززبانِ قلم
قطعۂ بُرد ازپے تعلیم یافت زاں قطعہ خسرواعظم
کہ بفرمانِ او قلم گردید شہ وراخواند بادشاہ قلم

سال ِ تاریخ ایں نخستہ خطاب
شاہ گردید بادشاہ ۱۰۲۷ھ قلم

کہتے ہیں کہ ایک نوجوان ان کے خط کا عاشق تھا۔ اس نے بہت چاہا کہ ان کا لکھا ہوا حاصل کرے۔ حتیٰ کہ سات سو ۷۰۰ روپے لیکر حاضر ہوا مگر کار برابری نہ ہو سکی۔ آخر ایک عربی گھوڑے کے بدلے ان کی وصلی حاصل کی۔

نورالدین ظہوری ترشیزی المتوفی ۱۰۲۴ھ ۱۶۱۵ء نے ان کا ذکر نہایت رنگین و شگفتہ

عبارت میں کیا ہے اور یہ اشعار بھی ان کی تعریف میں لکھے ہیں۔

خامہ می ترسم زدستش سر کشد ناگہاں خطے بخطہا در کشد
در آرائش صفحہ روز گار ربانید خطش جو خطِ نگار
بسر خط نویسی علم آزاں نمط کہ رخسار خوباں کند مشقِ خط
خوشگوئے نہ شداز قلمش ہر کہ نگفت نوکش چہ گہر ہائے معانی کہ نسفت
گر خار نوشت دردل خصم خلید ورگل بنوشت بررخِ دوست شگفت
آنا نکہ بجستن جواہر جستند در عقدِ گہر گذشتہ خطشِ جستند

مطابق ۱۶۱۸ء

خطہا ہمہ آب درخراساں ازشرم
ورنہ بعرق عراقیاں می شستند

ان کا مفصل حال منتخب التواریخ از ملا بدایونی کی جلد سوم کے صفحہ ۲۶۹ پر اور مراۃ الخیال کے صفحہ ۱۱۷ پر درج ہے۔ ان کے قلمی قطعات وغیرہ نواب آصف الدولہ کے کتب خانہ میں بکثرت تھے۔ خط میں بیحد نزاکت تھی۔ محمد حسین اور میر علی کی طرز پر لکھتے تھے۔

میر خلیل قلندر ہراتی:

ابتداء میں محمد بن اسحاق شیبانی سے تعلیم خوشنویسی حاصل کی۔ مگر ذاتی محنت و کوشش سے اور ذہانت و محنت کے باعث مرتبہ استادی حاصل کیا۔ خوبی خط کی شہرت کے سبب شاہ طہماسب اول صفوی کے دربار میں رسوخ پیدا ہوگیا۔ مگر شاہ عباس ۹۹۶ھ بمطابق ۱۵۵۷ء میں تخت نشین ہوا تو ایران لوٹ گئے اور دربار شاہی میں رسوخ و عروج حاصل کیا۔ میر عماد کے معاصر اور ہم پلہ خوشنویس تھے۔ چنانچہ دونوں میں فنی بناء پر چشمک رہتی تھی۔ یہ بات بادشاہ تک پہنچ گئی اور معاملہ نے زور پکڑ لیا تو شاہ عباس نے ملا محمد حسین اور علی رضا خوشنویسوں کو حکم دیا کہ وہ اپنا فیصلہ پیش کریں۔ اسلیے کہ یہ صاحبان خوشنویس ہونے کے ساتھ ساتھ زبردست مبصرِ فن بھی تھے۔ مگر انہوں نے غالباً میر خلیل کے حق میں اسلئے فیصلہ دیا کہ بادشاہ میر عماد سے در پردہ ناراض تھا۔ اور خلیل کو پسند کرتا تھا۔ اس کے بعد امیر خلیل نے بحیثیت خوشنویس بھی بہت عروج

پایا۔ کچھ عرصہ بعد بادشاہ سے اجازت لیکر پھر ہندوستان آئے۔ دکن پہنچ کر بیمار ہوئے اور ۱۰۳۵ھ ۱۶۲۵ء میں انتقال ہوا۔

خنجر بیگ چغتائی:

خنجر بیگ تردی بیگ کے داماد تھے۔ شہنشاہ ہمایوں کے ساتھ ہندوستان آئے اکبر کے امرا میں شامل رہے موسیقی اور شاعری میں کمال کے ساتھ فنِ خوشنویسی میں بھی کمال حاصل تھا۔ نیز فنون سپہ گری میں بڑی شہرت تھی۔ خنجر تخلص تھا۔ ایک مثنوی میں بادشاہِ وقت کو نصیحت بھی کی ہے۔

مولانا خواجہ محمود:

ان کا نیشاپور وطن تھا تخلص مخلص تھا اور خواجہ میر علی تبریزی کے شاگرد تھے۔ استاد کے خط کی روش ایسی اڑائی تھی۔ کہ فن کے مبصرین کو دونوں کے خط میں فرق بتانا مشکل تھا۔ اور عوام تو ان کے خط کو خواجہ میر علی کا خط سمجھ ہی لیتے تھے لہٰذا اپنی وصلیوں پر ان کا نام لکھ کر لوگوں کو دے دیتے تھے۔ چنانچہ خواجہ تبریزی نے ان کے لئے یہ قطعہ بطور مطالبہ تحریر کیا۔ اور اس کی وصلی لکھ کر ان کو دی۔

خواجہ محمود آنکہ یک چندے بود شاگردِ ایں فقیر حقیر
بہر تعلیم اُو دلم خوں شد تا خطش یافت صورتِ تحریر
درحقِ او نہ رفتہ تقصیرے لیک او ہم نمی کند تقصیر
می نویسد ہرانچہ از بد و نیک جملہ رامی کند بنام فقیر

خواجہ محمود کا قلمی نسخہ خمسہ نظامی اور ہفت پیکر برٹش میوزیم لندن میں محفوظ ہیں۔ خواجہ محمود کا ۱۵۵۸ء میں انتقال ہوا۔ خوشنویسی میں کمال کے ساتھ ساتھ موسیقی میں بھی مہارت تھی اور غنون خوب بجاتے تھے۔ بخارا سے سمرقند اور وہاں سے بلخ پہنچ کر آباد ہوئے۔ لندن کے علاوہ ایران میں بھی ان کی قلمی نفحات الانس اور بانکی پور میں دیوان شاہزادہ کامران ہے۔ اور ایک وصلی لٹن لائبریری علی گڑھ میں محفوظ ہے۔

حافظ خورشید:

وطن لکھنو تھا حافظ نور اللہ کے بھائی اور شاگرد تھے میر عماد کی طرز پر نستعلیق اچھا لکھتے تھے۔

خوشوقت رائے دانگی:

نسباً کھتری تھے ذی ثروت ولیاقت اور صاحب ہمت رئیس تھے۔ علم و ہنر سے آراستہ اور حُسنِ اخلاق میں مشہور تھے۔ شاداب تخلص کرتے تھے۔ اور شیخ قیام الدین قائم کے شاگرد تھے۔ میر علی نقی سے شکستہ کی اصطلاح لی تھی۔ اور شاہ اعزالدین کے نستعلیق میں شاگرد تھے آغا رشید اور کفایت خان کی وصلیاں ہزار ہا روپیہ خرچ کر کے حاصل کی تھیں۔ کہتے ہیں کہ میر علی نقی اور شاہ اعزالدین ان کی سرکار میں بحیثیت خوشنویس ملازم تھے۔

شاہزادہ دارا بخت:

بہادر شاہ ظفر کے ولی عہد تھے اور اچھے خوشنویس تھے۔ نستعلیق خوب لکھتے تھے۔

شاہزادہ داراشکوہ:

یہ شہنشاہ شاہجہان کے صاحبزادے باعلم و ہنر اور صاحب تصنیف و تالیف تھے آقا عبدالرشید دیلمی کے شاگرد تھے اور بڑے پایہ کے خوشنویس و خطاط بلکہ آقا رشید کے شاگردوں میں سب سے ممتاز تھے۔ ان کی وصلیاں اہل ذوق بڑی تمناؤں سے حاصل کرتے تھے۔ آقا رشید کے بعد ہندوستانی خوشنویسوں میں انہیں کا نام لیا جاتا ہے۔ مفصل حالات کتب تواریخ میں درج ہے اور نگ زیب عالمگیر کے ہاتھوں بماہ اگست ۱۶۵۹ء قتل ہوئے۔

درایت خان:

کفایت خان کے بیٹے تھے، ان کا اصل نام عبداللہ ہے۔ مگر جس طرح ان کے والد محمد جعفر ''کفایت خان'' شاہی خطاب ملنے پر کفایت خان مشہور ہوئے اور اسی نام سے پہچانے جاتے ہیں۔ اسی طرح ان کو بھی درایت خان بادشاہ کا دیا ہوا خطاب ہے اور اسی نام سے ان کو

پہچانا جاتا ہے۔ اپنے والد کے شاگرد تھے مگر خوبی خط میں باپ اور دادا سے بڑھ گئے تھے۔ ان کی نسبت صاحب تذکرہ خوشنویسان کی حسبِ ذیل رائے ہے۔

خطِ شکستہ بچند طرز ایجاد کردہ نوشت و بمرتبۂ اعلیٰ رسانید و ہر چہ نوشت خوب و پسندیدہ نوشت نزاکت و کرسی بندی و متانت در قلم ایں ذی فرہنگ از دیگراں بیش از بیش است در ایجادِ وضع و اسلوب سحر سامری اختراع فرمود اگر ملا علی خطِ شکستہ اش را میدید از نستعلیق نویسی خویش دست می کشید نوشتہ اش گل و ریحان و باغ و بہارست بر صفحہ رقمش گلشنے است جریدہ۔ دشخطی اُو مطلا و مذہب بخطِ خفی و جلی کہ بنظر فقیر در آمد کسے ندیدہ باشد" ایسی ہی رائے تذکرہ سلاطین چغتائیہ کے مصنف کی ہے۔ یہ تیرہویں صدی ہجری کے عشر ثانی مطابق انیسوی صدی کے عشر اول یا دوم کے باکمال خوشنویس شکستہ ہیں۔ ان کے خط کا نمونہ بیاض بختاور خان کے صفحہ ۵۰۴ پر ہے کہ جو دہلی میوزیم میں محفوظ ہے۔

راجہ درگا پرشاد:

مہر تخلص کرتے تھے اور لکھنو کے مشہور خوشنویس تھے۔

لالہ درگا پرشاد:

یہ لالہ دیاناتھ کے بیٹے تھے، مولانا غلام محمد ہفت قلمی دہلوی کے شاگرد تھے۔ شکستہ و نستعلیق بہت اچھا لکھتے تھے۔ شاعر بھی تھے اور مضطرب تخلص کرتے تھے۔ محمد عیسیٰ تنہا سے شاعری کی تربیت لی۔

درویش علی بیگ:

وطن سندھ تھا استاد فن تھے اور مغلیہ خاندان سے تعلق تھا۔

دوست محمد ہراتی:

صاحب علم و فضل اور نسخ و نستعلیق کے باکمال استاد تھے۔ شاہ طہماسپ کے درباری خوشنویسوں میں شامل تھے۔ بادشاہ کے حکم سے ایک قرآن مجید لکھا اور انعام پایا۔ گیارہویں

صدی ہجری مطابق سترہویں صدی عیسوی میں انتقال ہوا۔

منشی دیبی پرشاد سحر:

یہ مصنف نظم پرویں وارژنگ چین ہیں جوفن خوشنویسی کی کتابیں ہیں۔نسباً کالیستھ تھے اور چنی لال اخگر کے بیٹے تھے مئومتصل سندیلہ کے رہنے والے تھے۔۱۴ دسمبر ۱۸۴۰ء کو بدایوں میں پیدا ہوئے۔سررشتہ تعلیم میں ملازمت شروع کی اور ترقی کر کے ڈپٹی انسپکٹر آف اسکولز ہوگے۔مذکورالصدر تصانیف کے علاوہ خلاصۃ المنطق معیار الاملا،محیط المساحت،مراۃ العالم اور واسوخت ودیوانِ سحر بھی ان کی تصانیف ہیں۔خوشنویسی میں یگانہ عصر تھے۔درس و تدریس ان کا شغل تھا۔طلبہ کو کتابت وخوشنویسی سکھاتے تھے سحر تخلص تھا۔

سید ذوالفقار:

ان کا اصل نام قوام الدین حسن بن صدرالدین علی تھا۔مگر سید ذوالفقار نام سے مشہور تھے۔اس لئے ان کو اسی نام سے درج کیا ہے۔سلطان محمد خوارزم شاہ کے درباری شاعر و خوشنویس تھے۔البتہ ان کی بابت تذکرہ نویسوں میں اختلاف ہے۔تذکرۂ دولت شاہ کے صفحہ ۱۳۱ پہفت اقلیم میں ان کو سلطان محمد بن تکش خوارزم شاہ کے عہد کا شاعر لکھا ہے اور آتشکدہ کے مطابق سلطان یوسف شاہ اتابک کے عہد کے شاعر قرار پاتے ہیں۔

بہرحال باکمال خوشنویس تھے اور بہت اچھا لکھتے تھے۔۶۶۹ھ ۱۲۷۱ء میں انتقال ہوا۔

منشی رام چندر:

منشی گوردھن لال کے بیٹے تھے نسباً کھتری تھے وطن جے پور تھا نظر تخلص کرتے تھے، انجمن ترقی اردو جے پور کی جانب سے جواہر رقم کا خطاب ملا۔شش جہی کی سررشتہ داری کے عہدہ سے پنشن لیکر جے پور میں رہتے تھے۔خط نستعلیق میں منشی ہیرالال مونس کے شاگرد تھے اور اپنے وقت کے استاد راجستھان۔پینسٹھ برس کی عمر تک زورِ قلم بدستور تھا۔علاوہ نستعلیق نویس استاد ہونے کے جدول کشی علاقہ بندی اور لوح سازی میں بھی پوری مہارت تھی۔ بااخلاق وبامروت تھے۔

رائے منوہر:

رائے لون کرن کے بیٹے تھے عہد اکبری میں پیدا ہوئے اور شہنشاہ مذکور نے ان کی پرورش اور تعلیم وتربیت شاہزادہ سلیم کے ساتھ کی۔ شعر بھی کہتے تھے۔ اور خطِ نسخ وتعلیق بہت اچھا لکھتے تھے۔ عہد جہانگیری میں انتقال ہوا۔

مرزا رجب علی بیگ سرور:

مرزا اصغر علی بیگ کے فرزند تھے غالباً ۱۲۰۲ھ ۱۷۸۷ء میں پیدا ہوئے۔ لکھنؤ کے باشندہ اور وہاں کے پہلے شخص تھے۔ جنہوں نے اردو نثر میں کتاب فسانۂ عجائب تصنیف کی۔ فن خوشنویسی کی استاد تھے۔ موسیقی میں بھی بہت مہارتِ حاصل تھی۔ عربی وفارسی کے عالم تھے۔ شعر و سخن میں آغا نوازش حسین کے شاگرد تھے۔ نہایت زندہ دل خوش طبع اور ظریف خوش باش ہستی تھے۔ نواب غازی الدین حیدر نے جلاوطن کر دیا۔ تو کانپور جا کر حکیم سید اسد علی کے مشورے سے مذکور الصدر کتاب لکھی۔ اس کے علاوہ اور بھی کچھ تصانیف ہیں۔ ۱۲۸۴ھ ۱۸۶۷ء میں بمقام بنارس انتقال ہوا۔

سید رحمت اللہ:

القاسم بیگ لارہ کے صاحبزادہ تھے نستعلیق کے بہترین خوشنویس تھے۔ وطن سندھ تھا۔

منشی رحیم اللہ:

دہلی کے رہنے والے تھے۔ اور فنِ خوشنویسی میں آغا مرزا کے شاگرد تھے۔ خط نسخ بھی اچھا لکھتے تھے۔ مگر نستعلیق میں بڑا کمال تھا۔ آقا عبدالرشید کی طرز کے متبع تھے۔ اور ان کے خط کی خوب نقل کرتے تھے کہ وہی روش وہی آب وتاب وہی حسن آفرینی وہی صفا وجلا اور کمال تھا کہ آقا کی وصلی کی نقل ہی نہیں کرتے بلکہ نئی وصلیاں اپنی پسند کی تحریر کر کے آقا سے منسوب کر دیتے تھے۔ اور اہل ذوق نئی اور نادر وصلی آقا رشید کی قلمی سمجھ کر بڑے شوق سے بہ اصرار خرید لیتے تھے۔ آقا دیلمی کا نام وصلی پر بہ حیثیت کاتب نئے نئے انداز میں لکھتے تھے اور سنہ تحریر بھی چونکہ خوشنویسی کا

عام ذوق اور شوق تھا لہٰذا یہ وصلیاں فوراً فروخت ہو جاتی تھیں ان کے قلمی دو قطعات تو سعید لائبریری ٹونک میں موجود ہیں۔ جو دہلی کی یاد تازہ کرتے ہیں۔ ۱۳۳۳ھ م ۱۹۱۵ء تک تو ان کی اولاد دہلی میں آباد تھی۔ اب کچھ پتہ نہیں۔ ان کا شاہکار ایک گلستان بھی ہے۔ جو صرف ایک دن اور ایک رات میں تحریر کی تھی۔ جس سے ان کی زود نویسی کا اندازہ ہوتا ہے۔ انہوں نے اپنی عمر کا بیشتر حصہ الور ہی میں ختم کیا۔ اور غالباً الور ہی میں ان کا انتقال ہوا۔ ان کے شاگردوں میں متعدد باکمال استادانِ خوشنویس وہاں ہوئے۔ مگر تقسیم ملک کے بعد چونکہ کوئی قدیم یا تعلیم یافتہ خاندان الور میں نہ رہا اس لئے ان کے حالات دریافت نہ ہو سکے۔

منشی رحیم اللہ کی ملا وصلیوں کی ایک کثیر تعداد فقیر خانہ میوزیم میں راقم الحراف نے خود دیکھی ہیں۔ جو سب نستعلیق کی ہیں۔ آخر عمر میں منشی رحیم اللہ کو بوجہ خوشنویسی ریاست سے کچھ وظیفہ بھی ملا کرتا تھا۔

حافظ رشید:

جام نظام الدین و جام فیروز کے عہد کے خوشنویس تھے اور سندھ کے مشہور و معروف استادِ فن تھے۔

(۱) عہد نظام ۸۶۴ھ/۱۴۵۹ء تا ۸۹۸ھ/۱۴۹۳ء

(۲) عہد فیروز ۸۹۸ھ/۱۴۹۳ء تا ۹۳۲/۱۵۲۶ء

سید رضا حسن:

رام پور وطن تھا مولوی حکیم مرتضیٰ کے شاگرد تھے اور نستعلیق کے مشہور استاد تھے رام پور ہی میں آپ کا انتقال ہوا۔

شیخ رضا حسین:

شیخ عطا حسین شورؔ کے صاحبزادے تھے۔ ۱۸۵۱ء میں بمقام جے پور پیدا ہوئے۔ مولانا سلیم الدین تسلیم سے تعلیم حاصل کی اور اپنے والد بزرگوار سے خوشنویسی کی تعلیم حاصل

کر کے خط میں استادانہ شان پیدا کی اوسط قلم سے نستعلیق بہت اچھا لکھتے تھے۔ میر پنجہ کش کی روش تھی۔ شاعر بھی تھے سلیم تخلص تھا۔ جے پور میں انتقال ہوا۔

منشی رونق علی:

تخلص لائق تھا اور خوشنویس و شاعر تھے وطن مضافات بلگرام میں قریہ ملایان تھا۔ مگر خود کو وصفی پوری لکھتے تھے۔ خط شکستہ میں مولوی حیات علی کے شاگرد اور عمدہ خوشنویس تھے۔ نواب آصف الدولہ کے معاصر تھے۔

ریاض الحسن:

ان کی تحریر کردہ کتاب تعلیم خط و املا سے مطالعہ سے ظاہر ہے کہ عمدہ خوشنویس اور بہت اچھے کاپی نویس تھے۔

شیخ زائر حسین جونپوری:

یہ اپنے عہد کے نامور محقق اور ممتاز خطاط تھے۔

شاہزادی زیب النساء:

بنت شہنشاہ جہانگیر تھیں تخلص مخفی تھا بہترین شاعرہ و ادیبہ اور عمدہ ترین خوشنویس تھیں آقا عبدالرشید سے اصلاح لی اور درجہ استادی تک خط نستعلیق کو پہنچا دیا۔ ان کا دیوانِ طبع ہو چکا ہے۔ دوسری تصنیف فن انشاء میں زیب المنشات ہے۔ ان کی فنی اور شعری صلاحیتوں کا ایک عہد معترف ہے۔

زین الدین:

محمد عارف یاقوت رقم خان کے شاگرد تھے۔ کثرت مشق سے استاد کے خط سے خط ملا دیا تھا۔ بارہویں صدی ہجری کے عمدہ خوشنویس تھے۔

زین الدین نیشاپوری:

مولانا سلطان علی مشہدی کے شاگرد تھے اور اُن کے زبردست مقلد تھے استادانِ فن میں بلند مرتبہ رکھتے تھے۔ نستعلیق میں ایک طرز خاص ایجاد بھی کی جو پسندیدہ عام ہوئی۔ ابوالفضل علامی نے ان کو مولانا زین الدین عبدی نیشاپوری بھی لکھا ہے۔

میر زین العابدین:

سید صحیح النسب، شاہ اعز الدین کے شاگرد اور اکبر شاہ ثانی کے ملازم تھے۔ نستعلیق اور طغرا نویسی میں کمال حاصل تھا۔ خلیق و جہاندیدہ اور تجربہ کار ہستی تھے۔ ۱۲۲۸ھ ۱۸۱۳ء میں بمقام دہلی انتقال ہوا۔

زینب شہدہ:

یہ احمد مفرج خراسانی کی صاحبزادی تھیں۔ حسن و جمال اور فضل و کمال میں شہرہ آفاق تھیں۔ اور خوشنویسی میں خوشنویسانِ عصر پر فضیلت حاصل تھی۔ متعدد قطعات ان کی یادگار ہیں۔ یاقوت مستعصمی نے تعلیم خط انہیں سے حاصل کی تھی۔ خطوطِ نسخ و ثلث بہترین لکھتی تھیں۔ اسی 80 سال کی عمر میں ۵۷۴ھ ۱۱۷۹ء میں انتقال ہوا۔

زین خاں کوکلتاش:

عقل و فہم میں بھی منفرد تھے خطاطی و مصوری میں باکمال تھے پنج ہزاری منصب پر فائز تھے۔ اور اکبر کے مشہور سپہ سالار فن کے مبصر و قدردان تھے اکبر کے رضاعی بھائی تھے۔ اور شہزادہ سلیم کے خسر بھی تھے موسیقی میں بھی کمال حاصل تھا اور ہندی راگوں کے بیحد دلدادہ تھے۔ ۱۰۱۰ھ ۱۶۰۴ء یا ۱۶۰۱ء میں انتقال ہوا۔

لالہ سداسکھ رائے:

الہ آباد وطن تھا نسباً کالیستھ تھے شاہی اہلکاری پیشہ آبائی تھا۔ نستعلیق میں میر محمد موسیٰ کے

شاگرد تھے۔اور استاد کے خط برابر خط تھا۔شکستہ درایت خان کے انداز پر بہت خوب لکھتے تھے۔ان کی طلا کاروصلیاں بیحد مقبول خواص وعوام تھیں۔

شاہ سراج الحق:

حضرت شاہ حبیب الرحمٰن جمالی سرساولی ؒ کے فرزندِ دوم تھے اور اولاد چہار قطب ہانسوی ممتاز عالم وفاضل اور متعدد علوم کے ماہر حضرت مولانا سلطان الدین مبین جمالی کے شاگرد تھے۔انہیں سے نسخ ونستعلیق کی مشق کر کے درجہ استادی پر پہنچے۔متعدد خطوط یعنی خطِ ماہی وغیرہ بہت عمدہ لکھتے تھے۔ چودھویں صدی ہجری مطابق بیسوی صدی میں انتقال ہوا۔

مولوی سید سراج الدین احمد:

سراج تخلص کنتور من مضافات کاکوری کے باشندہ تھے۔عالم وفاضل،خوشنویس مبصر اور شاعر ونقاد ہستی تھے۔آخری تاجدار اودھ کے درباری تھے۔جے پور میں آکر ملازمت کی مالپورہ میں ناظم یعنی کلکٹر تھے وہیں انتقال ہوا۔نسخ ونستعلیق اور شکستہ کے عمدہ خوشنویس تھے۔

لالہ سرب سکھ رائے:

حافظ نوراللہ کے مشہور وممتاز شاگرد تھے استاد کی روشِ خط ایسی اپنائی تھی۔کہ دونوں کے خط میں فرق کرنا مبصرین تک کو مشکل تھا۔سینکڑوں وصلیوں پر حافظ صاحب کا نام لکھ کر جابجا پھیلا دیں۔شعر بھی کہتے تھے۔دیوانہ تخلص تھا۔

مولانا سعدالدین خطاط:

یہ وہ بزرگ ہیں جن کو امیر سیف الدین نے اپنے فرزند امیر خسرو کو خوشنویسی سکھانے کے لیے مامور کیا تھا۔مگر خسرو کو پڑھنے لکھنے سے زیادہ شعر گوئی کی دھن رہتی تھی وہ ابتداء میں جو کچھ موزوں ناموزوں کہتے اس کی مشق وصلی پر کرتے رہتے۔خواجہ اصیل کوتوالی شہر کا نائب تھا۔وہ کبھی کبھی مولانا سعدالدین کو خط لکھنے کے لیے بلالیا کرتا تھا۔ایک روز امیر خسرو کو

بھی مولانا ساتھ لے گئے۔ وہاں اتفاق سے خواجہ عزیز الدین بھی موجود تھے اور ان کے ہاتھ میں بیاضِ اشعار تھی۔ مولانا نے ان سے کہا کہ یہ لڑکا ابھی سے شعر کہتا ہے معلوم نہیں موزوں بھی کہتا ہے یا نہیں؟ آپ ذرا اس کا کلام سن لیجئے، خواجہ نے بیاض امیر خسرو کو دیکر کہا کہ اس میں کچھ شعر پڑھو۔ خسرو نے نہایت خوش الحانی سے پڑھا۔ چونکہ آواز میں قدرتی تاثیر تھی۔ لوگوں پر ایسا اثر ہوا کہ سب آبدیدہ ہو گئے۔ اور بے اختیار داد دی۔ مولانا نے خواجہ سے خسرو کا امتحان لینے کو کہا تو انہوں نے چار بے جوڑ چیزوں کا نام لیکر کہا کہ ان کو ملا کر شعر کہو، مُو، بیضہ، تیر، اور خربوزہ امیر نے برجستہ کہا۔

ہر مؤے کہ دور زلفِ آں صنم است صد بیضہ عنبرین برآں موئے صنم است
چوں تیر بداں راس دلش راز برا کہ چوں خربوزہ دندانش درونِ شکم است

خواجہ عزیز الدین کو سخت حیرت ہوئی خیر یہ شاعری کا قصہ کافی لمبا ہے۔ ہمارا مقصود مولانا سعد الدین کا تعارف ہے۔ جو باکمال خوشنویس تھے۔ اور ان کا زمانہ ساتویں صدی ہجری مطابق وسط چودھویں صدی عیسوی ہے۔

سعد الدین:

حافظ محمد ابراہیم خطاط کے صاحبزادے اور شاگرد تھے۔ اگرچہ ان کے خط سے خط ملا لیا تھا۔ مگر ان کے مرتبہ کو نہ پہنچے۔ تاہم عمدہ خوشنویس تھے۔ ان کی کئی وصلیاں شعبہ مخطوطات ملٹن لائبریری علی گڑھ میں محفوظ ہیں۔

سعید جہاں بیگم:

یہ اپنے عہد کے نامور خطاط تھیں۔ دہلی کی بہت سی خواتین کو تربیت دی۔

ملا سعید سمرقندی:

بیحد دانش مند و خوشنویس تھے اور شاہی عنایات سے ہمیشہ مستفید ہوتے رہے۔ ۹۷۰ھ ۱۵۶۲ء یا ۱۵۶۳ء میں بمقام کابل انتقال ہوا

سکھ رام:

محمد حفیظ خان دہلوی کے خطِ شکستہ میں شاگرد تھے۔ اور اچھا لکھتے تھے۔

مولوی سلام اللہ:

رام پور وطن تھا خطِ نستعلیق کے استاد تھے۔ بہت سے قطعات اور وصلیاں اور کئی کتابیں تحریر کیں۔

سلطان ابراہیم:

شاہ رخ مرزا ابن امیر تیمور صاحبقران کے صاحبزادے تھے۔ نہایت ذکی وفہیم اور خوشنویس وشاعر تھے۔ خطوطِ فارسی وعربی میں کمال حاصل تھا۔ یاقوت مستعصمی کی روش پر نسخ بہت خوب لکھتے تھے۔ جس کو مبصرین بڑی خواہش سے خریدتے تھے۔ مولانا شرف الدین علی تبریزی نے اُن کی خواہش پر تاریخ تیموری مرتب کی جو ظفر نامہ سے موسوم ہے۔

سلطان ابراہیم ۸۱۲ھ ۱۴۰۹ء یا ۸۱۷ھ م ۱۴۳۳ء ۱۴۳۲ء میں انتقال ہوا۔

مولانا سلطان الدین احمد:

ابوالبرہان کنیت تھی مبین تخلص تھا، اصل وطن نارتول تھا۔ زبردست عالم اور جیّد فاضل تھے۔ جے پور آکر ملازم ہوئے۔ اور سررشتہ داری محکمہ محتشمہ عالیہ کونسل کے عہدے سے پنشن لیکر آخر وقت تک مفتی ریاست جے پور رہے۔ حضرت مولانا شاہ محمد خلیل الرحمٰن جمالیؒ کے خلیفہ اعظم تھے۔ جے پور میں آپ سے کثیر طلبا نے استفادہ علمی کیا۔ نسخ میں یاقوت کے اور نستعلیق میں آقا عبدالرشید کی پیروی کرتے تھے علم اور خوشنویسی اپنے ماموں مولانا محمد رشید الدین فائز سے حاصل کی۔ اور ذاتی مشق سے خط میں درجہ کمال حاصل کیا۔

۱۹ صفر المظفر ۱۳۳۲ھ مطابق ۵ دسمبر ۱۹۱۷ء کو جے پور میں انتقال ہوا۔

سلطان اویس جلائر:

یہ لطیف مزاج، نیک نظر، عالم وشاعر اور بے نظیر خوشنویس تھے۔ اس قدر خوبصورت و

دلکش لکھتے تھے کہ خوشنویسانِ وقت حیران رہ جاتے تھے۔ جس زمانے میں طوائف الملو کی حکومتیں قائم ہوئیں۔ ان میں ایک جلائر کا خاندان بھی تھا جسکا پائے تخت بغداد ہوا۔ اس خاندان نے چھیاسی برس حکومت کی اور چار شخص مسندِ حکومت پر بیٹھے۔ اس سلسلہ کا پہلا فرمانروا حسن اہلکانی تھا۔ اس کے فرزند سلطان اویس تھے۔ انہوں نے بڑا جاہ واقتدار پیدا کیا تھا ۷۶۰ھ ۱۳۵۹ء میں آذر بیجان، موخان، شردان اور موصل وغیرہ فتح کر کے حدودِ سلطنت بہت وسیع کر لئے۔ انیس 19 برس از ۷۷۶ھ ۱۳۷۵ء بڑے جاہ وجلال سے سلطنت کر کے وفات پائی۔ مختلف علوم وفنون کے ساتھ ساتھ خوشنویسی میں بھی کمال حاصل تھا۔ تصویر اس قدر نفیس وعجیب بناتے تھے کہ بڑے بڑے مصور حیران رہ جاتے تھے۔ خواجہ عبدالحی مشہور مصور ایران انہیں کے تربیت کردہ تھے اور انہوں نے انہیں سے خوشنویسی کا علم حاصل کیا تھا۔ حسن و جمال کا یہ عالم تھا۔ کہ جب انکی سواری نکلتی تھی تو رستہ دیکھنے والوں سے بھر جاتا تھا۔

سلطان بایزید دوری:

انکے کمال خط کا اظہار انکی قلمی وصلی کے دیکھنے سے ہوتا ہے۔ اکبر اعظم نے اُنہیں کاتب الملک کا خطاب دیا تھا۔ شاعر بھی تھے۔ ملا بدایونی کا قول ہے کہ خطِ نستعلیق میں ان کا ہندوستان میں کوئی مدمقابل نہ تھا۔

خواجہ سلطان علی:

ان شاہی خطاب افضل خان تھا ۹۵۶ھ ۱۹۴۹ء میں ہمایوں بادشاہ کے امرا میں شامل ہوئے۔ اکبر نے خطاب مذکور عطا کیا۔ دیگر اوصاف کے ساتھ ساتھ بڑے مرتبہ کے خوشنویس بھی تھے۔

سلطان علی قاینی:

زبردست عالم وفاضل اور مشہور آفاق خوشنویس تھے۔ مولانا عبدالرحمٰن جامی کے ہم عصر تھے۔ اور ان کی تصانیف لکھا کرتے تھے۔ ایک بار انکو لکھا کہ میرے قلمی ایک شعر کی قیمت ایک کتاب ہے۔ بادشاہوں بالخصوص سلطان حسین مرزا بایقرا کے لئے جو کچھ لکھا وہ اپنے قلم سے

نہایت نفیس لکھ کر پیش کیا ترکستان وخراسان تک ان کے خط کی شہرت تھی۔ مولانا جامی کی تصانیف کتابت کرنے کی اجرت پر قانع تھے۔ مجالس النفائس ان کی خوشنویسی کا شاہکار ہے۔ دسویں صدی ہجری مطابق سولہویں صدی عیسوی کے استادانِ نستعلیق ونسخ وتعلیق میں ان کا شمار ہے۔

مولانا سلطانعلی مشہدی:

ابوالفضل علامی نے انکو سلطان علی شیر مشہدی لکھا ہے۔ خط نستعلیق کے نہایت مشہور و معروف استاد تھے۔ مشہد مقدس میں طلبہ کو تعلیم دیتے تھے۔ اور عابد وزاہد بزرگ ہونے کی وجہ سے سب کے نزدیک واجب التعظیم تھے۔ خوش گو شاعر بھی تھے۔ یہ اشعار فن خوشنویسی کے متعلق ہیں۔

کاغذ بہتر از خطائی نیست حاجت آنکہ آزمائی نیست
جندا کاغذ سمر قندی مکنش رداگر خرد مندی
مرا عمر شصت و دوشد بیش و کم ہنوزم جواں است مشکین قلم
توانم نوشتن خفی و جلی ہنوزم کہ العبد سلطان علی

بقول مصنف مرأت العالم ۹۰۲ھ ۱۴۹۶ء یا ۱۴۹۷ء میں اور بقول حبیب اسیر ۹۱۹ھ ۱۵۱۳ء ۱۵۱۴ء میں ان کا انتقال ہوا۔ تفصیلی حالات مجالس المومنیں اور حبیب السیر جلد سوم جزو سوم صفحہ ۳۴۴ پر درج ہیں۔ متعدد تصانیف بھی یادگار چھوڑیں جن میں سے صراط السطور جو فن خوشنویسی کے متعلق مبسوط رسالہ ہے۔ بہت مقبول ونادر ہے۔ اس کے نسخے ایران میں محفوظ ہیں۔ نیز ان کی قلمی مختلف کتب بھی نوادر میں شامل ہیں۔ مثلاً دیوان حافظ وغیرہ ایک نسخہ دیوان حافظ جو ۹۱۹ھ ۱۵۰۸ء میں انہوں نے لکھا تھا۔ لٹن لائبریری علی گڑھ شعبہ مخطوطات میں محفوظ ہے۔

سلطان علی نامی خوشنویس بھی اسی زمانے میں گذرے ہیں۔ مگر یہ سب سے بڑھ کر تھے۔ اور ان کی تعلیمات سے بہت لوگوں نے فیض اٹھایا۔

سلطان علی تبریزی

یہ بھی اُستادِ نستعلیق تھے۔ ان کی وصلیاں اور قطعات بھی دیکھنے کے قابل ہیں ان سے بھی بے شمار اُستادانِ فن نے استفادہ کیا۔

سلطان علی قزوینی

یہ بھی اونچے درجے کے خط نستعلیق کے اُستاد تھے۔ اُن سے بے شمار خوشنویسوں نے خطاطی کا فن حاصل کیا۔ ان کی وصلیاں اور قطعات بہت عمدہ ہیں۔

مولانا سلیم الدین تسلیم:

تخلص ابوالبیان کنیت تھی نارنول وطن تھا و مدفن وہیں ہوئے۔ ۱۲۵۶ھ ۱۸۴۰ء میں پیدا ہوئے۔ زبردست عالم و متجر فاضل تھے۔ اپنے زمانے میں اپنی علمیت شہرۂ آفاق تھے۔ بلند پایہ خطاط اور کثیر کتب کے منصف تھے۔ نسخ و نستعلیق بہت نفیس و با قاعدہ لکھتے تھے۔ اور زود نویس بھی زبردست تھے ان کی متعدد تصانیف بڑے بڑے اہل دانش کے پاس محفوظ ہیں۔ جے پور میں مدرسہ تعظیمہ کے مدرس اور مفتی ریاست تھے۔ یہاں آپ سے ایک کثیر جماعت نے علمی و ادبی اور خطی استفادہ کیا۔ ۱۵ جمادی آلاخر ۱۳۰۱ھ مطابق ۲۲ اپریل ۱۸۸۴ء کو بروز سہ شنبہ انتقال ہوا۔

سلیم نیشاپوری:

مشہور کاتب و خوشنویس تھے۔ شاہ محمد نیشاپوری خوشنویس عصر سے تعلیم خط حاصل کی۔ پھر جلال الدین حیدر استر آبادی کی خدمت میں پہنچ کر شاگرد ہوئے۔ اور مشق جاری رکھی۔ پھر قطب الدین یزدی سے یزد پہنچ کر فیض حاصل کیا۔ اُنہوں نے حصول فن میں محنت سعی کی۔ خوشنویسی کے علاوہ نقاشی وطلا کاری میں بھی کمال حاصل تھا۔ ۹۹۰ھ، ۱۵۸۲ء میں انتقال ہوا۔

سندر:

ابوالفیض فیضی کے کاتب اور نہایت اچھے خوشنویس نستعلیق تھے۔ ان کا قلمی دیوان فیضی جواب تک دریافت شدہ نسخوں سے زیادہ قدیم و مکمل ہے اور عبدالرحیم خانخان وغیرہ کی مہروں سے مزین ہے۔ نیز اکبر کے کتب خانہ کا خاص کا نسخہ ہے۔ محفوظ ہے۔ جو بخط خفی نستعلیق نہایت نفیس لکھا ہوا ہے۔ ان کا مزید حال معلوم نہ ہو سکا۔

منشی سیج بھان:

نام نستعلیق میں آقا عبدالرشید کے شاگرد تھے۔ اور شکستہ میں کفایت خان کی پیروی کرتے تھے دونوں خط بہتر لکھتے تھے۔ اور مشہور خوشنویس تھے۔

میر سید احمد مشہدی:

یہ خوبصورت آنکھوں کے باعث آہو چشم مشہور تھے میر علی ہروی سے دوستانہ تھا۔ اور دونوں نے ایک دوسرے سے استفادہ کیا تھا۔ ترکستان اور بخارا میں ان کے خط کی بڑی شہرت تھی۔ اور نہایت عزت و مرتبہ حاصل تھا فن خوشنویسی کی بدولت شاہ طہماسپ کے دربار میں رسائی ہوئی اور عزت پائی مگر کسی سبب سے بادشاہ ان سے ناراض ہوگیا۔ اور انہیں قزوین سے نکلنا پڑا مال و منال ضبط ہوگیا۔ عرصہ تک صحرانوردی کرتے رہے۔ جب طہماسپ کا انتقال ہوا گیا تو محمد شاہ کی خدمت میں حاضر ہوکر باطمینان زندگی بسر کی اعلیٰ استادانِ فن میں ان کا شمار تھا۔ ۹۸۶ھ ۱۵۷۸ء میں انتقال ہوا۔

سید احمد:

عہد اورنگ زیب کے خوشنویس نستعلیق تھے۔ ان کے خط خفی نستعلیق کا نمونہ بیاض بختاور خان میں درج ہے کہ جو دہلی میوزیم میں محفوظ ہے۔ خط شکستہ بھی اچھا ہے جس کا نمونہ بیاض مذکور پر درج ہے۔

سید احمد:

یہ سندھ کے ممتاز خطاط سید علی خوشنویس کے پوتے تھے۔ اور اپنے دادا کے ہم پلہ خوشنویس نستعلیق تھے۔

سید حسین مرزا:

عشق تخلص کرتے تھے لکھنو کے عمدہ خوشنویس تھے۔

سید علی:

یہ عہد ترخانیہ سندھ ۹۶۱ھ/۱۵۵۴ء تا ۱۰۰۱ھ ۱۵۹۳ء کے بہترین خوشنویس تھے۔

سید علی خان جواہر رقم:

کہتے ہیں کہ یہ تبریز کے رہنے والے تھے۔ان کے والد بزرگوار کا نام آقا مقیم عرف شمس الدین علی خان تھا۔تحصیل علم وخط کر کے عماد کی روش اختیار کی اور کثرتِ مشق سے درجہ استادی کو پہنچے۔شہنشاہ عالمگیر کے ابتدائی دور میں ہندوستان آئے۔اور دربار تک رسائی حاصل کی عالمگیر نے شاہزادوں کا معلمِ خط مقرر کر دیا پھر داروغہ کتاب خانہ کر دیا۔مگر آقا رشید کے خط کے مقابلہ میں انکا خط فروغ نہ پاسکا۔سید علی خان آقا رشید کے معاصر ہونے کے علاوہ ان کے دوست بھی تھے۔آخر میر عماد کی روش چھوڑ کر آقا رشید کی طرز اختیار کی تو بحیثیت خوشنویس بہت مشہور ہوئے۔مصنف'' مرأت العالم'' کا قول ہے کہ بعہد شاہجہان ہندوستان آئے تھے۔اور شاہجہان نے ہی جواہر رقم کا خطاب عطا کیا تھا اور اورنگ زیب کا معلم خط مقرر کیا تھا۔ان کا ۱۰۹۴ھ ۱۶۸۳ء میں بمقام رکن انتقال ہوا۔نعش دہلی لا کر جا کر دفن کی گئی۔یہ شاعر خوش گو بھی تھے۔

سید محمد میرزا:

انس تخلص کرتے تھے ناسخ کے شاگرد شاعری تھے اور لکھنو کے مشہور خوشنویس تھے۔

مولوی سید محمد خاں کمال زئی:

اصل وطن رام پور تھا پھر ٹونک چلے گئے عالم فاضل اور صاحب تصنیف وتالیف تھے۔علم جفر میں یدطولیٰ حاصل تھا۔نسخ ونستعلیق کے عمدہ خوشنویس تھے۔ایک خاص قسم کی روشنائی تیار کرتے تھے۔جو روشنائی ہفت رنگ کہلاتی تھی۔اس کی خصوصیت یہ تھی کہ جب حرف خشک ہوتے تو ان میں سات رنگ ہر حرف میں نظر آتے تھے اور ترتیب رنگ میں ہر حرف میں بدستور قایم رہتی تھی۔۱۳۰۸ھ بمطابق ۱۸۹۰ء میں بمقام ٹونک انتقال ہوا۔

سیف الدین اسفرنگی:

صاحب علم وفن اور شعر وسخن کے ماہر تھے۔ کئی خطوط نہایت ہی عمدہ لکھتے تھے سلطان سنجر کے دور حکومت (۵۱۱ھ ۱۱۱۷ تا ۵۵۰ھ ۱۱۵۶ء) کے عمدہ خوشنویس تھے۔

مولانا سیمی:

نیشاپور وطن تھا خطوط شش گانہ کے بہترین خوشنویس ہونے کے علاوہ بیحد زود نویس اور اچھے شاعر بھی تھے۔ شاہزادہ علاؤ الدولہ ابن بایسنغر مرزا کے عہد میں وطن سے مشہد چلے گئے۔ ایک ایسے موقع پر بھی جبکہ خاص مشہد میں جنگ ہو رہی تھی ہر طرف خطرے کے نقارے بج رہے تھے۔ خون ریزی ہو رہی تھی۔ مولانا شعر گوئی اور خوشنویسی میں منہمک تھے۔ چوبیس 24 گھنٹے تک نہ تو مولانا سوئے نہ کھانا کھایا نہ حوائج ضروری کے لئے اٹھے۔ اس چوبیس گھنٹوں میں دو 2 ہزار شعر لکھے اور اُن کو خوش خط بھی لکھا۔ مولانا ایران کے بہترین خوشنویسوں میں تھے۔ ان کا اصل نام عبداللہ ہے۔ مگر مشہور سیمی ہیں۔ جوان کا تخلص ہے، جلی وخفی دونوں خط بہترین تھے خوشنویسی کے علاوہ فنِ تجوید کے استاد تھے۔ ایک ہزار سے زائد شاگرد اپنے بعد چھوڑے، عثمانی (ترکی) مولفوں نے انکی بہت تعریف کی ہے حسن خط اور حسن سخن میں بھی اپنا جواب نہ رکھتے تھے۔ اپنی زود نویسی کے لئے کہتے ہیں یک روز بو مدح شاہ پاکیزہ سرشت سیمی دو ہزار بیت گفت و نوشت۔ مشہد سے ترکستان چلے گئے۔ وہاں بہت تکالیف اٹھائیں جن کا اظہار اپنے اشعار میں کیا ہے پھر ترکستان سے وطن پہنچ کر باطمینان زندگی بسر کی اور وہیں انتقال ہوا۔

شاہرخ مرزا:

یہ امیر تیمور صاحقبراں کے فرزند خراسان، ماژندران، سجستان، شیراز اور اصفہان وغیرہ کے فرمانروا رہے۔ ۸۵۰ھ ۱۴۴۶ء میں وفات پائی۔ نہایت ہی شجاع، شاعر اور علم و ہنر سے آراستہ تھے۔ خوشنویسی میں بڑی مہارت تھی اور اعلیٰ مبصر تھے ہر خط نہایت خوبصورت لکھتے تھے۔

شاہ شجاع:

شہنشاہ شاہجاں کے فرزند دوم تھے جس کا مفصل حال تواریخ میں درج ہے۔ان کی قلمی دو وصلیاں دہلی میوزیم میں محفوظ ہیں۔جن میں سے ایک میر علی کی وصلی کی نقل ہے۔دونوں بخط نستعلیق جلی ہیں اور خط میں استادانہ جھلک ہے۔ یہ اورنگ زیب سے جان بچا کر بھاگے اور سرگودھا کے قریب حضرت حبیب سلطان بزرگ کے پاس جا کر پناہ حاصل کی۔ باقی تمام عمر وہیں موضع دھریمہ نزد سرگودھا میں گزاری اور آج بھی اُن کا مزار حضرت حبیب سلطان کے پہلو میں دھریمہ میں موجود ہیں۔

مولانا محمد نیشاپوری:

نام خطوط ہفت کے بلند پایہ خوشنویس تھے مگر خط نستعلیق بہت ہی عمدہ لکھتے تھے۔ ابوالفضل علامی نے ان کو مشہور آفاق خوشنویس لکھا ہے۔

سید شجاع الدین انور:

تخلص امراؤ مرزا عرف دہلی وطن تھا۔سید جلال الدین حیدر مرصع رقم کے فرزند دوم تھے۔خط نسخ و نستعلیق اپنے والد بزرگوار سے حاصل کر کے ذاتی کوشش و مشق سے کمال پیدا کیا نستعلیق بہت ہی بہتر لکھتے تھے۔ جنگ آزادی 1857ء کے بعد جے پور میں سکونت اختیار کر لی تھی اور کاپی نویسی ذریعہ معاش تھا۔ان کے شاگرد بھی کچھ خدمت کرتے تھے بہترین خوشنویس ہونے کے علاوہ عمدہ و اعلیٰ شاعر بھی تھے اور اپنے زمانے کے اساتذہ میں شمار ہوتے تھے۔شعر و سخن میں بہت لوگوں نے ان سے فیض حاصل کیا ۱۲۶۴ھ ۱۸۴۸ء کے قریب دہلی میں پیدا ہوئے اور وہیں ۱۳۰۲ھ ۱۸۸۵ء میں بحالت بیماری انتقال ہوا۔

شرف الدین عبداللہ عقیق کن:

اِن مہر کنی میں کمال حاصل تھا اس لئے عقیق کن مشہور ہوئے۔ان کا وطن دہلی تھا ان کی عقیق پر کھودی ہوئی مہریں نہایت نفیس و دیدہ زیب تھیں کمال یہ ہے کہ حروف کی بالکل وہی شان

تھی جو کاغذ پر ہونی چاہئے۔ استادانِ فن ان کا خط دیکھ کر حیران و ششدر رہ جاتے تھے۔ اعلیٰ درجہ کے خوشنویس نستعلیق تھے اور اپنے فن کے کامل استاد تھے۔ نہایت رقیق القلب اور دائم الحزن تھے۔ تیرہویں صدی ہجری مطابق انیسویں صدی عیسوی میں دہلی میں انتقال ہوا۔

شرف علی:

شرف تخلص کرتے تھے لکھنو کے مشہور و باکمال خوشنویس تھے۔ اور منشی امیر اللہ تسلیم کے ہم عصر تھے، مطبع منشی نولکشور میں کتابت کرتے تھے اور اپنے فن کے ماہر تھے۔

شکر اللہ:

عہد شاہجہانی کے مشہور خوشنویس خطِ شکستہ تھے۔ ان کی کئی وصلیاں یادگار ہیں۔

شمس الدّین:

یہ عاصی تخلص کرتے تھے ان کی قلمی ایک وصلی بخط نسخ دہلی میوزیم میں محفوظ ہے۔ مزید حالات معلوم نہیں ہو سکے۔

شمس الدین تبریزی:

مولانا علاء بیگ تبریزی کے استاد خوشنویسی تھے۔

منشی شمس الدّین اعجاز رقم:

اعجاز رقم ممتاز خطاط منشی ہادی علی خوشنویس لکھنو کے مشہور و باکمال شاگرد تھے ''اعجاز رقم''، مولانا عبدالحلیم شرر کے معاصر تھے اور نستعلیق نویسی میں فرد عصر تھے، وطن لکھنو تھا۔ انہوں نے فن خوشنویسی پر حسب ذیل کتابیں لکھی ہیں۔ ایک کے پانچ حصے تنویر، شمس مرقع، نگاریں گلدستہ ریاحین اور اعجاز رقم۔ خطاطانِ لکھنؤ میں ان کا بڑا مرتبہ ہے۔ ان کی تصانیف سے خطاطوں کی ایک کثیر جماعت نے فیض حاصل کیا آج بھی ان کی کتابیں رہنمائی کرتی نظر آتی ہیں۔

شمس الدین علی خان:

اچھے خوشنویس تھے مگر ان کے صاحبزادے سید علیخان ''جواہر رقم'' کا خط ان سے بہت بلند تھا اور بعض دوسرے شاگرد بھی ان سے اچھا لکھتے تھے۔

لالہ شنکر سہائے دریا آبادی:

یہ دریاباد کے رہنے والے تھے۔ ہفت قلم خوشنویس تھے۔ خط گلزار و نستعلیق میں بڑا کمال تھا۔ نصیر الدین حیدر بادشاہ اودھ کے دیوانِ حبیب خاص تھے اور لالہ درباری لال کے فرزند پنجم تھے۔

پنڈت شنکر ناتھ:

''تذکرہ خوشنویساں'' میں ان کا نام شنکر نوساری لکھا ہے اور ''طغراہائے نستعلیق'' میں پنڈت شنکر ناتھ درج ہے۔ یہ رائے گوپی ناتھ کے پوتے تھے جو نواب عبدالاحد خان دیوان ومختار تھے۔ مولوی حیات علی کے شاگرد تھے اور خطِ شکستہ کفایت خان کی روش پر بہت اچھا لکھتے تھے۔ چونکہ ذہن وطباع اور محنتی تھے اس لیے اپنا خط کفایت خان کے خط سے ملا دیا تھا۔ خوش خلق وباوضع، تیرہویں صدی کے عمدہ ترین خوشنویس شکستہ تھے۔

مولانا خواجہ شہاب الدّین عبداللہ مروارید:

یہ بیان تخلص کرتے تھے۔ خواجہ شمس الحق محمد مروارید کے خلف الصدق اور کرمان کے باشندہ تھے، سالہا سال اپنے علم وفضل کی بدولت مختلف بادشاہوں کے وزیر رہے اور اشراف میں شمار ہوتے تھے۔ ان کے خط کے لیے کہا گیا ہے۔ اس کی رعنائی جَنَاحِ الطَّاؤس (ترجمہ) مور کے بازو کی مانند ہے اور اس کی انشا کَنِشَاطِ النُّفُوْسِ (ترجمہ) جان کی سی خوشی عطا کرتی ہے۔ بہترین قانون نواز بھی تھے۔ محمد حسین مظفر بادشاہ نے ان کی تربیت خوشنویسی پر توجہ کر کے درجہ کمال پر پہنچا دیا۔ ان کی طبیعت میں بلا کا استغنا تھا اسی لیے بلا کسی وجہ کے وزارت سے استعفاء دے دیا۔ ۹۲۲ھ ۱۵۱۶ء میں انتقال ہوا۔

شہنشاہ شہاب الدین محمد شاہجہان:

یہ شہنشاہِ جہانگیر کے صاحبزادے تھے ان کو فن خطاطی سے بہت دلچسپی تھی۔ بہت سے خطوط میں کمال حاصل تھا۔ خطاطی کی شناخت میں بھی مہارت حاصل تھی۔ ان کی فنی قدر دانی کا عالم تھا کہ خوشنویسوں کی ایک کثیر جماعت مثل آقا عبدالرشید دیلمی، ملا باقر کشمیری وغیرہ وغیرہ ان کے دامنِ دولت سے وابستہ تھے باعلم وہنر اور مدبر بہادر اور قدر دان اہل ہنر ہونے کے علاوہ خود بھی نسخ و نستعلیق اور شکستہ کا عمدہ خوشنویس و مبصر تھے۔ میر عماد کے خط کا عاشق تھے جو کوئی شخص اس کی وصلی پیش کرتا تھا۔ اسکو یکصدی منصب عطا ہوتا تھا۔ ۱۶۶۶ میں انتقال ہوا۔

شیخ احمد:

یہ شیخ زادہ سہروردی مشہور تھے، سہرورد ایک چھوٹا سا قریہ تھا یہ وہاں کے باشندہ تھے۔ یاقوت مستعصمی کے نامور شاگرد تھے اور علوم تد والہ سے بہرہ ور اپنی عمر میں تیستنیس ۳۳ قرآن مجید لکھے جس میں سے ایک کتاب خانہ ریاصوفیہ میں محفوظ ہے، صدہا اشخاص نے ان سے شرفِ تلمذ حاصل کیا۔ ۷۲۰ھ ۱۳۲۱ء میں انتقال ہوا۔

میاں شیخ محمد:

خط عربی و تعلیق کے استاد کامل تھے۔ ابوالفضل علامی کی رائے ہے کہ یہ شہرۂ آفاق خوشنویس تھے۔

راجہ شیر سنگھ:

راجہ ناگرل کے خاندان سے تھے اور آخری تاجدار دہلی کے طبقہ خوشنویساں میں شامل تھے خط شکستہ کے استاد اور رائے پریم ناتھ کے شاگرد تھے۔

منشی شیو پرشاد:

یہ وہبی تخلص کرتے تھے، اپنے زمانے کے باکمال خوشنویس اور اعلیٰ درجہ کے کاتب تھے۔ مطبع نول کشور کے ممتاز کاپی نویسوں میں ان کا شمار تھا۔ حضرت شمس تبریزؒ کا کلیات جس کے

۱۰۳۶ صفحات ہیں ان کا اور منشی آلِ حسن کا کتابت کردہ ہے اور دونوں خط میں فرق کرنا ممکن نہیں ۔اور بھی متعدد کتب ان کی قلمی اِسی ادارہ ہیں میں چھپی ہیں۔خط نستعلیق نہایت نفیس و پاکیزہ ہے ۔۱۸۲۵ء تک تو ان کی حیات کا پتہ چلتا ہے اس کے بعد اُن کا سَنِ وصال معلوم نہیں۔

صاحب رام:

نستعلیق کے عمدہ خوشنویس تھے۔ ان کی قلمی وصلیاں لٹن لائبریری علیگڑھ شعبہ مخطوطات میں محفوظ ہیں۔خط میں بڑی رونق وشان ہے۔ اِن سے بہت سے خوشنویسوں نے تربیت حاصل کی۔

میر صدرالدین محمد:

میرزا شرف کے فرزند تھے، مولانا مالک دیلمی قزوینی کے شاگرد تھے۔مگر خوبیٔ خط میں استاد سے بہت بڑھ گئے تھے۔مولانا سلطان علی مشہدی کی طرز پر بہترین لکھتے تھے اور ان کے خط کی ایسی نقل کرتے تھے کہ ایک بار انہوں نے مولانا کی چند وصلیوں کی نقل کر کے اصل ونقل ان کی خدمت میں پیش کیں تو جب تک خود انہوں نہیں بتلایا مولانا اصل ونقل میں فرق نہ کر سکے۔عرض کہ مسلم الثبوت خوشنویس نستعلیق تھے۔آخر عمر میں بوجہ کمزوریٔ نظر مشق ترک کر دی تھی۔

صغیرالدین:

صغیر تخلص کرتے تھے، نارونول کے ارباب دولت میں سے تھے مولانا مبینؔ کے ہاتھ پر سلسلۂ جمالیہ میں بیعت ہو کر انکا گھرانہ تائب ہو گیا تھا۔انہوں نے ایک قرآن شریف بہت بڑے سائز پر خط طغرا میں لکھنا شروع کیا تھا اور دو پارے مکمل بھی کر لیے تھے کمال یہ تھا کہ ایک ایک صفحہ پر ایک ایک آیت کا طغرا بنایا تھا۔اور ہر طغرا دوسرے سے مختلف تھا، اسی طرح حاشیہ کی بیل ایک دوسری سے مختلف تھیں برسوں میں دو پارے تیار کیے تھے اور بقیہ کے کثیر خاکے بھی تیار تھے، عجیب نادر چیز تیار کر رہے تھے مگر زندگی نے وفا نہ کی۔پھر ان کے فرزند مشیرالدین نے تکمیل کرنا چاہی مگر مکمل نہ کر پائے اور ۱۹۴۷ء کے ہنگامہ میں خدا جانے کیا حشر ہوا۔

سیّد صفدر علی:

نام ونسب مزید حالات معلوم نہیں، ان کی ایک عمدہ وصلی بخط جلی نستعلیق دہلی میوزیم میں محفوظ ہے۔

صفیہ:

اندلس کی وہ بلند مرتبہ خاتون جس کی نسبت صاحبِ ''اسلامی کتب خانوں کی سیر'' صفحہ ۱۹ پر لکھتے ہیں کہ خطاطی میں بڑی ماہر تھیں۔ان کی لکھی ہوئی کتابیں ان کے معاصرین کو محوِ حیرت بنا دیتی تھیں۔

ضابط خاں:

یہ نواب نجیب الدولہ کے صاحبزادے تھے ان کی وصلی تحریر شدہ ۱۱۰۶ھ ۱۶۹۴ء کو دیکھنے سے استادانہ شانِ خط ظاہر ہوتی ہے۔

ضیاء الدین یوسف:

مولانا عبدالرحمٰن جامی کے فرزند تھے، علم وفضل کے علاوہ خوشنویسی میں بھی کمال حاصل تھا۔علی الکاتب خوشنویس کی طرز پر نستعلیق خوب لکھتے تھے ۹۰۰ھ ۱۴۹۵ء میں انتقال ہوا۔

طالب آملی:

دربارِ جہانگیر کے ملک الشعرا تھے۔اپنے علم وخوبی خط کی نسبت اُنہوں نے یہ اشعار کہے۔

پا بر دومیں پایہ اوج عشراتم — وانیک عدو فنم از آلاف زیاداست
بر ہندسی و منطق و ہئیت و حکمت — دستے است مراکش ید بیضاز عماداست
دیں جملہ چوطے شد نمکین علم حقیقت — کاستاد علوم ست بریں جملہ مزا داست
در سلسلۂ و صفِ خط ایں بس کہ زکلکم — ہر نقطہ سویدائے دِل اہل سواداست
پوشم نسب شعر چو دانم کہ تودانی — کایں پایہ مراثا مِن ایں سبع شداد است

صرف بیس ۲۰ سال کی عمر تھی کہ مرتبہ'' ملک الشعر پر'' فائز ہوئے اور ۱۰۳۶ھ ۱۲۴۶ء میں اس جہانِ فانی سے انتقال کیا۔ ان کی شاعری نے ان کے وصفِ خط کو ماند کر دیا۔ تاہم خوشنویسوں میں تذکرہ کہیں کہیں ملتا ہے۔

شیخ طاہر وحید:

یہ قزوین کے مشہور انشاء پرداز اور شاعر دربار ایران تھے۔ اور وزیر سلطنت تھے۔ اس کے علاوہ مورخ بھی تھے۔ ''تاریخ ایران'' اور تذکرہ شعرا'' کے مصنف ہیں۔ عہد شاہجہانی میں ہندوستان بھی آئے تھے۔ ان کی قلمی وصلیاں لٹن لائبریری شعبہ مخطوطات علی گڑھ میں محفوظ ہیں۔ خط پاکیزہ ونفیس تھا ۱۱۲۰ھ ۹ یا ۱۷۰۸ میں انتقال ہوا۔

طہماسپ صفوی:

سلطنت صفویہ کے بانی تھے اسمٰعیل اول کے فرزند بلند اقبال تھے ۹۳۰ھ ۱۵۲۳ء میں سریر آرائے سلطنت ہوئے فضل وکمال اور فنون سے بہرہ مند تھے نے اُن کی بے حد تعریف کی۔ محتشم کاشی کے ممتاز دانشور اور ثلث ونسخ کے بہترین خوشنویس تھے۔ ۹۸۴ھ ۱۵۷۶ء میں انتقال ہوا

حکیم ظہور الحسن:

اصل وطن دہلی اور مسکن جے پور تھا یہاں کے سرکاری ملازم تھے۔ بعد پنشن تقسیم ملک ہونے پر پاکستان چلے گئے۔ طب میں حکیم محمد سلیم خان عرف ''حکیم بھرے'' کے شاگرد تھے اور ان کے عزیز تھے، فارسی کا علم مکمل تھا خوشنویسی میں شیخ احسان علی اسدی کے شاگرد تھے، خط نستعلیق خفی وجلی نہایت نفیس تھا، ستر ۷۰ سال سے زائد عمر کے باوجود زور قلم بدستور تھا۔ اُن کے بارے میں معلوم نہیں کہ پاکستان میں کس مقام پر رہے۔

ظہیر الدین محمد بابر بادشاہ:

یہ مغلیہ سلطنت کے بانی تھے خط نستعلیق میں کمال حاصل تھا۔ خط بابری کے موجد تھے

سلسلۂ تلمذ سیر علی تبریزی سے ملتا ہے اور انہیں کی طرز پر نستعلیق بھی لکھتے تھے۔

ظہیر کبیر قاضی زادہ:

جامع علوم وفنون اور خوشنویسی میں شہرہ آفاق تھے، شاہ اسمٰعیل صفوی کے دربار میں انہیں مقام حاصل تھا۔ جب شاہ سلیم عثمانی نے اسمٰعیل صفوی پر فتح حاصل کی تو چند اہل کمال کو اپنے ساتھ لے گیا تو ان میں یہ بھی تھے، ابن خلکان کا فارسی ترجمہ اُنہوں نے نہایت اعلیٰ انداز میں سلطان کے لیے کیا تھا۔ ۹۳۰ھ ۱۵۲۴ء میں انتقال کیا۔

مولوی عابد علی اسدی:

عابد تخلص کرتے تھے مولوی شیخ کرامت علی اعجاز کے بڑے صاحبزادے تھے اصل وطن نارنول تھا مولد و مدفن جے پور بنا۔ فنِ خوشنویسی اپنے چچا شیخ احسان علی سے حاصل کیا خفی نستعلیق بہت اچھا لکھتے تھے۔ زود نویس بھی تھے، عبدالرحیم، حکیم ظہورالحسن ومنشی نذیرالدین خوشنویساں جے پور کے معاصر وہم رتبہ تھے۔ ۲ دسمبر ۱۹۲۴ء کو انتقال ہوا۔

عباداللہ:

محمد عارف کے بھانجے اور شاگرد تھے۔ ''یاقوت رقم خان'' کا خطاب ان کو بھی ملا تھا۔ ان کی ایک مطلا وصلی جو سرخ روشنائی سے تحریر ہے بخط نسخ دہلی میوزیم کی زینت ہے۔ روش اور شانِ خط استاد کے خط سے ملتی جلتی ہے۔

مرزا عباداللہ بیگ ''زمرد رقم'':

یہ میرزا عبداللہ بیگ کے صاحبزادے تھے۔ میر پنجہ کش کے شاگردوں میں بہت ممتاز تھے۔ انکا خط آغا مرزا کے خط کے برابر تھا۔ دربار شاہی سے خطاب ''زمرد رقم'' ملا تھا۔ جنگ آزادی کے ہنگاموں سے متاثر ہوکر پٹیالہ چلے گئے تھے جہاں کافی عزت وشہرت حاصل کی تیرہویں صدی ہجری میں مطابق انیسویں صدی عیسوی وہیں انتقال ہوا۔ ان کو اعجاز رقم، کا بھی خطاب تھا۔ ان کی ایک وصلی دہلی میوزیم میں محفوظ ہے۔

عباداللہ خاں:

یہ قاضی فیض اللہ کے صاحبزادے اور قاضی عصمت اللہ خاں خوشنویس کے بھتیجے تھے، خط نسخ قاضی صاحب کے خط سے ملا کر ایسا لکھتے تھے کہ ماہرین شناخت کرنے سے قاصر رہتے تھے۔ قاضی عصمت اللہ خان کے شروع کئے ہوئے قرآن شریف اکثر اُنہی لکھ کر ختم کرتے تھے اور مطلق فرق معلوم نہ ہوتا تھا۔ بارہویں صدی ہجری مطابق اٹھارویں صدی عیسوی کے باکمال و شہرہ آفاق خوشنویس نسخ تھے۔

عباداللہ شیریں رقم:

ان کے مزید حالات نامعلوم ہیں ان کی ایک عمدہ وصلی بخط جلی نستعلیق دہلی میوزیم میں محفوظ ہے۔ بہرحال نستعلیق اور نسخ کے کامل اساتذہ میں سے تھے۔

عباس:

حالات معلوم نہیں۔ ان کی ایک عمدہ وصلی بخط نستعلیق دہلی میوزیم میں محفوظ ہے۔ یہ اعلیٰ پائے کے خوشنویس تھے۔ ف،م،و،م ۱۶

میر عبدالباقی اصفہانی:

سادات اصفہانی میں سے تھے۔ خطاطی میں کمال حاصل تھا۔ ان کی شہرت سن کر شاہ اسمٰعیل صفوی اول نے انہیں غزنین بلا لیا۔ اور نوازشات شاہانہ سے نوازا، بادشاہ سے کسی نے کہدیا کہ میر عبدالباقی کھانا بھی بہت اچھا پکاتے ہیں۔ لہٰذا بادشاہ نے انہیں حکم دیا اور انہوں نے کوئی نہایت لذیذ طعام تیار کر کے پیش کیا۔ جس کو بادشاہ نے پسند کیا اور کہا ''مقبول طبع ماشد'' اس بنا پر انہوں نے اپنا تخلص مقبولی کرلیا۔ چنانچہ شعر ہے۔

بہ مقبولی کسے رادست رس نیست قبول خاطر اندر دست کس نیست

جس میں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ مدت تک شہنشاہی کتب خانہ کے منتظم رہے۔

عبدالباقی حداد ''یاقوت رقم'':

اصل نام عبداللہ تھا مگر مشہور عبدالباقی حداد تھے۔ شاہجہانی عہد کے بہترین خطاط تھے اپنے معاصرین سے خوشنویسی میں سبقت لے گئے، خط نسخ کو عروس الخط بنا دیا تھا۔ شہنشاہ اورنگ زیب کی خدمت میں اپنا قلمی قرآن مجید پیش کیا جو صرف تیس ۳۰ ورق پر تھا۔ (ایسا ایک قرآن مجید جس میں اور بھی کمالات خطاطی ہیں سعید یہ لائبریری ٹونک میں بھی موجود ہے۔ جو بلا آئی گلاس کے پڑھا جا سکتا ہے اور تقطیع بھی متوسط ہے) اور دوسرے نسخے بھی پیش کئے۔ دربار شاہی سے ''یاقوت رقم'' کا خطاب ملا۔ ہندوستان میں اپنے چند شاگرد چھوڑ کر خود ایران چلے گئے۔ ان کے شاگردوں میں سے بھی کئی نے یہ خطاب حاصل کیا۔ مثلاً ان کے شاگرد محمد عارف کو ''یاقوتِ رقم خاں'' کا خطاب تھا۔ ان کی قلمی ایک حمائل شریف دہلی میوزیم میں محفوظ ہے۔

عبدالباقی دانشمند:

ان کا تبریز وطن تھا۔ متعدد علوم وفنون کے ماہر تھے۔ علا بیگ کے شاگرد تھے بعد از تحصیل علوم بغداد گئے اور تکمیل فن وہاں کی۔ شاہ عباس صفوی اول کو جب ان کے کمال خط کے بارے معلوم ہوا تو طلب کر کے ان کو خوشنویسان دربار میں رکھنا چاہا مگر انہوں نے منظور نہ کیا۔ پھر جب شاہ عباس نے قندھار فتح کر لیا تو انہیں اصفہان بلا کر نوازشاتِ شاہی سے نوازا اور مساجد ومحلات کے کتاب لکھنے پر مامور کیا۔ ثلث ونسخ ونستعلیق تحریر کرتے تھے۔ مگر شکایت زمانہ میں ایک طویل نظم لکھی ہے۔ گیارہویں صدی ہجری کے شروع میں انتقال ہوا جو مطابق سترہویں صدی عیسوی کا دور ہے۔

عبدالجبار:

یہ میر عماد کے شاگرد تھے۔ استاد کی خدمت کر کے خود بھی درجہ استادی پر فائز ہوئے۔ نستعلیق اس قدر بہتر لکھتے تھے کہ میر عماد کے خط کا دھوکہ ہوتا تھا۔ تمام عمر اپنے وطن اصفہان سے باہر نہ گئے اور وہیں ۱۰۶۵ھ ۱۶۵۵ء میں انتقال ہوا۔

عبدالحق شیرازی عرف امانت خاں:

عہد شاہجہانی کے نامور خطاط وطُغرا نویس تھے۔ خط نسخ ونستعلیق میں کمال حاصل تھا، تاج محل آگرہ میں جس قدر طغرے اور کتبے ہیں وہ انہیں کے کمالِ خط کے آئینہ دار ہیں۔ ان کے کمالِ خط کے باعث ان کو دربار شاہجہانی سے ''امانت خان'' کا خطاب بھی عطا ہوا جو مثل عرف استعمال ہوتا تھا۔ ان کے معاونین میں سے ستار خاں، رومی خاں، محمد خاں بغدادی، وہاب خاں ایرانی، روشن خاں شامی، عبدالغفار خاں ملتانی اور قادر زمانی خاں کابلی کے نام قابل ذکر ہیں۔ جو سب خوشنویسی میں بصیرت فن کے ساتھ سنگ تراشی میں بھی یدِ طولیٰ رکھتے تھے۔ تاج محل جیسی بے مثال عمارت پر امانت خاں جیسے بے مثال خوشنویس ہی کا خط جگہ پا سکتا تھا۔ امانت خاں، افضل خاں وزیر شاہجہان کے بھائی تھے۔ امانت خاں اور ان کے رفقائے کار کے کمالِ خط اور بصیرت فن وہنر کا ایک نمونہ تو تاج محل میں قرآن مجید کی آیات کی وہ خطاطی ہے جو صدر دروازے کے حصہ زیریں سے انتہائی بلندی تک حروف کی جسامت کی یکسانیت ہے۔ نیز امانت خاں کے وہ طغرے ہیں جن سے ممتاز محل اور شاہجہان کے مزارات کی تزئین کی گئی ہے۔ سکندرہ (اکبر اعظم کا مقبرہ) کے دروازے کا کتبہ بھی انہیں کے کمال فن کا نمونہ ہے اور اگرہ میں محلّہ مدرسہ شاہی قدیم مسجد وغیرہ کا کتبہ بھی انہیں کا قلمی ہے۔ جو کمالِ ہنر تاج محل میں یکسانیت کا دکھایا گیا ہے۔ وہی جامع مسجد کے در ومحراب پر تحریر شدہ عمارت میں بھی ہے۔

عبدالحلیم:

یہ عبداللطیف مصطفیٰ کے فرزند تھے، عمدہ خوشنویس خط عربی تھے مگر باپ کے خط کا مقابلہ نہ کر سکے۔

عبدالحمید بن یحیٰ بن سعید:

یہ بھی اپنے عہد کے نامور خطاط تھے۔ ان کے فن پارے جو زیادہ تر عربی رسوم الخطوط میں ہیں محفوظ ہیں۔

مولانا عبدالحی:

یہ ابوسعید مرزا کے منشی تھے اور خطِ تعلیق میں کمال حاصل تھا۔

خواجہ عبدالحی:

سلطان اویس جلائر کے شاگرد تھے اور نامور خوشنویس تھے۔

منشی عبدالحی:

سندیلہ کے باشندہ تھے اور عہد واجد علی شاہ والیِ اودھ کے عہد میں بے نظیر خوشنویس مانے جاتے تھے اور درباریوں میں شامل تھے۔ چنانچہ نواب واجد علی شاہ کے ساتھ ہی مٹیا برج کلکتہ چلے گئے تھے۔

میر عبدالحی مشہدی:

عہد ہمایوں میں خط بابری کے مشہور خوشنویس تھے۔ان کے فن پارے دہلی میوزیم میں محفوظ ہیں۔

عبدالرحمٰن فرمان نویس:

آقا عبدالرشید کے نامور شاگرد تھے اور زود نویسی میں اپنے زمانے کے ممتاز ترین خطاط تھے۔

عبدالرحمٰن کاتب:

ان کا قلمی ایک دیوان بخط نستعلیق لائبریری علی گڑھ کے شعبہ مخطوطات میں محفوظ ہیں۔ جو ۹۷۱ھ ہجری م ۱۵۶۳ء ۱۵۶۴ھ کا تحریر شدہ ہے۔شانِ خط نفیس ہے اور کمالِ خطاطی وخوشنویسی ظاہر ہے۔

عبدالرحیم خاطر:

یہ منشی ہیرالال مونس کے شاگرد تھے۔ جے پور میں بساط خانہ کی دوکان تھی۔ جہاں بیشتر وقت کتابت میں مشغول رہتے تھے۔کاپی نویسی بھی کرتے تھے اور اچھے کاتبوں میں شمار تھا۔ جے پور کے قدیم باشندہ تھے اور یہیں انتقال ہوا۔شان خط اچھی تھی۔

عبدالرحیم عنبرین قلم:

ان کی دو وصلیاں بخط نستعلیق مخطوطات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں محفوظ ہیں۔ یہ عہد جہانگیر کے خطاط ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ دربار سے ان کا قریبی تعلق تھا۔ کیونکہ ان کی ایک وصلی پر بقلم خفی یہ عبارت درج ہے۔

فقیر عبدالرحیم عنبریں قلم جہانگیر شاہی فی مشہور ۱۰۳۷ھ'' خط نہایت پاکیزہ اور استادی کا آئینہ دار ہے۔

عبدالرحیم الجزیری اصفہانی:

علی نقی خوشنویس کے معاصر تھے اور سلطان حسین صفوی کے ترتیب کردہ تھے خط ثلث میں کمال حاصل تھا مدرسہ چہار باغ کے کتبات انہی کے تحریر کردہ ہیں جو سلاطین صفویہ کی آخری تعمیر کردہ عمارت ہے ۱۱۳۷ھ ۱۷۲۴/۱۷۲۵ء کے دور تک ان کے قلمی قطعات دیکھے گئے ہیں۔

عبدالرحیم خاں خاناں:

یہ امیر بیرم خاں کے صاحبزادے تھے مجموعۂ کمالات اور نامور ماہرین سے تھے گجرات فتح کرنے کے بعد شہنشاہ اکبر نے خانخاناں کا خطاب عطا کیا اور شاہی لشکر کی سپہ سالاری ملی۔ خوشنویسی میں بھی کمال حاصل تھا عربی و فارسی خطوط کے علاوہ ہندی کا خط بھی نہایت پاکیزہ تھا اور اس پر اُنہیں پورا عبور تھا۔ ان کے ہندی دوہے بہت بلند اور اعلیٰ ہندی گویوں کے دوہوں کے معیار پر ہیں۔ فارسی شعراء میں نظری نیشاپوری انہیں کا ترتیب کردہ تھا۔ سخاوت میں بلند مرتبہ تھے ۔شعراء علماء اور دیگر اہل کمال کے نہایت درجہ قدر دان تھے۔ فقراء سے بھی عقیدت تھی۔ شعر بھی خوب کہتے تھے۔ غزل میں رحیم اور دوہوں میں رحمٰن تخلص کرتے تھے۔ اکبری نورتنوں میں اہم رتن تھے۔ ۹۸۴ھ ۱۵۷۶عیسوی میں پیدا ہوئے اور ۱۰۳۶ھ م ۱۶۲۶/۱۶۲۷ء میں انتقال کیا مفصل حال کے لیے'' مآثر رحیمی'' قابل ملاحظہ ہے۔

عبدالرحیم فرمان نویس:

آقا عبدالرشید کے شاگرد اور شاہی خوشنویس تھے۔ تعلیق و نستعلیق بہت اچھا لکھتے تھے ۔خط میں بڑی متانت پائی جاتی ہے۔

عبدالرزاق قزوینی:

یہ میر عماد کے بھانجے اور اس کے خلیفہ اعظم تھے۔ بلند مرتبہ خوشنویس ہونے کے ساتھ ساتھ خوش گلو بھی تھے۔ شاہ عباس اول کے مقرب خاص رہے اُس کو شاہنامہ سنانا اُنہی کے ذمہ تھا۔ میر عماد کی شہادت کے بعد بھی یہ حاضر دربار رہے اور وہیں گیارہویں صدی ہجری مطابق سترویں صدی عیسوی کے وسط میں انتقال ہوا۔

عبدالرشید:

ابراہیم عادل شاہ کے دور حکومت کے خوشنویس ہیں مرقع عادل شاہی میں ان کے خط کے نمونے موجود ہیں۔ کتاب نورس انہوں نے بھی لکھی ہے۔ جس پر ۱۰۳۷ھ م ۱۶۲۷ء درج ہے۔

آقا عبدالرشید:

عبدالرشید نام تھا مگر آقا رشید مشہور ہیں میر عماد کے بھانجے اور اس کے شاگرد رشید تھے ۔میر عماد کے بعد میر علی تبریزی کی روش کو اس درجہ کمال پر پہنچا دیا کہ اس سے آگے ترقی ناممکن ہے۔ انکی شہرت خط ایران سے گزر کر ہندوستان تک پہنچ چکی تھی۔ میر عماد کے قتل کے بعد یہ بھی جلا وطن ہو کر پریشان حال تھے شاہجہان نے انکو ہندوستان بلوالیا اور یہاں آنے پر شاہزادہ دارا شکوہ کا استاد مقرر کیا۔ ان کو مُجدّدِ ملتِ خطاطی کہا جاتا ہے۔ تمام عمر مشق خط کرتے رہے بڑھاپے میں بھی مشق نہ چھوڑی اور سرکاری فرائض کے مطابق مشق کو بھی اپنا فرض سمجھا۔

خط نستعلیق کا اس مرتبہ کا استاد ہندوستان میں کوئی نہیں ہوا۔ قوم خوشنویس آج تک آقا رشید کہہ کر بڑے ادب سے ان کا نام لیتی ہے۔ نستعلیق کی تمام خوبیاں انکے خط پر ختم ہوگئیں ۔دارشکوہ کے علاوہ محمد اشرف، خواجہ سرا اور سعیدائے اشرف عبدالرحمن اور میر حاجی ان کے

نامور شاگرد گذرے ہیں۔ ویسے اور بھی بہت لوگوں نے اُن سے یہ فن شریف سیکھا اور اسمیں کمال حاصل کیا۔ ۱۰۸۱ھ/۱۶۷۰/۱۶۷۱ء یا بقول مصنف تاریخ محمدی ۱۰۸۸ء/۱۶۷۷/۱۶۷۸ء میں ان کا انتقام ہوا۔ سعیدائے اشرف نے جو شعر وسخن میں مرزا محمد علی بیگ صائب کا شاگرد تھا۔ شاہزادی زیب النساء کی فرمائش پر حسب ذیل قطعہ تاریخ لکھا۔

کرده بود ایزد عنایت خوشنویس و شاعرے — کز وجود ہردو کردے افتخار ایام ما
بود اسم و رسم آں عبدالرشید دیلمی — بود نام ایں علی بیک و تخلص صائبا
آں پسر ہمشیرہ سیّد عماد خوشنویس — ایں برادر زادۂ شمس الحق شیریں ادا
شہر قزویں است از اقبال آں دارالکمال — کشور تبریز بو دازنسبت ایں عرش سا
آں بہندوستان نمودے خوشنویسی را علم — ایں بہ ایران داشتے رسم سخندانی بپا
آں یکے در خطۂ خطہ دا در اقلیم گیر — ایں یکے در ملک معنیٰ خسرو فرماں روا
قطعہ ہائے خط آں چشم جہاں را روشنی — نسخہ ہائے شعرا یں دلہائے عالم رادوا
ازصریر کلک آں آوازہ صورت بلند — ازستون خامہ ایں خانہ معنی بپا
آں بہندستان صورت صاحب سیف وقلم — ایں درِ ایران معنی صاحب کوس دلوا
آں ز ہفت اقلیم خط کلکش قلمرو داشتے — ویں زاصناف سخن بودے ضمیرش بادشاہ
داشتے از خامۂ آں چہرہ خط آب و رنگ — یافتے از کلک ایں آئینہ معنی جلا
سطر ہائے آں بکرسی بودے ازروے نسق — حرفہاے ایں ببکری بودے ازروے ادا
ہردو بودندے بہم چوں صورت ومعنی قریں — ہر دو بودندے بہم چوں لفظ ومعنی آشنا
اتفاقاً ہر دو دریک سال باہم متفق — رخت بربستند از یخا جانب دا رالبقا
گشت ازحرمان آں تعلیم خط زیروزبر — اوفتاد از رفتنِ ایں ملک معنی ازصفا
از برائے آں قلم گردید ازشق سینہ چاک — بہرایں اوراق دیواں کردہ پیراہن قبا
تختہ گشت ازفوت آں رادکانِ دستگاہ — اوفتاد از مرگ ایں گفتار از برگ و نوا
شورش وغوغا فتادازمرگ ایشاں درجہاں — باخبر شد چونکہ پیر عقل از ایں ماجرا
روئے بامن کردووگفت اشرف بگوتاریخ آں — چوں ترا بودند ایشاں استاد و پیشوا

گفتم از ارشاد پیر عقل در تاریخ آں
بود باہم مردنِ آقا رشید و صائبا

آقا کیلئے ایک ریختہ گو شاعر کہتا ہے۔

میں نے خطاط یک قلم دیکھے — لیکن آقا سے لوگ کم دیکھے
اے خوشا وقت و عہد شاہجہان — جس کی خدمت میں ایسے ہوں انسان
یعنی عبدالرشید سا استاد — خوشنویسی کی جس نے دی ہے داد
خط کی خوبی کا اس کے اب تک ڈھنگ — صفحہ روزگار کا ہے رنگ
وہ تصرف کہیں جو کرتا ہے — شکل نقاش نقش بھرتا ہے
حیرت افزائے حسن ہو تحریر — مشقی اس کی ہے قطعہ تصویر
خط شیریں جو اس کا پاتے ہیں — ہم حلاوت بہت اٹھاتے ہیں
لگ گئی ہے قلم تو جادو ہے — مد جاں ہے کسو کی ابرو ہے
ایسا لکھنا کسو کی طاقت ہے — ہے جلی بھی تو ایک صنعت ہے
سطر لکھتا نہیں خفی کیا یہ — خط ہے خوباں کے پشت لب کا یہ
خط میں کیسا ہی کوئی قابل ہو — اس کا کیا نقطۂ مقابل ہو
حرف کس کس ادا سے لکھتا ہے — کون ایسی صفا سے لکھتا ہے
ہے الف قامت نکورویاں — لام ہے زلفِ سلسلہ مویاں
دال کا خم رہے ہے ایسا خوب — جیسے جھکتے ہوں مست ہو محبوب
میم جس لطف سے لبالب ہے — دہن تنگ مہوشان کب ہے
ہے کشش فاژۂ تن خوباں — دائرہ دور دامن خوباں
دائرہ نون کا اس نمط کھینچا — کہ خط دلبراں یہ خط کھینچا
کیا لکھوں اس کے خط کی میں خوبی — گویا تصویر ہے گی محبوبی

مدعی کو جو خط دکھا دیں ہم
جی سے حرف غلط اٹھا دیں ہم

کہتے ہیں کہ کسی شاعر نے آقا کی تعریف میں ایک قصیدہ کہہ کر پیش کیا آقا نے بجائے کوئی صلہ دینے کے وہی قصیدہ لکھ کر اس کو واپس دیدیا۔ شاعر کو معاوضہ نہ ملنے کا افسوس ہوا۔ مگر جب آقا کے قدر دانوں کو معلوم ہوا تو شاعر کو اس قدر رقم دیکر وہ قصیدہ خرید لیا کہ وہ اسکا تصور بھی نہ کرسکتا تھا۔

شیخ عبدالروف:

سندھ کے رہنے والے اور شیخ عبدالواسع کے فرزند ہے اور خط نستعلیق کے عمدہ خوشنویس تھے۔

منشی عبدالستار سندیلوی:

عہد آصف الدولہ نواب اودھ کے بہترین خوشنویس تھے۔

شیخ عبدالسمیع:

یہ بھی سندھ کے رہنے والے تھے اور عبدالروف کے حقیقی بھائی تھے ان کا خط نستعلیق بھی ان کے والد کے برابر تھا۔

شیخ عبدالشکور:

یہ شیخ عبدالواسع کے فرزند اور سندھ کے باشندے اور نستعلیق کے عمدہ خوشنویس تھے۔ مگر ان کے والد اور بھائیوں کے برابر انکا خط نہ پہنچ سکا تاہم مستند خوشنویس تھے۔

عبدالصمد شریں رقم:

یہ خواجہ نظام الملک کے صاحبزادے تھے جو شاہ شجاع شیرازی کے وزیر تھے۔ عبدالصمد ۹۵۱ھ م ۱۵۴۴ء میں اول شہنشاہ ہمایوں کی خدمت میں بمقام تبریز حاضر ہوئے پھر ۹۵۶ھ ۱۵۴۹ء میں کابل پہنچکر باریاب دربار ہوئے۔ شہنشاہ اکبر کے عہد میں فتح پور سیکری کی ٹکسال کے امین مقرر ہوئے اور پھر ملتان کے صوبہ دار بنے خطِ خفی میں یہ کمال تھا کہ خشخاش کے دانے پر قل ھو اللہ لکھ دیتے تھے۔ خط جلی و خفی میں خاص شان تھی۔ شیریں رقم خطابِ شاہی تھا۔ قابل و لائق امیر بھی تھے اور عمدہ شاعر بھی۔ مفصل حال اکبر نامہ جلد سوم میں بھی درج ہے اور آئین اکبری میں بھی۔

میرزا عبدالعطوف:

نام عبدالعطوف، کمال الدین خان عرف سنجر تخلص قوم زند سے تھے قزوین کے باشندہ

تھے اتفاق زمانہ سے ہندوستان آ گئے۔ فارسی، ترکی مادری زبان تھی۔ عربی میں بھی عبور تھا تقریباً چالیس سال ہندوستان میں رہے مگر اردو بولنا نہ آیا۔ لسان الملک میرزا محمد تقی خان مولف ناسخ التواریخ کے شاگرد تھے۔ خط نستعلیق و شفیعہ میں یدطولیٰ حاصل تھا قسطنطینہ میں بھی رہے اور سفارتخانہ ایران میں ملازم تھے۔ حج کے بعد رام پور آئے اور وہاں سے بغرض علاج رمّہ جے پور آئے جہاں حکیم سلیم الدین خاں خستہ دہلوی ثم جے پوری کے علاج سے مرض زائل ہوا۔

اس زمانہ میں جے پور علم و ادب کا مرکز تھا۔ ان کی آمد نے اور رونق بڑھا دی۔ شروع میں ہر جگہ ان کی بڑی عزت و شہرت ہوئی مگر کچھ دن بعد ہی میر حیدر حسن زکی و یکتا دہلوی سے اَن بن ہوگئی اور فریقین کی جانب سے نظم و نثر میں چوٹیں ہونے لگیں اور پھر علمی و ادبی مناظرے و مباحثے شروع ہو گئے۔ مولانا ابوالبیان حافظ محمد سلیم الدین تسلیم نارنوی جے پوری فریقین کے مسلمہ حکم تھے اور انہیں کا گھر ''تسلیم منزل'' معرکہ گاہ تھی۔ فریقین نے اس سلسلہ میں متعدد تصانیف مرتب کیں پھر سنجر بھوپال میں ملازم ہوئے اور اسکے بعد ضلع علی گڑھ وغیرہ میں بھی رہے۔ نواب مزمل اللہ خاں و نواب حبیب الرحمٰن خاں صاحبان نے ان کی قدر کی۔ پھر سو ۱۰۰ روپے ماہوار بحیثیت شاعر دربار رام پور میں ملازم ہوئے۔ متعدد تصانیف اپنی یادگار چھوڑیں۔ ان کا دیوان خود انہیں کے قلم کا شاہکار ہے۔ حافظ احمد علی خاں شوق مصنف تذکرہ کاملانِ رام پور نے صرف دس ۱۰ روپے میں نیلام میں خرید کر رام پور کے کتب خانہ میں محفوظ کیا ۱۳۲۹ھ ۱۹۱۱ء میں انتقال ہوا اور رام پور میں دفن ہوئے۔

حافظ عبدالغنی:

ابن حافظ محمد علی کے صاحبزادے اور نسخ و نستعلیق کے عمدہ خوشنویس تھے باپ کی روش پر ان کا خط ان کے برابر پہنچ گیا تھا بنارس میں حسینہ بیگم کی سرکار میں مرزا جواں بخت بہادر کے بیٹوں مرزا خرم وغیرہ کے معلم خط تھے اور بیگم کی عنایت کے سبب نہایت خوشحال زندگی بسر کی۔

ملا عبدالقادر آخوند:

یہ ملا عبدالقادر بدایونی کے نام سے مشہور ہیں اور منتخب التواریخ کے مصنف کی حیثیت

سے فن تاریخ میں بہت بلند مرتبہ رکھتے تھے۔شہنشاہ اکبر کے استاد تھے۔خوشنویسی میں بھی کمال حاصل تھا۔مختلف خطوط بہت نفیس لکھتے تھے۔آخر عمر میں حج بیت اللہ شریف کے لئے چلے گئے تھے مفصل حال آئین اکبری میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

خواجہ عبدالقادر خراسانی:

نسباً سیّد تھے۔اور سید عبدالوہاب خراسانی کے صاحبزادے تھے۔علم وہنر سے آراستہ اور فنونِ لطیفہ کے قدردان تھے۔مختلف رسم الخط بہت خوب لکھتے تھے اور ان پر پوری قدرت تھی۔امیر تیمور نے ان کی شہرت سنی تو بلا بھیجا اور رفتہ رفتہ منشی خاص بنالیا۔ان کا عربی خط یاقوت مستعصمی سے بہت مشابہ تھا ان کے قلمی مطلا و مذہب قرآن مجید استنبول وغیرہ کے کتب خانوں کی رینت ہیں نویں صدی ہجری مطابق چودھویں عیسوی کے اعلیٰ خطاطوں میں انکا شمار ہے۔

خواجہ عبدالقادر ہراتی:

خطاطی، موسیقی اور شاعر میں کمال حاصل تھا۔بعد تکمیل علوم وفنون ہرات سے بغداد گئے اور سلطان احمد جلائر کی مجالس خاص میں شریک ہوگئے سلطان ان کو یارعزیز کہا کرتے تھے اور انعام واکرام سے خوب نوازتے تھے۔سلطان کی وفات کے بعد میرزا میراں شاہ کے دوستوں میں شامل ہوگئے۔جب امیر تیور نے میراں شاہ پر غلبہ حاصل کیا تو دیگر مقربین کی طرح یہ بھی پریشان حال ہوکر فرار ہوگئے اور بیاباں نوردی اختیار کی۔اتفاق سے یہ جنگل میں جارہے تھے کہ امیر تیمور کا لشکر آپہنچا۔

گویا ان کیلئے ملک الموت آگیا۔لہٰذا فوراً قرآن شریف پڑھنا شروع کردیا۔اس لیے لشکر نے مزاحمت نہ کی اس دوران میں خود امیر کی سواری بھی آگئی تو تیمور نے ان کو پہچان لیا اور کہا ''ابدال از بیم جان چنگ در مصحف زد'' امیر نے حکم دیا کہ ان کو دربار میں لایا جائے مجبوراً وہاں پہنچے تو تیمور نے ان کی قدروعزت کی اور درباریوں میں شامل کرلیا۔خوشنویسی میں تمام فنون سے زیادہ کمال حاصل تھا۔عربی اور فارسی دونوں خط عمدہ لکھتے تھے۔ ۸۲۵ھ ۱۴۳۱/۱۴۲۱ء میں انتقال ہوا۔

عبدالکریم:

عبدالرحمٰن فرمان نویس کے پوتے تھے اور وہی روش و رنگ خط تھا۔ مولانا غلام محمد ہفت قلمی دہلوی ان کے خط کے مداح تھے اور ان کے مکتوبات خود کے پاس ہونے کو نعمت سمجھتے تھے۔

عبدالکریم قادری:

یہ بھی بلند پایہ خوشنویس تھے۔ اور ان کا خط نستعلیق بھی بہت عمدہ اور خوبصورت تھا۔ مزید حالات معلوم نہیں ہو سکے۔

حافظ عبدالکریم:

جے پور وطن تھا۔ بساط خانہ کی تجارت کرتے تھے منشی احسان علی نارنولی کے شاگرد تھے اور عبدالرحیم خاطر کے بڑے بھائی تھے۔ صرف خط نستعلیق لکھتے تھے۔ خفی و جلی دونوں کی یکساں صفاوشان تھی جے پور ہی میں انتقال ہوا۔

عبداللطیف مصطفیٰ:

ابراہیم عادل شاہ کے دور کے خطاط تھے ''مرقع عادل شاہی'' (محفوظ کتاب خانہ سالار جنگ حیدر آباد دکن) میں ان کے خط نسخ، ثلث، ریحان اور رقاع کے نمونے موجود ہیں انہوں نے کتاب نورس بھی لکھی ہے ۱۰۲۴ سے ۱۰۲۴ھ م ۱۶۱۵ء تا ۱۶۲۶ء کے تحریر شدہ ان کے مخطوطات کہیں کہیں نظر آتے ہیں۔

میاں جی عبداللہ:

رام پور وطن تھا۔ خط نسخ کے استاد فن تھے

حافظ عبداللہ:

عہد شاہجانی کے عمدہ خوشنویسوں میں تھے مقصود علی، شکر اللہ وغیرہ خوشنویسوں کے معاصر اور نستعلیق و شکستہ کے استاد تھے۔

عبداللہ آش پز:

یاقوت مستعصمی کے شاگرد اور اُن کے آش پز تھے۔ یہی وجہ لقب ہے علم و فضل میں کامل تھے اور خوشنویسی میں بلند پایہ ہستی تھے۔ وطن ہرات تھا۔ وہاں سے بغداد آ کر یاقوت کے شاگرد ہوئے اور کثرتِ مشق و محنت سے درجہ کمال کو پہنچے۔ یاقوت کی روش ایسی اپنائی تھی کہ ان کے اور وزراء کے مقرب ہو گئے۔ عمدہ شاعر بھی تھے چنانچہ قلم کے متعلق لکھتے ہیں۔

چیست آں مرغے کے ناساید زمانے از نفیر — شخصش اندودہ بزرو قرقش آلودہ بقیر
بانئے باریک واز افعال او دولت سمیں — بارخ تاریک و از آثار او ملکت منیر
چوں بنالد جسم او جسمِ ہنر گرد د قوی — چوں بگرید چشم او چشم خطر گرد دضریر
گر چہ بے گوش است باشد در ہمہ جائے سمیع — در چہ بے ہوش است باشد از ہمہ سوئے بصیر

صورت او بر مثال ماہے کاورابود
از شبہ فرق وز زر اندام و از وم آبگیر

ایک عرصہ کے بعد ہندوستان سے وطن واپس پہنچے اور چھیاسی سال کی عمر میں ۸۸۰ھ ہجری م ۱۴۷۵ء میں انتقال ہوا۔ پینتالیس قرآن مجید اپنی خطاطی میں یادگار چھوڑے۔

خواجہ میر عبداللہ شکرین قلم:

خواجہ میر علی تبریزی کے خلف الرشید ہیں۔ مختلف علوم و فنون میں پوری قدرت تھی۔ خوشنویسی کے فن میں اپنے والد کی زندگی میں ہی کافی شہرت حاصل کر لی تھی۔ والدِ محترم سے ہی اصلاح لی اور اُنہی کی روش پر لکھتے تھے۔ خراسان، آذربائیجان اور ترکستان میں ان کی خوشنویسی کا بڑا شہرہ تھا۔ میر عبداللہ شاعر بھی تھے اور اچھا شعر کہتے تھے۔ خط نستعلیق کی آراستگی میں ان کا نمایاں حصہ ہے۔ شکریں قلم خوبی خط کی وجہ سے کہلاتے تھے۔

سید عبداللہ شیرازی:

علم و فضل میں بھی مرتبہ بہت بلند تھا بلکہ پیشوائے علماء مانے جاتے تھے۔ خط میں

استادانہ رنگ وحیثیت کے مالک تھے ''ایساغوجی'' کافیہ'' شرح تہذیب'' وغیرہ انکی تصانیف ہیں۔علماء وفضلا کا ان کی خدمت میں مجمع رہتا تھا۔اور طالبان علم کثرت سے استفادہ کرتے تھے ۶۶۰ ہجری مطابق ۱۲۶۲ء میں انتقال ہوا۔

سید عبداللہ مشکین قلم:

شاہ نعمت اللہ ولی کی اولاد میں سے تھے۔اصل وطن ترمذ تھا۔وصفی تخلص کرتے تھے۔ شہنشاہ اکبر کے دربار سے مشکیں قلم کا خطاب ملا تھا۔زبردست خوشنویس تھے مختلف پانچ تصانیف اور ایک دیوان اپنی یادگار چھوڑا ۱۰۲۵ ہجری مطابق ۱۶۱۶ء میں انتقال ہوا۔

سید عبداللہ حسینی نازک رقم:

عہد شاہجہانی کے عمدہ خوشنویس اور سندھ کے رہنے والے تھے اور کتبہ نویس بھی تھے بخط ثلث میں کمال حاصل تھا۔

منشی عبدالحمید:

حافظ ابراہیم کے شاگرد اور سرکار اودھ کے فرمان نویس تھے۔خط نستعلیق خط ثلث میں کمال حاصل تھا۔

منشی عبدالمجید:

اصل وطن فیض آباد (یو،پی) تھا۔مگر ترک وطن کر کے پاکستان چلے گئے منشی محمد یوسف دہلوی سے تکمیل فن کی ۱۹۵۸ء میں جب ظاہر شاہ امیر کابل پاکستان آئے تو آپ نے ایک وصلی ان کی خدمت میں پیش کی اور ایک ہزار روپیہ انعام پایا۔آپ نے نسخ ونستعلیق کی درمیانی شکل کا ٹائپ بھی رائج کرنیکی کوشش کی۔آپ بحیثیت خوشنویس وکاپی نویس پاکستان میں نمایاں حیثیت کے مالک تھے تحفہ میں جنرل ناصر والی مصر کو بھی آپ نے ایک وصلی پیش کی اور داد پائی۔آپ نے بعض اخبارات کی پیشانیاں بھی لکھیں۔ان سے میری ملاقات اسلام آباد قومی نمائش میں دو تین بار ہوئی بہت ملنسار اور منکسر المزاج تھے۔

درویش عبدالمجید طائفانی:

درویشانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ خطِ شکستہ کے بہترین استاد مانے جاتے تھے مزید حال معلوم نہیں۔

عبدالمومن اصفہانی:

یہ صفی الدین اصفہانی کے صاحبزادے تھے مختلف علوم وفنون میں یکتائے عصر تھے۔ خوشنویسی میں خاص طور پر بہت مشہور تھے۔ انکا خط دیکھ کر مبصرین بھی اس کو ابن بواب کا خط خیال کرتے تھے انہوں اصفہان سے بغداد پہنچکر ابن بواب سے تعلیم حاصل کی تھی۔ فن موسیقی کے بھی استاد تھے۔ ان کی مجلس علماؤ فضلا اور طالبانِ علم وفن سے بھری رہتی تھی۔ ۶۴۶ھ مطابق ۱۲۴۸/۱۲۴۵ء میں انتقال ہوا۔

عبدالواحد مشہدی:

انہوں نے استاد سلطان علی مشہدی کی خدمت میں حاضر رہ کر فن خطاطی حاصل کیا حتیٰ کہ خود مسلم الثبوت استاد ہوگئے۔ بعد حصول کمال استنبول پہنچے اور سلطان سلیمان خاں کی نوازشات سے مالا مال ہوئے۔ ترکی میں مدرسہ واحدیہ کے بانی بھی تھے اور کئی کتابوں مثل انقایۃ الفقہ لواحدیہ اور رسالہ درفن اسطرلاب وغیرہ کے مصنف بھی تھے ۸۳۸ھ م ۱۴۳۴/۱۴۳۵ء میں اُن کا انتقال ہوا۔

شیخ عبدالواسع:

عہد شاہجہان کے بہترین خوشنویس نستعلیق تھے وطن ملک سندھ تھا۔

مرزا عبدالوہاب خاں:

ان کا نشاط تخلص، اصفہان وطن تھا علم وفضل میں کامل اور شعروسخن وخوشنویسی میں یدطولیٰ رکھتے تھے۔ ان کو طلا کاری کا بہترین استاد مانا گیا ہے رضا علیخان ہدایت مصنف '' روضتہ

الصفائے ناصری'' اور مرزا محمد تقی سپہر مولف ''ناسخ التواریخ'' حبیب اللہ آفندی ترکی مولف ''خط وخطاطان و میرزا عبدالمحمدؒ مصنف'' پیدائش خط وخطاطان نے بہت اچھے الفاظ میں انکی تعریف کی ہے اور اُنہوں نے ان کے خط شکستہ کا ایک عکس بھی اپنی کتاب میں شائع کیا ہے جو مطلا ہے۔ قلم میں بڑا زور اور خط میں نہایت رونق ہے ۱۲۴۲ھ م ۱۸۴۶/۱۸۲۷ء میں انتقال ہوا۔

خواجہ عبید زاکانی:

صاحب علم وفضل اور شاعری وخوشنویسی میں بے بدل تھے۔ ایک کتاب علم معانی میں تصانیف کی اور چند قطعات خوشخط لکھ کر شاہ ابواسحاق کی خدمت میں پیش کرنے کیلئے گئے۔ دروازہ شاہی پر پہنچے تو دربانوں نے روکدیا اور وجہ یہ بتائی کہ اس وقت مسخرہ آیا ہوا ہے بادشاہ ہنسی مذاق میں مشغول ہے اسلیے اس وقت ملاقات نہیں ہوسکتی۔ عبید کو سخت تعجب ہوا کہ جب مسخرے مقرب بارگاہ سلطانی ہوں اور علماء وفضلا محروم رہیں تو پھر علم حاصل کرنے سے کیا فائدہ لہٰذا واپس چلے گئے اور پھر کبھی ادھر کا رخ نہ کیا اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے یہ رباعی کہی ہے۔

در علم و ہنر مشو چومن صاحب فن تانزد عزیزاں نشوی خوار چومن
خواہی کہ شوی قبولِ ارباب زمن کُنک آرو کنکری کن و کنکرہ زن

مگر دولت شاہ کا قول ہے کہ جب شاہ ابواسحاق حاکم شیراز و فارس محمد بن مظفر کے ہاتھوں قتل ہوا ہے یعنی ۷۴۷ھ م ۱۳۴۶/۱۳۴۵ء میں تو عبید اسکا درباری تھا۔

عزیز میاں:

یہ عرف ہے اور اسی سے مریدین، معتقدین اور احباب و معاصرین فوری طور پر اُن کے بارے میں جان جاتے ہیں اس لیے ہم نے بھی عرف درج کیا ہے۔ ورنہ اصل نام شاہ محمد تقی ہے۔ عالم وفاضل اور مشہور ومعروف صوفی و پیر طریقت ہیں ہندوستان میں آپ کے مریدین کی ایک بڑی جماعت ہے شاعرِ بلند پایہ بھی تھے اور فی زمانہ خوشنویسی میں بے بدل اور بڑے مرتبے کے مبصر خط بھی تھے کمال یہ ہے کہ باوجود ترکِ مشق جب بھی کچھ لکھتے تو شان وصفائے خط نمایاں ہوتی تھی۔

عصمت اللہ:

محمد عارف یاقوت رقم خاں کے بھتیجے اور شاگرد تھے اور اپنے زمانے کے اچھے خوشنویس تھے۔

قاضی عصمت اللہ:

یکتائے عصر خوشنویس تھے اور یاقوتِ مستعصمی کے خط کے برابر ان کا خط تھا۔ صرف خط نسخ کے استاد تھے اور قرآن شریف وحمائل لکھ کر روزی پیدا کرتے تھے۔ بہت سے اپنے قلمی قرآن مجید اور حمائل شریف یادگار چھوڑے ۱۱۸۶ھ م ۱۷۷۲/۱۷۷۳ء میں انتقال ہوا۔

امیر عضد الدولہ دیلمی:

ایران کے مشہور بادشاہ جو ۳۳۸ھ م ۹۴۹/۹۵۰ء میں تخت نشین ہوئے اور ۳۷۲ھ ۹۸۲/۹۸۳ء میں وفات پائی۔ شجاع و مدبر و شاعر ہونے کے علاوہ عمدہ خوشنویس بھی تھے۔ ایک عرصہ تک ابن مقلہ کے بھائی حسن فصیح سے خط کی مشق کی تھی۔ اُن کے کمالاتِ خطاطی پردۂ شاہی میں چھپے رہ گئے۔ اور دیگر علوم وفنون کے جواہرات پر حجاب حکومت پڑا رہ گیا۔ البتہ شاہانہ کارنامے مثلاً تعمیرات وغیرہ بہت ملتے ہیں۔ مفصل حال امان التواریخ جلد دوم میں درج ہے۔

شیخ عطا حسین:

دہلی کے رہنے والے تھے مگر جنگ آزادی کے بعد سے جے پور میں سکونت اختیار کر لی تھی اور یہیں ملازمت سرکاری کرتے تھے۔ خطِ نستعلیق نہایت پاکیزہ تھا۔ میر پنجہ کش کی طرز پر لکھتے تھے اور ان کے رشتہ دار بھی تھے شعر بھی خوب کہتے تھے شور تخلص تھا۔ جے پور ہی میں انتقال ہوا۔

میر عطا حسین خاں:

یہ مصنف چار درویش تھے، تحسین تخلص تھا۔ میر محمد باقر طغرا نویس کے بیٹے تھے۔

مولانا علا بیگ تبریزی:

ان کا لقب جمال الملک، یہ مملکت کمال کا جمال اور جمالِ کمال کی علامت تھے نواح آذربائیجان میں ان کا کوئی مقابل نہ تھا۔ لغات عرب اور امور ادب میں ایک بر یز دریا کی حیثیت رکھتے تھے شمس الدین محمد تبریزی سے مدتوں مشق کر کے استاد فن ہوئے۔ شاہ طہماسپ صفوی کی ان پر خاص نظر عنایت تھی۔ ان کا جلی خط بے نظیر تھا۔ اس لیے اکثر شاہی عمارتوں، مسجدوں اور قبروں کے کتبے ان سے لکھوائے جاتے تھے جواب تک ایران میں ان کی یادگاریں ہیں دسویں صدی ہجری مطابق پندرھویں وسولہویں صدی عیسوی کے شہرہ آفاق خوشنویس تھے شعر بھی کہتے تھے چنانچہ اپنی خوشنویسی کی بابت کہتے ہیں۔

مَرا خدائے جہاں از ہمہ جہاں داداست خطے چہ گونہ خطے بہ زلعل رمانی

ملا علی مہر کن:

سوائے خط تعلیق کے باقی جملہ خطوط کی بہترین مہر بناتے تھے خط کی خوبی سے دیکھنے والے حیرت میں پڑ جاتے تھے آئین اکبری کے صفحہ ۱۱۸ پر درج ہے کہ ان سے بہتر مہر کن کوئی نہیں تھا۔ یہ فن انہوں نے والد شیخ حسین سے سیکھا تھا۔ جملہ خطوط میں نستعلیق سب سے اعلیٰ تھا۔ جہانگیر کے عہد میں اس کے دریافت کرنے پر اس شعر کی شان تصنیف بیان کرتے کرتے سرِ دربار گرے اور جہاں بحق تسلیم کی جس کی تفصیل تزک جہانگیر میں درج ہے۔ شعر یہ تھا۔

ہر قوم راست راہے دینے و قبلہ گا ہے من قبلہ راست کر دم برسمت کج کلا ہے

امام علی بن موسیٰ رضا رضی اللہ عنہٗ:

آپ کی ولادت مدینہ منورہ میں بماہ رمضان ۱۹۵ھ م اپریل ۸۱۱ء ہوئی اور آخر ذیقعدہ ۲۲۰ھ م نومبر ۸۳۴ء میں رحلت کی آپ کی بیشمار علمی وادبی فضائل ہیں خطِ کوفی نہایت عمدہ لکھتے تھے۔ اور اس کے اعلیٰ خوشنویس تھے۔

سید علی حسین:

لکھنؤ وطن تھا۔ نستعلیق کے بہترین خوشنویس اور اعلیٰ درجہ کے کاپی نویس وسنگ ساز تھے۔ چھاپے کے پتھر پر پوری کتاب الٹی لکھتے تھے اور اس قدر خوشخط کہ کوئی سیدھا بھی مشکل ہی سے لکھ سکتا تھا۔ مولانا عبدالحلیم شرر کے معاصر تھے اور ان رسالہ ''دِلگذار'' یہی پتھر پر الٹا لکھا کرتے تھے اسکی کاپی نہیں ہوتی تھی۔

علی رضا عباسی:

ان کے تحریر کردہ کتبہ ہائے مساجد وغیرہ دیکھ کر مصنف ''پیدائش خط وخطاطان'' ان کے خط کی بابت تحریر کیا ہے کہ ان کے خط میں بیحد آب وتاب ہے۔ یہ قدردانِ علم وفضل تھے اور خود بھی باعمل وہنر ہونے کے ساتھ ساتھ خط نسخ کے عمدہ خوشنویس ومبصر بھی تھے ان کے خط کے آگے کسی دوسرے کا خط نہیں ٹھہریا تھا اور انکی تصویر کے سامنے بہزاد کے نقوش قلم ماند پڑ جاتے تھے۔ ایسا ہنرمند سرزمین ایران میں آج تک پیدا نہیں ہوا۔ خط وخطاطان کے صفحہ ۱۸۱ و ۱۸۲ پر ان کی دو تصویروں کے عکس بھی شائع کیے گئے ہے۔ شاہی دربار میں انکی بڑی عزت ورفعت تھی۔ انہوں نے شاہ عباس اول وشاہ صفی کا پورا عہد اور کچھ زمانہ شاہ عباس ثانی کا بھی دیکھا۔ اس طرح ان کا سنہ وفات ۱۰۵۲ھ م ۱۶۴۲/۱۶۴۳ء تک ہوسکتا ہے یہ شاعر بھی تھے یہ رباعی انہیں کی ہے۔

تا خانہ نشین شدی تو اے دُرِّ خوشآب — پیوستہ مراست از غمت دیدہ پر آب
من خانہ دل خراب کردم زغمت — تو خانہ نشین شدی و من خانہ خراب

سلطان علی عادل شاہ اوّل:

فرمانروائے بیجاپور خط نسخ اور بالخصوص دکنی روش کے عمدہ خوشنویس تھے۔

میر علی نقی:

میر غلام علی کے برادرزادے اور شاگرد تھے۔ کثرتِ مشق وذہانت سے خط میں وہ شان پیدا کرلی تھی کہ استاد کے خط سے آگے نکل گئے تھے۔ نستعلیق اور شکستہ دونوں خط پاکیزہ تھے مگر

شکستہ کو نستعلیق پر فوقیت حاصل تھی جو خواص وعوام میں بیحد مقبول تھا اور اس کی طرز میں انہوں نے کچھ ایجادات بھی کی تھیں۔

علی نقی امامی:

اصفہانی الاصل تھے اور سید محمد محسن امامی کے فرزند رشید و شاگرد سعید تھے۔ خطِ ثلث میں مہارت مکمل اور رونق کامل حاصل تھی۔ مساجد وغیرہ کے کتبے بہت عمدہ لکھتے تھے۔ ایران کے مشہور و معروف خوشنویس تھے۔ ۱۱۱۹ھ م ۱۷۰۷/۱۷۰۸ء تک زندہ رہے۔

شیخ علی یاور جونپوری:

خط وشفیعہ وشکستہ کے استاد کامل تھے۔ شیخ ممتاز حسین جونپوری مرتب ''تعلیم خط واملا'' نے ان خطوط کی تعلیم انہیں سے حاصل کی تھی۔

میر عماد الحسن قزوینی:

عماد الحسن اور ''عماد الحسنی'' مشہور تھے نسباً سید مذہباً اہل سنت والجماعت تھے، قزوین میں پیدا ہوئے۔ علوم متداولہ سے فارغ ہو کر خوشنویسی کی طرف متوجہ ہوئے اول عیسی رنگ نگار سے اصلاح لی جو مقامی خوشنویس تھے۔ پھر مالک دیلمی کی خدمت میں حاضر ہو کر استفادہ کیا۔ کچھ دن بعد مالک نے اندازہ کیا کہ شاگرد کا خط اُن کے خط سے بڑھ گیا ہے لہذا فارغ الاصلاح قرار دیا مگر عماد کا شوق طلب تشنہ تھا اسلیے یہ سن کر کہ تبریز میں ملا محمد حسین بلند پایہ خوشنویس ہیں تبریز پہنچے اور عرصہ تک ان اصلاح لی حتی کہ خط میں خاص شانِ صفا پیدا ہوگئی۔ چنانچہ ایک روز اپنے مشق کردہ ایک کتبہ پر اُن کا نام لکھ کر انکی خدمت میں پیش کیا تو وہ دیکھ کر حیران رہ گئے اور شاگرد کی بہت تعریف وستائش اور حوصلہ افزائی کی نیز بیحد شفقت ومہربانی سے پیش آئے یہاں تک کہ کچھ ہی دن بعد اہل بصیرت و ماہرین فن نے تسلیم کرلیا کہ ملا محمد حسین کے خط سے عماد کا خط بہتر ہے اور اُنہوں نے بھی اس کی تصدیق فرما کر فارغ کر دیا۔

میر عماد کی روش خط ملا علی تبریزی واضع خط نستعلیق کی طرز پر تھی۔ مگر کثرت مشق ومحنت

کتابت اور قوت دست کے باعث شانِ صفاان سے بھی بڑھ گئی چنانچہ انہیں شہرہ افاق خوشنویس مانا گیا ہے۔ اور مبصرین کا فیصلہ ہے کہ ان کے زمانے تک ان سے بہتر لکھنے والا فارس میں پیدا نہیں ہوا۔ میر عماد بلدۃ صفاہان میں درویشانہ وضع میں رہتے تھے۔ امیروں اور رئیسوں سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ حالانکہ ان کے بزرگ شاہانِ وقت کے درباروں سے وابستہ رہتے تھے۔

میر صاحب میں چونکہ ایک خاص شانِ استغنا و خودداری تھی۔ اس لیے ابتداءً انہوں نے دربار و سروکار کی جانب توجہ نہ کی دراں حالیکہ شاہانِ وقت اور امرائے عصر انکی وصلیوں کی تمنا کرتے تھے۔ اور بیحد قدر و وقعت کی نظر سے دیکھتے تھے اور ان کے خط کی شہرت ایران سے گذر کر ہندوستان و ترکستان وغیرہ پہنچ گئی تھی۔ چنانچہ شہنشاہ شاہجہان کی خدمت میں جب کوئی شخص عماد کی وصلی پیش کرتا تھا تو وہ اس شخص کو یک صدی منصب عطا کیا کرتا تھا۔ میر عماد کو خوشنویس کے علاوہ شعر و سخن سے بھی لگاؤ تھا۔ چانچہ یہ رباعی انہیں کی ہے۔

جان ازمن و بوسہ ازتو بستاں دبدہ زیں داد وستد مشو پشیماں دبدہ
شیریں سخنی ست نیست دشنامے تلخ گرد لب شکریں بگرداں دبدہ

آخر تقاضائے وقت سے مجبور ہو کر وطن سے نکلے اور خراسان و ہرات و گیلان میں قیام کرنے کے بعد اس خیال سے کہ اصفہان بادشاہان وقت کا پایہ تخت ہے۔ ہر علم و ہنر کے باکمال وہاں جمع ہیں۔ عازم اصفہان ہوئے ان کے خط کی شہرت وہاں تک پہنچ چکی تھی اور قدر دانِ خطاطی بکثرت تھے لہٰذا ان کو بڑی عزت و وقعت کے ساتھ ہاتھوں ہاتھ لیا گیا۔ ۱۰۰۸ھ م ۱۵۹۹ ۱۶۰۰ء میں یہ وہاں پہونچکر مقیم ہوئے یہ زمانہ شاہانِ صفویہ کی عظمت و شوکت کے کمال عروج کا تھا رفتہ رفتہ میر عماد کی رسائی عباس صفوی شاہِ ایران تک ہوئی اور درباریوں میں شامل ہو گئے عمائدین سلطنت و امرا سے تعلقات ہوئے جنہوں نے انکی عزت و وقعت میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا۔ بادشاہ بھی الطاف و عنایت کرتا رہا اور میر عماد کو خوشحال اور عزت و حشمت سے زندگی بسر کرنے کا موقع ملا۔ تقریباً نو دس برس نہایت اطمینان و عزت سے زندگی بسر اوقات کرتے رہے مگر جیسا کہ دنیا کا قاعدہ ہے۔

ہر جا کہ گل است نیز خارست

علی رضا عباسی بھی اپنے کمال فنِ خوشنویسی میں فردِ عصر تھے اور بادشاہ کے مقرب خاص اس لیے ان کو ہم فنی کے باعث اول ان سے خلش پیدا ہوئی اور پھر کدورت و رقابت نے صورت عداوت اختیار کر لی کیونکہ القاص لایحب القاص (رہلیں اور واعظ نہ ٹکرائیں یہ ہو سکتا نہیں) علی رضا، عباسی زیادہ مقربِ سلطانی و وقت شناس تھے۔ اُنہوں نے عماد کی جانب سے بادشاہ کو بدظن و ناخوش کرنا شروع کیا اور اختلافِ کی الگ آمیزی کر دی۔ بادشاہ کا مکدر ہونا تھا کہ اہل دربار نے بھی عماد سے آنکھیں پھیر لیں عماد کی خودداری پر یہ سخت تازیانہ تھا۔ ایک طرف سلطنت کا غرور تھا اور دوسری جانب کمال فن کی غیوریت و استغنا حتیٰ کہ عماد کے ساتھ اعلانیہ ناانصافیاں اور اس کی حق تلفیاں ہونے لگیں تو اس نے ان شکایت کا اظہار لطیف انداز میں بادشاہ پر کیا مگر اس نے کوئی توجہ نہ کی بلکہ تکدر میں کچھ اضافہ ہو گیا یہ حالت عماد کی طبع نازک پر اور بھی گراں گزری تو اسی غم و غصہ میں اس نے حسبِ ذیل قطعہ لکھ کر بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا۔

جواہرے کہ بمدح تو نظم می کر دم — بدل شد از حکمِ تو سرد چوں ژالہ
چہ سودم از یدِ بیضا چو تو نمیدانی — بیان صحبت موسیٰ زبانگِ گوسالہ
یکے ازیں حرکتہات ایں بود کہ ہمی — فرد بری بزمیں نام و ننگِ صد سالہ

یہ زہر آلود اشعار پڑھ کر عباس صفوی سخت برہم ہوا اور تمام مراعات و عنایات شاہی سے چشم پوشی اختیار کر لی۔ امرا و وزرا نے جو یہ رنگ دیکھا تو وہ عماد کی ہوا تک سے بچنے لگے۔ چنانچہ عماد نے ایک امیر کو یہ قطعہ لکھ کر بھیجا۔

ہنر چہ عرض کنم بر جماعتے کہ زجہل — زبانگِ خرنشا سند نطقِ عیسیٰ را
مرا اگر زہنر نیست راحتے چہ عجیب — زِرنگِ خویش نباشد نصیب جنی را
کمالِ خط من از صدر شرح مستغنی ست — بآفتاب چہ حاجت شبِ تجلی را

مگر کسی نے اس کی جانب کوئی توجہ نہ کی تو عماد نے گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ شاگرد بھی اصلاح کیلئے آتے تو بہت بددلی سے اصلاح دیتے اور اپنی لکھی ہوئی ایک دو سطران کو دے دیتے۔ اب اس طرح زندگی بسر کر رہا تھے۔ کہ اُفتاد یہ پڑی کہ شاہ عباس نے ستر ۷۰ اشرفیاں عماد کو بھیجیں اور کہلایا کہ شاہنامہ لکھدے۔ عماد نے اشرفیاں رکھ لیں اور شاہنامہ لکھنا شروع کر دیا ایک سال بعد شاہی قاصد جب شاہنامہ لینے آیا تو اس کے ابتدائی ستر ۷۰ شعر حوالہ کر کے کہلایا کہ شاہی عطیہ اس سے زیادہ کیلئے کافی نہ ہو سکا قاصد نے یہ حال بادشاہ سے عرض کیا تو وہ برافروختہ

ہو گیا اور حکم دیا اشعار واپس دے آؤ اور ہماری عطیہ اشرفیاں واپس لے آؤ قاصد نے یہ حکم پہنچایا۔

مگر چیل کے گھونسلہ میں سانس کہاں۔ سب خرچ ہو چکی تھیں۔ لہذا میر صاحب نے یہ حال ظاہر کرتے ہوئے ایک ایک شعر کاٹ کر اپنے ایک ایک شاگرد کو دیدیا اور شاگردوں نے ایک ایک اشرفی پیش کر دی۔ جو بادشاہ کو بھیج دی گئیں۔ قاصد نے یہ حال بادشاہ کے گوش گزار کیا اور رقم پیش کی تو وہ غضبناک ہو کر آپے سے باہر ہو گیا اور حکم دیا کہ ''ہے کوئی جو اس سُنی العقیدہ کا سر آڑائے'' اس حکم کی تعمیل مسمّی منصور مسکر نے اپنے ذمے لی ۱۰۲۴ھ ۱۶۱۵ء جمعہ کے دن صبح کے اندھیرے میں جب میر عماد غسل کے لیے حمام کو جا رہے تھے منصور نے راستے میں تلوار مار کر شہید کر دیا۔ دن نکلتے ہی یہ خبر مشہور ہو گئی اور شہر میں ہیجانی کیفت رونما ہو گئی۔

سید کا یہ خونِ ناحق عباس صفوی کو راس نہ آیا۔ میر عماد کے عزیز واقربا جلاوطن ہو کر روم چلے گئے اور صورت حال کچھ ایسی رونما ہوئی کہ شاہ روم کی فوج نے خراسان وتبریز وغیرہ پر یلغار کی قتل عام کا بازار گرم ہوا۔ اور تقریباً ایک لاکھ ایرانی اسی جنگ وجدل میں موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔

کہتے ہیں کہ میر عماد نے غضب شاہی سے باخبر ہو کر یہ رباعی کہہ کر لکھی اور اپنی قبا میں سینہ پر رکھ لی تھی کہ غسل سے فارغ ہو کر بادشاہ کو بھیجد ونگا مگر جلادِ اجل نے اس کی مہلت نہ دی۔

یک یک ہنرم بین و گنہ دہ بخش ہر جرم کہ رفت حسبۃً للہ بخش
ازباد غضب آتش کیں رامفرو ز مارا بسرِ خاک رسول اللہ بخش

شہنشاہ شاہجہان کا جب میر عماد کے قتل کیا جانا معلوم ہوا تو بہت افسوس کیا اور کہا کہ کاش اسکو میرے پاس بھیجد یا جاتا اور اُس کے وزن کے برابر سونا تول کر دے دیا میر عماد خود کو عماد الحسنی لکھتے تھے۔

میر عماد الحسنی:

میر عماد الحسنی کے علاوہ یہ کوئی اور خوشنویس ہیں جن کی قلمی وصلیاں ہندوستان کے مختلف مقامات پر ملتی ہیں اور ان پر قلمی عماد الحسنی لکھا ہوتا ہے اور بعض میں صحیح یا غلط سنہ تحریر بھی ملتا

ہے مگر ان کا خط میر عماد کے خط کو یہ نہیں پہنچتا کوئی ہندوستانی خطاط تھے۔

عمادالدین خاں:

یہ ابن مولوی محمد نظام الدین خاں کے بیٹے تھے وطن رام پور تھا باعلم وفضل ہستی تھے خط نستعلیق میر عوض علی سے حاصل کیا اور خط نسخ کی تعلیم میاں جی عبداللہ غلام رسول خاں رام پوری سے پائی ریاست اندور میں اعلیٰ مناسب پر ممتاز رہے۔ ۱۳ اکتوبر ۱۸۸۲ کو بروز سہ شنبہ رام پور میں انتقال ہوا۔ اور وہیں دفن ہوئے۔ متعدد تصانیف یادگاریں چھوڑیں۔ جن میں سے تزک سکندری تاریخ اردو چھپ بھی گئی ہے۔

سلطان عمر شیخ:

یہ امیر تیمور گوگانی کے شہزادے تھے۔ المتوفی ۹۹۷ھ م ۱۵۸۸/۱۵۸۹ء شجاع وشاعر و باعلم وہنر اور ہفت گانہ خطوط کے مسلم الثبوت خوشنویس تھے۔

عنایت اللہ مبروص:

قاضی عصمت اللہ خاں کے شاگرد اور دہلی کے باشندہ تھے انہوں نے روہیلہ افغانوں کی خاطر اپنے خط کی روش تبدیل کر کے لاہوری روش اختیار کی مسجد عنایت اللہ خاں واقع راہ چاندنی چوک دہلی میں نشست ورہائش تھی۔ ۱۸۵۷ء کے بعد کے اُن کے پھر کوئی حال معلوم نہیں لاہوری روش کا خط نستعلیق اچھا تھا۔ یہ طرز پر دینی نہیں تھی ایک الگ انداز تھا۔

میر عوض علی:

یہ میر چاند علی حسینی کے صاحبزادے تھے۔ ملیح آباد وطن تھا۔ عربی وفارسی میں صاحب استعداد تھے فن خوشنویسی حافظ نوراللہ سے حاصل کیا تھا۔ نستعلیق بہت ہی نفیس لکھتے تھے۔ یہ فن رام پور میں آپ سے بہت لوگوں نے حاصل کیا۔ نواب سید کلب علی خاں والی رام پور کے استاد تھے۔ ان کی جس نے بھی شاگردی اختیار کی فن خوشنویسی سے محروم نہ رہا انہیں کی وجہ سے رام پور میں گھر گھر خوشنویسی کا رواج ہوا۔ مصنف تذکرہ کاملان رام پور کا قول ہے کہ

''اس وقت جس قدر نستعلیق کے خوشنویس موجود ہیں میر صاحب سے فیض یاب ہیں۔ اُنہوں نے اس فن پر کئی رسالے بھی لکھے مگر وہ طبع نہ ہوئے املا میں رسالہ ''سہل ممتنع'' درسالہ ''اصول نستعلیق'' ہیں انکے متعدد مخطوطات جوانکی تصانیف بھی ہیں رضا لائبریری رام پور میں محفوظ ہیں ۲۷ محرم ۱۲۹۸ھ م ۱۸۸۰/۱۸۸۱ء کو رامپور میں انتقال ہوا۔

عمادالملک غازی الدین خاں:

فیروز جنگ المخاطب بہ امیر الامرا نظام الملک آصف جاہ کے بھتیجے تھے۔ احمد شاہ (۱۱۶۱ھ تا ۱۱۶۷ھ م ۱۷۴۷ء تا ۱۷۵۷ء) اور عالمگیر ثانی ۱۱۶۷ھ تا ۱۱۷۳ھ م ۱۷۵۷ تا ۱۷۶۰ء کے عہد میں مسند وزارت پر متمکن رہے۔ عالمگیر ثانی کی وفات پر تارک الدنیا ہو کر گوشہ نشین ہو گئے ۔ معجز بیان شاعر بھی تھے۔ ''دیوان نظام'' انکی یادگار ہے تقریباً ۱۲۰۰ھ م 1785ء میں بمقام کالپی انتقال ہوا۔

باوجود مصروفیات امور وزارت خط کی مشق برابر کرتے رہتے تھے ہفت قلم خوشنویس اور عربی و فارسی کے عالم و شاعر تھے۔ نستعلیق مرزا محمد علی کی وضع پر اور نسخ یاقوت کی روش پر اچھا لکھتے تھے۔ شفیعہ اور دیگر خطوط بھی عمدہ تھے۔

عصینہ:

اندلسی خاتون جس نے خوشنویسی میں کمال حاصل کیا تھا۔ اور اس کی لکھی ہوئی کتابیں ہم عصر خطاطوں کو محوِ حیرت بنا دیتی تھیں۔

مولوی غلام رسول خان:

ان کا رام پور وطن تھا۔ اور خط نسخ کے استاد خوشنویساں تھے۔ قرآن شریف کی املا پر خوب قدرت تھی۔ ۱۲۹۵ھ م ۱۸۷۸ء میں ان کا انتقال ہوا۔

غلام علی خاں:

یہ مشہور خوشنویس گذرے ہیں دہلی وطن تھا۔ شاہی خوشنویساں میں منسلک تھے۔ اور

شاہی جاگیردار خوش اخلاق خوش وضع ،علم مجلسی ماہر اور نہایت خوش تقریر تھے بارہویں صدی ہجری کے خوشنویس تھے۔

میر غلام علی:

نسبأ سیّد، خط شکستہ کے مسلم الثبوت استاد تھے درایت خاں کی روش پر بہت اچھا لکھتے تھے۔ انکی اکثر مطلا وصلیاں اور متفرق قطعات اور مشقیں دیکھنے میں آئیں زور قلم خوب ہے۔ بارہویں صدی ہجری میں وفات پائی۔

غلام محمد ہفت قلمی دہلوی:

یہ وہ بزرگ ہیں جنہوں نے امیر علی رضوی پنجہ کشی کی تربیت کر کے ان کے خط کو معراج کمال پر پہنچایا جیسا کہ ان کے حال میں درج ہے کہ یہی پہلے شخص ہیں جنہوں نے ہندوستان میں سب سے پہلے خوشنویسوں کا تذکرہ فارسی میں لکھا جس کا حوالہ اس کتاب میں جا بجا ''تذکرہ خوشنویسان'' کے نام سے ملتا ہے۔ جو مولوی محمد ہدایت حسن مدرس عربی و فارسی کے حاشیہ کے ساتھ ۱۹۱۰ء میں طبع ہو کر شائع ہوا مولانا خوشنویسی میں محمد حفیظ خاں خوشنویس کے شاگرد تھے اور میر کلن، قادر بخش، محمد اسماعیل، محمد تقی، پچھمن سنگہ، پچھمی نرائن پنڈت، سرب سکھ رائے، محبوب رائے اور کشل سنگہ وغیرہ کے معاصر ساتوں خط بہت اچھے لکھتے تھے۔ اس لیے ہفت قلمی مشہور تھے۔ فارسی و عربی کی تعلیم حکیم قدرت اللہ خان سے حاصل کی تھی۔ شعر بھی کہتے تھے۔ راقم تخلص تھا۔ فارسی میں زیادہ اور اردو میں کبھی کبھار طبع ازمائی کرتے تھے دہلی وطن تھا مگر ترک وطن کر کے لکھنؤ چلے گئے۔ تھے وہاں حکیم مرزا محمد عتیق سے علم وادب حاصل کیا اور یہی اُن کا ذریعہ معاش تھا۔

غلام محمد خاں:

خوشنویسی میں استاد زمانہ تھے لکھنؤ وطن تھا۔ تصویر بنانے میں اتنے کامل تھے کہ نقل کو اصل کر دکھاتے تھے۔ ناخن نویسی میں بھی کمال حاصل تھا۔

غلام محی الدین:

ان کا وطن رام پور تھا، علم و عمل اور عابد و زاہد شخص تھے خط نسخ بہت عمدہ تھا قرآن شریف کے سپارے لکھکر مساکین کو تقسیم کرتے تھے رام پور میں ہی انتقال ہوا۔

منشی غلام مرتضی:

انکا حافظہ نہایت قوی تھا۔ کتابت میں اس قدر تیز لکھتے تھے کہ ایک مرتبہ خان آرزو دہلی سے عظیم آباد جاتے ہوئے لکھنؤ پہنچے۔ سراج اللغات انہوں نے اسی زمانے میں لکھی تھی جو تقریباً بیس جزو کی تھی۔ یہ ان سے ایک رات کے وعدہ پر دیکھنے کو لے گئے اور رات بھر میں اسکی نقل کر ڈالی۔ خط نستعلیق بھی اچھا تھا اور شکستہ کے بھی مسلم خوشنویس تھے۔

خواجہ غلام نقشبند خاں:

یہ خواجہ یوسف کے صاحبزادے تھے خط نستعلیق و شکستہ و شفیعہ میں یکتائے عصر تھے کچھ عرصہ دنیاوی تعلقات ترک کر کے گوشہ نشین بھی رہے تیرہویں صدی ہجری کے مشہور خوشنویس تھے۔

فائض ہراتی:

عربی فارسی اور ترکی کے عالم اور شاعر کلام تھے تمام خراسان میں انکے علم و فضل اور خوشنویسی کی شہرت تھی۔ خط نسخ و تعلیق و نستعلیق کو معراج کمال پر پہنچا دیا تھا۔ ۱۱۴۵ھ م ۱۷۳۲/ ۱۷۳۳ء میں انتقال ہوا۔

میر فتح اللہ شیرازی:

عالم و فاضل شخص تھے عراق و خراسان اور ہندوستان میں ان کے خط کی بڑی شہرت تھی۔ خوشنویسوں میں امتیازی درجہ حاصل تھا۔ نہایت ہنرمند شخص تھے انہوں نے ایک پن چکی بنائی تھی جو پانی کے دباؤ پر خود آٹا پیستی تھی اور ایک بندوق ایجاد کی تھی جو ایک چکر میں بارہ فائر کرتی

تعویز وغیرہ میں کمال حاصل تھا بلحاظ ہنرمندی وخوبی خط دور دور اپنا جواب نہ رکھتے تھے ۹۹۷ھ م ۱۵۸۸ء میں انتقال ہوا۔

مولوی فضل الرحمٰن خاں:

مولوی غلام رسول خاں خوشنویس نسخ کے فرزند تھے وطن رام پور تھا۔ خط نسخ و نستعلیق اور شکستہ کے استاد تھے بھوپال میں ملازم تھے۔ علم ہندسہ میں اپنا جواب نہ رکھتے تھے۔

میرزا فضل اللہ:

محمد عارف یاقوت رقم خاں کے شاگرد تھے اور استاد کے خط کے برابر اپنا خط پہنچا دیا تھا۔

حسام الدولہ فقیر محمد خاں:

اپنے عہد کے بیمثل خطاط تھے دستخطی صاد ایسا بناتے تھے کہ اُس زمانے میں دس ۱۰ ہزار روپیہ انعام مقرر کرنے پر بھی کوئی شخص ویسا صاد نہ بنا سکا۔

فیض اللہ:

قاضی عصمت اللہ کے بڑے بھائی تھے۔ خط نسخ میں کمال حاصل تھا زورِ قلم وصفا میں بہت بلند پایہ رکھتے تھے ان کے قلمی متعدد قرآن مجید اب تک یو، پی وغیرہ میں پائے جاتے ہیں۔

قابوس دشمگیر:

شمس المعالی مشہور بہ بادشاہ طبرستان تھے۔ علم وفضل اور کمالِ خط میں بے مثال مانے جاتے تھے۔ متنبی مشہور شاعر اور دیگر اہلِ کمال نے ان کے خط کی تعریف کی ہے۔ حسن بن عبداللہ مرزبان سے مدتوں اصلاح لی اور اس کی خدمت بحیثیت شاگرد کی۔ ذکاوتِ طبع اور محنت شاقہ کی بدولت اپنے خط کو معراج کمال پر پہنچا دیا تھا ۴۰۳ھ ۱۰۱۴/۱۰۱۳ء میں قتل ہو گئے۔

قادر بخش:

محمد حفیظ خاں کے شاگرد اور مولانا غلام محمد دہلوی ہفت قلمی کے معاصر تھے دہلی وطن تھا۔ نستعلیق وشکستہ کے خوشنویس تھے۔

مرزا قاسم تبریزی:

آذربائیجان میں تحصیل علم کے بعد سلطنت ترکیہ کے علاقہ میں پھرتے رہے پھر مصر پہنچے اور ۱۲۹۲ھ بمطابق ۱۸۷۶ء میں اسکندریہ میں انتقال ہوا۔ اپنے عہد کے بہترین خوشنویس مانے جاتے تھے۔ انہوں نے اصول خوشنویسی میں کچھ تبدیلیاں بھی کیں مگر وہ مقبول نہ ہوسکیں اور انہی تک محدود رہیں۔

قاسم علی شاد:

قصبہ نرنول علاقہ ریاست پٹیالہ کے باشندہ تھے اور ریاست جے پور میں سرکاری ملازم تھے۔ خط نسخ و نستعلیق اور خطوط مصنوعہ بہت خوب لکھتے تھے۔ مگر نہ سطور میں کوئی ناہمواری ہوتی تھی نہ کوئی حرف جدول سے خارج یا حد سے کم رہتا تھا انکی متعدد وصلیاں بہت سے محققین نے نارنول میں دیکھی تھیں اور چند قلمی کتب اور ایک قرآن مجید بھی اُنہیں طلا کاری وگلکاری کی بھی مہارت تھی ان کا تحریر کردہ ایک کتبہ بخط گلزار ایک مسجد میں دیکھنے میں آیا غضب کی باریک گلکاری تھی اور اس قدر پختہ روشنائی استعمال کی تھی کہ باوجود یکہ ہر سال اس پر بارش ہوتی تھی اور یہ کھلی سی ہوئی جگہ پر لکھا تھا مگر کہیں سے سیاہی ہلکی سی بھی ماند نہیں پڑی تھی شاعر بھی تھے ان کی ایک طلا وصلی بخط محفوظ ہے۔

مولانا قطب الدین یزدی:

اپنے عہد کے قطب دائرہ کمال تھے حصولِ علم وفضل کے غرض سے مقصود علی ترک معزالدین صدر زنجانی اور مالک دیلمی کی شاگردی کی خوشنویسی میں یگانہ عرصہ مانے جاتے تھے بغداد میں قیام تھا جہاں بہت لوگوں کو فیض پہنچایا گیارہویں صدی ہجری تک زندہ رہے۔

مولوی قل محمد:

نواب آصف الدولہ والی اودھ کے عہد میں لکھنو کے باکمال خوشنویس تھے۔

منشی کالکا پرشاد:

لکھنؤ کے نام خوشنویس نستعلیق تھے مطبع منشی نولکسوٹر میں ملازم تھے انکی قلمی صدہا کتابیں اسی پریس میں چھپی تھیں خط میں متانت ودلکشی ہے۔

میر کرم علی:

نسباً سید خوش اخلاق ومتقی شخص تھے قاضی عصمت اللہ خاں سے اصلاح لی خط نسخ بہت پاکیزہ تھا۔ متعدد کلام مجید یادگار چھوڑے کوچہ چیلان دہلی میں رہتے تھے تیرہویں صدی ہجری کے خوشنویس تھے۔

مولوی کریم اللہ خان:

یہ امیر خاں کے بیٹے تھے وطن رام پور تھا باعلم شخص تھے خط نستعلیق میر عوض علی ملیح آبادی سے حاصل کیا خفی جلی دونوں بہت عمدہ لکھتے تھے سینکڑوں شاگردوں نے ان سے فیض خوشخطی حاصل کیا نواب حامد علی خاں والی رام پور کے استاد بھی تھے انکو ریاست رام پور سے محض اس لیے تنخواہ ملتی تھی کہ خط کی مشق کرتے رہیں ۲۲ ذی قعدہ ۱۳۲۴ھ ۸ جنوری ۱۹۰۷ء کو رام پور میں انتقال ہوا دفتر خطاط بزبان فارسی انکی تصنیف ہے جو چھپ چکی ہے۔

کشل سنگھ:

عہد عالمگیری کے خط شکستہ کے مشہور خوشنویس تھے۔

مہاراجہ سر کشن پرشاد:

ریاست حیدر آباد دکن کے وزیر اعظم تھے خود بھی متعدد علوم وفنون میں کافی دستگاہ رکھتے تھے اور بہت اہل علم وفن ان کی سرکار سے وابستہ تھے اہل ہنر کے نہایت قدر دان تھے شاعری

وغیرہ کے علاوہ خوشنویس بھی تھے لالہ بجولال تمکین۔ محمد امام الدین اور محمد ظفر الدین خوشنویسان حیدرآباد سے باقاعدہ تعلیم حاصل کر کے خط میں شان اور فن میں بصیرت حاصل کی تھی مگر جیسا کہ انہوں نے خود لکھا ہے بے حد زود نویس تھے اس لیے شان خط قائم نہ رہتی تھی تاہم خوشخطی سے خط خالی بھی نہ ہوتا تھا۔

کلوخاں:

عرف غلام حسین عصمت اللہ برادر زادہ یاقوت رقم خان کے شاگرد تھے اور خط نسخ کے استاد جانے جاتے تھے مصحف نگاری پیشہ تھا حافظ قرآن اور متقی و پرہیز گار شخص تھے دہلی وطن تھا وہیں انتقال ہوا تیرہویں صدی ہجری کے مشہور خوشنویسوں میں شمار کیے جاتے تھے۔

کمال الدین حسین:

ہرات کے رہنے والے تھے خط نسخ و نستعلیق نہایت پاکیزہ تھا قرآن مجید بہت اچھا پڑھتے تھے۔ نہایت خوشگو تھے شاہ طہماسپ بادشاہ ایران کے لشکر کے ملازم تھے۔ ایک بار بادشاہ نے ان سے کہا کہ قرآن مجید سناؤ انہوں نے جواب دیا کہ مجھے پڑھنا نہیں آتا اسی جواب پر بادشاہ ناراض ہو گیا لہٰذا لشکر سے فرار ہو کر مدتوں صحرا نوردی کرتے رہے اور درویشانہ زندگی بسر کر کے ۱۵۶۵ء میں انتقال کیا۔

کمال خاں ستمی:

بیجاپور کے مشہور قدیم شاعر تھے اور خط نسخ طرزِ دکنی کے عمدہ خوشنویس ان کے کئی مخطوطات سر سالار میوزیم حیدرآباد میں محفوظ ہیں خطاط خاں خطاب تھا۔

راجہ کنول کشن:

عہد عالمگیری کے خط شکستہ کے اچھے خوش تھے اور زود نویس بھی تھے۔

گلبدن بیگم:

یہ مصنفۂ ہمایوں نامہ بابر کی بیٹی تھیں جو خوشنویسی میں کمال رکھتی تھیں۔

گوہر شاد خانم:

میر عماد کی دختر نیک اختر تھیں اپنے والد سے علوم وفنون کی تکمیل کی اور خوشنویسی میں بھی کمال حاصل کیا نستعلیق نہایت نفیس و پاکیزہ لکھتی تھیں کوئی عورت ان کے زمانے میں ان جیسی خوشنویس نہ تھی انہوں نے اپنے بیٹوں کو تعلیم خط دے کر خوشنویس بنایا تھا گیارہویں صدی ہجری کے وسط تک زندہ تھیں۔

لچھمن سنگھ بقال:

علم و ہنر سے آراستہ اور فارسی وعربی کے ماہر تھے انشا پردازی میں بھی کمال حاصل تھا ایرانی شاہزادوں کی صحبت نے دل و دماغ عجیب کر دیا تھا مرزا طاہر وحید طاہر دکنی اور جلالہ کی طرز پر فارسی انشا پردازی خوب کرتے تھے خط شکستہ میں محمد حفیظ خاں کے اور شفیعہ میں میرزا آغا کے شاگرد تھے۔ اور دونوں خط بہت اچھے لکھتے تھے میر شمس الدین فقیر دہلوی کے شعر وسخن میں شاگرد تھے قلم وسخن میں اہل ولایت کی روش کی پیروی بیحد مرغوب تھی ان کی تصنیف ''شعلہ آہ'' وغیرہ ان کے کمال کی شاہد ہیں چونکہ طبیعت میں عجب وغرور تھا اس لیے اس کے معاصرین انکو اپنا ہم پلہ نہیں مانتے تھے حالانکہ یہ کسی سے کم نہ تھے حکیم مرزا محمد اور مولانا غلام محمد ہفت قلمی سے دوستی تھی ان کے مسلم الثبوت خوشنویس ہونے میں کسی کو کلام نہ تھا تیرہویں صدی ہجری کے آخر میں انتقال ہوا۔

لچھمی نرائن پنڈت:

عربی وفارسی میں پوری مہارت تھی عمدہ انشاء پرداز بھی تھے اور مصوری میں بھی شغل تھا۔ شکستہ ونستعلیق کی تعلیم محمد حفیظ خاں سے پائی تھی ذوالفقار الدولہ میرزا نجف خاں کی سرکار میں عمدہ عہدہ پر ملازم تھے بقول مولانا غلام محمد دہلوی اس سلیقہ اور لیاقت کے انسان کم پیدا ہوتے ہیں۔ دونوں خط بہت عمدہ تھے کثرت مشق کے باعث بینائی جاتی رہی تھی ۱۲۲۸ھ م ۱۸۱۳ء میں انتقال ہوا۔

میاں لعل محمد:

یہ کفایت خاں کے بیٹے تھے خط شکستہ کئی طرز کا لکھتے تھے اور ہر طرز بیحد دلکش وجاذب نظر ہوتی تھی۔ پیچ در پیچ حروف سے صفحہ تر طاس کو باغ بنا دیتے تھے۔

مانی رقم خاں:

امجد علی شاہ والی اودھ کے زمانے کے اعلیٰ خوشنویس تھے اور شہزادہ سلیمان قدر محمد حسن خاں کے معلم خط تھے۔

مانی شیرازی:

ان کے خط کی شہرت اور فنون سپہ گری کی مہارت سنگہ شاہ اسمٰعیل صفوی بادشاہ ایران (۹۰۷ تا ۹۳۰ھ م ۱۵۰۱ تا ۱۵۲۴) نے انکو بلا لیا اور نوازشات شاہانہ سے نوازتا رہا یہاں تک کہ بادشاہ کے عتاب ان کے مخالفین میں امیر نجم الدین بھی شامل تھا جو بہت اثر و بارسوخ تھا شروع سنہ ہجری ۱۵۹۶ء میں ان کا انتقال ہوا تبریز میں دفن ہوئے کمال خط کے علاوہ شیریں سخن شاعر بھی تھے۔

مبارز الدین محمد بن مظفر:

۷۱۳ھ تا ۷۵۵ھ شیراز و فارس کے حکمران رہے متعدد علوم وفنون میں ماہر ہونے کے علاوہ چند خطوط میں بھی کمال حاصل تھا۔

مبارک شاہ زریں قلم:

ہم ان کے متعلق صرف اسقدر جانتے ہیں کہ مصنف ''ارژنگ'' چین نے لکھا ہے کہ یہ یاقوت مستعصمی کے نامور شاگرد تھے اور انکو زریں قلم تحریر کیا ہے۔

مبارک شاہ سیوفی:

ایوان کمال کے صدر نشین اور میدان جنگ کے بہادر تھے اسی لئے ان کو صاحب سیف وقلم کہا جاتا تھا خط ریحان لکھنے میں اپنا جواب نہ رکھتے تھے نیشاپور وخراسان میں ان کی شجاعت و خوشنویسی کی بڑی شہرت تھی نیشاپور کے مضافات میں قریہ سیوف کے باشندہ تھے اسی نسب سے سیوفی مشہور ہوئے مگر صاحب سیف ہونے کے باعث بھی سیوفی کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا ان کا سنِ وفات بھی مبارک شاہ سیوفی سے برآمد ہوتا ہے۔

مبارک شاہ قطب:

خط نسخ کے اعلیٰ استاد تھے اپنی زندگی میں چوالیس قرآن مجید لکھے ۷۱۰ھ ہجری بمطابق ۱۳۱۰ء میں انتقال ہوا مزید حالات نامعلوم ہیں۔

مجنون ہراتی:

یہ جمال الدین کے بیٹے تھے تخلص رفیقی کرتے تھے ان کے خط کی خوبی نے ادیبوں کو ان کا دوست اور ان کے اشعار کی حلاوت نے شعراء کو شیفتہ بنا دیا تھا۔ خوشخطی و شاعری کی شہرت سُن کر سلطان غازان خاں ۶۹۴ھ تا ۷۰۳ ہجری نے ان کو اپنا مقرب بنالیا اور انعام واکرام سے خوب نوازا یہ بائیں ہاتھ سے بھی ایسا ہی لکھتے تھے جیسا دائیں ہاتھ سے، ساتوں خطوط میں کمال حاصل تھا خط توامان کے موجد بھی یہی کہے جاتے ہیں قواعد خطوط کی بابت حسب ذیل تین رسالے بھی ان کی تصنیف ہیں۔

(1) خط وسواد (2) قواعد خطوط سبع

(3) رسم الخط۔ ساتویں صدی ہجری تک زندہ تھے۔

ملا محبّ علی ہراتی:

ملا رستم علی کے بیٹے اور استاد بہزاد کے بھانجے تھے شعر بھی اچھے لکھتے تھے خوشنویسی میں بھی کمال حاصل تھا۔ سلطان ابراہیم مرزا کے کتاب دار تھے پھر شاہ طہماسپ نے ان کو خط اور ہنر مندی کی شہرت سنکر بلوالیا اور شاہانہ نوازشات سے نوزا اور کتاب داری کے عہدہ پر مامور کر دیا۔ ۹۷۳ھ ہجری بمطابق ۱۵۶۵ء/۱۵۶۶ء میں انتقال ہوا۔

محراب بک:

محراب عبادت کا دلدادہ اور طاعت گزار و نہایت متقی و پرہیز گار اور عابد و زاہد شب زندہ دار تھے ہمیشہ روزہ سے رہتے تھے۔ میر عماد کی شاگردی کا شرف حاصل تھا۔ میر صاحب کے بعد پیشوائے خوشنویساں مانا گیا شاہ عباس اول ۹۹۶ تا ۱۰۳۸ھ کی بہن سے شادی ہوئی تھی تمام

سامان عیش وعشرت حاصل تھے۔مگر ریاضت مجاہدات میں زندگی بسر کردی زودنویسی میں بھی کمال حاصل تھا ایک ایک دن میں پانچ پانچ سوشعر خوش خط لکھ دینا معمولی بات تھی میر عماد کے شاگردوں میں بلحاظ خط وثروت امتیازی درجہ حاصل تھا۔

محبوب رائے:

عہد عالمگیر کے خوشنویس شکستہ ونستعلیق تھے۔

محراب تبریزی:

ادیب فاضل اور خوشنویس کامل تھے قاسم شادی شاہ اور ظہیر کبیر قاضی زادہ کے معاصر تھے مگر شانِ خط نسخ میں فائق تھے انکا شاہکار ایک قرآن مجید مسجد ابراہیم استنبول میں محفوظ ہے۔ جو ۹۰۹ھ ۱۵۰۴ء کا تحریر شدہ ہے اور یہی ان کا سنہ وفات ہے۔

محمد ابراہیم:

خان بہادر ان کا خطاب تھا علی گڑھ یونیورسٹی کے گریجوئٹ تھے۔سانبھر میں سالٹ ڈیپارٹمنٹ میں جنرل منیجر تھے، بعد پنشن تقسیم ملک پر پاکستان چلے گئے۔کراچی ناظم آباد میں آباد تھے۔خط نستعلیق بہت اچھا تھا اور مصوری (قلمی تصویر کشی) میں ید طولیٰ حاصل تھے اس لیے استادوں کی وصلیوں کی ہو بہو ایسی نقل کرتے تھے کہ اصل ونقل میں تمیز مشکل ہوتی۔نقول میں باوجود اختلاف قطِ قلم ہر استاد کی خصوصیت برقرار رہتی ہے۔فنون لطیفہ میں بڑی مہارت و معلومات کے مالک تھے اور نہایت متواضع وخوش اخلاق ومنکسر المزاج تھے۔

قاری خواجہ محمد احمد:

یہ بھی نستعلیق ونسخ کے عمدہ خوشنویس تھے۔

محمد ابراہیم خان:

الوران کا وطن تھا سید یوسف علی خوشنویس کے شاگرد اور خطِ نستعلیق کے اچھے خوشنویس

تھے مطبع یوسفی واقع الور میں کتابت کرتے تھے ۱۸۸۶ء تک زندہ رہے۔

محمد اسلم:

غالباً یہ وہی محمد اسلم ہیں جن کے والد کا نام محمد حفیظ الانصاری تھا جو کتاب الموسوم فرحت الناظرین کے مصنف تھے اور نواب شجاع الدولہ کے زمانے میں فیض آباد میں تھے۔ محمد اسلم خط نستعلیق کے عمدہ خوشنویس تھے۔

محمد اسماعیل:

محمد حفیظ خاں دہلوی کے شاگرد اور عمدہ خوشنویس تھے۔

محمد اسماعیل عاقل ماژندرانی:

فن خطاطی میں انہیں کمال تھا اسی سے روشن قلم کا خطاب ملا تھا۔ نسخ و نستعلیق دونوں میں خاص فضیلت حاصل تھی اگر چہ دوسرے خطوط مثل ثلث و ریحان و رقاع بھی خوب لکھتے تھے انشا پردازی و شعر گوئی میں بھی خاص اختصاص حاصل تھا۔ یاقوت مستعصمی کے قلمی ایک قرآن مجید کے کچھ اوراق ضعیف ہو گئے تھے انہوں نے وہ لکھ کر اور پرانے بنا کر اس میں لگا دیئے اور بادشاہ کے روبرو پیش کیا۔ تو جب تک انہوں نے خود نہ بتایا۔ دونوں کے خط میں فرق معلوم نہ ہو سکا۔ اس طرح حرفی نامی خطاط کی قلمی کتاب کی تکمیل کی اور اس کے خط سے خط ملا دیا جس کی تمیز نہ ہو سکی اورنگزیب کے عہد کے خوشنویس تھے۔ ان کا قلمی ایک قطعہ تاریخ جس سے ۱۰۸۲ھ ۱۶۷۳ء برآمد ہوتا ہے۔ بیاض بختاور خاں کے صفحہ ۵۶۵ الف پر درج ہے۔ روشن قلم کا خطاب ان کو ۱۰۹۶ھ ۱۶۸۵ء میں ملا یہ شاہی فرمان نویس بھی تھے۔ غالباً انہیں کو حاجی اسمٰعیل بھی کہتے ہیں بیاض مذکور دہلی میوزیم میں محفوظ ہے۔

مولوی محمد اشرف:

قاضی نعمت اللہ لاہوری کے فرزند شاگرد اور لکھنو کے اچھے خوشنویس تھے۔

محمد اشرف خواجہ سہرا:

آقا رشید کے شاگرد اور اچھے خوشنویس تھے۔

(سعیدائے) محمد اشرف:

یہ بھی آقا رشید کے خوشنویسی میں شاگرد تھے اور شعر وسخن میں مرزا صائب کے، اشرف تخلص تھا نستعلیق کے عمدہ خوشنویس تھے۔

محمد افضل:

محمد عارف یاقوت رقم خان کے شاگرد تھے اور انہیں کی طرز پر خطِ ثلث و نسخ لکھتے تھے استاد کے خط سے اپنا خط ملا دیا تھا۔ دہلی وطن تھا بارہویں صدی ہجری کے مشہور خوشنویس تھے۔

محمد افضل:

انہوں نے خود کو دارا شکوہی لکھا ہے خط نسخ کے بہترین خوشنویس تھے ان کی قلمی ایک عربی کی وصلی دلی میوزیم میں محفوظ ہے۔ جس پر سندِ کتابت ۱۰۶۲ھ درج ہے (سنِ ۱۶۵۲ء) میں وہ کابل میں تحریر کی گئی تھی جب کہ شاہزادہ دارا شکوۃ قندھار کا محاصرہ کے لئے ہوئے تھا یہ بخارا کے باشندہ تھے اس لئے اپنے کو بخاری کہتے تھے۔

محمد افضل الحسینی:

ان کا جواہر رقم خطاب تھا ہدایت اللہ کی طرز کے عمدہ خوشنویس تھے کہتے ہیں کہ نواب قمر الدین المخاطب بہ اعتماد الدولہ جو محمد شاہ بادشاہ کا وزیر تھا کی سرکار میں ملازم تھے۔ شان وصفائی خط بہت بلند تھی۔ ۱۱۶۱ھ ۱۷۴۸ء میں انتقال ہوا۔

محمد افضل القریشی:

یہ آقا عبدالرشید کے شاگرد اور عمدہ خوشنویس تھے۔ خط نستعلیق بہت عمدہ لکھتے تھے۔ کئی

اشعار اور وصلیاں اور کتابیں یادگار چھوڑیں۔

محمد افضل لاہوری قادری:

یہ محمد شاہ بادشاہ کے عہد کے عمدہ خوشنویس تھے آقا عبدالرشید کے خط سے ان کا خط بہت مشابہ تھا اس لئے ان کو آقائے ثانی کہا جاتا تھا۔ بارہویں صدی ہجری کے مشہور ممتاز خوشنویس نستعلیق تھے۔ان کی ایک وصلی دہلی میوزیم میں محفوظ ہے۔

محمد امام الدین:

یہ خطاط ہفت قلم تھے۔یہ مہاراجہ سرکشن پرشاد کے ہمعصر تھے۔ان کی کئی وصلیاں محفوظ ہیں۔

سید محمد امیر رضوی عرف میر پنجہ کش:

پنجہ کش لقب کی وجہ یہ ہے کہ ان کو جو کمال خوشنویسی میں حاصل تھا وہی پنجہ کشی میں بھی تھا۔ ہندوستان میں بادشاہت کا خاتمہ ابوظفر سراج الدین بہادر شاہ ظفر پر ہوا اور خوشنویسی کا آخری تاجدار میر پنجہ کش کو خیال کیا جاتا ہے شمالی ہند میں جو شہرت ومقبولیت ان کے خط کو حاصل ہے وہ اور کسی کو نہیں میر پنجہ کش سید صحیح النسب تھے۔ مہذب و با اخلاق اور خصائل پسندیدہ سے آراستہ تھے نیک دل، خوش وضع، زندہ دل ودوست نواز ہستی تھے۔خوشنویسی و پنجہ کش کے علاوہ کشتی بنوٹ، مصوری، نقاشی، لوح نویسی، جدول کشی، علاقہ بندی اور سنگ تراشی میں بھی پوری مہارت تھی۔ مولانا غلام محمد ہفت قلمی دہلوی اپنی تصنیف تذکرہ خوشنویساں میں ان کی بابت لکھتے ہیں کہ جنرل براون کے شروع زمانہ حکومت میں اس سید امیر رضوی سے میری ملاقات ہوئی تھی اس وقت سے فلاطون نامی ارمی کے گھر آغا میرزا وغیرہ بچوں کو تعلیم دیا کرتے تھے خط کا انداز پرانے خطاطوں کا تھا۔ مجھ سے اس کا تعلق بڑھا اور باہم آمد ورفت ہوئی تو میں نے اس کو جوہر قابل پاکر مشورہ دیا کہ آقا عبدالرشید کی طرز پر مشق کرے۔اس زمانے میں کوئی شخص آقا کا خط دکھانا تک گوارا نہ کرتا تھا۔ میں نے آقا کی وصلیاں اس کو دیکر مشق کرائی اور نقل کرنے تک کی اجازت دیدی چونکہ سید میر رضوی نہایت طباع وذہین اور صاحب ذوق وجفاکش تھے اس لئے تھوڑے ہی دنوں میں ایسا لکھنے لگے کہ دنوں کے خط میں فرق کرنا مشکل ہوگیا۔ میں

نے امیر رضوی کی رہنمائی و امداد میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ یہاں تک کہ وہ اُستاد کامل بن گئے۔ سید امیر رضوی نے بہت سے قطعات لکھ کر ان پر آقا رشید لکھ دیا۔ اور خریداروں نے آقا کی اصل وصلی سمجھ کر بے تامل خرید لیں امیر رضوی شاہجہان آباد میں ہے اور کئی برس سے بماہ محرم آقا عبدالرشید کا عرس کرتے ہے۔ مجھے اُن سے اور اُن کو مجھ سے محبت اور تعلق ہے اُن کی مجلس میں لوگ کثرت سے آتے ہیں اور فیض پاتے ہیں۔

جنگ آزادی کے خونی ہنگامہ میں جبکہ میر صاحب کی عمر ۹۰ برس کے لگ بھگ تھی کسی سپاہی نے گولی مار کر انکو شہید کر دیا۔ میر صاحب کے صاحبزادے میر قطب عالم اور ان کی اولاد ۱۹۱۴ء تک تو دہلی تھی۔ پھر کچھ پتہ نہیں۔ میر صاحب نے اپنے کمال کا اظہار صفحۂ قرطاس کے علاوہ اپنے مکان کی کڑیوں پر ''یا فتاح'' اور بسم اللہ لکھ کر بھی کیا تھا۔ 1957ء میں اُن کا ایک مداح انکے مکان پر دہلی میں گیا۔ تا کہ اگر یہ یادگار باقی ہو تو دیکھے مگر اس مکان کی شکل ہی بدل گئی کتبہ کیا کڑیاں تک نہیں تھیں۔ کہتے ہیں کہ میر کے پاس جب کوئی سائل جاتا تو بجائے نقد یا جنس ا کوئی حرف لکھ کر دے دیتے تھے۔

جو بازار میں فوراً بک جاتا تھا نیز جب کوئی اُن کا شاگرد ہوتا تو اس سے کوئی وصلی لکھوا کر اپنے پاس رکھ لیتے اور جب اسکو اپنے رنگ میں رنگ لیتے تو وہ تحریر دکھاتے کہ کتنی ترقی کی۔

محمد امین مشہدی:

وطن مشہد تھا اور اورنگ زیب کے نہایت عمدہ خوشنویس تھے ان کا قلمی ایک قطعہ تاریخ بیاض بختاور خان کے صفحہ ۲۰۷ الف پر درج ہے۔

مولانا محمد اوبھی:

یہ مضافاتِ ہرات میں ایک قریہ ہے وہاں کے باشندہ تھے۔ خط عربی و تعلیق کے علاوہ نستعلیق میں بھی کمال حاصل تھا مولانا جعفر تبریزی اور مولانا اظہر کے بعد انہیں کو متقدمین میں استاد اعلیٰ شمار کیا جاتا ہے۔

ملا میر محمد باقر:

محمد باقر طغرا نویس شاہجہان و عالم گیر کے مشہور درباری خوشنویس تھے۔ عالم گیر انکے خط کو بہت پسند کرتا تھا۔ انداز تحریر نہائت دلکش تھا۔ رقعات عالمگیری میں بھی ان کا ذکر ہے شاہزادۂ والا جاہ کے استاد خوشنویس تھے اور شاہی خطاطوں میں ملازم تھے۔ انکی ایک وصلی دہلی میوزیم میں محفوظ ہے۔

محمد باقر:

یہ حافظ قرآن تھے اور مطبع نظامی کانپور کے مشہور رسالہ خوشنویسی ''پنجۂ نگارین'' کے یہی کاتب ہیں۔ جس کو مطبع مذکور نے شائع کیا ہے۔

میر محمد باقر ذوالکمالین:

یہ میر علی ہروی مشہور خوشنویس کے والد بزرگوار تھے اور علوم و عقلی و نقلی کے جیّد عالم تھے انہوں نے، علامہ نصیر الدین طوسی کی تصنیف شرح اشارات پر اعتراض کر کے انہیں دلائل عقل سے ثابت کیا ہے۔ خوشنویسی میں بھی کمال حاصل تھا۔ ہرات سے ہندوستان آئے۔ لاہور پہنچے پروہاں کے راجہ جے پال نے ان کے خط کی شہرت سن کر نوازشات سے نوازا اور اپنے لئے مرقع تیار کرنے کی فرمائش کی۔ انہوں نے نہایت نفیس و نظر نواز مرقع تیار کر کے پیش کیا تو راجہ بیحد خوش ہوا۔ اور چار ہزار اشرفیاں انعام دیں مگر انکی بلند ہمتی و عالی حوصلگی نے اس کو انعام حقیر سمجھ کر لینے سے انکار کر دیا۔ اسی ۸۰ برس کی عمر میں نویں صدی ہجری میں ہندوستان ہی میں وفات پائی۔ متعدد خطوط کے کامل خوشنویس تھے اور نستعلیق کے بہترین استاد تھے۔

محمد باقر زریں قلم:

مولوی ظفر حسن مرتب فہرست مخطوطات دہلی میوزیم کا کہنا ہے کہ ہم باقر نام کے صرف دو اشخاص کو جانتے ہیں۔ ایک اورنگ زیب کے شاہی خوشنویس محمد باقر کو اور دوسرے ساکن لکھنو باقر کو جو میر محمد حسین عطا خان مرصع رقم کے والد تھے۔ جو طغرا نویس مشہور تھے۔

مگران دونوں کو زریں قلم کا خطاب نہ تھا۔ بہر حال اس خوشنویس کی اسی نامور خطاب کے ساتھ ایک نستعلیق وصلی بخط جل دہلی میوزیم میں محفوظ ہے۔ اور نہایت اچھی صنعت دائروں سے بھری وصلی ہے۔ جس کو بہت خوشنویسوں نے لکھا تھا۔ یہ وصلی کچھ یوں ہے۔ شدآں جانِ جہان دامن کشاں چوں از چمن بیرون۔

محمد باقر کاشانی:

باقر تخلص کرتے تھے حسن خطاطی میں معزِ کاشی کے اور شعر وسخن میں محتشم کاشی کے شاگرد تھے نواب فرہاد خان رئیس ایران کے کتب خانہ کے مہتمم رہے۔ پھر بعد حج وزیارت ہندوستان آکر ابراہیم عادل شاہ بادشاہ بیجاپور کے دربار سے وابستہ ہوگئے۔ کامل خوشنویس اور صاحب دیوان شاعر تھے مآثر رحیمی، مجمع النفاس اور عرفاتِ عاشقین میں ان کی خطاطی کا ذکر ہے ۱۰۳۴ھ میں وفات پائی۔

سید محمد باقر جونپوری:

اعلیٰ پائے کے بلند پایہ خوشنویس اور محقق خطاطی تھے۔

امیر محمد بدرالدین:

ان کا تبریز وطن تھا مختلف علوم وفنون سے آراستہ تھے ثلث ونسخ اور تعلیق کے بے مثل خوشنویس تھے امیر تیمور نے ان کے کمالات سن کر بلالیا اور نوازشات سے مالا مال کر دیا امارت و عزت دی اور سفیر بنا کر بادشاہ مصر کے پاس بھیجا۔ امیر تیمور کے حکم سے انہوں نے ایک خط بھی شاہ مصر کو لکھا تھا جو ستر گز لمبا تھا اور اس میں ایک ہزار نو سو سطریں تھیں جن میں امیر مذکور کی شوکت وحشمت کا اظہار کیا تھا امیر نے اس کے صلہ میں کثیر انعام عطا کیا۔ یہ علی تبریزی کے شاگرد تھے جو اپنے بیٹے عبداللہ کے خط پر ان کے خط کو ترجیح دیتے تھے۔ سنہری وصلیاں بہت عمدہ تیار کرتے تھے۔ امیر تیمور کی جانب سے تقریباً سو ۱۰۰ فرمان اور کئی سو رقعے انہوں نے لکھے ایک جنگ تیموری کا حال نظم کیا تھا جس سے ان کی قادرالکلامی کا اظہار ہوتا ہے۔ اس کے دو شعر حسب ذیل ہیں۔ ۸۰۰ھ ۱۳۹۷ء میں بمقام تبریز انتقال ہوا۔

آں زمان کز گرد میدان چشم گردوں گشت کور — واں زماں کز بانگ اسپاں گوش گیتی گشت کر
آسماں بر دوش افگند از شفق خونین کفن — آفتاب انداخت بر آب از فلک زریں سپر

ابوعبداللہ محمد بن اسد بن علی بن سعید قادری:

یہ بغداد کے مشہور بزاز تھے یہ فخر انہیں کو حاصل ہے کہ ابن بواب جیسا شخص ان کا شاگرد ہے۔

شیخ الاسلام امام محمد بخاریؒ:

ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل بن ابراہیم بن مغیرہ بزرویہ ہے۔ شیخ الاسلام عہدہ اور امام المحدثین لقب ہے۔ بخاری شریف کے مؤلف ایرانی الاصل تھے۔ ۱۹۴ھ ۸۱۰ء میں بمقام بخارا میں پیدا ہوئے۔ علم حدیث میں امام محدثین ہیں۔ حافظہ اسقدر قوی تھا کہ لاکھوں صحیح وغیر صحیح احادیث یاد تھیں۔ خط کوفی کے بہترین خوشنویس تھے۔ اور دونوں ہاتھ سے لکھتے تھے۔ ۲۵۶ھ ۸۷۰ء میں قریہ خرتنگ میں جو سمرقند سے دو کوس ہے وصال ہوا۔

محمد بہاء الدین:

یہ عہد آصف الدولہ کے خط شکستہ کے خوشنویس تھے۔

شیخ محمد پناہ:

وطن سندھ تھا، جامع کمالات خوشنویسی تھے عین جوانی میں انتقال ہوا۔

محمد تقی:

یہ محمد حفیظ خاں دہلوی کے شاگرد اور اُستاد خوشنویسی تھے۔

محمد تقی الحسنی خطیب:

خط نسخ وثلث اور ریحان احمد تبریزی کی وضع پر بہت اچھا لکھتے تھے۔ شان خط بلندہ ویدہ زیب تھی، متقی ومنکسر المزاج اور خلیق ہستی تھے۔ نیز علم وہنر سے آراستہ تھے۔

محمد جان:

یہ میاں محمد عاشوری کے بیٹے تھے، شاہ عالم ثانی کے ملازم تھے اور اخلاق سے آراستہ میر کلن کے شاگرد رشید تھے اور اپنی ایک طرز خاص کے موجد تھے۔ بہادر شاہ بادشاہ کی سرکار سے جب کہ وہ ولی عہد تھے بحیثیت خوشنویس میں متعلق رہے۔

محمد جابر:

اپنے کو الحاج اور قریشی لکھتے تھے انکی قلمی ایک خوبصورت وصلی تحریر شدہ ۱۹۵۸ء جس میں مختلف خطوط کے نمونے ہیں کافی مشہور ہے۔ یہ وصلی نمائش کے لیے منعقدہ بمقام حیدر آباد دکن میں رکھی گئی تھی۔ اور رسالہ السٹریٹیڈ ویکلی بتاریخ ۱۵ فروری ۱۹۵۸ء میں شائع ہوئی تھی۔ مزید حالات معلوم نہ ہو سکے۔

محمد جعفر کفایت خاں:

محمد جعفر نام اور کفایت خاں خطاب شاہی تھا، محمد مقیم خاں کے بیٹے تھے مرزا محمد حسین خوشنویس کے شاگرد تھے، ''کفایت خاں'' شہنشاہ شاہجان نے خطاب عطا کیا تھا پچیس ۲۵ سال تک تن حالصہ کے دیوان (افسر اعلیٰ صیغہ ریونیو) رہے عالمگیر کا عہد بھی دیکھا حساب دان ایسے زبردست تھے۔ کہ کوئی حسابی انکے کام میں نقص نہیں نکال سکتا تھا۔ تعلیق وشکستہ کے بے نظیر خوشنویس تھے، خط شکستہ کی ایک خاص طرز ایجاد کی تھی۔ جو بیحد دلکش ونظر افروز تھی بہت لوگوں نے ان سے فیض پایا اور تمام شاگرد انکی مخصوص روش کی تقلید کرتے رہے بقول مصنف تذکرہ خوشنویسان ۱۰۹۵ھ ۱۶۸۱ء میں اور بقول صاحب تذکرہ الامرا ۱۰۶۰ھ ۱۶۴۸ء میں انتقال ہوا۔

شیخ محمد حسن جونپوری:

یہ بھی خطاطی کے اعلیٰ پائے کے محقق اور بلند پایہ خطاط تھے۔

محمد حسین کشمیری ''زریں قلم'':

زریں قلم خطاب جو شہنشاہ اکبر نے عطا کیا تھا۔ نستعلیق کے تمام اعلیٰ خوشنویس انکو استاد وقت تسلیم کرتے تھے۔ ابوالفضل علامی نے انکو ''جادو رقم تعریفی طور پر'' کہا ہے۔ وہ آئین اکبری میں لکھتا ہے۔

مولانا محمد حسن کشمیری، خطاب ''زریں قلمی'' مشہور آفاق۔ شاگرد مولانا عبدالعزیر، وبہتر از استادی نوشت وکار آگاہان ویرا بپائیہ ملا میر علی پنداشتند''۔ اکبر کے حکم سے انہوں نے آئین اکبری کا پورا نسخہ نہایت عمدہ انداز میں تحریر کیا تھا۔ جس میں مشہور مصوروں نے تصویریں بنائی تھیں اور جس پر تین لاکھ روپیہ صرف ہوا تھا۔ یہ نسخہ اوجین میں کسی جگہ سے دس ہزار روپے میں فروخت ہو کر لندن میوزیم میں چلا گیا۔ سنہ ۱۰۲۰ھ ۱۶۱۴ء میں انتقال ہوا۔ ان کا قلمی ایک نسخہ ہفت بند کاشی لٹن لائبریری شعبہ مخطوطات علی گڑھ میں محفوظ ہے جو مطلا ہے اور بہترین گل کاری سے آراستہ اور اوسط قلم سے بخط نستعلیق ایسا لکھا ہے کہ حقیقتاً دیکھنے والا مسحور ہو جاتا ہے۔

حکیم محمد حسین:

یہ خط نسخ کے بہترین خوشنویس تھے اور احمد تبریزی تھے۔

حکیم میر محمد حسین:

متواضع وخلیق تھے، خلیفہ سلطان نے اصلاح لی اور رفتہ رفتہ کثرت مشق کے باعث درجہ کمال کو پہنچے آقا رشید کی طرز پر لکھتے تھے اور آقا کی وصلیوں کا بڑا ذخیرہ انکے پاس موجود تھا۔ نسخ میں قاضی عصمت اللہ خاں کے شاگرد تھے۔ اکثر سیپارے اور پنجسورے لکھتے تھے۔ موسیقی و شاعری میں بھی دسترس تھی۔ ستار خوب بجاتے تھے۔ مولانا فخر الدین علیہ الرحمتہ کے معتقد خاص تھے اور آخری زمانۂ حیات میں تارک الدنیا ہو گئے۔ بارہویں صدی ہجری کے بہترین خوشنویسان نسخ ونستعلیق میں ان کا شمار ہے۔

ملاں میرزا محمد حسین:

''مشکین قلم ان کا'' خطاب تھا اصفہانی الاصل تھے۔ نسخ و نستعلیق کے بہترین خوشنویس وقت تھے۔ ان کے نقوس قلم شام و مصر کے کتب خانوں کے زینت ہیں۔ ۱۳۳۰ھ ۱۹۱۲ء میں انتقال ہوا۔

محمد حسین بن کلن:

یہ علم و ہنر سے آراستہ اور اپنے والد کے شاگرد و جانشین تھے والد کے خط سے اپنا خط بالکل ملا دیا تھا لکھنو میں مرشد زادہ سلیمان شکوہ کی سرکار میں میر منشی تھے۔

ملام محمد حسین تبریزی:

تبریز وطن تھا علم و ہنر میں بلند پایہ علما و فضلا سے انکی مجلس بھری رہتی تھی۔ نغز گو شاعر بھی تھے انکا خط اس قدر بے نظیر تھا کہ دیکھنے والا مسحور ہو جاتا تھا انکے لیئے اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے الحسینی میر عماد قزوینی اور علی رضا عباسی کے استاد تھے۔ آزربایجان، خراسان اور ہندوستان میں انکے خط کی بڑی شہرت تھی میر سید احمد مشہدی سے اصلاح لی تھی اور ذاتی کوشش سے خط کو معراج کمال پر پہنچایا تھا انکا شمار خوشنویسی کے اربع عناصر میں ہے طالبان خوشنویسی دور و دراز مقامات سے ان سے فیض حاصل کرنے کو آتے تھے اور یہ اپنا پورا وقت انکی تعلیم و تربیت پر صرف کرتے تھے انہوں نے میر عماد الحسن کیلیئے یہ مثنوی کہی اور خود لکھ کر مشق کیلیئے انکو دی

بہین وار ثے مرد را یاد گار — قلم باشد ایں نقطہ را گوش دار
جہاں از قلم یافت نام و نشان — قلم گر نہ بودے نہ بودے جہاں
کسے کو نہ گشت از قلم بہرہ مند — مدانش بہ نزد خرد ارجمند
قلم راچہ دانند ہر بوالہوس — قلم زن شناسد قلم راو بس

علی رضا عباسی کو یہ قطعہ عطا ہوا:-

قلم را برتبت فزون داں زتیغ — بود گرچہ کم روبہ نیروئے تن
قلم کار فرما اگر بایدت — کہ گردی سرافراز ہر انجمن

نہ بینی کہ از بہر نظم جہاں شود بندہ اش خسردان زمن
فراپیش یک مرد صاحب قلم نیایند صد پہلواں، تیغ زن

محمد حفیظ الدین:

یہ وزیر الحسن کے فرزند تھے۔ موضع بھرکول ضلع الور وطن تھا ہجرت کر کے پاکستان چلے گئے کاپی نویس اچھے تھے نوک پلک اچھی ہے کراچی میں آباد تھے۔ اب معلوم نہیں کہ زندہ ہیں یا نہیں۔

محمد حفیظ خاں:

فن خوشنویسی کے مشہور فیض یافتہ استاد و کامل تھے بلکہ معلم تھے۔ ثلث و نسخ و نستعلیق و شکستہ و تعلیق و نستعلیق میں پورا کمال اور قدرت رکھتے تھے۔ شاہی خوشنویسیان دہلی میں ملازم تھے مگر آخری عمر میں ملازمت ترک کر کے درویشانہ زندگی بسر کرتے تھے توکل و قناعت پر تکیہ تھا ان کے شاگردوں کی فہرست بہت طویل ہے جن میں سے کئی استادان عصر سمجھے جاتے تھے۔ نستعلیق میں میر ابوالحسن عرف میر قلم، قادر بخش، محمد اسمٰعیل، محمد تقی اور مولانا غلام محمد ہفت قلمی شکستہ میں بچھمن سنگھ بچھی نرائن سکھ رام محبوب رائے اور کشل سنگھ وغیرہ تھے ان کی تاریخی وفات مولانا غلام محمد نے یہ کہی تھی۔

چوں محمد حفیظ خاں استاد ترک ایں خاک دان فانی گفت
سال تاریخ فوت او راقم وائے آقا رشید ثانی گفت

مولوی محمد خلیل:

آقا رشید کی طرز تعلیق کے مشاق خوشنویسی تھے۔

مولوی محمد خنداں:

سلطان علی مشہدی کے شاگرد رشید تھے اور اپنی خاص طرز نستعلیق کے کامل استاد فن تھے ان کے شاگرد کثیر تعداد میں تھے۔

مولانا محمد درویش سمرقندی:

ان کو درویش عبدی بھی بعض نے لکھا ہے۔ میر عماد کے شاگرد تھے خدمتِ استاد اور کثرت مشق کے باعث درجہ استادی پر فائز ہوئے۔ درویشانہ وضع تھی، اسی حالت میں استنبول پہنچے تو سلطان مراد خان کے امرا نے بڑی تعظیم وتوقیر کی اور محمد پاشا وزیر اعظم ترکی کی خدمت میں پہنچا دیا انہوں نے اس کی خواہش پر شاہنامہ نہایت نفیس لکھ کر پیش کیا اور انعام پایا۔ کشمیری میں ۱۰۳۶ھ مطابق ۱۶۴۶ء/۱۶۴۷ء کی تحریر کردہ ہے۔ مبصرین خط نے ان کے خط کو مولانا عبدالحی کے خط سے بہتر مانا ہے۔

محمد رشید اللہ خان:

رام پور وطن تھا مولوی کریم اللہ خان کے چھوٹے بیٹے اور رام پور کے خط نستعلیق کے عمدہ عوشنویس تھے۔

مولوی محمد رشید:

یہ اودھ کے مشہور خوشنویس اور فتح پور کے باشندے تھے۔ نسخ ونستعلیق کے کامل استاد اور خط غبار وگلزار وغیرہ کے ماہر تھے۔ چنے کی دال پر قل ہو اللہ، بسم اللہ لکھ دیتے تھے۔ جو پڑھنے میں آتی تھی۔

محمد رضا امامی:

ان کا اصفہان وطن تھا امام خطاطان وپیشوئے خوشنویسان تھے۔ شاہ عباس اوّل کے زمانے کے بہترین خوشنویس تھے۔ قوت کتابت وزور قلم خوب تھا۔ متعدد مساجد شاہی کے کتبے ان کے لکھے ہوئے تھے۔ مولانا حسن بنائی کے شاگرد تھے مگر زور قلم اور خوبی خط میں استاد سے کم نہ تھے۔ بہت لوگوں کو فیض پہنچایا اور طویل عمر پا کر ۱۰۸۱ھ/۱۶۷۰ء میں انتقال ہوا۔

محمد زاہد:

عہد عالمگیر کے ماہر خوشنویس تھے۔

محمد سبحان:

مزید حالات معلوم نہیں۔ان کی ایک عمدہ وصلی بخط جلی نستعلیق دہلی میوزیم میں محفوظ ہے۔

محمد سعید انصاری:

عہد اورنگ کے خوشنویس شکستہ تھے ان کی تحریر کا نمونہ بہت خوبصورت ہے بیاض بختاور خاں موجودہ دہلی میوزیم کے صفحہ ۱۶ الف پر درج ہے۔

میرزا محمد سلیمان شکوہ:

اس نام کے صرف دو گزرے ہیں ایک دارشکوہ کا بڑا بیٹا اور دوسرا شاہ عالم ثانی کا فرزند جس کا ۱۸۳۸ء میں انتقال ہوا۔غالباً وصلی جو دہلی میوزیم میں ہے ابن شاہ عالم ثانی کی ہے۔اور اس نے اپنے استاد کی وصلی کی نقل کی ہے۔

محمد سمسانی شیرازی:

چونکہ ان کے والد تل فروخت کیا کرتے تھے اسلیے سمسانی مشہور ہوئے ابن مقلہ کے شاگرد اور خطوط عربی کے استاد کامل تھے چوتھی صدی ہجری مطابق دسویں صدی عیسوی کے قریب انتقال ہوا۔

محمد شریف:

خواجہ عبدالصمد شیریں رقم کے صاحبزادے تھے صاحب دانش وعلم ہنر تھے اپنے والد سے فن خوشنویسی حاصل کر کے درجہ کمال کو پہنچایا اکبری امراء میں تھے مگر کسی وجہ سے اکبر سے ناراض ہو کر جہانگیر سے جا ملے کچھ عرصہ گوشہ نشین رہے اور جب جہانگیر تخت نشین ہوا تو امیر الامراء کا خطاب پایا فن خوشنویسی میں کمال کے علاوہ فن خطاطی کے زبردست ماہر ومبصر بھی تھے۔

محمد شریف:

سید حیدر حسن زکی کے شاگرد تھے بالچند ریلیس جے پور اور پھر مطبع سرکاری، جے پور میں کاپی نویس تھے خط نستعلیق کے کامل خوشنویس تھے۔

محمد صادق:

اس کے نام کے تین باکمال خوشنویس گزرے ہیں۔

(۱) عہد عالمگیر کے خوشنویس تعلیق و نستعلیق تھے ان کا نمونہ خط بقلم خفی بیاض بختاور خاں کے صفحہ ۵۳۲ کی پشت پر محفوظ ہے۔ جو دہلی میوزیم میں ہے۔

(۲) محمد صادق دہلوی استاد نستعلیق ۱۲۰۳ھ ۱۷۸۹ء میں فوت ہوئے

(۳) محمد صادق عرف مرید خاں ان کا ذکر آگے آئے گا۔

محمد صالح:

یہ میر عبداللہ مشکین قلم، خود ان کو بھی ''مشکین قلم'' کا خطاب تھا۔ خوش نویس سحر نگار اور شاعر شریں گفتار تھے فارسی میں کشفی اور ہندی میں سجان تخلص کرتے تھے، شان خط بہت بلند و دیدہ زیب تھی، عہد شاہجہانی میں منصب پنج ہزاری پر فائز تھے نیز شاہی کتب خانے کے مہتمم بھی رہے صاحب تصنیف تھے۔

مجموعہ راز، اعجاز مصطفوی اور مناقب مرتضوی ان کی تصانیف ہیں ۱۰۶۱ھ ۱۶۵۱ء میں انتقال ہوا۔

سید محمد طاہر:

یہ سید علی کے صاحبزادے تھے، خوشنویس سندھ تھے مثل اپنے باپ کے عمدہ خوشنویس تھے۔

محمد عابد:

شاہ اعزالدین کے شاگرد اور مولانا غلام محمد کے معاصر تھے اچھے خوشنویس اور بڑے خوش گپ تھے۔

محمد عارف، یاقوت خان:

ان کو خطاب یاقوت خان شاہ عالم بادشاہ کے دربار سے ملا تھا۔ ثلث و نسخ کے بہت بلند مرتبہ خوشنویس تھے اور ایک طرز خاص خط عربی کے موجد تھے جس نے ہندوستان میں بہت رواج پایا اور بڑی قبولیت حاصل کی۔ ان کے قلمی ایک قرآن مجید کا عکس اب سے کچھ عرصہ قبل بھوپال سے شائع ہوا تھا ان کے شاگرد بھی کثرت سے ہوئے اور مقلد بھی بارہویں صدی ہجری مطابق اٹھارہویں صدی عیسوی میں انتقال ہوا اصل وطن ہرات تھا۔ شاہزادگان عالمگیر کے استاد تھے ان کا قلمی ایک قرآن شریف تحریر شدہ ۱۰۸۰ھ ۱۶۹۰ء دہلی میوزیم میں موجود ہے۔

محمد عاقل:

محمد عاقل ۱۱۶۱ھ ۱۷۴۸ء کی تحریر شدہ ایک وصلی، بخط جلی نستعلیق ان کی قلمی دہلی میوزیم محفوظ ہے۔ باقی حالات نامعلوم ہیں۔

محمد عالم:

شیخ محمد پناہ خوشنویس سندھ کے بیٹے تھے۔ اپنے باپ کے ہم خط تھے۔

محمد عباس:

لکھنو وطن تھا، حافظ نوراللہ کے شاگرد اور نستعلیق کے مسلم الثبوت استاد تھے۔

محمد عبدالقادر:

نارنول وطن تھا، جے پور میں کاپی نویسی کرتے تھے اور اچھے خوشنویس تھے۔

محمد عبداللہ شریف:

ان کا میسور وطن تھا، مطبع صفدری لشکر محلہ میسور کے مالک تھے، غفار شکیل صاحب نے ان کے حالات اور نمونہ خط بھیجا اور ان کو افضل رقم، اور ان کے والد ماجد کو فرحت رقم تحریر کیا جن کا

نام محمد نذیر حسین تھا۔ مگر یہ نہیں لکھا کہ یہ لقب ہیں یا خطاب، خطاب ہیں تو کہاں سے ملے عربی خط کے نمونے اچھے دیدہ زیب اور خوشنما ہیں۔

محمد عسکری:

محمد عارف یاقوت رقم خاں کے شاگرد اور اعلیٰ خوشنویس تھے۔

میر محمد عطاء حسین خاں:

مرصع، رقم تھا تحسین تخلص کرتے تھے محمد باقر خاں شوق طغرا نویس کے فرزند تھے وطن اٹاوہ پہلے جنرل اسمتھ کے منشی تھے اسی زمانے میں قصہ چار درویش کو رنگین و دقیق اردو میں منتقل کرنا شروع کر دیا پھر نواب شجاع الدولہ کے دربار سے وابستہ ہو گئے اتو ۱۲۱۳ھ ۱۷۹۷ میں قصہ مکمل کر کے اس کا طرز مرصع، نام رکھا۔ لفظ مرصع سے اپنے لقب یا خطاب کی طرف اشارہ ہے اس کے علاوہ ان کی اور بھی تصانیف ہیں اپنے زمانے کے مشہور خوشنویس تھے نسخ، نستعلیق، شفیعہ بہت اچھا لکھتے تھے انکی ایک وصلی دہلی میوزیم میں محفوظ ہے انکو محمد حسین عطاء خان بھی کہا جاتا ہے۔

حافظ محمد علی:

یہ آقا عبدالرشید کی روش پر نستعلیق بہت اچھا لکھتے تھے۔ شاہی خوشنویسوں میں ملازم تھے اور شہزادہ جوں بخت ابن جلال الدین، شاہ عالم ثانی، کے استاد خوشنویسی اور اٹھارویں صدی عیسوی، کے عمدہ خوشنویس تھے ان کی ایک وصلی دہلی میوزیم میں محفوظ ہے جو ۱۱۹۶ھ ۱۷۸۲ء کی تحریر شدہ ہے۔

شیخ محمد علی:

عہد عالمگیر کے خوشنویس تھے وطن سندھ تھا۔

میرزا محمد علی:

میرزا میر اللہ فرمان نویس کے صاحبزادے تھے اور میاں عبدالکریم قادری کے شاگرد

داماد تھے اور آقا عبدالرشید کی طرز پر نستعلیق بہت خوب لکھتے تھے۔
وہ اپنے زمانے کے ممتاز خوشنویس واُستاد تھے

لکھنو میں عماد الملک کی سرکار میں ملازم تھے۔ مولانا غلام محمد مفت قلمی لکھتے ہیں کہ ایک دن میں انکے شاگرد قاضی نعمت اللہ کیساتھ اُن کے پاس حاضر ہوا کیا دیکھا کہ ایک بزرگ نورانی صورت فرشتہ سیرت جلوہ افروز تھے۔ نہایت اخلاق وگرمجوشی سے ملے۔ اپنے دہلوی دوستوں واحباب کا حال پوچھتے رہے پھر اپنے کتبات دکھائے طلا کار پندنامہ اور گلستان جووزارعلی کے لیے تیار کی تھی مطلا کرائی عجب شان خط تھا اور رونق تھی گویا تمام قوتِ دست اور فعتِ کتابت ان پر خرچ کردی تھی ترکیب وکرسی دائرے اور کشش ایک سے ایک بہتر تھے اس زمانے میں وزیرعلی خاں کے استاد خوشنویسی تھے۔ مہر کنی میں بھی کمال تھا بارہویں صدی ہجری کے اعلیٰ استاد وخطاط تھے۔ انکے کئی شاگرد خوشنویسی ہوئے ہیں۔

مرزا محمد علی:

صدر محاسبی (حیدرآباد دکن) میں ملازم تھے اور اپنے وقت کے مشہور خوشنویس وخطاط تھے انہوں نے "تذکرہ خوشنویسان" بھی تالیف کیا ہے۔ جو اردو نثر میں ہے۔ یہ کتاب میر محبوب علی خاں آصف جاہ کے جشن چہل سالہ پر لکھی گئی اسکا سائز ۹،۶ انچ مسطر ۹ سطرہ اور ضخامت ۴۷ صفحات ہیں تاریخ خاتمہ مؤلف نے آخر کتاب میں ۳۹ ذیقعدہ ۱۲۳۲ھ درج کی ہے (مطابق ۲۵ جنوری ۱۹۰۶ء) اسمیں نسخ ونستعلیق کے خوشنویسوں کا حال قلمبند ہوا ہے۔ آغاز میں حروف کی تاریخ لکھی ہے خوشنویسوں کا حال عہد عباسی سے شروع کیا ہے۔ سب سے پہلے ابوالحسن علی المشہور "بہ ابنِ بواب" کا ذکر ہے۔ آخر میں حیدرآباد کے خوشنویسوں کا ذکر کرتے ہوئے امیر یاور جنگ کے شاگردوں کے حال پر کتاب ختم ہوئی ہے۔ اسکے بعد خوشخطی کی شناخت اور اچھے خط کی پہچان کے متعلق بھی وضاحت کی گئی ہے۔

محمد علی آقا مرزا:

مرزا حسین علی بہار کے ہاں ۱۲۷۰ھ ۱۸۵۴ء میں پیدا ہوئے اور ۱۳۲۵ھ ۱۹۰۸ء تک تہران میں زندہ تھے بعدازاں تہران میں ہی وفات پائی۔ ساتوں خط نہایت نفیس وبہتر لکھتے تھے۔

محمد علی:

ہدایت اللہ زریں قلم کے فرزند و شاگرد تھے اور انکے خط کے دوش بدوش ان کا خط تھا مگر مولوی ظفر حسن مرتب فہرست ملفوظات دہلی میوزیم بزبان انگریزی انکی نسبت لکھتے ہیں کہ انکو پسر زریں رقم نہ کہ زریں قلم کہا گیا ہے اور ''زریں قلم'' صرف ہدایت اللہ تھے۔ جن کا انتقال ۱۱۱۸ھ ۱۷۰۲ء میں ہوگیا۔ جن وصلی پر ان (محمد علی) کا نام مع ولدیت درج ہے۔ وہ زریں رقم وہ ۱۲۰۲ھ ۱۷۸۷/۱۷۸۸ء کی تحریر شدہ ہے۔ پس یا تو ہدایت اللہ کے سوا کوئی اور شخص بھی ''زریں رقم'' گذرا ہے۔ جسکے یہ فرزند ہیں۔ اور ہمیں اسکا علم نہیں یا پھر ہدایت اللہ کا ۱۱۱۸ھ ۱۷۰۲ء میں انتقال نہیں ہوا بلکہ وہ بعد تک کافی عرصہ زندہ رہے۔ بہر حال اُن کی جو وصلی محفوظ ہے وہ بہت نفیس بخط جلی نستعلیق ہے۔

محمد عمر:

موضع نانگل ضلع میرٹھ کے باشندہ تھے۔ متقی و پرہیز گار اور معاملے کے نہایت صاف تھے اور وعدے کے سچے۔ حالانکہ فی زمانہ یہ وصف بیشتر کاپی نویسوں میں نہیں ہیں۔ کاپی نویسی ذریعہ معاش تھی عربی خط بہت ہی اچھا تھا۔ مگر نستعلیق بھی معیاری لکھتے تھے اور عام کاتبان کی نسبت صحیح نویس تھے۔ خط طغرا میں بھی کمال حاصل تھا۔

صاحبزادہ محمد علی خاں:

یہ ۱۲۷۲ھ ۱۸۵۵ء کے قریب پیدا ہوئے وطن رام پور تھا۔ عربی و فارسی کے عالم تھے اور خط نسخ کے باکمال خوشنویس تھے۔ ۱۲۳۵ھ ۱۹۱۷ء میں رام پور ہی میں انتقال ہوا۔

محمد فاضل:

حالات نامعلوم ہیں، انکی ایک عمدہ وصلی بخط جلی نستعلیق دہلی میوزیم میں محفوظ ہے۔

شیخ محمد فاضل:

شیخ محمد کے بیٹے تھے جو عہد شاہ جہاں کے مشہور خوشنویس تھے۔ کتبہ نویسی بخط ثلث کے استاد تھے، وطن سندھ تھا۔

محمد فضیل الرحمٰن:

یہ تاریخی نام ہے حضرت مولانا شاہ محمد ولی الرحمٰن جمالی کے فرزند دوم ہیں، نسخ میں مولوی افتخار علی خاں سے استفادہ کیا اور نستعلیق منشی رام چندر سے سیکھا دونوں خط پاکیزہ ونفیس تھے۔اپنے وطن سرسادہ ضلع سیار نپور میں قیام تھا۔

محمد قاسم شادی شاہ:

فاضل اجل اور شاعر وخوشنویس بلند پایہ شہرت آفاق گیر کے مالک تھے۔میر علی ہروی خوشنویس کے معاصر تھے اور دونوں میں چشمک تھی چنانچہ ان پر چوٹ کرتے ہیں کیونکہ میر صاحب بہرے تھے۔

کراں کاتب کہ دارد دعوائے خط ہوائے خود پسندی بردہ ہوشش
ازاں روخط اواصلے ندارد کہ تعلیم کسے نشنیدہ کوشش

میر صاحب کے اشعار انکی نسبت یہ ہیں۔

بسرنا قبول شادی شاہ چوں بدر ناقبول و منکوب است
خط بے نقل اونبا شد خوب اگر آں نقل می کند خوب است

ابوالفضل علامی لکھتا ہے کہ دیگر خطوط کے علاوہ خط نستعلیق میں بڑا کمال تھا اور اپنی ایک خاص روش رکھتے تھے جس کو ایک کثیر جماعت پسند کرتی تھی اور ان کے تلامذہ انہی کی پیروی کرتے تھے ۸۷۲ھ ۱۴۶۷ء تک زندہ تھے۔

میرزا محمد قباد:

ان کا دہلی وطن علم وہنر سے آراستہ تھے خطِ شکستہ ورایت خاں کی روش پر ایسا لکھتے تھے کہ دونوں کے خط میں فرق کرنا مشکل تھا شاعر بھی تھے چنگیز نامہ کی چند حکایتیں نظم کی تھیں۔

مولانا محمد قابتی:

خط عربی کے بڑے مرتبہ کے خوشنویس تھے اور مضافات تبریز کے رہنے والے تھے

مگر نیشاپور میں خوشنویسی سیکھ کر وہیں رہائش پذیر ہو گئے تھے آخر میں ترکوں سے ناراض ہو کر استر آباد چلے گئے اور وہیں ۸۳۸ھ ۱۴۳۶ء میں انتقال ہوا۔

مولانا محمد کاشی:

یہ شاہجہان کے درباری خوشنویس شکستہ تھے۔

میرزا محمد کاظم:

جواہر رقم خاں کے بیٹے تھے، سید علی کی طرز پر لکھتے تھے اغلباً یہی وہ محمد کاظم ہیں جو تہران کے باشندے اور عہد شاہجہان کے خوشنویس تھے۔

سید محمد محسن امامی:

ان کا اصفہان وطن تھا مرزا ابوتراب اصفہانی کے شاگرد تھے جو میر عماد کے شاگرد تھے کثرت مشق کے باعث استاد کے خط کے برابر تھے شاہ سلیمان صفوی (عہد حکومت ۱۰۷۸ھ ۱۶۶۷ء ۱۱۰۶ھ ۱۶۹۵ء) کے خوشنویس واستاد تھے اور شاہ سلطان حسن کے معاصر۔

محمد مراد شیریں قلم:

یہ خطاطِ سحر نگار و کاتب جادو طراز کشمیر کے رہنے والے تھے۔ مگر اقلیم خوشنویس کے بادشاہ سمجھے جاتے تھے۔ خفی وجلی دونوں کی یکساں شان تھی۔ روش خط میں ملا میر علی کے متبع تھے اور شانِ خط خواجہ سلطان علی مشہدی کے برابر تھی، تیرہویں صدی ہجری کے مشہور استاد نستعلیق تھے۔

محمد مظفر الدین:

یہ اپنے عہد کے نامور خطاط تھے۔ عربی نستعلیق میں مہارت رکھتے تھے۔

شیخ محمد معین:

شیخ عبدالواسع کے بیٹے اور سندھ کے خوشنویس نستعلیق تھے۔

محمد مقیم:

میر عماد کی طرز کے اعلیٰ خوشنویس تھے دہلی میں کالی مسجد میں رہتے تھے۔ کثیر التلامذہ تھے اور کئی شاگرد باکمال استاد ہوئے اٹھارہویں صدی عیسوی کے خوشنویس تھے۔

میر محمد خوشی:

سرہند کے رہنے والے تھے اور میر عماد کی طرز کی عمدہ خوشنویس تھے محمد شاہ بادشاہ کے عہد میں خوشنویسان شاہی میں ملازم تھے لالہ سدا سیکھ رائے دیوان خالصہ انہیں کے شاگرد تھے ان کی ایک وصلی دہلی میوزیم میں محفوظ ہے۔

محمد موسیٰ:

یہ کفایت خاں کے بیٹے تھے اور اپنے باپ ہی کے شاگرد تھے اور انہیں کی طرز پر بہت اچھا لکھتے تھے۔ کشش اور واؤ میں کچھ ترمیم بھی انہوں نے کی۔

محمد مومن:

یہ عبداللہ مروارید کرمانی کے بیٹے تھے، باعلم و ہنر اور حسن خط میں شہرہ آفاق تھے۔ شاہ اسمٰعیل اول نے ان کے خط کی شہرت سن کر بلالیا اور اپنے کتاب خانہ کا خطاط مقرر کیا ۹۰۵ھ ۱۲۹۹ء میں انہوں نے حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ، کا دیوان نہایت نفیس و پاکیزہ بخط نسخ لکھا تھا جو استنبول کے کتب خانہ میں محفوظ ہے ۹۱۶ھ ۱۵۱۰ء میں انتقال ہوا۔

میر محمد مومن:

یہ عبداللہ مشکین قلم کے صاحبزادے اور برادر محمد صالح خوشنویس و شاعر بھی اچھے تھے عرشی تخلص تھا موسیقی کے بھی ماہر تھے خطاط باکمال تھے اپنے والد کے شاگرد تھے اور انہیں کی روش پر بہت اچھا لکھتے تھے ۱۰۹۱ھ ۱۶۸۰ء میں انتقال ہوا۔

محمد میراز:

یہ بھی اپنے عہد کے ممتاز نستعلیق نویس تھے۔

سید محمد میر سوز:

دہلی کے مشہور شاعر تھے ۱۱۹۱ھ ۱۷۷۷ء میں لباس فقیری اختیار کیا نواب آصف الدولہ ان کے شاگرد تھے۔ خط نستعلیق وشفیعہ خوب لکھتے تھے۔ ستر سال کی عمر میں ۱۲۱۳ھ ۱۷۹۷ء میں بمقام لکھنو انتقال کیا۔

محمد نبی خان:

یہ معجز تخلص کرتے تھے اور محمد سردار خاں کے صاحبزادے تھے ان کا وطن تھا رام پور عربی وفارسی کے عالم تھے اور فن سخن میں داغ کے شاگرد تھے۔ خط نستعلیق کا فن مولوی سلام اللہ اور میر عوض علی سے سیکھا۔ خفی اور جلی بہترین لکھتے تھے۔ پیرانہ سالی میں وہ قوت خط تھی جو نوجوانوں کو بھی میسر نہیں۔ دینی امور میں سرگرم کارکن تھے۔ بھوپال میں وکالت کرتے تھے، مارچ ۱۹۲۹ء تک زندہ رہے۔

محمد نصیر الدین:

لکھنو میں عہد آصف الدولہ کے خوش نویس تھے اور نستعلیق وشکستہ کے خوب لکھتے تھے۔

محمد نعیم اصفہانی:

یہ عہد اورنگ زیب کے خوشنویس نستعلیق تھے ان کے خفی کا نمونہ بیاض بختاور خاں کے صفحہ ۴۲۲ الف پر درج ہے جو کہ دہلی میوزیم میں محفوظ ہے۔ خط شکستہ بھی بہت اچھا لکھتے تھے۔ جسکا نمونہ بیاض مذکورہ کے صفحہ ۵۵۰ الف پر درج ہے۔

سلطان محمد نور:

یہ مولانا سلطان علی مشہدی کے شاگرد رشید اور نستعلیق تھے۔

مولانا شاہ محمد ولی الرحمٰن جمالی:

یہ ولی تخلص کرتے تھے سرساوہ ضلع سہارنپور وطن تھا حضرت شاہ محمد خلیل الرحمٰن جمالی کے بڑے صاحبزادے اور سجادہ نشین اولاد قطب ہانسوی تھے اور خط عربی و نستعلیق کے عمدہ خوشنویس ومبصر تھے۔

محمد ولی جان:

ان کا ''صنعت رقم'' لقب یا خطاب تھا ان کی تحریر کردہ ایک وصلی لٹن لائبریری علیگڑھ میں محفوظ ہے۔ جو ۱۱۹۷ھ ۱۷۸۱ء کی تحریر شدہ ہے۔ شان خط نہایت بلند و نفیس ہے۔

محمد ہمایوں:

خاندان مغلیہ کے شہزادہ تھے ان کی ایک بہترین مطلا وصلی بخط نسخ دہلی میوزیم میں موجود ہے۔ گزشتہ 1800ء تک زندہ تھے۔

محمد یحییٰ:

لکھنو وطن تھا خط نسخ کے استاد اور میر ہادی علی و میر بندہ علی مرتعش رقم'' کے ہم عصر تھے۔ طباعت کے لیے پہلا قرآن مجید انہوں نے لکھنو میں لکھا تھا۔

الحاج قاضی محمد یعقوب علی:

ان کا مبارک رقم'' خطاب تھا یہ شیخ علی کے بیٹے تھے وطن حیدرآباد (دکن) تھا خط نسخ و نستعلیق کے استاد کامل اور بلند پایہ خوشنویس تھے عربی فارسی کے اچھے تعلیم یافتہ اور خلیق و مخلص ہستی تھے۔ حیدرہ آباد میں قیام رہا اور اس فن شریف کے لیے اپنے کو وقف کئے ہوئے تھے۔ کافی بار مختلف اداروں نمائشیوں سے انعامات اور سند درجہ اول انعام حاصل کیا۔ حکومت نظام میں ملازم تھے۔ جناب مولوی حشمت علی قادر رقم سے یہ فن حاصل کیا۔ حیدرآباد میں بہت کتبات ان کی عمارتوں کی زینت ہیں۔ آپ کے شاگردوں کی فہرست طویل ہے جن میں سے خاص کے نام

مندرجہ ذیل ہیں۔(1) قاری کرنل بسم اللہ بیگ (2) قاری خواجہ محمد احمد ''نادر رقم (3) سعید جہان بیگم ''سعید رقم''(5) امتہ اللطیف (5) امتہ العزیز ساجدہ (6) امتہ المتین ثریا۔

محمد یعقوب:

دہلی وطن تھا میر پنجہ کش کے شاگرد تھے۔خط نستعلیق کی شان ہو بہ ہو استاد کی طرح تھی۔ ان کی ایک قلمی وصلی نہایت نفیس منشی چندر جواہر رقم جے پوری کے پاس محفوظ تھی۔مزید حال معلوم نہ ہوسکا۔

محمد یوسف کابلی:

یہ بادشاہ اکبر کے کاتب خاص اور اچھے خوشنویس تھے۔

منشی محمد یوسف:

محمد دین خوشنویس مرحوم کے صاحبزادے تھے ابتداء میں دہلی مقیم رہے بعدازاں کراچی آ گئے، ان کے ہاں تقریباً تین سو سال سے یہ فن لطیف وشریف پرورش پا رہا ہے۔منشی محمد یوسف دہلوی نہ صرف عظیم خطاط بلکہ موجودہ دہلوی نستعلیق کے موجد بھی تھے۔انہوں نے اس خط میں نئے نئے جوڑوں اور پیوندوں کا اجتہاد کیا ہے۔انکو نستعلیق نسخ اور نگریزی خطاطی میں کمال حاصل تھا۔

شیخ محمد یوسف:

ابن شیخ عبدالواسع خوشنویس کے فرزند تھے، وطن سندھ تھا، اپنے باپ کے برابر خط نستعلیق لکھتے تھے۔

شہنشاہ محی الدین اورنگ زیب:

ہندوستان کے مشہور ومعروف شہنشاہ تھے عہد حکومت ۱۶۵۸ء تا ۱۷۰۶ء تک رہا خط نسخ و نستعلیق کے کامل خوشنویس واعلی مبصر تھے، باوجود مصروفیات شاہی کتابت قرآن مجید کرتے تھے

سید علی خاں حسینی تبریزی ''جواہر رقم'' کے شاگرد تھے۔ان کا قلمی ایک نسخہ کلام مجید سلطان ٹیپو کے قلمی خزانہ کا گوہر نایاب تھا جو اعلیٰ خوشخطی کے علاوہ بہترین جلد بندی کا بھی نمونہ تھا۔جس کی آرائش پر نوے ہزار روپیہ صرف ہوا تھا۔وہ اب انڈیا آفس لندن میں محفوظ ہے۔کہتے ہیں کہ عالمگیر شہزادگی کے زمانہ سے آخری عمر تک صبح کو ۵ بجے سے ۷ بجے تک اور سہ پہر سے لے کر شام تک قرآن مجید کی کتابت کرتے تھے۔

ملامحی شیرازی:

بقول ابوالفضل علامی چھٹوں خطِ عربی اور خطِ تعلیق کے کامل استاد تھے اور آفاق گیر شہرت کے مالک تھے۔

مرزا محمود بیگ:

مرزا عباداللہ بیگ ''زمرد رقم'' کی اولاد میں سے اچھے خوشنویس تھے اور انہیں کی تقلید لکھتے تھے۔

میر مدد علی:

ان کا الور وطن تھا فارسی کے فارغ التحصیل تھے،تدریس پیشہ تھا خطِ نستعلیق آغا مرزا سے حاصل کیا تھا۔اور کثرتِ مشق سے استاد کے خط سے اپنا خط ملا لیا تھا۔الور میں ایک کثیر جماعت نے آپ سے فیض اٹھایا۔اغلباً ۱۹۰۴ء میں بمقام الور انتقال ہوا۔

مخدوم الیاس:

یہ مخدوم یوسف، سندھ کے بہترین خوشنویس تھے اور دن چھپنے سے پہلے پندرہ سو اشعار بہت خوشخط لکھ کر پیش کیے شاہزادہ بہت خوش ہوا یہ اس نے ہرات بلا کر کتب خانہ شاہی پر مامور کر دیا اور عزت وحشت سے زندگی بسر کرنے لگے اسی زمانے میں بایسنغر مرزا نے اپنے لئے خمسہِ نظامی لکھنے کی فرمائش کی اور اعلیٰ درجہ کا کاغذ بھیجکر ایک سال کی مہلت دی مگر انہوں نے کچھ نہ لکھا بایسنغر مرزا برابر اصرار کرتا رہا اور یہ مدت تک ٹالتے رہے اخر کاسۂ صبر لبریز ہو گیا تو اس نے

گرفتار کر کے بلایا اور جلادوں کے سپرد کر دیا جنہوں نے اسقدر سختی کی کہ شدت تکلیف سے ۸۳۲ھ ۱۴۲۹ء میں بمقام ہرات فوت ہو گئے۔

مولوی حکیم مرتضیٰ:

ان کا تخلص مرتضیٰ تھا۔ وطن رام پور تھا میر عوض علی سے خط نستعلیق سیکھا۔ جولائی 1906ء میں رام پور میں انتقال کیا۔

نواب مرید خان:

سید محمد شاہ بادشاہ دہلی کے امراء میں شامل تھے۔ اکبر علی و درایت خان کے شاگرد تھے۔ نسخ و نستعلیق اور ثلث و ریحان اچھا لکھتے تھے۔ طلا کاری بھی خوب کرتے تھے۔

یحییٰ سیبک نیشاپوری:

شاہرخ مرزا گورگان کے مقرب خوشنویس چابک دست اور شاعر نکتہ رس تھے سیبک تخلص کیا اور کہیں قتاجی عالم جید اور فاضل اجل تھے شبستان خیال اور لطائف لامعی ان کی تصنیف ہیں ان کا قلم عجب معجز طراز تھا کہ دیکھنے والا حیران و ششدر ہو جاتا تھا۔ ۸۵۲ھ ۱۴۴۹ء میں انتقال ہوا۔

یوسف ابراہیم شاہی:

ان کا نام یوسف مگر یہ اپنی تحریروں میں خود کو ابراہیم شاہی لکھتے تھے عبداللطیف عبدالرشید اور عبدالحلیم خوشنویساں بیجاپور کے معاصر تھے مرقع عادل شاہی میں ان کے خط کے نمونے بھی محفوظ ہیں عربی رسم خط میں دکنی زبان خوب لکھتے تھے۔

مولانا یوسف خراسانی:

یہ یاقوت مستعصمی کے شاگرد اور اپنے زمانے کے اعلیٰ خوشنویس اور بخط نسخ استاد تھے۔

یوسف علی الوری:

ان کا اصل وطن قصبہ باول تھا۔ میر مدد علی خوشنویس کے شاگرد و فرزند اور اعلیٰ پائے کے نستعلیق نویس تھے الور میں مطبع یوسفی ان کا اپنا پریس بھی تھا۔ بیسوی صدی عیسوی کے شروع میں انتقال ہوا۔

میرزا معزالدین فطرت:

عہد اورنگ زیب عالمگیر کے خوشنویس خطِ شکستہ تھے نمونہ خط بیاضِ بختاور خان موجودہ دہلی میوزیم کے صفحہ ۱۸۲ پر درج ہے۔

ملک معزالدین محمد غوری:

غزنی سلطنت کے حکمران تھے اور اعلیٰ پائے کے خوشنویس باعلم و ہنر تھے ۶۰۲ھ ۱۲۰۶ء تک بادشاہ رہے اور متعدد قلمی یادگاریں بھی چھوڑیں۔

مقبول بنی خان:

انعام اللہ یقین صاحبزادے تھے اور مرزا محمد علی کے شاگرد تھے نستعلیق باریک بہت عمدہ لکھتے تھے متقی و حلیم الطبع خوشنویس تھے۔

مقصود علی:

شہنشاہ شاہجہان کے درباری خوشنویس تھے۔

ملک قاسم:

شیراز وطن تھا خوشخطی میں کمال حاصل تھا شاہ شجاع دوسرے بادشاہ آلِ مظفر کی نوازشات سے بہرہ اندوز ہوئے خوشخطی کے علاوہ نقاشی اور طلا کاری میں کمال حاصل تھا اور بلند پایہ خوشنویس تھے حافظہ نہایت قوی تھا جس کا بارہا امتحان کیا گیا ایک بار سن کر تیس ۳۰ شعر تک یاد کر لیتے تھے۔ ۷۴۷ھ ۱۳۴۸ء میں انتقال ہوا۔

شیخ ممتاز حسین جون پوری:

لکھنؤ میں مقیم تھے انہوں نے ایک کتاب فن خوشنویسی بنام ''تعلیم خط و املا'' طبع کی جس کے صلہ میں ان کو گورنمنٹ یوپی سے انعام بھی ملا اس اپنی تصنیف میں انہوں نے اپنا حسب ذیل حال درج کیا ہے۔

''فن خوشنویسی میں ہر قسم کے خط کو کامل خوشنویس سے میں نے سیکھا چنانچہ نستعلیق کو شیخ محمد حسن صاحب و شیخ زائر حسین صاحب جونپوری سے اور عربی یا خطِ نسخ کو قطعات الجواہر جیسی کتاب کے خوشنویس جناب محمد میرزا صاحب مرحوم کے شاگرد رشید شیخ حشمت علی صاحب مرحوم جونپوری سے حاصل کیا پھر خط شکستہ اور شفیعہ و دیگر خطوط اپنے ہم وطن اور عزیز کامل خوشنویس شیخ یاور علی صاحب مرحوم سے سیکھے اس کے بعد متعدد کتابیں مختلف زبانوں میں تاریخِ خطاطی پر پڑھ ڈالیں اور بے شمار استادان فن سے مدتوں تبادلۂ خیالات اور اکتسابات سے جو فائدہ ہوا ان سب کا نچوڑ یہ کتاب ہے جو اپنی قسم کی شاید منفرد کتاب ہو۔

نواب ملکہ جہاں:

محمد نواب علی شاہ کی ملکہ تھیں خطِ نسخ میں کمال حاصل تھا لکھنؤ وطن تھا ایک قرآن مجید اور دو ڈھائی سو صفحات کی حضرت سیدۃ النساءؓ کی سوانح عمری ان کا قلمی شاہکار ہے۔

منصور بن سلطان مظفر:

ایران کے ذی شوکت و حشمت اور نہایت بہادر بادشاہ تھے جنہوں نے ۷۹۰ھ ۱۳۸۸ء تا ۷۹۷ھ ۱۳۹۶ء ایران میں حکومت کی مختلف علوم و فنون میں کمال حاصل تھا اور اہل عمل و فن تھے قدر دان و دلدادہ تھے خطوط ہفتگانہ بہت خوب لکھتے تھے۔ حافظ شیرازی نے اُن کی تعریف میں بہت سے اشعار کہے ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے۔ (شعر)

بباکہ رایتِ منصور بادشاہ رسید
نوید فتح و بشارت بمہر و ماہ رسید

مولوی صاحب آقائے ثانی:

ان کا وجہ خطاب یہ تھا کہ آقا عبدالرشید کے خط کی ایسی نقل کرتے تھے کہ اصل ونقل میں فرق مشکل تھا مرشد زادہ میرزا معظم بخت کی استادی پر مامور تھے نستعلیق کے بہترین استاد تھے۔

موج راج:

ان کی ایک وصلی بخط جلی نستعلیق دہلی میوزیم میں موجود ہے باقی حالات نہیں مل سکے۔

سید مہدی:

سید علی خوشنویس نستعلیق کے ہمعصر تھے اور انہیں کے برابر خوشنویس تھے۔

مہدی فکاری شیرازی:

دیگر علوم وفنون میں کامل ہونے کے علاوہ خط نسخ بہترین لکھتے تھے قسطنطینہ وطن تھا سلطان سلیم خان عثمانی کے کتب خانہ میں حلقۂ خوشنویسان میں ملازم تھے۔ جہاں ان کی قلمی یادگاریں محفوظ ہیں۔

راجہ مہیش دامن:

راجہ سوہن لال بہادر معمد جنگ کے بیٹے تھے جو سلطنت مغلیہ کے وزیر اور خط شکستہ کے مسلم الثبوت استاد تھے یہ فن پنڈت شنکر ناتھ تلمیذ مولوی حیات علی سے انہوں نے حاصل کیا تھا بعد میں جے پور آکر آباد ہوئے اور یہاں بہت لوگوں نے ان سے فیض اٹھایا ۲۱ فروری ۱۸۷۴ء کو جے پور ہی میں انتقال ہوا۔

میاں محمدی:

یہ قاضی عصمت اللہ صاحب کے رشتہ دار شاگرد تھے انہیں کی روش پر لکھتے تھے ہاتھ میں بڑی صفائی تھی بعد وفات قاضی صاحب لکھنو جا کر نواب حسن خان کے بچوں کے معلم خط مقرر ہوئے تیرہویں صدی ہجری کے عمدہ خوشنویس تھے۔

میران شاہ گورگان:

جلال الدین تھا مگر عرف سے معروف تھے امیر تیمور کے فرزند اور خطوط ہفتگانہ کے عمدہ خوشنویس ومبصر تھے۔

میر حاجی:

آقا عبدالرشید دیلمی کے منہ بولے بیٹے شاگرد تھے کثرت مشق سے اپنے خط میں آقا کے خط کی شان پیدا کر لی تھی۔ نہایت اعلیٰ وصلیاں یادگار چھوڑی ہیں۔

میر حسن تبریزی:

یہ سہوی تخلص کرتے تھے، تبریز وطن تھا خطاطی کے سلسلے میں مختلف ممالک ایران، عراق وغیرہ میں رہے اور پھر ہندوستان آئے شاہان وقت سے انعام پائے ۱۱۰۰ھ ۱۶۸۹ء میں انتقال ہوا۔

آقا میر حسن:

ان کی قلمی نہایت نفیس، مطلا و مذہب ایک دعاؤں کی کتاب بخط نسخ دہلی میوزیم کی زینت ہے جو ۱۸۳۳ھ ۱۸۳۴ء کی تحریر کردہ ہے۔

میر خونی شیرازی:

یہ اُن کا عرف ہے اور میر خواند بھی عرف تھا مدتوں خواجہ سلطان علی تبریزی کی خدمت میں حاضری دے کر خوشخطی میں کمال پیدا کیا بائیس سال کی مسلسل کوشش کے بعد درجہ استادی حاصل کیا نستعلیق میں کمال حاصل تھا استنبول جا کر سلمان شاہ ترکی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اُس کے حکم سے شاہنامہ فردوسی وغیرہ لکھ کر پیش کیا وہیں انتقال ہوا۔

میرزا ارجمند:

وطن دہلی تھا۔ شاعری ومصوری میں بڑی شہرت تھی۔ خط شفیعہ چند طرز کا لکھتے تھے

نواب عماد الدولہ کے میر منشی تھے آخر عمر میں مرزا فتح علی خان کے ساتھ رہتے تھے جو بسنت خاں کے بھتیجے تھے یہ ۱۲۰۳ھ ۱۸۳۴ میں فوت ہوئے۔

میرزا ایرج:

یہنواب عبدالرحیم خانخانان کے صاحبزادے تھے۔خط نسخ و نستعلیق میں یدطولیٰ حاصل تھا۔اکثر نقاشی شدہ قطعات تیار کرتے تھے علم و فضل اور فنون و ہنر میں ممتاز تھے انکا قلمی شاہکار ہفت بند کاشی ہے۔ ۱۰۲۸ھ ۱۶۱۹ء میں انتقال ہوا۔

میرزا داراب:

نواب عبدالرحیم خانخانان کے صاحبزادے تھے۔یہ علم و ہنر اور خوشنویسی میں اپنے بھائی میرزا ایرج کے برابر تھے نستعلیق کے کئی قطعات یادگار چھوڑے ۱۰۳۵ھ ۱۶۲۶ میں اُن کا انتقال ہوا۔

میرزا عزیر کوکلتاش:

آنکہ خان کے بیٹے اور اکبر کے رضاعی بھائی تھے۔نہایت مدبر و بہادر تھے۔علم و ہنر اور خوشنویسی و مصور میں باکمال تھے پنج ہزاری منصب تھا اور خانِ اعظم ان کا یہ خطاب تھا اکبر انکا بڑا لحاظ کرتا تھا جب بھی دونوں میں کوئی اختلاف ہوتا تو اکبر کہتا کہ مجھ میں اور عزیز میں دودھ کی نہر درمیان ہے کیا کروں۔ جملہ مورخین اور شہنشاہ جہانگیر نے انکے علم و ہنر کی تعریف و توصیف کی ہے شاعر بھی تھے اور اہل علم و فن کے قدر دان و سرپرست بھی تھے۔

خواجہ میر شریف:

سید علی خوشنویس کے شاگرد اور استاد وقت تھے وطن سندھ تھا۔

میر علی الکاتب:

نسباً سید تھے، ہرات وطن تھا محمود المتخلص بہ رفیقی کے فرزند تھے، مولانا سلطان علی مشہدی کے شاگرد رشید، عربی و فارسی کے عالم اور شاعر نازک خیال تھے مجنوں تخلص کرتے تھے

کچھ عرصہ بخارا میں رہے۔

آخر بخارا سے نکلے اور مختلف ممالک کی سیر کی خواجہ میر علی تبریزی کی روش پر نستعلیق بہت اچھا لکھتے تھے جو بیحد مقبول تھا لہٰذا جہاں پہنچے ہاتھوں ہاتھ لئے گئے اور قدر و منزلت کی گئی۔ انہوں نے شاہزادہ سلطان مظفر کے لیے خطوط سبعہ کے قواعد نظم کئے تھے اپنی شاعری کے متعلق کہتے ہیں۔

شاعر نازک سخن و ساحرم درفنِ خط نیز بساما ہرم
فیض مسیحا زوقم می چکد آب حیات ازقلم می چکد

دو قطعات اور ملاحظہ ہوں:

چشم صاو زلف دال و قد الف طرہ لام است و دہاں میم مُراد
استادِ ازل زین پنج حرف صد الم برروئے جان ماکشاد

دیگر:

صاحب تذکرہ خوشنویسان کا قول ہے کہ میر صاحب ایک عطار کی دکان پر بیٹھے تھے کہ کسی شخص نے لکھدینے کی درخواست کی انہوں نے قلم بنا کر اس قدر جلد لکھا کہ پہلا حرف خشک نہ ہوا تھا کہ آخری حرف لکھ دیا یہ میر صاحب اپنے دوستوں سے کہا کرتے تھے کہ اگر چہ میرا خط خواجہ سلطان علی مشہدی کے خط سے بڑھ کر ہے مگر اُن کے خط میں جو نمکینی ہے وہ میرے خط میں نہیں ہے۔ سنہ ۹۰۵ھ ۱۵۴۳ء میں انتقال ہوا۔

میر علی بخاری:

ان کا وطن بخارا دوست شاہی لقب اپنے عہد کے بہترین خوشنویس نستعلیق تھے۔

ملا میر علی تبریزی:

یہ خط نستعلیق کے موجد تھے۔ اور ان کے بارے میں بہت کچھ سکھا گیا ہے۔ صاحبِ طریقت بزرگ تھے۔ اور ان کے فن پارے خطاطی کا سرمایہ ہیں۔ ان کا تعارف آغاز میں دیا جا چکا ہے۔

میر علی خراسانی:

نام یہ بھی خواجہ میر علی تبریزی کے معاصر وخوشنویس بلند پایہ تھے مگر گمنام وغیرہ مقبول رہے۔

ملا میر علی شیرازی:

ان کا وطن شیراز تھا۔ خواجہ میر علی تبریزی کے معاصر اور عمدہ اور خوشنویس تھے مگر شہرت اور مقبولیت میں انکو نہ پہنچے۔

میر علی ہروی:

یہ امیر محمد باق ذوالکمالین کے صاحبزادے تھے۔ نسباً سید اور وطن ہرات انہوں اپنے والد سے تعلیم خط حاصل کی اور ذاتی محنت ومشق سے خط نستعلیق میں کمال حاصل کیا حتیٰ کہ فن استاد مانے گئے ۱۹۶۶ء ۱۵۵۸ء میں بمقام ہرات انتقال ہوا چونکہ تقریباً ایک ہی زمانہ میں میر علی نامی کئی خوشنویس گزرے ہیں اسی لیے واقعات وحالات اس قدر خلط ملط ہو گئے ہیں کہ انکی درستگی مشکل ہے ہم نے اختلافی وضعیف روایات کو چھوڑ دیا ہے بعض نے انہیں کو میر علی الکاتب کہا ہے۔ واللہ اعلم

میر کی شیرازی:

میر سید احمد مشہدی کے شاگرد اور میر کاروان خوشنویساں تھے۔ وطن سے بیت اللہ شریف گئے تو اپنا قلمی قرآن شریف ساتھ لے گئے اور بعد ادائے حج اس کو مکہ معظّمہ میں منقش کر کے سلیمان خاں کی خدمت میں استنبول بھیج دیا بادشاہ نے بہت پسند کیا اور خلعت وانعام بہ صورتِ نقد روانہ کیا۔ یہ قرآن مجید سلطان بایزید کے مقبرہ پر محفوظ ہے اور زیارت کرنے والوں کو محو حیرت کرتا ہے۔

خواجہ میر محمد بزرگ رضوی:

یہ سندھ کے بہترین خوشنویس تھے۔

سید میر محمد:

یہ شاگردان سید علی خوشنویس سندھ میں سے تھے۔ خط ثلث وتوقیع میں خاص کمال تھا۔

میر گدائی:

نام، دہلی وطن قاضی عصمت اللہ خاں کے شاگرد اور نسخ کے مشتاق خوشنویس تھے۔

میر معز کاشی:

خط نستعلیق کے شہر آفاق استاد تھے۔ اور محمد حسین تبریزی وشاہ محمد نیشاپوری کے ہم عصر تھے۔

میر معصوم قندھاری:

عہد اکبری کے مشہور خطاط ہیں۔ فتح پور سیکری کی عمارتوں کے اکثر کتبے انہیں کے قلمی ہیں قلعہ آگرہ کے بھی کتبے بھی ان کے تحریر کردہ ہیں۔

میر مہندی:

میر مقصود کے فرزند متقی وصالح تھے پچھمی نرائن پنڈت کے شاگرد، عمدہ خوشنویس اور طغرانویسی کے کامل استاد تھے۔ نواب حسام الدین حیدر خاں کی سرکار میں محرری خطاطی پر ملازم تھے۔ انیسویں صدی عیسوی کے خوشنویس ہیں۔

سید ناصر:

ان کا ''نادر رقم'' خطاب تھا ان کے بزرگ قندہار سے ہندوستان آئے تھے اس لیے قندہاری مشہور ہوئے نستعلیق کے اچھے خوشنویس تھے۔ انکے استاد کو ''معجز رقم'' قندہاری کہا گیا ہے۔ مگر ان کا کوئی حال معلوم نہیں ہوسکا ''نادر رقم'' کا وطن رام پور تھا۔ اور تیرہویں صدی ہجری کے خوشنویس ہیں۔

ناصر الدین مستطیب:

یاقوت مستعصمی کے باکمال شاگرد تھے۔

ناظم حسین:

نسباً سید رضوی ہے مطبع نظامی واقع کانپور کے بہت اچھے خوشنویس کاتب تھے''ارژنگ چین'' نامی رسالہ مصنفہ منشی دیبی پرشاد بدایونی کا کتابت کردہ ہے۔

حاجی نامدار:

خط نستعلیق کے ماہر خوشنویس تھے، آقا رشید کی طرز پر بہت خوب لکھتے تھے۔فرخ سیر بادشاہ (عہد حکومت ۱۱۲۴ھ ۱۷۱۹ء تا ۱۱۳۱ھ ۱۷۱۹ء) کے زمانے میں شاہزادوں کے استاد خوشنویسی تھے۔

خواجہ نامی:

یہ بھی آقا رشید کے شاگرد تھے خط نستعلیق میں بڑی رونق تھی اور معاصرین میں ممتاز خوشنویس تھے۔

میر نثار علی:

یہ میرزا محمد علی ابن میرزا خیر اللہ خوشنویس کے شاگرد اور مرتبۂ استادی پر فائز تھے۔

نجم الدین:

یہ شاہ اعز الدین کے شاگرد اور ماہر خوشنویس تھے خط میں بڑی رونق تھی۔

نجیب بک:

نسخ و نستعلیق کے کامل استاد تھے ملک فواد اول شاہ مصر ان کے خط کا قدر دان تھا۔۱۳۴۵ھ ۱۹۲۷ء تک زندہ رہے خط میں بڑی رونق تھی۔

مولوی نذیر الدین قریشی:

جلسیر ضلع ایٹو (یو، پی) وطن، علوم مشرقیہ سے قدر ضرورت بخوبی آگاہ تھے۔خوشنویسی

سے پور اشغف تھا۔ اپنی ذاتی کوشش اور شبانہ روز کی محنت سے اس فن میں کمال حاصل کیا۔ اسی شوق کے زیر اثر پہلے مولانا رشید احمد گنگوہی کے مطبع احمدی علیگڑھ میں اور بعد ازاں مطبع قاسمی دار العلوم میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ ۱۹۲۲ء میں علی گڑھ یونیورسٹی پریس میں آئے۔ طلباء کے استفادہ کے لیے کئی کتابیں اور رسالے خود تصنیف و کتابت کر کے شائع کئے۔ اس کے بعد اپنا ذاتی پریس جاری کیا جو کئی سال پہلے تک مسلم ایجوکیشنل پریس علی گڑھ کے نام سے جاری تھا اور ان کے صاحبزادے ضمیر الدین قریشی ایم اے (علیگ) اس کو باحسن الوجوہ چلا رہے تھے۔ نومبر ۱۹۵۴ء میں پچپن ۵۵ سال کی عمر میں انتقال ہوا خط نسخ و نستعلیق میں پوری مہارت تھی اور خط میں خاص شان پائی جاتی ہے۔

نذیر الدین:

ان کا وطن جے پور تھا منشی احسان علی نانولی کے شاگرد اور حضرت مسکین شاہ صاحب نیازی کی اولاد میں سے تھے خطِ نستعلیق کے عمدہ خوشنویس تھے جے پور میں بزمرہ اہلکار عدالت ملازم تھے تقریباً ۱۹۲۶ء میں انتقال ہوا۔

خواجہ نصیر الدین طوسی:

۶۰۷ھ ۱۲۱۰ء میں پیدا ہوئے اور ۱۲۷۲ء میں وفات پائی بلند پایہ عالم و فاضل جید اور متعدد علوم و فنون کے ماہر تھے خوشنویسی میں بھی کمال حاصل تھا اور کئی خط بہت عمدہ لکھتے تھے ہلاکو خاں کے مختار تھے۔ چنانچہ ایک جگہ کہتے ہیں۔

سال عرب جوششصدد چارشد روز دو شنبہ اول ذیقعدہ با مداد
خود شاہ بادشاہ عیلیاں زتخت برخاست پیش تخت ہلاکو بایستاد

نظام الملک ابو علی الحسن:

نظام الملک کے نام سے متعارف ہیں ابو علی الحسن نام تھا ۴۰۸ھ ۱۰۱۸ء میں پیدا ہوئے اور ۴۸۵ھ ۱۰۹۲ء میں انتقال ہوا وزیر اعظم کے عہدہ پر فائز تھے حسن بن صباح و عمر

خیام کے معاصر و خواجہ تاش اور زبردست عالم و فاضل ہونے کے علاوہ عربی و فارسی خطوط کے بہترین خوشنویس بھی تھے خط رقاع تو بہت ہی نفیس تھا۔

امیر نظام الدین اصفہانی:

عبدالحی منشی اصفہانی کے صاحبزادے میر عماد کے زبردست مقلد تھے مشہد جا کر محمود خان شیبانی کی نوازشات سے بہرہ ور ہوئے اور مدرسہ امیر علی شہر میں مدرس ہو گئے پھر بحکم بادشاہ استر آباد جا کر معلمین کو تعلیم خط دیتے رہے گیارہویں صدی ہجری کے وسط میں انتقال ہوا۔

مولوی نظیر حسن سخا:

یہ دہلی کے باشندے تھے جے پور بمبئی اجمیر وغیرہ متعدد مقامات پر رہے عربی و فارسی کے عالم شاعر و خوشنویس نستعلیق تھے آقا رشید کے مقلد تھے ۱۸ فروری ۱۲۶۲ھ تاریخ ولادت اور ۸ فروری ۱۳۳۳ھ تاریخ وفات تھی۔

نعمت اللہ:

مرزا محمد علی ابن مرزا خیر اللہ فرماں نویس کے شاگرد اور نستعلیق کے استاد تھے۔

سید نعمت اللہ:

وطن سندہ تھا اور عربی خطوط کے خوشنویس بے بدل تھے۔

قاضی نعمت اللہ لاہوری:

محمد افضل لاہوری کے مقلد عہد آصف الدولہ میں نواب زادوں کے اُستاد تھے خطاطی میں درجہ استادی حاصل تھا۔

نعمت اللہ:

آقا رشید کے شاگرد اور حافظ نور اللہ کے ملازم تھے اور ولایت سے وارد ہندوستان ہوئے۔

راجہ نندرام پنڈت:

خط شکستہ کے بلند پایہ خوشنویس تھے بطرز نواب ابوابرکات خاں لکھتے تھے خط نہایت نفیس و بارونق تھا نواب حسن رضا کی سرکار میں میر منشی کے عہدہ پر مامور تھے۔

ملا نورالدین ظہوری:

یہ ''سہ نثر ظہوری'' کے مشہور تر مصنف دیگر علوم وفنون میں کامل ہونے کے ساتھ ساتھ خطِ شکستہ کے بھی عمدہ خطاط تھے۔ روضہ الصفا کے متعدد نسخے انہوں نے لکھے اور معقول قیمت پر فروخت کیے، سنہ وفات ۱۰۲۵ھ ہے۔

نورالدین محمد:

اشرف خاں کے شاگرد اور خط شکستہ کے عمدہ خوشنویس تھے خط کا نمونہ بیاض بختاور خاں کے صفحہ ۸۴ الف پر محفوظ ہے جو ۱۰۸۱ھ/۱۶۷۱ء کا تحریر کردہ ہے۔

شیخ نوراللہ:

عبدالرحیم فرمان نویس کے فرزند نہایت اعلیٰ پائے کے خوشنویس نستعلیق تھے آقا عبدالرشید کی طرز پر بہت اچھا لکھتے تھے۔ معاصرین میں باکمال و پیشوائے خوشنویسان مانے جاتے تھے خط میں بیحد متانت وشیرنی ہے۔ ان کی ایک وصلی دہلی میوزیم میں محفوظ ہے۔

حافظ نوراللہ:

ان کا حال مصنف تذکرۂ خوشنویسان نے حسب ذیل درج کیا ہے۔

حافظ نوراللہ مردِ صاحب کمال گذشتہ برویہ آقا عبدالرشید ایں بزرگوار کہ نوشتہ است کسے نہ نوشتہ فقیر بعد ہنگامہ غلام قادر در لکھنو در عہد نواب آصف الدولہ بہادر عہد حکومت ۱۱۸۸ھ ۱۳۱۲ھ/۱۷۹۷ء از ملاقات ایں بزرگ مسرور شدہ اول یک مرتبہ بموجب ترغیب فیض علی ابن مولوی طالب حق بخانہ اش رسیدم بگرم جوشی تمام در پیش آمد وصد چند انچہ شیندم بلا تکلف دیدیم

حافظ مردے بود امتواضع وخلیق وخاکسار۔حق پسند وانصاف آشنا از عجب وتکبر جدا بودہ است بارے خیلے اختلاط وتواضع بہ تقدیم رسانیدند آخری ازنوشتہ وقطعہ ومشق بمطالعہ فقیر در آور یند ووران عصر ہفت بند کاشی بموجب فرمائش آصف الدولہ بہادر نقل آقا نوشتہ بود چہ گویم کہ چہ رقمی درداں کار بردہ باغ وبہارے بود بنیدہ راہرگز دل از دیدن اوسیر فی شد تادیر بمشاہدہ وسیر آں گزاشت بے اغراق ایں بزرگ باوجود کمال ہرگز غرور نداشت ونہایت شیریں زبانی وخوش کلامی واخلاق بے نظیر است تادیر تذکرۂ شاہجہان آباد درمیاں باندازاحوال حفیظ خاں ومیر کلن وحکیم محمد حسین وغیرہ پرساں می شدند، وفرمودند کہ شنیدہ ام کہ نوشتہ آقا ازشہر ہمراہ آوردہ اید دیدہ ایں مشتاق رانیز ازدیدنِ آں نورانی سازید گفتم بسیار خوب، ورخصت شدم بارِدیگر بموجب ستدعائے حافظ جیو مع نثر حکیم لقمان دستخطِ خاص آقا عبد الرشید بدولت خانۂ آں والا صفات رفتم حافظ صاحب ازدیدن خفی وجلی وغیرہ خیلے محظوظ شدند، تاروپہر روز بمطالعہ خط آقا صرف شداز دولت خانہ خود ہم نوشتہ جید وسندے آوردہ بملاحظۂ فقیر در آوردند دراں وقت از شاگردانِ حافظ صاحب لالہ سرب سکھ ومیاں وجیہ موجود بودند۔

بقول مصنف تحقیقات ماہر حافظ صاحب دفتر انشا کے افسر تھے اوران کی وصلیاں ان کی حیات میں کئی کئی اشرفی میں فروخت ہوتی تھی اور بقول مولانا شرر وصلیاں موتیوں کے مُول بکتی تھیں۔اور ایک روپیہ فی حرف بک جاتا تھا۔

انکے شاگرد میں لالہ سرب سکھ دیوانہ، میاں وجیہ الدین، محمد عباس اور ان کے صاحبزادے حافظ ابراہیم بہت مشہور ونادر خوشنویس ہوئے۔نواب آصف الدولہ کی فرمائش پر تحفۂ آصفیہ بخط نستعلیق لکھا تھا جو لائبریری مرشد آباد میں محفوظ ہے۔

ایک بار نواب سعادت علی خاں نے فرمائش کی کہ میرے لئے گلستان لکھ دیجئے۔حافظ صاحب فرمائش سے ناراض ہوتے تھے۔مگر حکم حاکم تھا عرض کیا کہ اسی ۸۰ گڈی کاغذ (اسی ۸۰ ریم) سو قلم تراش چاقو اور خدا جانے کتنے ہزار قلم کے نیزے منگوادیجئے لکھدوں گا۔نواب نے حیرت سے پوچھا اس قدر سامان! عرض کیا کہ جی ہاں میں تو اتنا ہی سامان خرچ کرتا ہوں۔نواب نے انتظام کردیا۔مگر سات باب لکھے تھے کہ انتقال ہوگیا۔آٹھواں باب انکے صاحبزادے حافظ ابراہیم نے پورا کرکے پیش کیا۔حافظ صاحب نستعلیق میں شیخ نوراللہ کے شاگرد تھے۔

سید نور اللہ حسینی:

حیدر آباد وطن تھا۔ میں اُن کی ۱۹۵۸ء نمایش حیدر آباد میں رکھی گئی تھی اور انگریزی رسالہ ''ایسٹر یٹیڈ وکلی'' مورخہ ۱۵ فروری ۱۹۵۹ء میں اُن کے فن پارے شائع ہوئے۔ اُن کا ایک طغرا گھوڑے کی صورت میں ہے جو ''نادعلی'' کے الفاظ سے بنایا گیا ہے اور وصلی کے دونوں کونوں پر اوپر نیچے یہ شعر درج ہے۔ بخط طغرا

گزیں نقشے ست کز مایا د ماند کہ ہستی رانمی بینم بقائے

مزید حالات خوشنویس معلوم نہ ہو سکے۔

مرزا نور ائی اصفہانی:

یہ میر عماد کے شاگرد تھے۔ ان کے خط میں حسن و نزاکت پوری طرح موجود تھی۔ خط نستعلیق میں بلند مقام رکھتے تھے۔ اس کے علاوہ ثلث جلی میں بھی اُن کی تحریریں موجود ہیں مسجد جمعہ اصفہان میں اُن کی تحریر کردہ آیات خط ثلث جلی میں دیکھنے کے کابل ہیں۔

ملکہ نور جہاں:

مشہور ملکہ جہانگیر جو شاعر بھی تھیں اور اعلی درجہ کی نفاست پسند بھی، خط نستعلیق بھی نہایت نفیس لکھتی تھیں۔

شاہ میر وارث علی:

دہلی وطن تھا متقدمین کی وضع پر بہت اچھا لکھتے تھے اور اپنے زمانے کے مشہور خوشنویس تھے۔ متقی و پرہیز گار ہر وقت تسبیح کرتے رہتے تھے۔ خط گلزار و شکستہ بہت ہی اچھا تھا۔ محلّہ کھاری باوی دہلی میں قیام تھا۔ ہر ماہ کی ۴ کو محفل سماع بھی منعقد کرتے تھے مریدین و مخلصین شریک ہوتے اور حال وجد کی بزم گرم ہوتی ۱۲۲۷ھ ۱۸۱۲ء میں انتقال ہوا۔

میاں وجیہ الدین:

حافظ نوراللہ کے شاگرد اور خط نستعلیق کے مشہور خوشنویس تھے۔

مولانا ولی النبی مجددی:

یہ مولوی حبیب النبی مجددی کے بیٹے تھے۔ وطن، رام پور ۱۲۴۴ھ ۱۸۲۹ء میں پیدا ہوئے بعد حفظ قرآن علمائے رام پور و کلکتہ سے تکمیل علم کیا اور دہلی جا کر شاہ احمد سعیدؒ کے مرید ہوئے بحکم مرشد رام پور آئے اور مشغول ریاضت و مجاہدہ ہو گئے۔ برسوں یہ عمل رہا کہ دن میں روزہ اور شب بھر عبادت ذریعہ معاش کچھ نہ تھا۔ خط نسخ نہایت پاکیزہ تھا اس لیے سپارے اور دلائل الخیرات لکھتے رہتے تھے۔ اس کا جو کچھ ہدیہ مل جاتا اسی سے گزر بسر کرتے نواب کلب علی خاں نے انہیں حاکم مرفعہ کرنا چاہا مگر انہوں نے انکار کر دیا لہٰذا پچیس ۲۵ روپیہ ماہوار ریاست سے بلا معاوضہ خدمت مقرر ہوئے۔ وہ سب احباب پر خرچ کر دیتے تھے۔ گھر میں کھانا کھانے کے لیے ایک جگہ جا بیٹھتے اگر کھانا آ گیا تو کھا لیا ورنہ بھوکے اٹھ آئے۔ فن حکمت میں بھی کافی مہارت تھی مگر مطب کبھی نہ کیا۔ ۱۲ ربیع الاول ۱۳۲۱ھ م ۲۹ جولائی ۱۹۰۲ء کو مقام رام پور انتقال ہوا۔

ولی محمد:

ان کے حالات معلوم نہیں ہو سکے انکی ایک عمدہ وصلی تحریر شدہ ۱۰۰۴ھ مطابق ۱۵۹۵/ ۱۵۹۶ء دہلی میں محفوظ ہے بخط نستعلیق جلی۔

حاجی حافظ منشی ہادی علی:

ان کا اصل وطن بنارس تھا مگر بزرگ دہلی رہتے تھے لیکن یہ لکھنو گئے حافظ ابراہیم کے خط نستعلیق میں شاگرد ہوئے نسخ کسی خوشنویس کا پی سے حاصل کیا۔

اور بوجہ کمال خط فخر لکھنو کہلائے ظغرانویسی میں بھی کمال تھا۔ نسخ بروش یاقوت مستعصمی ایسا لکھتے تھے کہ اصل و نقل میں تمیز مشکل تھی۔ پیسٹری حلوا سوہن بنانے میں بھی کمال تھا۔ اسکی ٹکیوں پر

عجیب عجیب طغرے بناتے تھے۔ آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے۔ شاہ تراب علی قلندری کی مسہری کے لیے ایک چھت کپڑے کی بنوائی تھی اور اس پر بجائے مداخل آیت الکرسی فقدان نظر کی حالت میں اس طرح لکھی کہ حافظ عزیز حسین کپڑے پر ان کا ہاتھ رکھ کر جہاں جو لفظ لکھوانا چاہتے بتا دیتے اور یہ لکھ دیتے درمیان میں سورۃ اخلاص بھی اس طرح لکھی۔ وہ چھت کاکوری میں موجود بتائی جاتی ہے۔

مولوی ہاشم خاں:

ان کا رام پور وطن تھا یہ ممتاز اہل علم میاں عظیم اللہ کے شاگرد تھے خط نسخ بہت خوب لکھتے تھے۔ نظم و نثر میں پوری قدرت تھی۔ شعر بھی اچھا کہتے تھے۔ ساٹھ برس کی عمر میں ۹ محرم ۱۲۷۲ھ م ۱۱ نومبر ۱۸۵۵ء کو انتقال ہوا۔

مولانا ہجرانی:

نام نامعلوم ہے مولانا ہجرانی عرف تھا ہجر قصبہ کے باشندہ تھے اور نستعلیق کے استاد مسلم الثبوت تھے۔

ہدایت اللہ زریں رقم:

کہتے ہیں کہ زریں رقم اول محمد حسین کشمیری کی طرز پر مشق کرتے تھے پھر سید علی خاں جواہر رقم کے مقلد ہوئے دن رات کی مشق سے کمال کو پہنچے اور رفتہ رفتہ عالمگیر کے کتب خانہ داروغہ ہو گئے۔ بادشاہ کے حکم سے دیوان حافظ کے کئی نسخے بخط خفی تیار کئے شاہزادہ کام بخش وغیرہ کے استاد خوشنویسی تھے۔ حق یہ ہے کہ ان جیسا خط بہت کم لوگوں کا اچھا ہوا ہے۔ عجب شان خط تھی آنکھیں نورانی ہوتی تھیں۔ جواہر رقم سے بھی بلند تر شان خط تھی۔ غرور اور نخوت و تکبر سے بہت دور تھے اور بھی کئی شاہزادوں کے استاد خوشنویسی تھے۔ ۱۱۱۸ھ ۱۷۰۷ء میں بمقام احمد نگر انتقال ہوا۔

خواجہ ہمام الدین:

یہ خواجہ نصیر الدین طوسی کے شاگرد اور اتابک ابوبکر بن سعد زنگی کے مداح اور شیخ سعدی

شیرازی کے معاصر اور اپنے زمانے کے اچھے خوشنویس تھے۔ ۷۱۳ھ ۱۳۱۳ء میں وفات پائی مزار تبریز میں ہے۔

منشی ہیرالال مونس:

یہ منشی رام جیون لال کے صاحبزادے تھے نسباً بہار گو قصبہ کولقاسم وطن جے پور۔ رشید الدین فاروقی نازنوی سے علم فارسی کی تکمیل کی اور کچھ عربی بھی پڑھی نستعلیق میں منشی بہاری لال تلمیذ میر پنجہ کش کے شاگرد تھے اور خط شکستہ میں راجہ مہیس داس کے شاگرد تھے۔ نستعلیق بہت اچھا لکھتے تھے۔ نقاشی، جدول کشی علاقہ بندی میں بھی کمال تھا۔ خط گلزار وغیرہ بھی بہت اچھے لکھتے تھے متعدد تصانیف کے مصنف تھے۔ طغراہائے نستعلیق ان کی تصنیف خطاطی کا عمدہ نمونہ ہے۔ جے پور میں ملازم رہ کر پنشن لی۔ بہت لوگوں نے ان سے فیض حاصل کیا۔ اغلباً ۱۹۲۱ء میں جے پور انتقال ہوا۔ ان کی وصلیاں جے پور میں بکثرت موجود ہیں۔

امین الدولہ ابوذر یاقوت بن عبداللہ ملیک موصلی:

یہ خط عربی کے عمدہ و مستند خوشنویس تھے ۶۱۸ھ ۱۲۲۱ء میں انتقال ہوا۔

یاقوت بن عبداللہ الرومی الحموی:

یہ خط عربی کے مشہور و اعلیٰ خوشنویس تھے ۶۳۴ھ ۱۲۳۷ء میں انتقال ہوا۔

یاقوت مستعصمی:

عرف ہے اور اسی سے پہچانے جاتے ہیں۔ حالانکہ اصل نام جمال الدین ہے۔ قبلۃ الکتاب لقب، بنی عباس کے آخری خلیفہ مستعصم باللہ کے غلام تھے مگر اپنے کمالات کے باعث دربارِ خلافت میں بڑی عزت و وقعت تھی کہتے ہیں کہ ان کے مقرب و معزز ہونے کا سبب یہ ہوا کہ ایک روز خلیفہ نے ان کسی ضرورت سے بلایا۔ یہ کتابت میں مشغول تھے اور چاہتے تھے کہ صفحہ پورا لر کے اٹھیں خلیفہ کو ضروری کام تھا اس نے پھر تاکید کی مگر یہ لکھتے رہے۔ آخر خلیفہ جھلا کر خود ان کے پاس پہنچا اور جس دوات سے یہ لکھ رہے تھے وہ اٹھا کر ان کے سر پر اس زور سے ماری کے سر پھٹ گیا۔ مگر یہ ایسے محو کتابت تھے کہ کچھ محسوس نہ ہوا بلکہ جو خون بہا اس میں قلم تر کر کے

سطر کو پورا کیا جو زیر کتابت تھی۔ خلیفہ یہ حالت دیکھ کر حیران ہوا اور واپس چلا گیا اسی وقت سے انکا نصیب کھل گیا۔ یاقوت نے فن خوشنویس زینب خوشنویسہ اور عبدالمومن اصفہانی سے سیکھا اور ابن بواب کے خط سے استفادہ کیا تر کی تذکرہ نویسوں نے جس تفصیل سے بذیل خوشنویساں ان کا ذکر کیا ہے اور کسی پر اس قدر توجہ نہ کی۔ یاقوت کا انتقال ۶۶۷ھ ۱۲۶۸ء میں ہونا تسلیم کیا گیا ہے اور ایک سو اسی ۱۸۰ برس عمر بتائی گئی ہے۔ اگر چہ یہ خلاف قیاس ہے۔ اغلباً متعدد یاقوت نامی خوشنویسوں کے زمانے کو یاقوت مستعصمی کا زمانہ حیات قرار دیدیا ہے اس طرح کہ یاقوت بن عبداللہ ملکی کا سنہ وفات ۶۱۸ھ ۱۲۲۱ء ہے اور یاقوت رومی کا ۶۳۴ھ ۱۲۳۷ء اور یاقوت مستعصمی ۶۶۷ھ ۱۲۶۸ء بہر حال یاقوت مستعصمی نے طویل عمر ضرور پائی مصنفین تذکرہ جات نے اپنے قول کی تائید میں ان کے کتبات کو پیش کیا ہے مثلاً

یاقوت کا قلمی ایک قرآن مجید کتب خانہ استنبول میں موجود ہے جو ۱۲۵ء کا تحریر شدہ ہے اور دوسرا ۶۵۴ھ ۱۲۵۸ء کا رقم شدہ جو سلطان سلیم بادشاہ ترکی کے مقبرہ پر موجود ہے تیسرا ۶۶۲ھ ۱۲۶۴ء کا مکتوبہ مصر کے کتب خانہ قرآن میکشن اور دہلی میوزیم میں بھی محفوظ ہے کبھی وصلی کا عکس آپ نمونہ جات کے باب میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

میر یحییٰ اصفہانی:

پورا نام میر یحییٰ محی الدین اصفہانی ہے۔ میر عماد کے شاگرد تھے اور خوشنویس قوی و چابکدست تھے۔ کہتے ہیں کہ ایک بار شاہ عباس نے میر عماد سے کہا کہ اپنے شاگردوں میں سے کسی کو کتابت کے لیے منتخب کرے تو انہوں نے انہیں پیش کیا۔ بادشاہ نے ان سے کوئی کتاب لکھوائی اور انعام عطا کیا۔ ۱۰۴۰ھ ۱۶۳۰ء میں انتقال ہوا۔

یحییٰ صوفی:

خط ثلث کے بہترین کاتب ابوالفضل علامی نے ان کو یاقوت مستعصمی کا شاگرد اور خوشنویس میں عالمگیر شہرت کا مالک کہا ہے اور پورا نام سید یحییٰ درج کیا ہے ساتویں صدی ہجری مطابق تیرہویں صدی عیسوی تک زندہ تھے۔

پاکستان میں خطاطی

لاہور کو ہمیشہ ہی تاریخ میں ایک خاص مقام حاصل رہا ہے اور یہاں سلاطین و امراء کے درباروں سے بڑے بڑے خطاط وابستہ رہے ہیں۔ یہاں کے نامور خطاطوں میں محمد افضل قادری، حافظ نور اللہ، قاضی نعمت اللہ لاہوری، ہدایت اللہ لاہوری، امام ویردی، مولوی سید احمد ایمن آبادی، منشی عبدالغنی شیریں قلم، مولوی محمد عبداللہ وارثی اور شیخ احمد جوہر کافی معروف ہیں۔ لاہور میں فن خطاطی کو نئے سرے سے عروج دینے والوں میں مرزا امام دیروی کا نام سرفہرست ہے۔ یہ انیسویں صدی کے نصف آخر میں لاہور آئے۔ یہاں نوابانِ قزلباش سے ان کے تعلقات قائم ہوئے۔ امام وردی سے لاہور کے خوشنویسوں کی ایک بڑی تعداد نے استفادہ کیا۔ امام دیروی کے ہم عصر خطاطوں میں سید احمد ایمن آبادی کا نام سرفہرست ہے۔ امام دیروی کا ایک خطی مجموعہ انگریز ماہر تعلیم کرنل ہلرائیڈ نے اپنی نگرانی میں انگلستان سے چھپوا کر برصغیر پاک و ہند میں تقسیم کروایا۔ ایمن آبادی کے معروف شاگردوں میں میاں نتھو منشی، عبدالغنی اور مولوی عبداللہ وارثی قابل ذکر ہیں۔ حاجی دین محمد تیز جلی لکھنے میں مہارت رکھتے تھے۔ ان کا انتقال لاہور میں 19 اگست 1971ء کو ہوا۔ حاجی دین محمد نے حضرت داتا صاحبؒ کے گنبد کے اندر اسماء الحسنٰی کی خطاطی کی تھی جو گنبد کی مرمت کے سلسلے میں ختم ہو چکی ہے۔ بیسویں صدی کے آغاز میں ایمن آباد کے ایک اور خطاط جناب منشی عبدالمجید پرویں رقم نے قدم رکھا اور لاہوری طرز یعنی پرویں نستعلیق کے نام سے ایک جداگانہ روش اختیار کی۔ اس سلسلے میں حکیم فقیر محمد چشتی نے ان کی راہنمائی کی اور راہنمائی کی بدولت نہایت خوبصورت انداز نستعلیق اہل لاہور کو دے گئے۔ بلاشبہ یہ اہل لاہور کے لئے اعزاز ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ پروینی نستعلیق سے زیادہ کوئی اور طرز نستعلیق میں خوبصورت نہیں۔

عبدالمجید پروین رقم (از قلم: صاحبزادہ نصرت نوشاہی)

لاہور میں بیسوی صدی عیسوی کا آغاز ایک ایسے عہد آفریں صاحبِ فن کی ولادت سے

ہوا۔ جس کے خاندان کو مسلسل کئی پشتوں سے فن خوشنویسی کو عروج بخشنے کا فخر حاصل رہا۔ اس کے شگفتہ قلم نے وہ جوہر دکھائے کہ وقت نے اُسے فن کتابت کا امام اور اقلیم خطاطی کا شہنشاہ بنا دیا۔

یہ نادر روزگار شخصیت جناب عبدالمجید پروین رقم مرحوم وہ مغفور کی تھی۔ جو 1901ء میں بمقام لاہور پیدا ہوئے۔ یہیں بچپن گزرا اور یہیں پل کر جوان ہوئے۔ آپ کے والد بزرگوار مولوی عبدالعزیز صاحب مرحوم لاہور کے مشہور خطاط تھے۔ مغلیہ عہد حکومت میں راجپوت خاندان کے مولوی امام اللہ صاحب مشہور خوشنویس تھے۔ ان کی اُولاد میں مولوی سید احمد خوشنویس اپنے آبائی شہر ایمن آباد کو چھوڑ کر لاہور آبسے اور اپنے بڑے بھائی مولوی جان محمد صاحب خوشنویس کو بھی اپنے پاس بلا لیا اس طرح ان دونوں بزرگ خوشنویسوں کا ہنر آموز خاندان لاہور میں مستقلاً آباد ہو گیا۔ ان فنی رہنماؤں کی کاوشوں سے خطاطی کو خاصی ترقی حاصل ہوئی اور خط لاہور ہمیشہ علمی، ادبی اور ثقافتی اقدار کے باعث ہمیشہ اہل نظر کی توجہ کا مرکز رہا ہے بلاشبہ تاریخی رعنائیوں سے معمور رہا۔ پروین رقم اسی خوشنویس خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ فن کتابت سے محبت انہیں آبا سے ورثہ میں ملی تھی۔ لڑکپن ہی سے آپ نے حروف کی نوک پلک سنوارنے کی کوشش شروع کر دی۔ دینی تعلیم بھی حاصل کی بعض اساتذہ سے فارسی کی کتابیں بھی سبقاً سبقاً پڑھیں۔ آپ نے آٹھ سال تک مسلسل پورے انہماک سے دن رات محنت کی اور شمسی رسم الخط میں وہ کمال پیدا کیا جو آپ ہی کا حصہ تھا۔

اس دوران آپ کی ملاقات شفاء الملک حکیم فقیر محمد چشتی مرحوم سے ہو گئی۔ جو حاذق طبیب ہونے کے علاوہ صاحب طرز ادیب، اعلیٰ پایہ کے مصور اور نستعلیق طرز کتابت میں اجتہادی قوت فکر رکھتے تھے۔ وہ خود اسی جستجو میں تھے کہ کوئی جوہر قابل ملے تو اُسے ساتھ ملا کر فن خوشنویسی میں نئی طرح ڈالیں۔ چنانچہ صوفی عبدالمجید صاحب کا شوق کتابت ملا خطہ کیا تو اپنے بیش بہا مشوروں اور قیمتی معلومات سے آپ کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ صوفی عبدالمجید کے کتابت کے لیے قدرتی طور پر موزوں نازک ہاتھوں نے اور حکیم صاحب مرحوم کے فکری تجسس نے پرانے رسم الخط میں نیا رنگ بھر دیا۔ انہوں نے قدیم رسم الخط میں جس قدر تبدیلیاں مناسب سمجھیں کیں۔ بلکہ اپنے دریافت کردہ نئے خط کو بام عروج تک پہنچانے کے

لیے انتھک ریاضت کی۔ پختگی اور مشاقی کا دور ختم ہوا تو حضرت عبدالمجید نے نئی طرز ایجاد کرنے کا طرۂ امتیاز حاصل کیا۔ نتیجتاً آپ کے ''موجد طرز جدید'' ہونے کا دعویٰ ہمعصر فن کاروں سے لیکر دورہ حاضرہ کے اساتذۂ کا فن تک سب کو تسلیم کرنا پڑا۔

ابتداء میں آپ نے ''خوش رقم'' خطاط اپنایا۔ بعد میں برصغیر کے ادیب شہیر مولانا غلام رسول مہر نے حکیم فقیر محمد چشتی مرحوم کی فرمائش پر صوفی عبدالمجید کے لیے پرویں رقم کا خطاب تجویز کیا جسے حکیم صاحب نے پسند کیا اور یہی خطاب دیا گیا۔

ایں سعادت بزور باز و نیست تانہ بخشد خدائے بخشندہ

پرویں رقم جتنا خوب صورت لکھتے تھے اتنے خوب صورت آپ خود بھی تھے اور آپ کی سیرت اس سے بڑھ کر خوبصورت تھی۔ قدرت کاملہ نے آپ کو سیرتِ حسنہ کی دلنشین اداؤں سے نوازا تھا۔ باغ و بہار شخصیت تھے۔ طبیعت میں کوئی تکلّف نہ تھا اپنا ہو، یا کہ بیگانہ سبھی سے بڑے خلوص سے ملتے تھے۔ کوئی آپ کی تعریف کرتا تو اُسے معیوب گردانتے اور کسر نفسی سے کام لیتے۔ پنجابی زبان کا یہ شعر اکثر وردِلب رہا۔

ڈردے رہیئے رب ڈاہڈے کولوں مَتے پھٹ جائے دُودھ کڑھ کے

ایک دفعہ اپنے بے تکلف دوست شیخ مبارک علی تاجر کتب سے فرمایا ''مجھ میں تو کوئی خوبی نہیں صرف غیبی عنایت ہے'' نہایت منکسر المزاج تھے۔ لباس بے شک امیرانہ رہا۔ مگر طبعاً فقیر تھے۔ کسی کو ذرا سا دکھ میں دیکھ لیتے تو تڑپ جاتے۔ خوش باش انسان تھے۔ عادات واطوار میں اپنے اسلاف کی پاکبازی اور شرافت کا شاندار مظہر تھے۔

لہو ولعب اور کھیل تماشہ سے ہمیشہ نفرت رہی۔ عبادات واذکار میں مشغول رہتے۔ اپنے مرشد کے بتائے ہوئے وظائف پر سختی سے عمل کرتے تھے۔ چشتی نظامی سلسلۂ تصوف کے شیخ کامل حافظ غلام محی الدین قصوریؒ سے بیعت تھے حضرت سید علی الہجویری المعروف حضرت داتا گنج بخشؒ کے مزار مبارک پر روزانہ حاضری دیتے تھے۔ عقیدت کا یہ عالم تھا کہ آستانہ گنج بخش کے کتبات باوضو ہو کر کتابت کرتے رہے۔ چونکہ آپ فطرتاً کم گو، صوفی منش علم دوست، درویش مزاج اور بالغ النظر انسان تھے۔ اس لیے شفاء الملک مرحوم کو ایسی ممتاز ہستی اپنی رفاقت کے

لیے بہت پسند آئی۔

جناب حمید نظامی ایڈیٹر ''نوائے وقت'' لاہور نے آپ کے انتقال پر جو اداریہ مورخہ 9 اپریل 1946ء کی اشاعت میں سپرد قلم کیا اس کے مندرجات میں اعتراف بھی شامل ہے کہ:

''منشی عبدالمجید پروس رقم بھی اس ہفتہ انتقال کر گئے۔ مرحوم کو فن کتابت میں موجد کا درجہ حاصل ہے''۔

یکم جون 1950ء ریڈیو پاکستان پشاور سے آپ کی مؤقر شخصیت پر جو مختصر سا نشریہ پیش کیا گیا۔ رسالہ ''آہنگ'' کے حوالہ سے اس میں یہ الفاظ موجود ہیں۔

''خطاطِ مشرق جناب خلیفہ عبدالمجید پرویں رقم نے جنہیں ہم طرز جدید کا سب سے بڑا موجد مانتے ہیں۔ تمام پچھلے شاہی خوشنویسوں سے بڑھ کر اس فن کو کمال تک پہنچایا اور رات دن کی محنت و کاوش سے پچھلی طرز تحریر ہی بدل ڈالی۔ خوشنویسی کا طرز جدید کے سانچے میں ڈھال کر نور علیٰ نور بنا دیا۔ منشی صاحب موصوف اپنی طرز کے دُنیا میں ایک ہی باکمال شخص تھے جنہوں نے تمام عمر اُس فن کی تکمیل میں صرف کر دی۔'' نوائے وقت کے ایک اداریہ کا اقتباس ملاحظہ ہو۔

''آپ کی وفات پر ملک کے نامور دیگر حضرات کے علاوہ سینکڑوں علم دوست حضرت مولانا غلام رسول مہر، مولانا محمد بخش مسلم اور مولانا عبدالمجید سالک بھی جنازہ میں شریک ہوئے۔ انہوں نے اظہار تعزیت کرتے ہوئے فرمایا۔'' آج فن کتابت کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے میانی صاحب لاہور میں دفن کر دیا گیا ہے اور شاید اب قیامت تک ایسا صاحب فن پیدا نہ ہو سکے۔''

عصر حاضر کے ممتاز خطاط سید انور حسین صاحب نفیس رقم روزنامہ ''کوہستان'' لاہور کی اشاعت 14 جون 1964ء میں ان خیالات کا اظہار فرماتے ہیں۔

''اسی زمانہ میں خط نستعلیق کے مسلم الثبوت اُستاد عبدالمجید پرویں رقم مرحوم کا آفتاب شہرت نصف النہار پر تھا۔ جناب پروین رقم کو اس فن میں اجتہاد کا مقام حاصل تھا۔ انہوں نے خط نستعلیق کو ایک جدید اور دلکش طرز نگارش سے آراستہ کیا۔ خوشنویسان لاہور کی بہت بڑی تعداد نے ان کے اسلوب تحریر کو قبول عام کی سند دی۔ چنانچہ جناب زریں رقم نے ''خط پروینی ہی اختیار کیا۔''

عصر حاضر کے خطاط بے بدل جناب حافظ محمد یوسف سدیدی مرحوم اپنے مقالہ ''عہد

اسلامی میں خطاطی'' روزنامہ ''امروز'' مورخہ 15 اگست 1950 میں تحریر کرتے ہیں۔

''عبدالمجید پرویں رقم لاہوری عہد برطانیہ کے بہت بڑے ماہر گزرے ہیں۔ انہوں نے نستعلیق میں بہت سی تبدیلیاں کیں اور نئی طرز تحریر کے جوڑ اور پیوند لگائے۔ یہاں کے خطاط عبدالمجید پرویں رقم کے مقلد ہوئے اور باکمال خوبی اس طرز تحریر کو اپنایا پرویں رقم نے اپنی زندگی میں کلام اقبال کی خطاطی کی۔

پرویں رقم کے شاگردوں میں خوش محمد خوش رقم مرحوم اور جناب حاجی محمد اعظم صاحب منور رقم جو اُن کے جانشین کی حیثیت سے پکارے جاتے ہیں۔ خطاطی کی مختلف نمائشوں میں خصوصی انعامات، میڈل اور تعریفی اسناد حاصل کر چکے ہیں۔

شاعر مشرق حضرت علامہ اقبال علیہ الرحمتہ کو آپ سے خاص محبت تھی۔ وہ آپ کے فن و ہنر کے دلی قدردان تھے۔ فلسفہ کی گہرائیوں میں اُتر جانے والا ذہن علم و حکمت کے اسرار مخفی سے آگاہ ہونے والا عظیم مفکر، جس کے دوررس بصیرت نے حیات و موت کے راز معلوم کیے اُسے یقیناً پرویں رقم کی عظمت فن کا کوئی گوشہ دکھائی دیا ہوگا۔ اس کی رائے حقائق سے خالی نہیں ہو سکتی۔ ''بالِ جبریل'' کی کتابت شروع ہوئی تو فن اور قلم پسند کروانے کیلئے پرویں رقم نے ایک صفحہ لکھ کر اپنے عزیز شاگرد خوشی محمد (خوش رقم) کو علامہ کی خدمت میں بھیجا۔ حکیم الامت نے کتابت شدہ ورق دیکھتے ہوئے فرمایا۔

جو عالم ایجاد میں ہے صاحب ایجاد ہر دور میں کرتا ہے طواف اس کا زمانہ

خطاطِ مشرق کے مداح جان سکتے ہیں کہ حکیم الامت کی دیگر پیش گوئیوں کی طرح پرویں رقم کی آفاق گیر شہرت کے باب میں علامہ کا یہ شعر کتنا صادق آتا ہے۔ جُوں جُوں وقت گزرتا جائے گا۔ اس فن لطیف کے پرستار ہر دور میں پرویں رقم کی معراج فن کے معترف رہیں گے۔ دُنیا میں اقبال سا ترجمان حقیقت نہ ہوگا اور نہ پرویں رقم سا خوش نویس، دونوں کا عہد حیات ایک تھا۔ دونوں اپنی نظیر آپ تھے۔ دونوں کے کارناموں سے افق مشرق روشن ہوا کہ اہل مغرب کی آنکھیں چندھیا گئیں شاعر مشرق کا کوئی ثانی تھا نہ پرویں رقم کا۔ ایک نے شعر میں حسن تاثر جذبات عمل کا جادو بھرا تو دوسرے کے قلم معجز رقم عمارت کے حروف میں جان ڈالی۔

حاجی محمد اعظم نے بہ روایت مولانا ظفر اقبال صاحب راقم الحروف کو یہ دلچسپ واقعہ سنایا کہ 1354ھ میں انجمن حمایت اسلام کی طرف سے آفسٹ پیپر پر سب سے پہلا عکس نسخہ قرآن مجید شائع ہوا۔ خط نستعلیق کے لیے پرویں رقم کو منتخب کیا تھا۔ آپ نے نہایت ذوق وشوق سے فرائض کتابت ادا کیے۔ اس کلام پاک کے آغاز میں سابق سیکرٹری انجمن حمایت اسلام مولانا ظفر اقبال نے تعارفی سطور قلم بند کرتے ہوئے لکھا:

خط نستعلیق کے لیے پنجاب کے بہترین خوشنویس منشی عبدالمجید صاحب لاہور ملقب بہ ''پرویں رقم'' کو منتخب کیا گیا جنہوں نے نہایت ذوق وشوق سے فرائض کتابت ادا کیے۔

آپ کا طریق کار مختلف تھا۔ طبیعت میں ٹھہراؤ پاتے تو کام کرتے ورنہ توجہ نہ دیتے۔ تھکاوٹ محسوس کرتے تو کام چھوڑ دیتے۔ کیونکہ فن کار جو کچھ اپنے شوق اور آمادگی طبع کے ساتھ کرتا ہے وہ یادگار ہوتا ہے۔ پیشہ وری فن نزاکت خطرے میں پڑ جاتی ہے۔ پرویں رقم نہایت باوقار طریقہ سے مسند پر بیٹھے۔ کمرے پر فرشی دری بچھی ہوئی تھی۔ اس پر اعلیٰ قسم کا قالین ہوتا۔ ٹیک لگانے کے لیے دو گاؤ تکیے رکھے ہوئے۔ ایک چھوٹے سائز کا قالین آپ کی عین نشست کی جگہ بچھا ہوتا۔ گدی جس میں پرندوں کے پر بھرے ہوتے تھے اپنے بیٹھنے کو استعمال کرتے تھے۔

صبح کے وقت ہی کام پر بیٹھتے۔ تازہ قلم تراشتے۔ مشق کی عادت شروع ہی سے اتنی پختہ تھی کہ کام کرنے سے پہلے اپنے آخری وقت تک تھوڑی سی مشق کرتے۔ نئی چیز لکھنے کے لیے دائرہ منتخب کرتے جو دائرہ مناسب ہوتا۔ تحریر کے تمام دائرے عین اسی کے مطابق بناتے۔ جتنا آسانی سے لکھا جا سکتا۔ لکھتے عصر کی نماز کے بعد عموماً کام نہ کرتے۔

حاجی محمد اعظم خوشنویس نے بیان کیا کہ مولانا ظفر اقبال صاحب نے اپنی رہائشی عمارت تعمیر کرائی تو اس پر کتبہ ''فصیح منزل'' لگوانے کے لیے جگہ چھوڑ دی۔ پرویں رقم کے پاس گئے اور کتبہ لکھنے کو کہا۔ چند جلی حُروف تھے۔ پرویں رقم نے اس کام کا معاوضہ دو صد روپے بتایا۔ مولانا بولے پچیس روپے حاضر کروں گا۔ بہر حال معاملہ طے نہ ہو سکا۔

کچھ عرصہ بعد اچانک پھر دونوں صاحبان کی ملاقات ہوئی۔ پرویں رقم نے مولانا سے دریافت کیا۔ ''وہ کتبے کا کیا بنا۔'' انہوں نے کہا آپ نے لکھا نہیں ہم نے کسی سے لکھوایا نہیں۔

جگہ خالی چھوڑ دی ہے۔

پرویں رقم مسکرائے اور فرمایا ''مولانا آپ نے فن کی قدر کی ہے کتبہ لے آئیں میں لکھ دُوں گا۔'' اور آپ نے غیر مشروط بات کی اور انہیں کتبہ لکھ دیا۔ آپ کی مرّوت احساس کی آئینہ دار تھی۔

آپ کے دور عروج سے پہلے پنجاب کی خوشنویس برادری غیر منظّم تھی۔ کاتب حضرات اپنے حقوق کے تحفظ وحصول کے لیے کچھ بھی نہیں کر سکتے تھے۔ آپ کے دل میں اس طبقہ کی خوشحالی اور بحالی کے حقوق کا احساس پیدا ہوا۔ چنانچہ آپ کی سرپرستی میں سب سے پہلے خوشنویس یونین کا قیام عمل میں لایا گیا۔

آپ کو اچھے اچھے صوفیانہ اشعار حفظ تھے۔ جنہیں کام کرتے وقت پڑھتے رہتے تھے۔ کبھی صرف گنگناتے کبھی بلند آواز سے پڑھتے کہ پاس بیٹھے ہوئے سن لیتے۔ ان اشعار سے آپ کا ذوق لطیف اُجاگر ہوتا ہے کیونکہ جو اشعار آپ کو بالعموم تھے۔ انہیں آپ نے قطعات کی صورت میں پیش کیا۔ مثلاً:

مراز پیر طریقت نصیحتے یاد است کہ غیر یادِ خدا است ہر چہ برباداست

نوازش دل ماکن کہ دِل نوازتوئی بساز کار غریباں کہ کارساز توئی

حافظ شیرازیؒ کا یہ شعر پرویں رقم نے اپنی طبیعت کی جولانی کے ساتھ ایک قطعہ کی صورت میں جلی قلم کے ساتھ لکھ دیا اور اپنے دوست جناب نوازش علی خاں صاحب (ریٹائرڈ پولیس آفیسر) کو یہ کہتے ہوئے تحفتاً دیا کہ:

''میں نے یہ تیرے لیے لکھا ہے، دوسروں کے لیے نہیں۔''

یہ واقعہ غالباً 1935ء کے بعد کا ہے خاں صاحب نے نہایت محبت وخلوص سے شیشہ میں سجا کر اپنے گھر کی زینت بنالیا۔ مولوی محمد افضل خوشنویس تلمیذ پروین رقم بیان کرتے ہیں۔ میں روزنامہ ''انقلاب'' لاہور میں ملازم تھا۔ مجھے مولانا غلام رسول مہر (جوان دنوں انقلاب کے مدیر اعلیٰ تھے نے آپ کے پاس ایک نظم لکھوانے کے لیے بھیجا۔ پرویں رقم کتابت کرنے لگے تو احتیاط کے پیش نظر مجھے مخاطب ہو کر کہا۔

''دیکھنا افضل! ذرا خیال رکھنا میرا قلم کسی لفظ پر دوبارہ تو نہیں لگتا۔''

قلم کا ایک حرف پر دوبارہ لگنا آپ کے نزدیک فنی عیب تھا جس سے ہمیشہ پرہیز کیا۔ فرماتے تھے قلم دوبارہ لگنے سے الفاظ کی نزاکت ختم ہو جاتی ہے۔ آپ کی طبعیت میں اتنی رنگینی تھی کہ پاس بیٹھنے والوں کو روح کی تسکین مل جاتی تھی۔ پرویں رقم کے عہد کا لاہور علوم وفنون کا خاص مرکز بنا ہوا تھا۔ بڑی ادبی شخصیتیں ایک جگہ جمع ہوتی تھیں۔ بڑے بڑے دانشور، ادیب، مورخ، فلسفی، قانون دان، اطباء، پروفیسر، خطاط اور فنون لطیفہ کے ماہر ارتقاء علم وفن کے لیے ہمت آزما رہے۔ پرویں رقم کا دور بڑا سنہری دور تھا۔ آپ دانشور طبقہ کے مشترکہ فنکار تھے۔ آپ کی ذات سے سب نے پیار کیا۔ خطاط المشرق کے ہاتھوں میں موہبت ایزدی کا خاص کرشمہ پوشیدہ ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ آپ حروف تاریخ کے سانچے میں ڈھالتے رہے۔ جو کارنامے انجام دیئے یادگار زمانہ بنے۔ وہ لکھتے تھے عبارت بولتی۔ وہ قلم لگاتے تھے تو اوراق سے اعجازِ قدرت کا ظہور ہوتا تھا۔ یہ مبالغہ آرائی نہیں حقیقت ہے اس درویش صفت کی شخصیت فن سے ابھری اور فن کو آپ نے بقائے دوام بخشا۔ بے شمار خوبیوں کا یہ مجسمہ زندگی کے بیش قیمت لمحات گزارنے کے بعد 4 اپریل 1946ء کو یہ کاروان ہستی راستہ ہی میں چھوڑ کر اپنی منزل آخرت کو سدھار گیا۔ ''نوائے وقت'' کے ادارہ کے مطابق تمام اُردو، انگریزی اخبارات زمیندار، پربھات، پرتاپ، ٹریبون اور سول ملٹری گزٹ نے جلی سرخیوں میں اس صاحبِ فن اور فن کتابت کی موت پر اظہار افسوس کیا۔

اس دور تابناک میں خطاط تجھ سا اور آیا نظر نہ کوئی خدا کی قسم

کتبہ دار الفرقان بیگم پورہ لاہور، فصیح منزل، مرکز تجلیات (لوح مزار داتا گنج بخشؒ اور مزار شریف کے چاروں طرف کے کتبات) مرکز تجلیات۔ مزار پیر مہر علی شاہ گولڑوی کے کتبات، سردار مسجد ساہیوال، لوح مرقد حکیم فقیر محمد چشتی، لوح مرقد سردار بیگم زوجہ شہاب الدین، شفا منزل (تالاب پانی والا) آپ کے یادگار کتبے ہیں۔

اسی طرح بعض کتابوں، رسالوں اور اخبارات کے نام بھی ان کے کتابت شدہ قابل ذکر ہیں۔ جیسے: روزنامہ نوائے وقت (دَور اوّل) روزنامہ مساوات امرتسر، روزنامہ انقلاب،

جامع اللّغات، خزائن الادویہ، مشیر الاطبأ، استاذ الاطباء، رسالہ بیسویں صدی، علامہ اقبال کی بیشتر کتب۔

تاج الدین زریں رقم (مرحوم)

اب ہمارے عہد میں کئی بے مثال خطاط حضرات ہوئے ہیں۔ پرویں رقم مرحوم کے بعد تاج الدین زریں رقم مرحوم کی برسی 13 جون کو منائی جاتی ہے آپ نے اپنی ذات سے فن کو اَوج کمال تک پہنچایا۔ بلکہ اس فن میں شامل لوگوں کو ایک تنظیم میں متحد کر دیا تھا۔ اور مرقع زریں کے ذریعے اُسے عام لوگوں تک پہنچایا۔ جس میں اُصول وقواعد بیان کیے۔ جو خطاطی کے میدان میں آنے والی نسلوں کی رہنمائی کرتے رہے گے۔ پرویں رقم کے بعد تاج الدین زریں رقم کو موجود دور کا استاد سمجھا جاتا ہے۔

تاج الدین زریں رقم نے 13 جون 1955ء کو انتقال کیا۔ ان کی عمر رحلت کے وقت 45 برس کی تھی۔ وہ اپنے آبائی شہر لاہور میں پیدا ہوئے۔ اپنے حقیقی ماموں الحاج نور احمد سے ابتدائی فن رمُوز حاصل کیے۔ بعدازاں ان کا شمار خطاطی کے اساتذہ میں ہونے لگا اور پرویں رقم کی زندگی میں ہی آپ نے عالمگیر شہرت حاصل کر لی تھی۔ حالانکہ پرویں رقمؒ کی موجودگی میں قبول عام حاصل کرنا بہت مشکل تھا۔ آپ کو سب نے اُستاد فن تسلیم کیا اور آپ نے خطاطی کو نہ صرف بام عروج پر پہنچایا بلکہ پرویں رقم کی طرز تحریر کو بھی آپ نے ہر طرف متعارف کرایا۔ 1929ء میں مرقع زریں کتاب تحریر کی جس سے ان کی شہرت متحدہ ہندوستان میں پھیلی۔

زریں رقم کو اس فن میں کمال حاصل کرنے کے بعد خطاط الملک کا خطاب خوشنویس یونین نے عطا کیا۔ خفی سے خفی اور جلی سے جلی تحریر نہایت پابکدستی سے لکھتے۔ زریں رقم خطاطی میں حسن نفاست اور نکھار پیدا کرتے۔ جلی خط سرورق، پیشانی، جرائد اور سنگ مرمر کی کتابت میں انہیں ملکہ حاصل تھا۔ تاج الدین زریں رقم مرحوم ہمارے عہد میں ہی نہیں آئے۔ والے عہد میں عظیم خطاط اور محسن کتابت تصور کیے جائیں گے۔ قیام پاکستان سے قبل ایک موقع پر اُنہوں نے بیس گز لمبے چوڑے کپڑے پر عید مبارک لکھا تھا۔ یہ الفاظ اتنے بڑے تھے کہ اتنے الفاظ اس سے پہلے اور بعد میں کسی خطاط نے تحریر نہیں کیے۔ یہ تحریر بادشاہی مسجد لاہور کی اندرونی پیشانی پر

پھیلائی گئی تھی۔

چوک گوالمنڈی لاہور میں دفتر دارالاشاعت کے باہر دیوار پر رسالہ پھول کے الفاظ اتنے جلی حروف میں لکھے گئے تھے کہ لوگ چلچلاتی دھوپ میں سائے کی خاطر اس کے نیچے پناہ لیتے تھے۔ یہ کمال فن بھی زریں رقم مرحوم کا تھا۔ زریں رقم حیدرآباد دکن بھی تشریف لے گئے۔ نظام حیدرآباد سے انہیں انعام کے علاوہ گولڈ میڈل کا اعزاز بھی حاصل کیا۔ ان کی خطاطی کے نمونے آج بھی اہل فن سے خراج تحسین حاصل کر رہے ہیں۔ یہ نمونے ان کی زندگی کا اثاثہ اور فنی شاہکار مرصع قطعات ہیں۔ 1948ء میں قائداعظم پشاور تشریف لے گئے۔ آپ نے پاکستان خوشنویس یونین کی طرف سے فن خطاطی کے تحفظ کی خاطر اپنے نمائندہ ایم ایم شریف آرٹسٹ کے توسط سے سپاسنامہ پیش کیا۔ جس کے جواب میں قائداعظمؒ نے فرمایا تھا کہ ہم اس فن کی ترقی اور تحفظ کی ہر ممکن کوشش کریں گے۔

پاکستان خوشنویس یونین نے اس کارنامہ پر اپنی سالانہ رپورٹ میں خراج تحسین کیا۔ نومبر 1953ء میں عساکر پاکستان کے زیر اہتمام فنون لطیفہ کی نمائش جو فوجی میوزیم راولپنڈی میں منعقد ہوئی تھی۔ اس میں چند قطعات زریں رقم نے خود پیش کیے تھے۔ ناقدین فن کے متفقہ فیصلہ کے مطابق یہ قطعات اوّل قرار پائے۔

لیفٹیننٹ جنرل ضیاءالدین نے زریں رقم کو طلائی تمغہ اور سند دی۔

تاج الدین زریں رقم ہر اعتبار سے عہد حاضر کا ایک اثاثہ تھے اور آپ کی خدمات ہمیشہ تابندہ رہیں گی۔

محمد صدیق (مرحوم) الماس رقم

90 سال قبل ایک گمنام اور اجنبی نوجوان لاہور آیا۔ وہ بڑی حیرت سے اندرون دہلی دروازہ کی دکانوں کے سائن بورڈ دیکھتا ہوا اپنی منزل مقصود کو رواں دواں تھا۔ یہ سائن بورڈ جو حاجی دین محمد کے لکھے ہوئے تھے۔ اس نوجوان کے لیے باعث حیرت بنے کہ اس نے اپنی مختصر سی زندگی میں اتنے بڑے اور خوشنما الفاظ نہیں دیکھے تھے۔ اگرچہ اس دن سے قبل اس نے لاہور بھی نہیں دیکھا تھا۔ لیکن لاہور کی بڑی بڑی عمارتیں، بارونق بازار اور ہنگاموں سے بھرپور زندگی

میں کوئی بھی اس کی توجہ اپنی طرف مبذول نہ کرا سکی۔ لیکن حاجی دین محمد کے سائن بورڈوں نے اس کے حوصلے اور ولولوں میں زندگی کی نئی لہر دوڑا دی۔ وہ نقش حیرت بنا ہوا چل رہا تھا۔ اور ساتھ ساتھ اپنے دل میں عزم کرتا جا رہا تھا کہ ایک دن وہ بھی اسی قسم کے سائن بورڈ لکھے گا اور اس بھرے شہر میں نمایاں مقام حاصل کر کے رہے گا۔ اور یہ نمایاں مقام وہ خوشنویس بن کر حاصل کرے گا۔

یہ نوجوان جس نے 90 سال قبل اندرون دہلی دروازہ کی طویل اور تنگ سڑک پر چلتے ہوئے یہ عہد کیا تھا۔ حرف بہ حرف اپنا عہد پورا کر دکھایا۔ وہ فنی کتابت کے آسمان پر مہرِ عالم تاب بن کر درخشاں ہوا اور آج پاکستان ہی نہیں بلکہ دُنیا بھر میں دائیں طرف سے لکھے جانے والے رسم الخط کے شیدائی اس کے والہ و شیدا ہیں۔ اس کی تحریر دیکھ کر ان کے دلوں اور آنکھوں میں زندگی اور فن سے محبت کی چمک پیدا ہو جاتی ہے۔

اس نوجوان کا نام جب 90 سال قبل لاہور آیا تو محمد صدیق تھا اور آج وہ الماس رقم کے نام سے مشہور و معروف ہیں۔

الماس رقم 1907ء میں جب سیالکوٹ کے ایک گاؤں جامکے میں پیدا ہوئے۔ تو آٹھویں جماعت وہیں تعلیم حاصل کی اور پھر والد کے سایہ عاطفت سے محروم ہونے کے بعد کسی دکاندار کے پاس بہی کھاتے کا کام شروع کیا۔ لیکن جلد ہی اُن سے طبیعت اُچاٹ ہو گئی۔ ان سے بہنوئی مولوی محمد اعظم نے جو اورئنٹیل ٹیچر اور خود بھی بڑے اچھے خوشنویس تھے۔ ان کے رجحان طبع کا اندازہ لگانے کے لیے ان سے الف سے شین تک تختی لکھوائی اور دوسری بار پھر تختی لکھوائی اور ان سے کہا کہ وہ اپنی اور دوسری تحریر میں فرق بتائیں۔ جب اُنہوں نے فرق بتا دیا تو مولوی اعظم صاحب نے فیصلہ کر لیا کہ صدیق کو کتابت سیکھنی چاہیئے اور ایک دن وہ ضرور اس فن میں نام پیدا کرے گا۔ چنانچہ مولوی صاحب انہیں ماموں حکیم محمد عالم کے پاس موضع گڈھیالہ لے گئے۔ حکیم صاحب حکمت کے ساتھ ساتھ کتابت بھی کرتے تھے اور اس فن پر انہیں دسترس حاصل تھی۔ چنانچہ حکیم صاحب کی دس ماہ کی شاگردی میں انہوں نے بے پناہ مشق کی۔ جس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ وہ روزانہ تیس تختیاں لکھتے تھے۔ مشق کے دوران حکیم صاحب نے اُنہیں حاجی دین محمد اور عبدالمجید پرویں رقم (مرحوم) کے بارے میں تفصیل کے ساتھ بتایا کہ یہ دونوں بزرگ

اس وقت آسمان کتابت کے مہر و ماہ ہیں چنانچہ اس دور میں ہی اُن کے دل میں ایک بڑا فنکار بننے کا جذبہ پیدا ہوا۔ اور انہوں نے تہیہ کر لیا کہ وہ گاؤں میں رہنے کی بجائے لاہور جا کر قسمت آزمائی کریں گے اور وہیں اس فن کے جملہ اسرار و رموز حاصل کریں گے چنانچہ دس ماہ کے بعد جب وہ لاہور کے لیے چلے تو حکیم صاحب کے تمام شاگردوں سے اُن کا خط بہتر تھا۔

لاہور آ کر یہ روزنامہ ''زمیندار'' کے ہیڈ کاتب مولوی محبوب عالم کے پاس قیام پذیر ہوئے۔ مولوی صاحب نے انہیں اس وقت کے ایک ممتاز خوشنویس منشی ابراہیم سے متعارف کرایا۔ اور یہ منشی صاحب کی بیٹھک واقع محلّہ سرکی بنداں میں کام کرنے لگے۔

اپنی پیشہ ورانہ زندگی میں انہوں نے سب سے پہلے اینٹوں کے بھٹے کی رسید بک کی کتابت کی اور اسکے بعد انتخابات اور نیلامی کے پوسٹر لکھتے رہے۔ اس زمانے میں دو روپے فی کاپی تک کتابت کی اُجرت تھی لیکن یہ اس سے مطمئن تھے۔ انہوں نے مسلسل مشق جاری رکھی اور مشق کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ رات کو جب ساری دُنیا محوِ خواب ہوتی یہ اپنے شوق اور کھٹملوں کی ستم ظریفی کے باعث سونے کی بجائے کتابت کی مشق کرتے اور جب مشق سے طبیعت اُکتا جاتی۔ تو ورزش کرنے لگتے۔ محنت و مشقت کا یہ جذبہ ان میں مسلسل تقویت حاصل کرتا رہا۔ اس دوران میں انہیں اگرچہ حصول رزق کے لیے کافی سہولتیں فراہم ہوگئی تھیں۔ لیکن یہ مطمئن نہ ہوئے ان کی جدوجہد جس منزل تک پہنچنے کے لیے شروع ہوئی تھی وہ ابھی دُور تھی۔ بہت دور تھی۔ یہ ذکر 29-1928ء کا ہے۔

1930ء میں ان کا حلقہ تعارف وسیع ہو چکا تھا۔ متعدد ناشروں سے ان سے ان کی رسم و راہ ہوگئی تھی۔ جن میں لاجپت رائے قابل ذکر ہے۔ لاجپت رائے انہیں فی کاپی پانچ روپے اُجرت دیا کرتا تھا اور اس زمانے میں متوسط درجے کے خوشنویسوں کے لیے یہ سب سے اُونچی شرح تھی۔ لیکن اس دور میں دو ایسے واقعات پیش آئے جنہوں نے نوجوان اور باعزم محمد صدیق کے دل میں جلد سے جلد منزل مقصود تک پہنچنے کی لگن پیدا کر دی۔

پہلا واقعہ تو یہ ہوا کہ منشی ابراہیم اُنہیں ایک دن عبدالمجید پرویں رقم کے پاس لے گئے۔ وہاں اُن کی موجودگی میں پرویں رقم مرحوم نے تین ٹائیٹل لکھے اور تین روپے فی صفحہ کے حساب

سے نو روپے لیے۔ انہوں نے دل ہی دل میں سوچا کہ میں بھی فن کی بلندی کو حاصل کر کے رہوں گا کہ پانچ روپے میں سولہ صفحے لکھنے کی بجائے تین روپے میں ایک صفحہ لکھا کروں۔

ان واقعات نے محمد صدیق سے 1941ء کے موسم سرما میں سخت مشق کرائی۔ وہ خوب ورزش کرتے۔ ورزش اور مشق قدم بہ قدم چلتے رہے۔ ورزش کا یہ عالم تھا کہ وہ اور اُن کے دو تین ساتھی لوہاری چوک سے دوڑ لگاتے اور دریائے راوی کے کنارے جا کر دم لیتے اور اس وقت جب کہ ان کے دوسرے ساتھی نہانے میں مصروف ہوتے۔ یہ ریت پر عنوان لکھتے اور پھر درخت پر بیٹھ کر ان کا جائزہ لیتے۔ شہر واپس آتے تو مسجد کبابیاں (اندرون لوہاری دروازہ) چلے جاتے اور وہاں بھی امام مسجد کے پاس بیٹھ کر جو خود بھی اچھے خوشنویس تھے۔ مشق کرتے۔ اس زمانے میں تاج الدین زریں رقم مرحوم بھی وہیں آتے اور مشق کرتے تھے۔ چنانچہ ان دونوں میں مسابقت شروع ہوگئی اور یہ مسابقت دو سال تک جاری رہی۔ لیکن اس دوران میں یہ دونوں ایک دوسرے سے متعارف نہیں ہو سکے۔

تاج الدین زریں رقم نے انہی دنوں 29 x 22 کو جوڑ کر مرکنٹائل پریس کا اشتہار لکھا۔ یہ اشتہار لاہور میں خوشنویسوں کے حلقے میں بڑا مشہور ہوا۔ چنانچہ انہوں نے بھی اس 29 x 22 اس سائز کا پوسٹر لکھنے کا فیصلہ کیا۔ ان کی اُنہی دنوں ملکہ دریں سنو والوں سے ملاقات ہوئی اور انہوں نے بہت بڑے سائز کا پوسٹر لکھا۔ جس سے سارے شہر میں اُن کی دھوم ہوگئی۔

اس پوسٹر سے انہیں بہت عروج حاصل ہوا۔ اس طرح ایک گمنام اور اجنبی نوجوان نے لاہور میں داخلہ کے وقت بے بسی اور بے سروسامانی کے عالم میں جو عہد کیا تھا۔ وہ اپنی جدوجہد اور فن سے جنون کی حد تک مشق کے باعث پورا کر دکھایا۔

1934ء میں علامہ اقبال اور پرویں رقم مرحوم میں اختلاف ہو گئے۔ جس کی وجہ سے علامہ اقبال کو اپنے مجموعہ کلام ''زبورِ عجم'' کی کتابت کے لیے کسی اچھے خوشنویس کی جستجو ہوئی۔ اُنہوں نے متعدد خوشنویسوں سے نمونے طلب کیے۔ منشی محمد انور کی ہدایت پر انہوں نے بھی علامہ اقبال کو اپنا نمونہ کتابت بھیجنے کا فیصلہ کیا۔ اس مقصد کے لیے وہ پرویں رقم کی کتابت کردہ ''زبورِ عجم'' کا نسخہ عاریتاً مانگ کر لے گئے اس کے بعد اُنہوں نے اپنا نمونہ علامہ اقبال کی خدمت

میں بھیجا۔ جسے شرف قبولیت بخشا گیا۔ یہ ان کی بڑی خوش قسمتی تھی اور دراصل یہیں سے اُن کی شہرت کی بنیاد پڑی۔ ڈاکٹر ریاض قدیر کے بڑے بھائی مولوی ظفر اقبال مرحوم ان کے بڑے کرم فرما تھے۔ وہ اُنہیں علامہ اقبال کی خدمت میں لے گئے اور اُنہوں نے انکا تعارف کرایا۔ دوسرے دن سے ہی صدیق صاحب نے علامہ اقبال صاحب کی میکلوڈ روڈ والی کوٹھی میں بیٹھ کر زبور عجم کی کتابت شروع کر دی اور بیس دنوں میں 33 کا پیاں مکمل کر دیں۔ اس دوران روزانہ علامہ صاحب ان سے دریافت کیا کرتے کتنی کا پیاں ہوگئی ہیں۔ جب وہ انہیں بتاتے تو وہ بڑے حیران ہوتے اور پھر مسکرا کر فرماتے کہ جلدی کی کوئی ضرورت نہیں۔ آرام اور سکون کے ساتھ لکھو میں پورے پیسے ادا کروں گا۔ یہ بڑی معصومیت سے جواب دیتے۔ جناب میں کیا کروں یہ ختم ہوتی جاتی ہیں۔ اس پر علامہ اقبال، چوہدری محمد حسین صاحب اور ظفر اقبال صاحب نے زور کا قہقہہ لگایا۔ مولوی ظفر اقبال صاحب کی عنایت سے ہی انہیں انجمن حمایت اسلام کا سارا کام مل گیا۔ انہوں نے یہیں اُردو کا قاعدہ اُردو کی پہلی کتاب پھر دوسری، تیسری اور چوتھی کتاب لکھی اور پھر ابوالاثر حفیظ جالندھری کے ''شاہنامہ اسلام'' کی کتابت کی۔

لاہور میں آفسٹ کا پہلا پریس عطر چند کپور پبلشرز نے لگایا۔ پبلشر نے اس پریس کیلئے متعدد خوشنویسوں کی خدمات حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن کوئی خوشنویس اس امتحان میں پوانہ اُترا اور قرعہ فال صدیق صاحب کے نام نکلا جو اس وقت الماس رقم کی عرفیت حاصل کر چکے تھے۔ یہ نام یا خطاب اُنہیں روزنامہ ''زمیندار'' کا بورڈ لکھنے پر مولانا ظفر علی خان کی تجویز پر زمیندار کے نامور ایڈیٹر اظہر امرتسری مرحوم نے دیا تھا اور یہی خطاب ان کے نام کا اس طرح جزو بن چکا ہے کہ لوگ اس کے بغیر ان کی شخصیت کا شعور تک نہیں کر سکتے۔

لاہور اس زمانے میں پورے برصغیر کا تہذیبی وثقافتی اور علمی مرکز تھا۔ چنانچہ کسی فنکار کی لاہور میں مقبولیت برصغیر میں مقبولیت کے مترادف تھی۔ چنانچہ ان کی شہرت ریاست حیدر آباد دکن کے علم دوست وزیر اعظم مہاراجہ کرشن پرشاد کے کانوں تک پہنچی تو انہوں نے خواجہ حسن نظامی مرحوم کی معرفت اُنہیں دہلی طلب فرمایا۔ تاکہ یہ لُغت کی کتابت کریں۔ دہلی میں ملاقات کے دوران انہوں نے اڑھائی سو روپے ماہوار تنخواہ اور مفت قیام وطعام کی پیش کش کی۔ لیکن

انہوں نے اس پیش کش کو قبول کرنے سے معذوری ظاہر کی۔ خواجہ صاحب مرحوم نے اپنے ماہنامہ ''مناوی'' کا سرورق ان سے لکھوایا اور وہ اس سے اتنے خوش ہوئے کہ انہوں نے دہلی میں مستقل قیام کرنے اور اپنی تمام مطبوعات کی کتابت کرانے کی پیش کش کی۔ جو اس وقت بہت بڑا اعزاز تھا۔ لیکن یہ لاہور چھوڑنے کے لیے تیار نہ ہوئے۔ 1940ء میں انہوں نے فیروز سنز کے مطبوعہ عکسی قرآن مجید کی کتابت کی۔

لاہور میں قیام پاکستان سے قبل انہوں نے دو اور کارنامے انجام دیئے۔ ان میں سے ایک کارنامہ تاج کمپنی لمیٹڈ کا بورڈ تھا جس کے 16'17 انچ موٹے حروف تھے یہ بورڈ ایک عرصے تک کراؤن بس کے اڈے کے قریب آویزاں رہا اور اہل فن سے خراج تحسین حاصل کرتا رہا۔ اس سے بڑا بورڈ آج تک نہیں لکھا گیا۔ دوسرا کارنامہ دارالفرقان بیگم پورہ میں سالک منزل کا کتبہ ہے یہ کتبہ اب تک لکھے گئے تمام کتبوں پر حاوی ہے اور اہل فن کی رائے ہے کہ اس سے بہتر کتبہ آج تک نہیں لکھا گیا۔

قیام پاکستان سے قبل قابل ذکر واقعہ 1946ء میں پیش آیا۔ جب اُنہوں خوشنویسوں کی انجمن کا صدر منتخب کیا گیا انجمن کے صدر کی حیثیت سے انہوں نے جو کارنامے انجام دیئے ہیں یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ خوشنویسوں کو معاشرہ میں باوقار مقام حاصل ہو چکا ہے اور ان کو بھی صحافی کارکنان کی صنعت میں شامل کر لیا ہے اور اخبارات میں بھی خوشنویس حضرات کی تنخواہیں بھی وتج بورڈ کے مطابق دی جا رہی ہیں۔

قیام پاکستان کے بعد الماس رقم صاحب نے کئی طغروں اور مشہور کتابوں کو بقائے دوام بخشا۔ ان طغروں میں ''گورنر مغربی پاکستان کا طغرہ نمایاں اور کتابوں میں سلور برڈٹ کمپنی نیویارک کا نصابی سیٹ تہذیب کی کہانی ''فقیر وحیدالدین کی'' روزگار فقیر مولانا غلام رسول مہر کی مرتب کردہ ''دیوانِ غالب'' نبی خان جمال سویدا کا مجموعہ کلام ''لانگ مین اینڈ کمپنی انگلینڈ کے گلوب اور اُردو کی بیشتر معیاری کتابیں قابل ذکر ہیں۔

ان کے دو مشہور اور یادگار کارناموں کو اگر ان کے فن کی معراج کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا۔ ان میں سے ایک کارنامہ یعنی ''مینار پاکستان'' (قرارداد پاکستان) کے کتبے کو زندہ جاوید

بنانے کے لیے ان کی دیدہ ریزی اور دوسرا کارنامہ ان کیلئے دُنیا و آخرت کی سعادت بھی ہے یہ کارنامہ ہے قرآن مجید کو زریں حروف میں ڈھالنے کے لیے اس کا خاکہ تیار کرنا، نامور خوشنویسوں کے نمُونوں میں سے الماس رقم کا نمونہ الحاج ظہیر الدین لال میاں نے منتخب کر کے نہ صرف یہ کہ ان کی فنی عظمت کو خراج تحسین پیش کیا۔ بلکہ ان کے لیے دین و دُنیا کی ایک ایسی سعادت مقرر کر دی جس کے بارے میں بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ

این سعادت بزور بازو نیست تانہ بخشند خدائے بخشندہ

ایک زمانہ تھا جب الماس صاحب فن کے اسرار و رُموز سے آگاہ ہونے کے لیے رات دن مشق کرتے تھے۔ وہ دریائے راوی کی ریت پر انگلیوں سے اور کبھی ٹھیکریوں سے نمایاں حروف میں ''کرنال شاپ'' لکھا کرتے اور درخت پر بیٹھ کر ان کا جائزہ لیتے۔ راتوں کو چارپائی پر لیٹے لیٹے تاروں بھرے آسمان کی طرف دیکھتے اور آنکھوں کے اشاروں سے ستاروں کو ملا کر نت نئے دائرہ بنانے کی کوشش کرتے اور ایک یہ زمانہ آیا کہ وہ فن کی معراج پر پہنچے، مگر پھر بھی وہ اپنے روحانی استاد پروین رقم مرحوم سے اکتساب فیض کرتے۔ اگر چہ قدیمی دوست محمود اللہ صدیقی مرحوم کے بقول ''الماس صاحب پروین رقم کے طرز کے جتنے قریب تھے اور کوئی نہیں تھا۔'' وہ پرویں رقم مرحوم کی تحریر جہاں سے ملتی لے آتے تھے اس پر انہیں فخر تھا۔

وہ ان حسین دنوں کو یاد کرتے جب لاہور میں نامور ادیبوں اور شاعروں کا اجتماع تھا۔ اس دُوران میں ہی اُنہوں نے کرشن چند، سعادت حسن منٹو کی کتابیں، تاجوری نجیب آبادی مرحوم کے ''ادبی دُنیا'' مولانا ظفر علی خان، مجموعہ کلام اور علامہ مشرقی کی ایک کتاب ''ارشادات'' کی کتابت کی۔ ان دنوں میں ہی انہوں نے جگر مراد آبادی مرحوم کے مجموعہ کلام ''شعلہ طور'' کے سرورق کو اپنے فن سے زینت بخشی۔ الماس رقم 63 برس کی عمر میں 30 مارچ 1972 کو دل کا دورہ پڑنے سے اللہ کو پیارے ہو گئے۔

شفیع انور سیالوی:

آپ طغرا نویسی اور پوسٹر نویسی میں نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ حافظ صاحب مرحومؒ کے خاص احباب میں سے ہیں۔ حافظ صاحب جملہ امور میں ان سے مشورہ کرتے تھے۔ یہ بہت

مخلص اور صاحب درد شخصیت ہیں۔ ان کی تحریر کردہ طغرے بہت سے مقامات پر شائع ہو چکے ہیں۔ کئی اخبارات میں نمایاں کام کیا۔ آج کل نقش میں خطاطی کی تربیت دے رہے ہیں۔ آپ ہفت قلم خطاط ہیں۔ آپ کے بے شمار طغرے شائع ہو چکے ہیں۔ آپ کو ایک اُستاد خطاط کے طور پر تسلیم کیا جاتا ہے۔ آپ ملنسار، خلیق اور محبت کرنے والی شخصیت ہیں۔ آپ نے قاضی ظہور الدین سے خطاطی کی تربیت لی۔ بعد میں تاج الدین زریں رقم اور ثلث میں حافظ محمد یوسف سدیدیؒ سے بھی اکتساب فن کیا۔ بہاولپور کی نمائش خطاطی میں اوّل انعام حاصل کیا۔

محمد شریف گلزار (مرحوم)

آپ فن خطاطی میں خصوصی مہارت رکھتے تھے۔ خط طغرا اور نستعلیق میں خاص طور پر آپ کی دسترس حاصل تھی۔ نہایت چابکدست خطاط تھے۔ آپ کے شاگرد بہت زیادہ ہیں۔ آپ نے خطاطی کی تعلیم احمد حسین سہیل رقم سے حاصل کی۔ آپ نے اخباری خطاطی کو نئی جدت عطا کی۔ آپ کا دل ہمدردی کے جذبات سے معمور تھا اور خطاطی کے عروج کے خواہش مند تھے۔ روزنامہ مشرق میں نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ چند سال پیشتر لاہور میں بیمار ہو کر واصل بحق ہوئے۔

محمد یوسف دہلوی (مرحوم)

آپ کا تعلق گوجرانولہ کے ایک گاؤں جنڈیالہ سے تھا۔ تقسیم سے پہلے دہلی چلے گئے تھے۔ آپ کئی زبانوں پر عبور رکھتے تھے۔ آپ کے والد منشی محمد الدین بھی اچھے خطاط تھے اور انہیں غلاف کعبہ کی خطاطی کا شرف حاصل ہوا تھا۔ دہلی کی بہت سی عمارتوں پر آپ نے خطاطی کے نمونے ثبت ہیں۔ قیام پاکستان کے بعد ہجرت کر کے پاکستان آ گئے تھے۔ آپ نے دہلوی طرز میں خوبصورت اختراعات کیں۔ آپ نے نسخ و ثلث میں بھی جداگانہ اسلوب اختیار کیا۔ آپ کے شاگرد ہزاروں ہیں۔ آپ نے 1977ء میں کراچی میں وفات پائی۔ آپ کے شاگردوں میں عبدالمجید دہلوی مرحوم سرفہرست ہیں۔

عبدالمجید دہلوی (مرحوم)

آپ بہت اعلیٰ پائے کے خطاط تھے۔ نسخ، نستعلیق اور ثلث میں آپ کا منفرد انداز تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ نہایت سادہ مزاج، حلیم الطبع اور باوقار شخصیت تھے۔ آپ کے فن پارے دہلوی طرز میں ایک منفرد اثاثہ ہیں۔ روزنامہ جنگ کی پیشانی ان کے ہاتھ سے تحریر کردہ ہے۔ (میری ان سے 1981ء، 1984ء میں ملاقاتیں قومی نمائشوں پر ہوتی رہیں اور ایک بار اس خاکسار کو اسلام آباد کے ایک ہوٹل میں ساتھ رہنے کا موقع بھی ملا۔ اس دوران آپ نے خوشنویسوں کے حیرت انگیز کارنامے سنائے۔ (ممتاز مصور انور انصاری ہمراہ تھے) آپ کے شاگرد بہت زیادہ ہیں۔ آپ نے بے شمار کتابوں کے سرورق بھی لکھے۔

ایم ایم شریف آرٹسٹ (مرحوم):

آپ کا قیام پشاور میں رہا۔ ممتاز خوشنویس احمد علی منہاس کے بھتیجے تھے۔ آپ کا تعلق گوجرانوالہ سے تھا۔ آپ نے خطاطی میں خوبصورت اختراعات کیں اور مصوری و خطاطی میں امتزاج کر کے نئی جدت پیدا کی۔ ممتاز خطاط حافظ محمد یوسف سدیدی مرحوم نے بھی آپ سے استفادہ کیا۔ آپ نے خط ابری بھی ایجاد کیا۔ آپ نے پشاور میں خطاطی کو روشناس کرایا۔ آپ کی کتاب ''ید بیضا'' آپ کے فن پاروں کی امین ہے۔ پشاور خوشنویس یونین کی بھی سرپرستی کی۔ آپ کے صاحبزادے آفتاب احمد ایک بہترین فوٹو گرافر بھی ہیں اور خطاطی میں بھی منفرد مقام رکھتے ہیں۔

عبدالواحد نادر القلم (مرحوم):

آپ نہایت اعلیٰ درجے کے خطاط تھے۔ آپ نے خطاطی کی باقاعدہ نمائشوں کی بنیاد ڈالی اور ملک میں فن خطاطی کو باقاعدہ روشناس کرانے کا ذریعہ بنے۔ خط نستعلیق، ثلث، کوفی، دیوانی، رقاع اور طغرا میں کامل مہارت رکھتے تھے۔ آپ بلاشبہ ہفت قلم خطاط اور آرٹسٹ تھے۔ آپ خطاطی کا عروج چاہتے تھے۔ آپ نے بہت زیادہ کام کیا۔ آپ کی خدمات کی طویل فہرست ہے۔ آپ سے ہزاروں وابستگان فن نے استفادہ کیا۔ آپ عبدالمجید پرویں رقم سے متاثر

تھے۔آپ نے مختلف مواقع پر قومی اخبارات کے اہم سرورق بنائے۔خطاطی کے فروغ میں آپ کا بنیادی کردار ناقابل فراموش ہے۔آپ کے صاحبزادے منور اسلام اس وقت خطاطی کے فروغ میں نمایاں خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔آپ کا پورا گھرانہ اس فن کی خدمت کے لیے سرگرم عمل ہے۔(میرے ساتھ شفقت فرماتے تھے اکثر ملاقات رہتی تھی۔حج پر جانے سے قبل بہت پر درد ملاقات کی تھی۔)

آغا عبدالواسع ثاقب:

1916ء کو چنیوٹ میں پیدا ہوئے۔لاہور میں نقاشی اور ناخن نگاری کو اپنا مشغلہ بنایا۔ناخن نگاری میں آپ کو منفرد مقام حاصل تھا۔آپ کی خدمات کے اعتراف میں پاکستان کیلیگراف آرٹسٹس گلڈ کی طرف سے صدر پاکستان نے 2000ء میں گولڈ میڈ عطا کیا تھا۔آپ نے خط ناخن نگاری میں بے شمار کام کیا۔2001ء میں لاہور میں وفات پائی۔

جناب عبدالرشید قمر:

رشید قمر صاحب ایک طرز اور عمدہ ہفت قلم خطاط ہیں۔معروف اخبارات نوائے وقت، پاکستان، ضرب مومن اور یلغار کی پیشانیاں آپ کے ہاتھ کا شاہکار ہیں۔خطاطی کی ابتدائی تعلیم جناب محمد صدیق فیصل آبادی سے حاصل کی۔لاہور آنے کے بعد ممتاز خطاط جناب سید انور حسین نفیس رقم صاحب کی خدمت میں حاضری دی اور ان کے سامنے زانوائے تلمذ تہہ کیا۔اس دوران انہوں نے (مصنف کتاب ہذا خورشید عالم گوہر قلم) کے ہمراہ جناب حافظ محمد یوسف سدیدی مرحومؒ کی خدمت میں بھی کچھ عرصہ حاضری دی اور نسخ ہندی کی تختیوں کی اصلاح کی۔اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے خطاط جناب اشرف زیدی مرحوم (والد محترم نفیس رقم) سے اصلاح خط لی۔کئی اخبارات میں خطاط اعلیٰ کے فرائض انجام دیئے۔کئی نمائشوں میں منفرد اعزازات حاصل کیے۔جدید پوسٹر نویسی کے آپ بانی کہلائے جاسکتے ہیں۔آج کل اپنے گھر میں ہی خطاطی کے فن کی خدمت میں مصروف ہیں۔ان کے تلامذہ کافی تعداد میں مختلف علاقوں میں فن کی خدمت میں مصروف ہیں۔جن میں قاری محمد حنیف صاحب قرآنی خطاطی کے خاص طور پر ماہر ہیں اُن کا تعلق ملتان سے ہے۔

حافظ محمد یوسف سدیدی مرحوم (از قلم: خطاط العصر حضرت سید انور حسین نفیس رقم)

جائے ولادت بمقام بھون ضلع چکوال ۱۹۲۷ء میں پیدا ہوئے۔ نسباً اعوان تھے مڈل تک تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی قرآن پاک کے ۱۵ پارے بھی گھر پر حفظ کیے۔ پھر عربی و فارسی کی ابتدائی تعلیم مدرسہ عربیہ اسلامیہ کھیوڑہ میں حضرت مولانا مقصر شاہ صاحب فاضل دیو بند سے حاصل کی وہاں سات پارے (۱۵ تا ۲۲) بھی حفظ کیے۔ غالباً ۳۷-۱۹۳۸ء میں لاہور آ گئے۔ اس وقت عمر دس گیارہ سال تھی۔ محلّہ گڑھی شاہو لاہور میں اپنی پھوپھی کے ہاں قیام پذیر ہوئے۔ مسجد وزیر خان میں جناب قاری محمد طفیل صاحب کے پاس آخری آٹھ پارے حفظ کیے اور قرآن پاک مکمل کیا۔ آخری دو تین پارے روزانہ ربع پارہ یاد کرتے رہے۔

حافظ صاحب کو بچپن ہی سے خطاطی کا شوق تھا۔ چنانچہ لاہور میں منشی محمد شریف لدھیانوی بن مولوی محمد قاسم الملقب بہ سلطان القلم کے پاس خطاطی سیکھنے کے لیے بٹھائے گئے یہ ۱۹۴۹ کی بات ہے۔ ۱۹۴۰ اور ۱۹۴۱ء میں ان سے خط نستعلیق سیکھتے رہے۔ اس زمانے میں ان کے بڑے بھائی منشی محمد شفیع صاحب سے ابتدائی خط نسخ میں استفادہ کیا۔ لیکن حافظ صاحب مسجد وزیر خان کے کتبوں سے بہت متاثر تھے۔ خط ثلث میں لکھے ہوئے ان کتبوں کو دیکھ دیکھ کر مشق کرتے رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حافظ صاحب کو بھرپور صلاحیت سے نوازا تھا۔ چنانچہ انہوں نے اپنی خداداد استعداد سے دن دونی رات چوگنی ترقی کی اور بالآخر ایک خطاط ہفت قلم کی حیثیت سے اُبھرے۔

حافظ صاحب نے ۱۹۴۵ء میں علامہ اقبال مرحوم کے مزار کے کتبے لکھے۔ جس نے اُن کی شہرت کو چار چاند لگائے۔ یہ دو تین کتبے ثلث اور کوفی میں انہوں نے لکھے۔ مزار اقبال کے خط نستعلیق کے کتبے محمد اقبال ابن پرویں رقم کے لکھے ہوئے ہیں۔

۱۹۴۵ء میں حافظ صاحب نے چاول کے دانے پر بسم اللہ شریف، سورۃ الفاتحہ اور پھر اپنا نام اور سن تحریر لکھ کر اپنے کمال فن کا اظہار کیا۔

۱۹۴۵ء ہی میں حافظ صاحب کو دہلی جانے کا شوق پیدا ہوا۔ چنانچہ اس سال کے آخر میں دہلی چلے گئے۔ وہاں بھی انہوں نے منشی محمود خان دہلوی تلمیذ منشی عبدالغنی ابن مولوی ممتاز علی

خطاط (القرآن) سے خط نسخ کی تعلیم حاصل کی۔ دو تین مہینے انہوں نے صرف دوردشریف کی مشق کرائی۔ کوئی ایک سال ان سے استفادہ کیا۔ تقریباً پونے دو سال دہلی میں قیام رہا یہاں بھی حافظ صاحب نے جلد ہی شہرت حاصل کر لی ۱۹۴۲ میں دہلی میں جب جمعیتہ علما ہند کے زیر اہتمام ایشیا کانفرنس منعقد ہوئی تو اہل جمعیتہ نے خطبہ استقبالیہ ''باقہ الابتہاج'' حافظ صاحب سے لکھوایا۔ سرورق انہوں نے خط ثلث میں تحریر کیا جسے دیکھ کر مولانا ابوالکلام آزاد بہت خوش ہوئے۔

۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو برصغیر کی تقسیم عمل میں آ گئی۔ ہندو مسلم فسادات کا ایک سیلاب رونما ہوا ہندوستان کی سرزمین مسلمانوں کے لیے تنگ ہوگئی۔ حافظ صاحب بھی سب سامان چھوڑ چھاڑ کر اپنی جان بچا کر مہاجرین کی ٹرین سے لاہور پہنچے۔

حافظ صاحب خوب سے خوب تر کی تلاش میں جناب زریں رقم کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا اور نستعلیق جلی کی مشق کی۔ آخر اپنے فطری جوہر سے اوج کمال کو پہنچے۔

۳ مارچ ۱۹۴۸ کو روزنامہ امروز لاہور سے جاری ہوا۔ جناب زریں رقم نے حافظ صاحب کو ''امروز'' کے عملہ کتابت سے وابستہ کر دیا۔ جہاں وہ سعودی عرب جانے تک دادِ فن دیتے رہے تقریباً ۳۵ سال کے اس عرصے میں حافظ صاحب اپنے فن کے آگے بڑھانے کی مسلسل جدوجہد کرتے رہے۔ ''امروز'' کے فائل ان کی نادرہ کاری پر شاہد ہیں۔

حافظ صاحب فطری خطاط تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس فن کا جوہر خاص ان کی طبیعت میں رکھا تھا۔ ان کی تمام تر دلچسپیاں اسی فن لطیف سے متعلق تھیں وہ خطاطی کی مجسم تصویر تھے شب و روز ان کا دل و دماغ خطاطی کے ذوق وشوق سے معمور رہتا تھا۔ جہاں انہیں خطاطی کا کوئی شاہکار نظر آیا اسے دیر تک مسلسل دیکھتے رہتے۔ ایسے معلوم ہوتا تھا جیسے اپنے آئینہ خیال میں اس کا عکس لے رہے ہوں۔

حافظ صاحب کو خطاطی کے نوادر جمع کرنے کا بے حد شوق تھا۔ حافظ صاحب نے شہد کی مکھی کی طرح پھول پھول سے رس چوسا اور اپنا چھتہ تیار کیا۔ انہوں نے ترکی کے مشہور خطاط شیخ عبدالعزیز الرفاعی مرحوم کے لکھے ہوئے قطعات کو نمونہ تقلید بنایا۔ مصر کے سید ابراہیم اور حسنی کا طرز تحریر بھی انہیں بے حد پسند تھا۔ باشم البغدادی مرحوم کے تو وہ شیفتہ تھے۔ آخر زمانے میں انہیں

ترکی کے شہرہ آفاق خطاط حامد الآمدی سے ملنے کی بڑی آرزو تھی۔ اسی آرزو کو لے کر وہ سعودی عرب گئے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ وہاں سے ترکی جا کر حامد الآمدی کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کریں گے۔ لیکن ''اے بسا آرزو کہ خاک شدہ'' حافظ صاحب کے جدہ پہنچنے کے کچھ عرصہ بعد حامد الآمدی نوے برس کی عمر میں ترکی میں وصال فرما گئے اور ان کی یہ حسرت دل کی دل میں رہ گئی۔

قیام سعودی عرب کے دوران ایک معمر عرب خطاط سے بھی حافظ صاحب نے کچھ استفادہ کیا۔ شیخ شمس الحق کے نام اپنے ایک مکتوب میں انہوں نے اس کا ذکر کیا ہے۔ الغرض حافظ صاحب عمر بھر فن خطاطی کی تحصیل میں کوشاں رہے اپنے کمال کو پہنچنے کے بعد بھی وہ ''ھل من مزید'' ہی کی رٹ لگاتے رہے۔ برصغیر پاک و ہند میں خط کوفی، خط ثلث، خط نسخ اور دیگر خطوط کی تاریخ اگرچہ ہزار سال سے زیادہ پرانی ہے لیکن موجود دور میں عربی خطوط کو پاکستان میں رواج دینے کا سہرا حافظ صاحب کے سر ہے حافظ صاحب نے جب لاہور میں قدم رکھا تھا اس زمانے میں خطاط مشرق منشی عبدالمجید پرویں رقم مرحوم کا طوطی بول رہا تھا۔ ان کے بعد منشی تاج الدین زریں رقم اور منشی محمد صدیق الماس رقم کی شہرت تھی۔ لیکن ان تینوں خطاطوں کا فن صرف نستعلیق نگاری تک محدود تھا۔ دوسرے خطوط سے انہیں آشنائی نہ تھی۔ مگر حافظ صاحب کا قلم تمام ہی عربی و فارسی خطوط میں جولانیاں دکھاتا رہا۔ وہ ''اَمروز'' کے صفحات پر اپنے فن کے انمول موتی لٹاتے رہے امروز میں حافظ صاحب نے چراغ حسن حسرت کی معیت میں ایک عرصہ تک کام کیا۔ ایک مرتبہ چین کے وزیر اعظم چو۔ این۔ لائی پاکستان آئے تو امروز کی اشاعت خاص میں حافظ صاحب نے عنوانات خط کوفی میں کچھ اس انداز سے لکھے اور ایسے شوشے لگائے کہ وہ بالکل چینی رسم الخط ہی معلوم ہوتا تھا۔ اسی طرح جب اسلامی ملکوں کے سربراہ آئے تو حافظ صاحب کا قلم موتی بکھیرتا تھا جلالۃ الملک شاہ فیصل شہید پاکستان تشریف لائے تو ''امروز'' کے پہلے صفحے پر حافظ صاحب نے استقبال کی عربی عبارت دلکش خط دیوانی میں لکھ کر اپنے حسن عقیدت اور فنی قدرت کا اظہار کیا۔

حافظ صاحب نے متعدد شاہکار بطور یادگار چھوڑے ہیں، کتبہ نویسی سے انہیں خاص محبت تھی، وہ بے تکلف اور بے تکان لکھتے تھے بے شمار مساجد، مزارات، عمارات کے کتبے انہوں نے تحریر کئے جن میں مزار اقبال، مینار پاکستان مزار قطب الدین ایبک، جامعہ اشرفیہ اور جامع

مسجد منصورہ کے کتبے خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

حافظ صاحب نے سینکڑوں ہی کتابوں کے سرورق تحریر کئے جو ان کی فنی مہارت کی گواہی دیتے ہیں۔ اسلامی سربراہ کانفرنس کے لئے حافظ صاحب نے ایک نہایت عمدہ مونوگرام بنایا تھا جو صادقین کے مونوگرام سے کہیں زیادہ خوبصورت تھا۔ پاکستان کونسل آف دی آرٹس نے فنون بصری کی قومی نمائش (۱۹۸۰ء) کے موقع پر حافظ صاحب کو خط نستعلیق میں اول درجہ انعام دیا۔ صدر مملکت جناب محمد ضیاء الحق صاحب نے انعامات تقسیم کئے۔ اگلے سال اسی کونسل میں ان کی فنی عظمت کے اعتراف میں پندرہ ہزار روپے کا خصوصی انعام دیا۔ منگول اکیڈیمی نے بھی ان کی فنی خدمات پر ایک طلائی تمغہ دیا۔

حافظ صاحب کو نقاشی کا شوق بھی تھا، ۱۹۴۴ء میں یہی شوق انہیں پشاور لے گیا، وہاں کچھ ہی عرصہ ٹھہر کر انہوں نے ایم ایم شریف آرٹسٹ سے قدرے استفادہ کیا پھر اپنے زمانہ عروج میں انہوں نے محمد شجاع اللہ نقاش سے بھی راہ ورسم بڑھائے۔

ایک تجریدی کاتب نے خوف خدا سے عاری ہو کر ایک خط کے موجد ہونے کا دعویٰ کر دیا، حافظ صاحب کو معلوم ہوا تو مسکرا کر صرف اتنا کہا کہ یہ بیوقوف کس کام میں لگا ہوا ہے۔ حافظ صاحب کا حلقہ احباب بہت وسیع تھا اس میں ہر مکتب فکر کے لوگ شامل تھے۔ فرقہ پرستی اور تنگ نظری ان کے مزاج میں نہ تھی۔ وسیع المشرب تھے۔ پھر ایک دن وہ بھی آیا جب حافظ صاحب نے سعودی عرب جانے کا فیصلہ کر لیا۔ دوستوں نے الوداعی دعوتیں کیں۔ ''امروز'' کی دعوت میں یہ ناچیز اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکا۔ بھرائی ہوئی آواز میں ایک شاعر کا یہ قطعہ پڑھا۔

جانے والے ہماری محفل سے
چاند تاروں کو ساتھ لیتا جا

بعد ازاں سعودی عرب میں حادثے کی خبر سنی یہ سن کو دل کو از حد رنج ہوا اور یہ چند شعر بھی اسی کیفیت ہی میں وارد ہوئے ۔

یوسف وقت، تیرے ہجر میں ہم روتے ہیں
اہل دل روتے ہیں، ارباب قلم روتے ہیں

تیرے شہکار ترستے ہیں تری صورت کو
تیرے ہاتھوں کے تراشیدہ صنم روتے ہیں
دیکھ، کیا حال ہوا ہے تیرے دیوانوں کا
روتے ہیں اور بصد رنج و الم روتے ہیں

حافظ صاحب کا آپریشن کیا گیا۔ ہوش آ گیا مگر یادداشت سب محو ہو چکی تھی۔ اگر کچھ یاد رہا تو صرف آیات قرآنی بقول جگر

ذہن سے مٹ گئے سب یادِ گزشتہ کے نقوش
پھر بھی اک چیز ہے ایسی کہ فراموش نہیں

اس حالت میں ریاض سے پاکستان لائے گئے، حافظ صاحب تقریباً دو سال تک صاحب فراش رہے بہت علاج معالجہ ہوا۔ حکومت پاکستان نے کثیر اخراجات برداشت کیے۔ علاج میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑا گیا۔ اس دوران میں احباب بیمار پرسی کو آتے رہے۔ حافظ صاحب سب سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملتے رہے چند ماہ قبل اُن کے والد ماجد نے رحلت فرمائی۔ حافظ صاحب نے اس صدمے کو بھی محسوس کیا اور بہت روئے صاحب بہارِ مصطفےٰ، برادر خورد محمد اقبال اور دیگر اعزہ شب و روز ان کی خدمت لگے رہتے تھے۔ بالآخر علاج کی ہر تدبیر نے تقدیر کے آگے سپر ڈال دی اور ۶ محرم الحرام ۱۴۰۷ھ، ۱۳ ستمبر ۱۹۸۶ء کو فن خطاطی کا یہ بلبل ہزار داستان ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ و اِنَّا رَلیہ اجعُوْن۔

محرم کی ساتویں تاریخ کو تلامذہ و احباب کی ایک بڑی تعداد نے انہیں سانده کلاں جو ایک عرصہ سے حافظ صاحب کا مستقر تھا، کے قبرستان میں سپرد خاک کیا حافظ صاحب عالم اسلام کے صف اوّل کے خطاط تھے ان کی وفات سے پاکستان اپنے ایک مایہ ناز فنکار سے محروم ہو گیا ہے۔

حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا۔

صوفی خورشید عالم خورشید رقم مرحوم

باوقار نورانی شخصیت، دردمندی، ملنساری، عجز وانکساری حسن طبع اور سوز وساز جب مل کر کوئی پیکر اختیار کر لیں تو اُسے ہی ہم خورشید رقم کہہ کر پکار سکتے ہیں۔

صوفی خورشید عالم خورشید رقم تقسیم پاکستان سے بہت پہلے 1919ء میں بھارت کی ریاست کپورتھلہ میں پیدا ہوئے۔ گھر میں علم وادب اور فن خطاطی کا دور دورہ تھا۔ صوفی صاحب کے آبا مہاراجہ کپورتھلہ کے سرکاری خوشنویس تھے۔ چنانچہ صوفی صاحب نے جہاں علم وادب کی تربیت لینا شروع کی وہاں وہ خطاطی کے فن سے بھی کی حقہ آشنا ہونے لگے۔ خطاطی کی ابتدائی تربیت آپ نے کپورتھلہ میں ہی حاصل کی۔ رفتہ رفتہ آپ نے جملہ علوم وفنون میں کامل دسترس حاصل کر لی۔ شعر گوئی، فارسی ادب سے وابستگی، خطاطی میں بانکپن غرضیکہ ہر قسم کے ادبی وعلمی و فن زیور سے مالا مال ہو کر آپ کی شخصیت نکھر گئی۔ آپ کی خطاطی اور آپ کے کلام کو ہر جگہ سراہا جانے لگا۔ قدرت نے آغاز ہی میں صوفی صاحب کی خطاطی میں بانکپن اور حسنِ آب دار عطا کر دیا تھا۔ قلم میں تیکھا پن تو ایسا شاید کسی نے کم ہی دیکھا ہوگا۔ آپ کے الفاظ خطاطی کے جملہ اسلاف افضل لاہوری، عبدالرشید دیلمی، رحیم اللہ اور آغا مرزا کے حسن خط کی تصویر تھے۔ آپ کے قلم نے نستعلیق کو نئی جولانیاں اور نئی جدتیں عطا کر دیں۔ ایسا وقت بھی آیا کہ آپ کو کپورتھلہ کو خیر باد کہنا پڑا تب آپ اولین گوجرانوالہ تشریف لائے۔ بعدازاں فیصل آباد تشریف لے گئے لیکن آپ کی رہائش گاہ کا قرعہ فال لاہور کے نام نکلا۔ آپ لاہور تشریف لائے اور یہاں آپ نے مزید کسبِ فیض کے لیے اپنے وقت کے ممتاز خطاط تاج الدین زریں رقم کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ تاج الدین زریں رقم نے اِس موتی کو پرکھ کر اِس کی تربیت اِس شان سے کی کہ ایک فنی سورج طلوع ہو گیا اور آپ اپنے نام کی طرح قلم کے بھی خورشید بن گئے۔

آپ نے سلسلہ چشتیہ کے معروف بزرگ حضرت خواجہ سدید الدین معظمی کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اور اُن کی نگاہ کامل سے تصوف کا منازل طے کیں۔ آپ کو خط نستعلیق میں اس قدر عبور حاصل ہوا کہ بہزاد و مانی کے نقوش بھی آپ کے حُسنِ خط کے سامنے ماند پڑ گئے۔ اور یوں محسوس ہونے لگا کہ خط نستعلیق پر جوانی اور جوبن خورشید رقم کی بدولت ہی آئے ہیں۔

ممتاز خطاط تاج الدین زریں رقم کی وفات کے بعد آپ کو اُن کا جانشین مقرر کیا گیا اور آپ نے یہ ذمہ داری گوناگوں مصروفیت کے باوجود تادمِ آخر نبھائی اور تاج صاحب کی وفات (1955ء) سے سے کر آغاز علالت (1996ء) تک باقاعدگی سے بیٹھک کا بتاں لوہاری دروازہ میں فن کی میراث دونوں ہاتھوں سے لٹاتے رہے۔ آپ نے روزنامہ نوائے وقت، روزنامہ احسان، روزنامہ امروز، روزنامہ ندائے ملت، روزنامہ آزاد، روزنامہ مساوات اور روزنامہ کوہستان میں فنی باریکیوں کے وہ جوہر دکھائے کہ ایک زمانہ آپ کے زورِ قلم کا معترف ہو گیا۔ آپ نے بے شمار قومی مقامات پر بھی خطاطی کی جن میں مینار پاکستان، لوح مزار میجر عزیز بھٹی شہید اور مزار حضرت داتا گنج بخش پر اسمائے باری تعالیٰ شامل ہیں۔ آپ کے یہ شاہکار ہر دیکھنے والے پر وجد طاری کر دیتے ہیں۔ آپ نے لاتعداد کتابوں کے سرورق، بے شمار کیلنڈروں کے فن پارے، لاتعداد وصلیاں وقطعات اور کتنی ہی سنگ مرمر کی الواح تحریر کیں، ان کا احاطہ کرنا بھی ممکن نہیں۔

راقم الحروف کے اولین اُستاد اور پھوپھی زاد صاحبزادہ غلام نظام الدین مُعظّمی قبلہ صوفی صاحب کے ہی شاگرد تھے۔ جب میری پیدائش ہوئی تو میرا نام بھی صوفی صاحب کی نسبت سے نظام الدّین صاحب نے رکھا اور صرف نام کی بدولت اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی قلم پکڑنے کا اعزاز عطا کیا۔ آپ خاموش طبع اور نام ونمود کی خواہش سے بہت دور تھے۔ آپ کے اندر تصوف وطریقت کا ایک دریا موجزن تھا۔ اِسی زہد وطریقت، اطاعت وریاضت کی بدولت آپ کو صوفی صاحب کہا جاتا ہے آپ کا وجود مسعود اہل لاہور کے لیے بلاشبہ باعثِ برکت تھا۔ اولیائے کرام کے تذکرہ پر آپ کی آنکھیں چھلک اُٹھتی تھیں۔ ایسے صاحب درد تھے کہ رومی، حافظ، سعدی، جامی اور اقبال کے ساتھ ساتھ کسی بھی معرفت کا شعر سُن کر آپ پر وجد طاری ہو جاتا تھا اور ایسی بے خودی کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی کہ سنبھالنا مشکل ہو جاتا تھا۔ صوفی صاحب کے تمام فنی شہکار نوک پلک اور اعجاز خطاطی کا مظہر ہیں۔ آپ سے فیض حاصل کرنے والوں کی تعداد ہزاروں میں ہے جن میں سے بعض خود بھی مرتبہ اُستادی پر پہنچے ہیں۔ آپ کے اساتذہ میں اکرام الحق، محمد اقبال برادر قبلہ یوسف سدیدی صاحب، بہار مصطفےٰ، منظور احمد انور، عبدالرحمٰن معظمی، واجد محمود یاقوت رقم، محمد شریف صابری، محمد صدیق گلزار، عبدالرحمٰن بی کام، مشتاق احمد،

محمد عباس مرحوم، امداد احمد، غلام نظام الدین معظمی، معین نظامی، مولوی منظور احمد سمیت لاتعداد خطاط شامل ہیں۔

آپ کی کرسیاں اور دائرے نفاست و نزاکت اور عمدگی کا اعلیٰ شاہکار ہیں۔ گو صوفی صاحب ہم میں موجود نہیں ہیں لیکن آپ کا فن ہمیشہ امر رہے گا۔ نہ صرف نستعلیق بلکہ خط ثلث اور نسخ میں بھی آپ کو کمال حاصل تھا۔ آپ نے ہر طالب فن کی بھرپور رہنمائی کی اور آپ اپنے شاگردوں کے لیے رحمت کا ایک سائبان تھے۔ آپ کی گفتگو میں بھی نزاکت تھی۔ آپ کا کلام حد درجہ باادب اور فصاحت و بلاغت کا شاہکار ہوتا تھا۔ آپ نادر الکلام شاعر بھی تھے۔ آپ نے اردو، عربی، فارسی اور یورپی زبانوں میں بھی نظمیں لکھی ہیں جو شعری ادب کا شاہکار ہیں۔ آپ کے گیت بھی ہجر و فراق کے روایتی رنگ سے آراستہ نظر آتے ہیں۔ جیسے کہ ایک گیت کے چند اشعار ملاحظہ کریں۔

من کا شیشہ ٹوٹ گیا ہے
اپنا نصیبہ پھوٹ گیا ہے
قسمت نے کیا دن ہیں دکھائے
ساون آیا پی نہیں آئے

آپ اپنے پیر و مرشد کے اتنے عاشق تھے کہ جب آپ کے شیخ طریقت غلام سدید الدین معظمیؒ 1955ء میں لاہور تشریف لائے تو آپ نے اُن کی آمد کے موقع پر بیعت بھی کی اور یہ اشعار بطور استقبال کہے۔

آج لاہور پر مسرت ہے
اس کا ہر کوچہ رشک جنت ہے
چلئے مخمور بہر استقبال
آمد نائب رسالت ہے

آپ شاعری میں اپنا تخلص مخمور کیا کرتے تھے۔ آپ کو خفی و جلی دونوں کی قلموں پر زبردست قدرت حاصل تھی۔ بعض دفعہ جب لاہور میں ایسے پوسٹر شائع ہوتے جن میں جلی حروف میں عرس وغیرہ کی کوئی شرخی ہوتی تو جہاں خوشنویس حضرات یہ پوسٹر اُتار لیتے وہاں پینٹر حضرات

بھی اُنہیں حاصل کرتے اور اُن سے راہنمائی لیتے۔صوفی صاحب کے فنی مقام کا اعتراف ہر سطح پر کیا گیا۔آپ تعریف وخوشامد کو خاطر میں نہیں لاتے تھے۔

خورشید رقم یقیناً قلم وفن کی شان وآن تھے۔آپ کا مقام ہمیشہ خطاطی میں امر رہے گا۔ آپ کے تحریری شاہکار خطاطی کی جبین پر جھومر کی طرح جگمگ کرتے رہیں گے۔ بیماری کی وجہ سے آپ کا جسم تو لاغر ہو گیا تھا مگر تادم مرگ آپ کا چہرہ روحانی انوار کی آماجگاہ بنا رہا۔آپ ایسے ہمدرد، خیر خواہ اور مہربان تھے کہ چند برس پہلے پرائیڈ شو کے نام سے ٹی وی پروگرام کے لیے میں نے آپ سے درخواست کی کہ یہ پروگرام میرے لیے ہے آپ ضرور اس میں شرکت فرمائیں چنانچہ بیماری، کمزوری اور طویل العمری کے باوجود آپ اس پروگرام میں تشریف لائے اور پروگرام میں اس خاکسار کو دعائیں دیں۔صوفی صاحب جیسے فن کار صدیوں بعد پیدا ہوتے ہیں۔نستعلیق کا موجودہ زریں دور بلاشبہ صوفی صاحب کے نام ہے آپ گو عالم ظاہری سے رخصت ہوئے ہیں مگر کہاں؟ وہ تو اپنے فن کے ذریعے اپنے اعلیٰ اوصاف کی بدولت ہمارے دلوں میں زندہ ہیں۔بقول شاعر

کون کہتا ہے کہ وہ مر گیا ہو گا
سچ تو یہ ہے کہ دل میں اُتر گیا ہو گا

سید انور حسین نفیس رقم:

سید انور حسین نفیس الحسینی (نفیس رقم) المعروف بہ سید نفیس شاہ صاحب اس عہد میں پاکستان کے بزرگ ترین خطاط ہیں۔آپ کا سلسلۂ نسب حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز تک پہنچتا ہے۔حضرت گیسو درازؒ کی اُولاد میں ایک بزرگ شاہ حفیظ اللہ حسینی 1134ھ میں گلبرگہ شریف سے بغرض تبلیغ اسلام منتقل ہو کر سیالکوٹ آ بسے تھے۔سید نفیس شاہ صاحب انہی بزرگ کی اولاد میں سے ہیں۔شاہ صاحب کے والد گرامی سید محمد اشرف علی سید القلم اور آپ کے سسر حکیم سید نیک عالم ماہر خطاط گزرے ہیں۔ان دونوں بزرگوں کا کتابت قرآن پاک سے خاص لگاؤ تھا اور دونوں نے زندگی بھر سب سے زیادہ کام کتابت قرآن مجید ہی کا کیا۔

سید نفیس شاہ صاحب 11 مارچ 1933ء مطابق 13 ذیقعد 1351ھ کو موضع گڈھیالہ ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے عہد طفولیت میں گڈھیالہ میں آپ کے والد گرامی کے علاوہ حکیم سید نیک عالم اور حکیم سید محمد عالم المعروف اساتذۂ خطاطی موجود تھے۔ تقسیم کے کچھ عرصہ قبل آپ گڈھیالہ سے لائلپور (موجودہ فیصل آباد) چلے گے اور 1948ء میں سٹی مسلم ہائی سکول لائلپور سے فرسٹ ڈویژن میں میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ سکول ک
نصاب میں ہندی کا مضمون بھی تھا۔ چنانچہ آپ نے ہندی زبان میں خطاطی بھی سیکھی۔ میٹرک کے بعد آپ نے اپنے والد گرامی کی زیر نگرانی باقاعدہ کتابت کا آغاز کیا۔ اور بقیہ تعلیم کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ 1950ء میں آپ نے گورنمنٹ کالج لائلپور میں داخلہ لیا اور یہاں سے ایف اے کا امتحان کیا۔ لائلپور سے جب روزنامہ ''انصاف'' جاری ہوا۔ تو آپ نے اس کے پہلے شمارے پر پیشانی اور علامہ اقبال کی نظم ''لا الٰہ الا اللہ'' لکھی۔ آپ کی کتابت کردہ پہلی کتاب جو زیورِ طباعت سے آراستہ ہوئی۔ وہ قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری کی مشہور کتاب سیرتِ ''رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' ہے۔ جسے لاہو کے ایک معروف ناشر نے شائع کیا۔ 1951ء میں آپ لائلپور سے لاہور منتقل ہو گئے۔ قیام لاہور کے ابتدائی عرصے میں آپ نے اورینٹل کالج کے شعبہ اُردو فارسی میں تعلیم بھی حاصل کی۔ 1952 سے 1956ء تک آپ نے روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور میں بحیثیت سُرخی نویس کام کیا۔ 1955ء سے 1970ء تک آپ نے چٹان بلڈنگ لاہور میں پرائیویٹ طور پر خطاطی کا کام کیا۔ اسی دوران مختلف اوقات میں آپ روزنامہ احسان لاہور اور روزنامہ آزاد لاہور سے بحیثیت سُرخی نویس وابستہ رہے۔ 1970ء سے اب تک آپ اپنے گھر پر ہی پرائیویٹ طور پر خطاطی کرتے اور طلبہ کو اصلاح دیتے ہیں۔ اس دوران ہزار ہا طالب علموں نے آپ سے اکتسابِ فن کیا۔ اور یہ چشمہ فیض ہنوز جاری ہے۔ ایک اندازے کے مطابق گزشتہ پچاس برسوں میں برصغیر پاک و ہند میں سب سے زیادہ افراد نے آپ ہی سے یہ فن سیکھا ہے۔ اس وقت آپ کی شخصیت ایک منارۂ نور کی حیثیت رکھتی ہے۔ دُور دُور سے لوگ آپ کے پاس یہ فن سیکھنے آتے ہیں اور مطلوبہ استعداد حاصل کرنے کے بعد اپنے اپنے شعبوں میں چلے جاتے ہیں۔ اب چونکہ کمپیوٹر کے ذریعے نستعلیق کی کتابت عام ہو

چکی ہے۔ اس لیے آپ سب سے پہلے خط نسخ کی تعلیم دیتے ہیں۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ زیادہ سے زیادہ افراد کتابت قرآن پاک کا کام جاننے والے ہوں تا کہ آئندہ اس شعبے میں ماہر افراد کی قلت کا احساس نہ ہو۔

یوں تو شاہ صاحب نے متعدد کتابوں کی پاکیزہ کتابت اپنے خوبصورت خط میں کی ہے۔ مگر آج کل شدید مصروفیات اور دیگر کاموں کی وجہ سے صرف ٹائیٹل سازی کا کام ہی کرتے ہیں۔ آپ اب تک بے شمار کتب ورسائل کے ٹائیٹل تیار کر چکے ہیں۔ اس شعبے میں بھی آپ نے کئی اجتہادی تبدیلیاں کی ہیں۔ یوں تو آپ تمام مروجہ خطوط پر یکساں عبور رکھتے ہیں۔ مگر ٹائیٹل میں عموماً سب سے زیادہ خط نستعلیق ہی استعمال کرتے ہیں۔ اس کی بڑی وجہ خط نستعلیق سے سب سے زیادہ مانوسیت ہے۔ نستعلیق کے علاوہ ثلث، نسخ، دیوانی، رقعہ، کوفی وغیرہ بھی بڑی مہارت سے لکھتے اور ٹائیٹل پر ان خطوط کا مناسب جگہ پر خوب صورتی سے استعمال کرتے ہیں۔ شاہ صاحب کے ہر کام سے آپ کی ذہانت کا اظہار ہوتا ہے۔ مثلاً عبارت کے مطابق خط کا استعمال اور ہر خط کے لیے مناسب قط کا استعمال تا کہ عبارت واضح اور دلکش نظر آئے۔

ٹائیٹل کی تیاری میں آپ مناسب رنگوں (Colour Scheme) کا بھی خوب استعمال کرتے ہیں۔ جس سے اس کی جاذبیت اور حسن میں بے حد اضافہ ہو جاتا ہے۔ ایک اندازہ کے مطابق گزشتہ پچاس برسوں میں برصغیر پاک و ہند میں آپ سے زیادہ کسی دوسرے خطاط نے ٹائیٹل تیار نہیں کیے۔ دُنیا کی ہر ایسی لائبریری میں، جہاں اُردو زبانی کی دینی، علمی و ادبی کتب رکھی جاتی ہوں۔ آپ کے خط کا کوئی نہ کوئی نمونہ ضرور ملے گا۔ اس کا اندازہ راقم کو بعض بیرونی ممالک کے اسفار میں ہوا۔ اب تک پاکستان کے جن معروف علمی و ادبی اداروں کے ٹائیٹل آپ نے تیار کیے ان میں سے چند یہ ہیں پنجاب یونیورسٹی، مجلس ترقی ادب، مرکزی اُردو بورڈ (موجودہ اُردو سائنس بورڈ) اقبال اکیڈمی، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان ادارۂ القرآن والعلوم الاسلامیہ، ادارہ اسلامیات، مکتبہ مدینہ، مکتبہ رشیدیہ، مکتبہ سید احمد شہید، ادارۂ ادب وتنقید، مرکزی انجمن خدام القرآن، مکتبہ بینات، مکتبہ اہل سنت و جماعت دارالاشاعت اور مجلس نشریات اسلام وغیرہ۔

شاہ صاحب کے فنی سفر کا اگر مطالعہ کیا جائے تو سامنے آئے گا کہ ہر بڑے خطاط کی

طرح آپ کے خط کے مختلف ادوار ہیں۔ جو رنگ آج سے تقریباً تیس برس قبل تھا وہ آج نہیں۔ آپ کا خط مسلسل ارتقائی منازل طے کرتا آرہا ہے۔ آجکل آپ کے خط نستعلیق میں ایرانی نستعلیق کی جھلک واضح ہے۔ جبکہ پہلے جس طرح آپ نستعلیق لکھتے تھے، اس میں ''پروینی نستعلیق'' کا رنگ زیادہ گہرا تھا۔ ایک موقع پر آپ نے اس بارے میں راقم سے فرمایا کہ آپ نے ہر دور میں خوب سے خوب تر کی تلاش جاری رکھی ہے۔ اسی لیے آپ کے خط میں زمانے کے ساتھ ساتھ تبدیلیاں نظر آتی ہیں۔ اب جس طرح آپ نستعلیق لکھتے ہیں۔ اس کے جوڑ اور پیوند ''پروینی نستعلیق'' کے جوڑ اور پیوندوں سے پتلے اور نازک ہیں۔

شاہ صاحب کا فنی سفر تقریباً نصف صدی کے طویل عرصے پر محیط ہے۔ اگر کوشش کی جائے تو شاہ صاحب کے نوادر جمع کر کے ایک عمدہ ''مرقع'' کی صورت میں چھاپے جاسکتے ہیں۔ راقم الحروف نے اپنی تحقیق کے نتیجے میں جن چند نوادر کی تفصیل حاصل کی وہ یہ ہیں۔ خط نسخ میں قرآن پاک کے اجزاء کی کتاب کر چکے ہیں اور یہ کام ہنوز جاری ہے۔ دیوان غالب (مکمل کتابت) جسے پنجاب یونیورسٹی نے غالب صدی کے موقع پر 1969ء میں شائع کیا۔ کلام بُلھے شاہ (مکمل کتابت) جسے معروف طباعتی ادارے پیکجز نے شائع کیا۔ کلیات میر مرتبہ ڈاکٹر عبادت بریلوی (مکمل کتابت) شعر ناب مرتبہ غلام نظام الدین (مکمل کتابت) سیرت سید احمد شہید (جلد دوم) از مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اور قادنیت از مولانا ابوالکلام آزاد کے مشہور اخبار ''الہلال'' کی مکمل عکسی اشاعت، تفسیر معارف القرآن از مفتی محمد شفیع صاحب معارف الحدیث از مولانا محمد منظور نعمانی، سیرت النبیؐ از علامہ شبلی نعمانی و علامہ سید سلیمان ندوی کے علاوہ ماہنامہ البلاغ کراچی کے ''مفتی اعظم نمبر'' اور ماہنامہ سیارہ ڈائجسٹ لاہور کے ''قرآن نمبر'' میں بھی آپ کے خط کے عمدہ نمونے موجود ہیں۔ مختلف رسائل و جرائد جن کے آپ نے خوب صورت ٹائیٹل تیار کیے ان میں قومی ڈائجسٹ، ندائے ملت، بادبان، صحافت، رحیق، الرشید، انوارِ مدینہ، البلاغ، بینات، حق چار یار شامل ہیں۔ آپ نے ٹیکسٹ بک بورڈ کی فرمائش پر جماعت نہم و دہم کے طلبہ کے لیے ''کتاب خطاطی'' بھی لکھی ہے جس میں مختلف خطوط سیکھنے کے لیے مشقیں موجود ہیں۔ یہ کتاب ہنوز غیر مطبوعہ ہے۔

پتھروں پر آپ کی خطاطی کے نمونوں میں: لاہور میں مسجد صلاح الدین ٹمبر مارکیٹ، مسجد حضرت علی چوک موہنی روڈ، مسجد فیض الاسلام گنپت روڈ، مسجد چوہدری ہسپتال شیش محل روڈ، مال روڈ لاہور پر سمت مینار کا پتھر نیز پروفیسر حمید احمد خان اور محمد طفیل (مدیر نقوش) کے الواح مزار قابل ذکر ہیں۔ اس کے علاوہ علامہ اقبال میوزیم (جاوید منزل) کے لیے اسٹیل کی تین پلیٹوں پر خط نستعلیق میں خطاطی آپ کے فن کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ کچھ عرصہ قبل آپ نے ایوان اقبال، لاہور میں آویزاں کرنے کے لیے کینوس (Canvas) کی تقریباً پچاس شیٹوں پر نستعلیق جلی میں علامہ اقبال کے متفرق اشعار لکھے ہیں۔ رنگ آمیزی کے بعد یہ خطاطی دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ اسی طرح آپ نے چھ خطوں میں درود شریف بھی لکھا ہے جس میں نہایت عمدگی اور مہارت سے ثلث، نسخ، نستعلیق، کوفی، دیوانی اور رقعہ کا استعمال کیا ہے۔ خط ثلث جلی میں اسمائے حسنیٰ بھی آپ کی خطاطی کی خوب صورت مثال ہے۔

شاہ صاحب کی شخصیت کی کئی جہات ہیں۔ ایک مختصر مضمون میں تمام جہات کا احاطہ ممکن نہیں۔ البتہ کوشش کی گئی ہے کہ آپ کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات درج کی جائیں۔ شاہ صاحب ایک نامور خطاط تو ہیں ہی، اس کے علاوہ علم و ادب سے بھی آپ کا گہرا تعلق ہے۔ آپ کا ذاتی کتب خانہ ہزار ہا دینی، علمی و ادبی کتب کے علاوہ کئی نایاب مضامین میں تحقیقی شان پائی جاتی ہے۔ آپ کے فن خطاطی سے متعلق جو مضامین راقم کی نظر سے گزرے ان میں: خطاطی زریں رقم، اسلامی خطاطی اور اقسام خط'' ''ایک خوشنویس خاندان'' اور ''حافظ محمد یوسف سدیدی'' شامل ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ فن خطاطی کے محققین اور شائقین کے لیے یہ مضامین نہایت پر از معلومات اور مستند ہیں۔ گاہے گاہے آپ کی شاعری کے نمونے بھی نظر آتے ہیں۔ ان میں خوب صورت نعت ''تجھ سا کوئی نہیں'' اپنے پیر و مرشد حضرت شاہ عبدالقادر رائپوری کے وصال پر لکھی گئی نظم ''رثا'' اپنے والد محترم کے انتقال پر لکھی گئی نظم ''یاد'' تاج الدین زریں رقم کے انتقال کے بعد ان کے بارے میں لکھی گئی نظم اور اپنے قدیم ساتھی اور نامور خطاط حافظ محمد یوسف سدیدی کے انتقال پر کہے گئے اشعار انتہائی متاثر کن ہیں۔

شاہ صاحب کو فن خطاطی میں نمایاں خدمات کے صلے میں اب تک جو اعزازات عطا کیے گئے اُن میں حکومت پاکستان کی جانب سے پاکستان کے تمام خطاطوں میں پہلا پرائڈ آف

پرفارمنس ایوارڈ اور میڈل، پاکستان نیشنل کونسل آف دی آرٹس کی نمائش، خطاطی 1980ء میں اوّل انعام، قرآن خطاطی کی کل پاکستان نمائش، زیر اہتمام پاکستان کے سلک ریلیشنز سوسائٹی، لاہور منعقدہ 1982ء میں اوّل انعام شامل ہیں۔ اس کے علاوہ شاہ صاحب پاکستان کے واحد خطاط ہیں جنہیں بغداد میں منعقدہ عالمی خطاطی اور نمائش 1988ء اور اسلامی ورثہ کے تحفظ کے بین الاقوامی کمیشن (Icipich) کے تحت یاقوت المستعصمی کے نام پر استنبول میں منعقدہ دوسرے عالمی مقابلہ خطاطی 1989ء میں بطور مصنف (Member of Jury) مدعو کیا گیا۔

اب تک شاہ صاحب کی شخصیت کا محض ایک پہلو یعنی بحیثیت نامور خطاط پیش کیا گیا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ شخصیت کے دوسرے اہم پہلو پر کچھ روشنی ڈالی جائے۔ شاہ صاحب ایک ماہر خطاط کے علاوہ ایک بلند پایہ صوفی بزرگ اور شیخ طریقت بھی ہیں۔ آپ مشہور صوفی بزرگ حضرت عبدالقادر شاہ رائپوری کے خلیفہ مجاز ہیں۔ روزانہ بے شمار افراد آپ کی محفل میں شرکت کے لیے آتے اور فیض یاب ہوتے ہیں۔ شاہ صاحب ہر ایک سے نہایت خندہ پیشانی اور محبت کا برتاؤ کرتے ہیں۔ ناممکن ہے کہ کوئی ایک مرتبہ آپ سے ملاقات کرے اور آپ کی محبت شفقت مہمان نوازی اور اخلاقی بلندی کا گہرا تاثر لے کر نہ اُٹھے۔ آپ کی شخصیت میں قدرت نے عجب جاذبیت اور کشش رکھی ہے۔

راقم الحروف نے متحمل مزاجی اور نرم کلامی میں شاہ صاحب سا کوئی اور شخص نہیں دیکھا۔ بلند اخلاقی کا یہ عالم ہے کہ گھنٹوں نشست کیجئے کبھی آپ اکتاہٹ یا بیزاری کا اظہار نہیں فرماتے۔ نامور خطاط اور اس عہد کے ایک بڑے شیخ طریقت ہیں۔ مگر بندہ نوازی کا یہ عالم ہے کہ آپ کی محفل میں چھوٹے خود کو بڑا سمجھنے لگتے ہیں۔ خشونت، درشتی اور تلخی نام کو بھی۔ آپ کے ہاں دیکھا گیا کہ جدید اور قدیم دونوں طبقوں کے افراد آپ سے یکساں محبت کرتے اور فیضیاب ہوتے ہیں۔ اگر دینی طبقے میں مساجد و مدارس سے متعلق حضرات آپ کے ہاں دیکھے گئے تو جدید تعلیم یافتہ طبقے میں یونیورسٹیوں اور کالجوں کے پروفیسر حضرات اور طالب علم بھی۔ ہر ایک سے آپ یکساں محبت اور مہمان نوازی سے پیش آتے ہیں۔

آخر میں آپ سے متعلق یہ فارسی اشعار پیش کیے جاتے ہیں جو برسوں پہلے آپ کی

شخصیت اور فن سے متعلق غلام نظام الدین نے کہے تھے۔

سید حق شناس کان کرم
صاحب لوح، شہریار قلم
شاعرِ باعمل، حکیم حکم
کاتب بے بدل نفیس رقمؔ

(راشد شیخ: تذکرہ خطاطین)

سید ثقلین زیدی خطاط:

سید ثقلین زیدی صاحب یکم اپریل 1943ء کو موضع گڈھیالہ غربی سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محترم سید نیک عالم شاہ بلند پایہ طبیب کے علاوہ بلند پایہ کاتب القرآن بھی تھے۔ آپ نے کتابت کی ابتدائی مشق اپنے والد محترم سے ہی حاصل کی اور وقت کے ساتھ ساتھ تمام خطوط میں ید طولیٰ مہارت حاصل کر لی۔ آپ نے مقامی ہائی سکول میں ہی میٹرک کیا اور مرے کالج سیالکوٹ سے انٹر پاس کیا۔ انٹر کے بعد آپ نے فاضل السنہ الشرقیہ بھی اعلیٰ نمبروں میں پاس کیا۔ اس کے علاوہ مستند طبیب بھی تھے۔ آپ نے روزنامہ چٹان، روزنامہ مشرق، روزنامہ کوہستان راولپنڈی میں بھی چند سال تک کام کیا۔ آپ نے 1968ء میں معروف طباعتی ادارہ پیکجز میں خطاط کی نوکری اختیار کر لی۔ آپ نے اس ادارہ میں تیس سال کام کیا۔ فن خطاطی میں آپ کو 1986ء میں شاہ خالد گولڈ میڈل کا ایوارڈ دیا گیا۔ آپ خط نستعلیق، خط نسخ دھلوی طغرا نویسی میں خاص مہارت رکھتے تھے۔ آپ نے مساجد کے پتھر اور پیکجز ادارہ کے کئی پتھروں پر عمدہ اور نفیس کتابت کی۔ پیکجز ادارہ کی بے شمار کتابیں بھی آپ نے کتابت کی جن میں چند حسب ذیل ہیں۔ سیف الملوک، حضرت بلالؓ، حیات مبارکہ، دیوان منور، رنگ تغزل نمایاں ہیں۔ اس کے علاوہ آپ کی تحریر کردہ میو ہسپتال کے آئی یونٹ کی عمارت کے باہر خط رقع میں ''اللہ نور السموات والارض'' آپ کی ایک یادگار شاہکار ہے۔

آپ نے کچھ عرصہ پیکجز کے ادارہ ''نقش'' بھاٹی گیٹ حویلی میں بھی طالب علموں کے لیے خوشخطی سکھاتے رہے۔ سید ثقلین زیدی عظیم خطاط کے علاوہ دین دار اور بے حد با اُصول

اور خود دار انسان تھے۔ آخر کار یہ عظیم خطاط جنہوں نے تمام عمر صرف فن خطاطی کی 28 اکتوبر 1998ء کو آپ وفات پا گئے۔ (اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیہِ راجِعُونَ)

سید انیس الحسن مرحوم

آپ سید انور حسین نفیس رقم کے صاحبزادے تھے۔ آپ خطاط ہفت قلم تھے۔ آپ کے ہاتھ میں بے پناہ صفائی اور پختگی تھی۔ آپ پیدائشی خطاط تھے۔ آپ کے قلم میں بلاشبہ بہت حسن و جمال تھا۔ موئف سے محبت فرماتے تھے۔ آپ نے کئی نمائشوں میں حصہ لیا اور منفرد اعزازات حاصل کیے۔ آپ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں مزار حضرت داتا گنج بخشؒ کی خطاطی میں بھرپور حصہ لیا اور اسمائے باری تعالیٰ تحریر کیے۔ عین عالم شباب میں آپ بیمار ہو کر انتقال کر گئے۔ (اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیہِ راجِعُونَ)

خورشید عالم گوہر قلم از قلم ڈاکٹر معین نظامی (شعبہ فارسی، پنجاب یونیورسٹی)

شخصیت و کردار کی فقید المثال عظمتوں کا درخشندہ و تابندہ پیکر فکر و فن کی عدیم النظیر رفعتوں کا کبھی نہ مٹنے والا نشان خورشید عالم گوہر قلم عصر حاضر کا ایک مایہ ناز پاکستان فنکار ہے جب اُس کے فن نے آنکھیں کھولیں تو بے پناہ جوش نمو اور زورِ تخلیق کی شہ پا کر اُس نے ایک زور دار جست لی بس ایک ہی جست! اور بچپن کی ناپختہ حدود کو پھلانگتا ہوا پختگی، نکھار، صفائی، بانکپن، حسن اور سدا جوانی کے گدرائے ہوئے تاج محل میں داخل ہو گیا۔

فن پر شباب بعض اوقات جوانی میں آتا ہے اور اکثر اوقات بڑھاپے میں جب فن کار گور کنارے ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے گوہر قلم بڑے خوش نصیب ہیں کی اُن کو جوانی نے ہی اُن کے فن کا بھرپور عہد شباب بھی دیکھ لیا۔ اُن کی زندگی کی بہار اور ان کے فن کے نکھار نے باہم شیر و شکر ہو کر ان میں نور رنگہت اور شبنم و گل کا امتزاج لطیف پیدا کر دیا ہے۔

پاکستان کا یہ جلیل المرتبت فرزند دنیائے اسلام کا ایک بہت بڑا خطاط ہے۔ خورشید گوہر قلم کا نام اسلامی خطاطی کی تاریخ کا ایک مستقل باب ہے۔ انہوں نے فن خطاطی کو ایسے ایسے نفیس و نادر جمالپارے عطا کیے ہیں کہ اب یہ فن شریف گمنامی کے گرد آلود تہ خانوں اور سرکاری

وعوامی بے توجہی کی تنگ و تاریک گہرائیوں سے نکل کر بڑی حیرت انگیز تیز رفتار سے دیگر فنونِ لطیفہ کی جگمگ جگمگ کرتی کہکشاں میں جا شامل ہوا ہے اور اس نے نہ صرف پاکستان بلکہ پورے عالم اسلام اور مغربی دنیا میں بھی اپنے شایان شان مقام حاصل کر لیا ہے۔

اے نامہ ہنر شدہ نامی زنام تو صد نور در سواد خط مشک فام تو

حکومت اور عوام کو خطاطی کی صحیح قدر و قیمت اور اہمیت وافادیت کا احساس دلانے کے لیے گوھر قلم کی مساعی جمیلہ ناقابل فراموش ہیں اور خوشی کی بات ہے کہ خطاطی کو اس کا کھویا ہوا وقار واپس دلانے کے سلسلے میں گوھر قلم کی انتھک کوششیں بار آور ثابت ہو رہی ہیں۔ یہ بات جہاں ماضی کے مرحوم فنکاروں کی بے تاب روحوں کے لئے پیغام تسکین و راحت بنے گی وہاں یہ حال اور مستقبل کے فنکاروں پر ایک زبردست احسان ہوگا۔ گوھر قلم نے خطاطی کے لئے اپنے ممکنہ اختیارات و وسائل اور اپنی تمام تر روشن صلاحیتوں کو وقف کر کے بیک وقت خطاطی کے ماضی، حال اور مستقبل پر اپنے گہرے اور دیرپا نقوش ثبت کر دیئے ہیں۔ خطاطی کا ماضی، حال اور مستقبل ان کا ممنون ہوگا۔

اگر خدانخواستہ گوھر قلم کے فن پاروں کو نظر انداز کر دیا جائے تو خطاطی کی تاریخ مفلس، تہی دامن اور ادھوری ہو کر رہ جائے گی اور ایسا خلا پیدا ہوگا کہ جو برسوں پر نہیں ہو سکے گا۔ خورشید عالم گوہر قلم فن شناسوں کے حلقے میں اپنی گراں مایہ فنی خدمات کی وجہ سے جتنے مشہور و معروف ہیں، اتنا ہی وہ اپنے دوستوں اور رشتہ داروں کے حلقے میں اپنی باغ و بہار طبیعت، شگفتہ، مزاجی، خندہ جبینی اور خلوص و وفا کی وجہ سے مقبول و محبوب اور مرغوب و مطلوب ہیں۔ جتنی اہمیت اُن کے کامل اور پاک فن کی ہے، بلاشبہ اتنی ہی اہمیت اُن کی سوہنی من موہنی شخصیت کی بھی ہے۔ وہ ایک عظیم فنکار ہونے کے ناتے جتنے قابل عزت ہیں، ایک عظیم انسان ہونے کے لحاظ سے اُتنے ہی قابل محبت بھی ہیں۔ اُن کا فن اور اُن کی شخصیت شانہ بشانہ چل رہے ہیں اور ان میں سے کوئی بھی دوسرے سے ایک قدم بھی پیچھے نہیں رہا۔ انہوں نے اپنی زندگی کے ہر میدان میں، مثالی عزم و عمل سے اپنی قابل فخر عظمتوں اور قابل رشک کامرانیوں کے لہلہاتے جھنڈے گاڑھے ہیں۔ معرکہ وحیات کے مجاہدوں کے لیے ان کی زندگی ایک سبق ہے اور شاہراہ حیات کے تھکے ماندے رہروؤں کے لئے قرب منزل کا ایک سنگ میل۔

خطاطی کی تاریخ کے سنہری اوراق، اپنی چاندسی جبینوں پر اُن کے شاہکاروں کے لافانی جھومر سجائے اپنی قسمت پر نازاں ہیں اور اُن کے دوستوں اور عزیزوں کے دل اُن کی محبت، اُن کی وفا اور اُن کی بے پایاں شفقتوں اور بے کنار مہربانیوں کی فردوسی سوغات اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے اپنے آپ کو قارون زمانہ سمجھے ہوئے ہیں۔

''پھول اگر گلدانوں اور شہد مرتبانوں میں اُگتے تو کبھی مرتبہ بلوغت کو نہ پہنچتے۔'' غیر معمولی صلاحیتوں کے مالک لوگوں کو مصائب وآلام اور عسرت وافلاس کے سسکا سسکا کر مارنے والے خونخوار پنجوں میں پیدا کرنا تو قانون فطرت ہے۔ عظیم لوگوں کی سوانح عمریاں پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قدرت اکثر صاحبان فضل وکرم سے یہ ستم روا رکھتی ہے۔ جناب گوہر قلم کی جسمانی نشوونما، مذہبی تعمیر و پرداخت اور فنی تہذیب وتربیت کے لیے بھی قدرت نے ایک ایسے ہی ناسازگار ماحول کا اہتمام کیا۔ ان کا معصوم بچپن مسرت وشادمانی اور فراغت وسکون کی تہمتوں سے پاک ہے۔ افلاس کے کالے عفریت نے اُن کے لڑکپن کے اُجلے دنوں اور سُہانی راتوں کو ناقابل برداشت بنائے رکھا مگر انہوں نے اس سے فائدہ اٹھایا اور فاقوں کو اپنے باطن کی غذا بنا لیا۔ جس طرح غذا سے بدن توانا اور رُوبہ افزائش ہوتا ہے اسی طرح غیور اور خوددار افلاس سے وہ روح کی توانائیاں اور خدا کی رحمتیں اور برکتیں حاصل کرتے رہے۔

افلاس کے شباب مقدس میں بارہا آیا ہے پوچھنے مرے گھر پر خدا مجھے

اپنے سنگدل معاشرے کی مہربانیاں گوہر صاحب کو ابھی تک یاد ہیں۔ بے رحم زمانے کے عطا کردہ مرہم ناپذیر زخموں اور کبھی نہ مندمل ہونے والی جراحتوں کو وہ اپنے عہد طفلی کی مقدس یادگار سمجھ کر ابھی تک اپنے دل ودماغ کے ایوانوں میں سجائے ہوئے ہیں۔ وقت انہیں بے مہریوں، بے اعتنائیوں، تنہائیوں اور دکھوں کے علاوہ اور کچھ بھی نہ دے سکا اور یہ ستم ظریفی اُن کے حق میں بہتر ہی رہی۔ اُن کا شعور آنکھیں ملتا ہوا بیدار ہو گیا، اُن کا احساس انگڑائیاں لے کر اُٹھ کھڑا ہوا، استقلال وثبات اور حوصلہ مندی نے بڑھ کر انہیں بروقت سہارا دیا، انہوں نے تیشہ عزم سے اپنے لیے خود راہیں تراش لیں اور بڑی پامردی سے اُن پر محوخرام ہوئے۔ انہوں نے فن میں کمال حاصل کرنے کے لیے اپنے آبائی گاؤں، والدین، رشتہ داروں اور دوستوں کو چھوڑ دیا اور دارالفنون لاہور کی راہ لی اور بڑی بڑی جانگداز تکلیفیں اُٹھا کر بالآخر اس عظیم منزل

سے ہمکنار ہو گئے جس کے لیے خدا نے انہیں پیدا کیا تھا۔ سچ ہے:

قدر مردم، سفر پدید کند خانہ خویش مرد را بند است
تا بسنگ اندروں بود گوھر کس چہ داند کہ قیمتش چندست

بعض بڑے آدمی، پیدا ہی بڑے ہوتے ہیں، بعض بنا دیے جاتے ہیں اور بعض خود بنتے ہیں گوھر قلم اسی تیسری قبیل سے تعلق رکھتے ہیں اور ان کا نظریہ ہے کہ:

بقا کی فکر کرو خود ہی زندگی کیلئے زمانہ کچھ نہیں کرتا کبھی کسی کے لیے

انہوں نے اپنی دنیا آپ پیدا کی ہے اور اپنے زورِ بازو سے اپنا مقام بنایا ہے۔ گوہر صاحب نے مجھے بتایا کہ آج تک خدا نے انہیں کسی کا دست نگر ہونے کی ذلت سے بچائے رکھا ہے۔

خورشید گوہر اپنے ماضی کی تلخیوں کو کبھی اپنے حال کی شیرینیوں اور ملاحتوں کو آلودہ کرنے کی اجازت نہیں دیتے۔ اُن کا مغموم ماضی اُن کے مسرور حال پر کبھی غالب نہیں آیا۔ انہوں نے دُکھوں اور غموں کو جزو بدن بنالیا ہے اور درد والم کو اپنی روح میں بسالیا ہے۔ میں نے کبھی اُنہیں مایوس، مغموم، پژمردہ اور ماضی کا ماتم کرتے ہوئے نہیں سنا۔ اُن کے دکھ صرف انہی کی ذات تک محدود رہتے ہیں لیکن اپنی خوشیوں میں وہ اپنے دسترخوان کی طرح اپنے دوست کو بڑی فراخدلی سے شریک کر لیتے ہیں۔ وہ تنہائی میں روتے ہوں تو ہوں محفلوں میں تو انہیں ہمیشہ قہقہوں کے تازہ گلاب بکھیرتے ہی پایا ہے۔ شاید اپنے ماضی سے اس طرح انتقام لے کر وہ نفسیاتی تسکین حاصل کرتے ہوں۔

گوھر صاحب بڑے ہنس مکھ انسان ہیں۔ خوش مزاجی اور زندہ دلی ان کی سرشت میں شامل ہے۔ آپ برسوں اُن کے ساتھ رہیں لیکن اُن کی رُوح کے بوجھل غموں کا اندازہ کبھی نہیں کر پائیں گے کیونکہ وہ ہر وقت اُن پر قہقہوں اور خوش گپیوں کا رنگین نقاب ڈالے رہتے ہیں۔ حیرت کی بات ہے کہ اتنا دُکھی ہونے کے باوجود وہ اتنے زندہ دل بھی ہیں۔ مجھ سے اگر اُن کے آدھے دُکھ دے کر صرف ایک مسکراہٹ کی فرمائش کی جائے تو میں اس کی تعمیل سے سچ مچ معذوری ظاہر کر دوں گا۔ لیکن گوہر صاحب ہیں کہ ہر وقت ہنستے رہتے ہیں بلکہ صرف ہنسنے پر ہی اکتفا نہیں کرتے، دوسروں کو بھی ہنساتے ہیں، گدگداتے ہیں۔ مجھے کبھی مغموم دیکھ کر پہلے تو وہ سخت غصے میں آتے ہیں پھر خوش رہنے کے فوائد پر طویل لیکچر دیتے ہیں اس وقت تو گویا حکیم عمر

خیام اُن کی زبان سے اپنے فلسفۂ نشاط پر بات کر رہا ہوتا ہے۔ کئی بار ایسا بھی ہوا کہ محفل میں وہ کسی بات پر ناراض ہو گئے اور پھر بمشکل ایک منٹ کی خاموشی کے بعد پہلے سے زیادہ جوش و خروش سے اپنے دل رُبا لطیفوں اور قہقہوں سمیت میدان میں آ گئے اور تو اور لاہور جیسے مشینی شہر میں جیب کے اچانک خالی ہو جانے کا خوفناک حادثہ بھی ان کی زندہ دلی پر اثر انداز نہیں ہوتا اور ان کی شوخ طبعی میں پیٹ خالی ہوتے ہوئے بھی کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔ مجھے ایک خوبصورت عربی شعر یاد آ رہا ہے۔

افلاس کے شباب مقدس میں بارہا آیا ہے پوچھنے مرے گھر پر خدا مجھے

(وہ ایسا مرد کریم ہے کہ جب اُس کے پاس کچھ ہوتا ہے تو وہ اُس کے دوستوں سے چھپا ہوا نہیں ہوتا اور جب اُسے تنگ دستی گھیر لیتی ہے تو وہ کسی سے شکوہ نہیں کرتا)

گویا وہ اپنے مزاج کے فاتح ہیں اور اپنے سومنات نفس کے محمودِ اعظم! صبر و رضا، توکل و قناعت اور استغنا ان کی فطرت ثانیہ ہے۔ سادگی، فروتنی، عاجزی اور انکساری اُن کے مزاج کا خاصہ ہے۔ وہ جہاں ہوں وہی اُن کی دنیا ہوتی ہے اور اُسی میں وہ مگن رہتے ہیں۔ وہ چونکہ ہر وقت، ہر حال میں، ہر جگہ اور ہر ایک کے ساتھ خوش رہنے والے آدمی ہیں اس لیے کسی محفل کے لیے بھی اجنبی اور کسی قسم کے لوگوں کے لیے بھی بارِ خاطر نہیں بنتے۔

زآب آموختم در دہر رسم آشنائی را کہ در ہر رنگ شامل می شود بنگر صفائی را

خورشید عالم گوہر قلم کو فن خطاطی میں امام الخطاطین، رئیس الاساتذہ حافظ محمد یوسف سدیدی سے شرف تلمذ حاصل ہے اور اسی طرح اُن کا تعلق براہ راست ''دبستان زریں رقم'' سے ہے۔ اس کے باوجود انہوں نے مجدد فن عبدالمجید پرویں رقم کے منفرد اسلوب سے بھرپور نظری استفادہ کیا ہے۔ اُن کے ہاں اس دبستان کی تمام خصوصیات پوری نفاستوں اور نزاکتوں کے ساتھ جلوہ گر نظر آتی ہیں۔ اس دبستان کے منفرد فنی اسرار و رموز سے وہ پوری طرح واقف ہیں۔ اُن کے خط میں ایک فطری بے ساختگی اور ایک خداداد نکھار ہے۔ اُن کا فن پارہ دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتی ہیں:

حقا کہ زحسنِ خط مشکیں رقمت گرویدہ سواد چشم مردم روشن

اور زبان سے بے ساختہ یہ شعر نکلتا ہے:

ایں تازہ رقم از قلم کیست کہ بادا جان و دل من ہر دو خدائے قلم اُو

گوہر قلم کے لکھنے کی رفتار بھی ناقابل یقین حد تک تیز ہے۔ اگر چہ وہ اس فن لطیف میں کسی خاص صنف کے موجد یا کسی الگ دبستان کے بانی نہیں تاہم اساتذہ کے اُسلوب میں انہوں نے انتہائی کمال حاصل کر لیا ہے اور اُن کے فن کی جامعیت مسلم الثبوت ہے۔ انہیں نستعلیق، نسخ، ثلث، کوفی، ریحان، گلزار، رقاع، شکستہ، طغرا، دیوانی، توائم، معکوس، اور محقق کی بیسیوں ذیلی اقسام پر کامل دسترس حاصل ہے۔ ڈیزائن حاشیہ، جلی نگاری اور خفی نگاری میں بھی مہارت تامہ رکھتے ہیں۔

اُن کے کتبات کی کرسی میں ایک خاص تناسب اور آہنگ ہوتا ہے۔ وہ انفرادی حروف کے ساتھ ساتھ عبارت کی مجموعی ہیئت پر بھی خصوصی توجہ دیتے ہیں۔ ایک جمال پرست آرٹسٹ کی طرح وہ جمالیاتی تقاضوں کو کہیں بھی نظر انداز نہیں کرتے۔ شاید اُنہی کے متعلق کہا گیا ہے کہ:

ہر حرفے ازاں شگفتہ باغے افروختہ ترز شب چراغے

حروفش چہرہ آرائے گلستان سطورش رُونمائے سنبلستان

دنیا نے گوہر صاحب کو ابھی وہ مقام نہیں دیا جس کے وہ درحقیقت اہل ہیں۔ میرے خیال میں اس میں سارا قصور اُن کی اُفتادِ طبع کا ہے۔ نہ انہیں خوشامد آتی ہے اور نہ چاپلوسی اور نہ ہی انہیں شہرت وعزت اور دولت اور خودداری کا لحاظ کرتے ہیں۔ وہ فن کی حرمت وتقدیس کے امین ہیں۔ حالات انہیں آج تک فن کی ابرو بیچ ڈالنے کی ذلت تک نہیں لے آئے اور ایسے لوگوں کو تو یہ دُنیا سانس لینے کا حق بھی بمشکل دیتی ہے۔

اس دور میں وہ لوگ کہاں جائیں خدایا جو کان نمک میں بھی نمک ہو نہیں سکتے

فن:..... کوئی معمولی چیز نہیں ہے کہ بس ہاتھ پاؤں ہلائے بغیر ہی بیٹھے بٹھائے حاصل ہو جائے بلکہ یہ ایک ایسی متاع گراں بہا ہے جو ہزاروں جتن کرنے کے بعد ملتی ہے۔ فن کی صبیح وملیح دیوی ہر کسی پر مہربان نہیں ہو جاتی بلکہ وہ صرف اُس جری غازی پر اپنے مقدس آنچل کا سایہ ڈالتی ہے جو مصائب وآلام کے ہزاروں کوہ قاف سر کر چکا ہے۔

ڈسوایا ہے پھنکارتے سانپوں سے بدن کو تب جا کے یہ اک دولت فن ہاتھ لگی ہے

فن:.....ایک ایسی ارفع و اعلیٰ نعمت ہے جس کی تخلیق کے لیے انسان کو بشری سطح سے بلند ہو کر عرفان وجدان اور ماورائیت ولا انتہائیت کی سرمدی وادیوں میں کھو جانا پڑتا ہے، فنکار کو تخلیق فن کے لیے تعرِ ذات کے ہزاروں حوصلہ فرسا مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔

کچھ ایسی سہل ہیں فن کی منفرد تخلیق خدا بھی میری طرح پہروں سوچتا ہو گا

میں نے گوہر قلم پر بھی کئی بار استغراق وانہماک کی ایسی ہی مجذوبانہ کیفیت طاری دیکھی ہے اور ایسے عالم میں یوں محسوس ہوتا ہے کہ گویا اس دنیا سے ان کا ہر رشتہ، ہر رابطہ منقطع ہو چکا ہے اور وہ روحانی طور پر کسی اور ہی دنیا میں منتقل ہو گئے۔ ایسی حالت میں وہ سہولت و تحیر اور دم بخود سے ہو جاتے ہیں گویا کوئی طُورِ معنیٰ اُن کی چشم باطن کے سامنے برسر کرشمہ ہے۔

فن میں از خود رفتگی کے اِسی ریاض مسلسل کے طفیل اُن کے ہاں وہ خاص درد و سوز بھی بدرجہ اتم موجود ہے جو کسی بھی فن کی جان اور روح ورواں کی حیثیت رکھتا ہے۔ بقول احمد فراز:

فن تو کرب مسلسل کے اظہار کا نام ہے
کرب کا سحر ٹوٹے
تو بت.....ایک بے ڈول پتھر ہے
نغمہ.....فقط ایک بے کیف آواز
اور شاعری.....صرف لفظوں کی بے جان سطریں''

اِسی سوز پیہم اور کرب لامتناہی نے اُن کے فن کو حیات جاوداں بخش دی ہے اور اب ان کے قلم کی ہلکی سے ہلکی جنبش بھی حسن کے بحر ذخار کو دائروں اور قوسوں اور نقطوں میں کوزہ بند کر دینے کی صلاحیت رکھتی ہے۔

جب حافظ محمد یوسف سدیدی صاحب سعودی عرب میں تھے تو انہوں نے وہاں سے اپنے ایک عقیدت مند شیخ شمس الحق (لاہور) کے نام اپنے خط میں لکھا.....''میرے لیے یہ بات بڑی اطمینان بخش ہے کہ پاکستان میں خورشید عالم گوہر قلم جیسے نوجوان خطاط خدمت فن میں مصروف ہیں اور اسی وجہ سے میں پاکستان میں خطاطی کے روشن مستقبل کے متعلق پُر اُمید ہوں۔''

گوہر قلم کے فن کے متعلق اُن کے استاد کی عطا کردہ یہ سند اُن کے چاہنے والوں کے لیے انتہائی

مسرت بخش ہے اور فن کے متعصب ناقدین کے لیے یقیناً تکلیف دہ ہوگی۔

صدر جنرل ضیاء الحق مرحوم، راجہ ظفر الحق سابق صدر غلام اسحٰق خان، میر علی تالپور، الحاج محمد عباسی، ملک اللہ یار، جنرل موسیٰ خان مرحوم اور خواجہ صفدر جیسے اہم لوگوں کے علاوہ ہزاروں سول اور فوجی حکام، جج، وکیل، اساتذہ، شاعر، ادیب، صحافی، علماء، مشائخ اور خطاط ان کے مداحوں میں شامل ہیں۔ راولپنڈی کے شالیمار ہوٹل میں ۲۱ مئی ۱۹۸۱ء کو صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق اُن سے ملاقات کے لیے اچانک خود تشریف لائے تھے۔ ایک سربراہ مملکت کی کسی فنکار کو اتنی اہمیت دینے کی یہ پہلی تاریخی مثال تھی۔ اُن کے فن پارے مختلف قومی عجائب گھروں، آرٹ گیلریوں اور مشہور پبلک مقامات کی زینت ہیں۔

خورشید گوہر قلم کو دنیا بھر میں پہلی بار قرآن کریم کو تین سو مختلف رسم الخط میں لکھنے کا منفرد شرف و اعزاز حاصل ہوا ہے اور یہ بلاشبہ ایک عظیم مذہبی خدمت اور بے مثال فنی کارنامہ ہے جو رہتی دنیا تک یاد رکھا جائے گا۔ گوہر صاحب جس محبت اور خلوص سے قرآن کریم کی کتابت کے لیے وقف ہو کر رہ گئے ہیں وہ اُن کی اُخروی بھلائیوں کا ضامن ہے۔ اس قرآن کریم کا ایک پارہ زیورِ طبع سے آراستہ ہو چکا ہے۔

باقی مکمل قرآن کریم کو 1990ء میں ایک پروقار تقریب میں وزیر اعظم پاکستان نے فیصل مسجد اسلام آباد کے مرکزی ہال میں تین الگ الگ شوکیسوں میں رکھوا دیا جنہیں آج تک عوام اور غیر ملکی سربراہوں کی ایک کثیر تعداد نے دیکھ کر خراج تحسین پیش کیا ہے۔ اس میں گوہر صاحب نے قرآنی خطاطی کی پوری چودہ صدیوں پر محیط تاریخ سمیٹ کر رکھ دی ہے اور یہ خطاطی کے شیدائیوں کے لیے ایک تاریخی دستاویز کی حیثیت اختیار کر گیا ہے۔ فن کتابت پر اُن کی تصانیف نقش گوہر، نصاب خطاطی، اعجاز خطاطی، سیکرٹس آف کیلیگرافی، مرقع گوہر، مرقع لوح وقلم، جوہر القلم بھی چھپ کر انتہائی مقبولیت حاصل کر چکی ہیں اور اس بار شائقین کے اصرار پر وہ فنون خطاطی پیش کر رہے ہیں۔ قرآنی خطاطی میں ان کی بے لوث خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے حکومت پاکستان نے انہیں کئی اعزازات وانعامات سے نوازا ہے۔ اُن کے فن پاروں کی

نمائشیں ملک کے مرکزی شہروں میں وسیع پیمانے پر اکثر منعقد ہوتی رہتی ہیں۔ ملک کے مقتدر اخبارات و جرائد بڑی بڑی سرخیوں اور ریڈیو اور ٹی وی اپنے خصوصی پروگراموں میں ان نمائشوں کی روداد پیش کرتے ہیں۔ جنگ میگزین کے سرورق اور پاکستان ٹیلیویژن کی سکرین پر تو گوہر صاحب کئی بار جلوہ افروز ہو چکے ہیں۔ ریڈیو اور ٹی وی پر اُن کے اہم انٹرویو اکثر نشر ہوتے رہتے ہیں۔ سعودی عرب، مصر، ایران اور برطانیہ کے بڑے بڑے اخبارات نے بھی گوہر قلم کی فنی عظمتوں کا اعتراف کیا ہے۔ فن تقریر میں بھی وہ بالکل اپنی طبیعت کا ایک پرتو ہیں۔ اُن کی نرم، مدھم، جچی تلی اور اثر انگیز تقریر بالکل نسیم سحری کا ایک تازہ جھونکا محسوس ہوتی ہے۔ ایک ایسا لطیف جھونکا جو کانوں کے راستے سے داخل ہو کر رُوح کو سرشار کر دیتا ہے۔ گوہر صاحب علم و ادب کا بھی پاکیزہ ذوق رکھتے ہیں۔ غزل اُن کی سب سے پسندیدہ صنف سخن ہے اور ہر اچھا شعر اُن کے حافظے کی ضخیم فائل میں لگ جاتا ہے۔ طلبہ اور علمائے کرام کا احترام وہ تہ دل سے کرتے ہیں۔ اولیائے عظام سے انہیں عشق ہے اور ان کے قرب کو وہ قرب الٰہی کا ذریعہ جانتے ہیں۔ صبح و شام بلاناغہ ذکر خفی و جلی کرنا ان کا پختہ معمول ہے اور وہ اپنی کامیابیوں کو اس کا ثمرہ قرار دیتے ہیں۔

گوہر قلم کو اُن کی فنی خدمات کے اعتراف میں صدر پاکستان نے 1992ء میں صدارتی اعزاز برائے حسن کارکردگی پرائیڈ آف پرفارمنس عطا کیا۔ گورنر بلوچستان نے جنرل محمد موسیٰ خان مرحوم (سابق گورنر مغربی پاکستان و کمانڈر انچیف افواج پاکستان 1965ء) نے اپنے خطاب میں گوہر قلم کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ گوہر قلم کا فن ہمیشہ زندہ رہے گا اور اُن کی فنی خدمات ہر پاکستان کے لیے قابل فخر ہیں۔ (اگست 1990ء ادارہ ثقافت بلوچستان)

دربار حضرت داتا گنج بخشؒ کی تعمیر توسیع کے موقع پر گوہر قلم نے خطاطی کے انمول موتی بکھیرے ہیں اُنہوں نے 308 فٹ طویل سورۃ رحمٰن اور 108 فٹ طویل دور دِتاج خط نستعلیق لاہور میں لکھ کر ایک انمٹ مثال قائم کی ہے۔ علاوہ ازیں حضرت داتا گنج بخشؒ کی لوح مزار لکھنے کا بھی انہیں شرف حاصل ہے۔ گوہر قلم پاکستان کے پہلے خطاط ہیں کہ جن کا کام برٹش میوزیم لندن نے خرید کر اُسے مستقل مجموعے میں شامل کیا ہے اور غالباً وہ پہلے خوش نصیب ہیں کہ میوزیم کی

کمیٹی نے اُن کی طرف سے بھیجے گئے تمام فن پارے خریدنے کا چند منٹوں میں فیصلہ کر لیا۔ علاوہ ازیں پورے ہندوستان اور پاکستان کے وہ پہلے خطاط ہیں کہ جن کے خطاطی کے فن پارے اشمولین میوزیم آکسفورڈ نے حاصل کیے۔

جب سعودی عرب کے ولی عہد شہزادہ عبداللہ بن عبدالعزیز پاکستان آئے تو حکومت پاکستان نے اُن کا فن پارہ شالیمار باغ میں 26 اکتوبر 1998ء کو ایک تقریب میں پیش کیا یہ بے شمار اقسام خط کا نمونہ تھا جسے ولی عہد نے بے حد پسند کیا۔ 1994ء میں اُن کا ایک فن پارہ شیخ زید بن سلطان مرحوم نے ایک نمائش سے خود خریدا۔ 2003 میں ایران کے صدر خاتمی کے دورہ پاکستان کے موقع پر گوہر قلم کا ایک اور عظیم الشان فن پارہ انہیں حکومت کی طرف سے پیش کیا گیا جسے ایرانی صدر نے بے حد سراہا۔ گوہر قلم پاکستان کے پہلے کثیر التصانیف مصنف ہیں اور اس فن پر ان کی تحقیق جاری رہتی ہے۔ خطاطی کے سلسلے میں اُن کی خدمات قابل تعریف ہیں۔ بلوچستان میں ہر سال وہ خطاطی کی کلاس منعقد کرتے ہیں اور وہاں پر تقریباً 1600 طلبا و طالبات کو تربیت دے چکے ہیں۔ گوہر خطاطی اکیڈمی میں اُن سے تین ہزار کے قریب قریب طلبا و طالبات 16 برس کے عرصہ میں استفادہ کر چکے ہیں۔ نیشنل کالج آف آرٹس میں آج کل خطاطی کی کلاس میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

اس قوم کی یہی تو بدنصیبی ہے کہ فنکار زندہ ہو تو اس کی اہمیت سے آگاہ ہی نہیں ہوتی اور مر جائے تو اُسے پوجنے لگ جاتی ہے اور یہ عادت مُردہ قوموں کی ہوتی ہے، جو قومیں زندہ لوگوں کے جوہر پہچانتی ہیں اور انہیں شایان شان مقام عطا کرتی ہیں۔ آخر میں حضرت گوہر قلم کے لیے دل کی اتھاہ گہرائیوں سے یہ دُعا ہے کہ:

جہاں را از کلک تو دامن پر شکر، بادا　　بہ ریحان خطت دل ہائے گلشن تازہ تر بادا

رشید بٹ (پرائیڈ آف پرفارمنس):

آپ ہمارے ملک کے صف اول کے خطاط ہیں۔ خط نسخ، ثلث، کوفی اور دیگر رسوم الخطوط پر کامل عبور رکھتے ہیں۔ آپ نے پاکستان کا نام عالمی سطح پر روشن کیا ہے۔ آپ پاکستان کے واحد خطاط ہیں کہ جن کا نام کرسٹی بک لندن میں شامل ہے۔ آپ نے داتا دربار مسجد میں خط

کوفی میں قابل قدر خطاطی کی۔ آپ نے سینٹ ہال اسلام آباد کے علاوہ پاکستان کے کئی اہم مقامات اور بین الاقوامی سطح پر لندن، امریکہ، دوبئی اور دیگر اسلامی ممالک میں مساجد و اہم مقامات پر خطاطی کے نادر شہ کار تحریر کیے جن کو عالمی سطح پر بہت پذیرائی ملی ہے۔ آپ نے ایران، ترکی، شارجہ، لندن، نیویارک، کیلیفورنیا میں خطاطی کی عظیم الشان نمائشیں منعقد کر کے پاکستان کا نام روشن کیا ہے آپ کو بے شمار اعزازت وانعامات ملے ہیں۔ آپ کو صدر پاکستان نے پاکستان کے اعلیٰ ترین اعزاز پرائیڈ آف پرفارمنس سے نوازا۔ رشید بٹ کے فن میں خوبصورت لچک اور بانکپن ہے اُن کے فن پارے صحیح معنوں میں عالمی معیار کے حامل ہوتے ہیں۔ اُن کے قلم کا خاص پہلو یہ ہے کہ اُس میں قلم کا فطری حسن برقرار رہتا ہے۔ آپ کے فن پارے پاکستان اور دیگر ممالک میں یکساں مقبول ہیں اور آپ کے فن پارے شائقین فن بھاری نذرانہ دے کر خریدتے ہیں اور اپنے گھروں میں آویزاں کرنا باعث فخر سمجھتے ہیں۔ آپ کے فن میں پاکیزگی اور تقدس بخوبی نظر آتے ہیں۔ آپ اپنے فن پاروں میں نقاشی و تذہیب کا بطور خاص اہتمام کرتے ہیں۔ آپ کو یہ بھی اعزاز حاصل ہے کہ طویل عرصہ تک آپ نے پاکستان ٹیلیویژن پر خطاطی کا تربیتی پروگرام ہر ہفتے باقاعدگی سے پیش کیا جسے عوام اور طلبا و طالبات میں بے حد پذیرائی حاصل ہوئی مگر اس زبردست پسندیدگی کے باوجود ٹی وی پر اس پروگرام کو بند کر دیا گیا جس سے شائقین خطاطی کی بہت حوصلہ شکنی ہوئی اور لوگوں نے اس پر کافی غم و غصے کا بھی اظہار کیا۔ مگر شاید پاکستان کے عوام کی قسمت میں نشریاتی اداروں کے ذریعے مؤثر انداز میں علم وفن کا حصول ممکن نہیں ہے۔

رشید بٹ صحیح معنوں میں پاکستان کے نمائندہ خطاط ہیں اور آپ کے بیرون ممالک مقبولیت و شناخت حاصل ہے۔ آپ پاکستان کی کیلیگرافر ایسوسی ایشن کے صدر کی حیثیت سے خطاطی کے فروغ کے لیے سرگرم عمل ہیں اور اسلام آباد میں آپ کا گھر اہل علم وفن کی توجہ کا مرکز ہے۔

محمود اللہ صدیقی (مرحوم):

آپ ممتاز خطاط جناب عبدالمجید پرویں رقم کے تلامذہ میں سے تھے۔ آپ کے ہاتھ میں جدت وقدرت تھی۔ آپ ملنسار، خلیق اور دوست نواز شخصیت تھے۔ مرتب سے محبت فرماتے تھے۔ جن دنوں میری اُن سے ملاقات ہوئی اُن دنوں غالباً (1976 یا 1977) وہ داتا دربار

مارکیٹ میں پیر محمد کرم شاہ صاحب رحمتہ اللہ کی تفسیر کی کتابت کر رہے تھے اور یوں اُن سے ملاقات ہوتی رہتی تھی۔ اُن کے صاحبزادے خالد محمود صاحب اُن کے ہمراہ ہوتے تھے۔ علامہ اقبال کا تمام کلام جواز سرِ نو کتابت ہوا وہ جناب صدیقی مرحوم کا شاہکار ہے اور اُنہوں نے خوب جناب پرویں رقم کی طرز کو اپنایا ہے۔ فرق کرنا مشکل ہو جاتا ہے آپ ایک حادثے میں زخمی ہو کر کراچی میں واصل بحق ہوئے۔

خوشی محمد ناصر قادری خوش رقم (مرحوم):

آپ بھی خطاط عصر جناب عبدالمجید پرویں رقم کے تلامذہ میں سے تھے۔ آپ کے ہاتھ میں زبردست پختگی اور صفائی تھی۔ آپ عمامہ باندھتے تھے۔ آپ کی مجلس اہل ذوق و محبت کی مجلس ہوتی تھی۔ منکسر المزاج اور حلیم الطبع تھے۔ آپ بھی پروینی نستعلیق میں عبور رکھتے تھے۔ آپ نے بے شمار کتابوں کی کتابت کی جن میں مہر منیر اور حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ کی کتابیں دیکھنے کے قابل ہیں۔ مرتب کے ساتھ ہمیشہ شفقت و محبت سے پیش آتے۔ 1980ء کی دہائی میں آپ نے وفات پائی۔

احمد حسین سہیل رقم (مرحوم):

آپ خطاط مشرق جناب عبدالمجید پرویں رقم کے اوّلین شاگردوں میں سے تھے آپ کو بھی خط نستعلیق میں پورا عبور حاصل تھا۔ آپ نے پروین طرز میں خاص اسلوب اختیار کیا۔ آپ نے بے شمار کتابوں کی کتابت کی۔ آپ کے شاگردوں کی ایک بڑی تعداد تھی جن میں شریف گلزار مرحوم بہت شہرت کے مالک تھے۔ آپ کے قلم میں بانکپن اور جدت بخوبی نظر آتے ہیں۔ لاہور میں وفات پائی۔

سید کلب عباس تمکین رقم (مرحوم):

آپ سرگودھا کے رہنے والے تھے۔ آپ نے خطاطی کی تربیت اپنے والد جناب وزیر حسین شیرازی سے حاصل کی۔ آپ کو خط نستعلیق اور نسخ میں دسترس حاصل تھی۔ کتابوں کی کتابت اور پوسٹروں کی کتابت کے لیے بہت مشہور تھے۔ بہت سی کتابوں کی کتابت کی اور سنگ مرمر کے

کئی کتبوں کی خطاطی کی۔ بے شمار شاگردوں کو تربیت دی 1998ء میں سرگودھا میں دل کے عارضہ میں مبتلا ہو کر وفات پائی۔ مرتب کے ساتھ محبت فرماتے تھے۔

سید وزیر حسین شیرازی (مرحوم):

آپ قیام پاکستان سے پہلے کے نامور خطاطوں میں شمار ہوتے تھے۔ آپ نے لیتھو طباعت میں کئی کتابوں کی کتابت کی۔ آپ کے صاحبزادے کلب عباس تمکین رقم مرحوم ایک اچھے خطاط تھے۔ شیرازی مرحوم انجمن خوشنویسان سرگودھا کے صدر بھی رہے۔ آپ کی بیٹھک سرگودھا کے قدیم مراکز فن میں شمار ہوتی ہے۔

مولانا علامہ سید محمد حسین نیلوی:

آپ ایک جید عالم دین، فاضل اجل اور کتابوں کی کتابت کے ماہر ہیں۔ آپ نے خط نستعلیق میں دسترس حاصل کی۔ آپ کی یہ خوبی ہے کہ اپنی کتابوں کا مسودہ لکھنے کی بجائے کتابوں کو براہ راست کتابت کرتے رہے۔ اس سے آپ کے علمی مقام کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ آپ کو سرگودھا کے علمی و دینی حلقوں میں بے حد قدر و منزلت حاصل ہے آپ سے سینکڑوں شائقین فن نے استفادہ کیا۔

محمد حسن واسطی:

آپ جناب علامہ نیلوی کے صاحبزادے ہیں۔ آپ نے خطاطی کی تربیت ممتاز پینٹر جناب اُستاد صفدر صاحب اور اپنے والد محترم سے حاصل کی۔ آپ ممتاز خطاط سید انور حسین نفیس رقم سے متاثر ہیں۔ آپ نے پاکستان کے اکثر قومی اخبارات میں کام کیا۔ آج کل سرگودھا میں سکونت پذیر ہیں۔ موجودہ کتابت سے علیحدہ ہیں۔ لیکن کبھی کبھی قلم سے استفادہ کرتے ہیں۔ خط نستعلیق اور نسخ کے بہت اچھے لکھنے والے ہیں۔

محمد صدیق فیصل آبادی:

آپ فیصل آباد کے جید خطاطوں میں شمار ہوتے ہیں۔ خالد یوسفی، علی احمد صابر اور غلام

رسول منظر رقم نے آپ سے اکتساب فن کیا۔ آپ کے شاگردوں کی تعداد کافی زیادہ ہے آپ کے مزید حالات معلم نہیں ہو سکے۔

محمد بشیر احمد (مرحوم):

آپ سرگودھا کے انتہائی معروف خوشنویس تھے۔ آپ نے تمام عمر ثنائی پریس سرگودھا میں گزاری آپ کو پوسٹر نویسی میں کمال حاصل تھا۔ آپ سرگودھا کے اُن اولین خوشنویسوں میں شمار ہوتے ہیں جو صاحبِ طرز تھے۔ آپ کو جلی اور خفی دونوں انداز میں کمال حاصل تھا۔ بہت زود نویس تھے اور آپ کے شاگردوں کی تعداد بہت زیادہ ہے آپ نے اکثر کتابت لیتھو میں کی۔ اُن دنوں سرگودھا میں صرف لیتھو پریس تھے۔ آپ ایک ہمدرد ملنسار اور شفیق انسان تھے۔ اسّی کی دہائی میں وفات پائی۔ آپ کے دو بھائی محمد خالد اور محمد افضل بھی ماہر خوشنویس تھے۔ مرتب کے ساتھ شفقت سے پیش آتے تھے۔

منور بشیر:

یہ خوشنویس بشیر احمد مرحوم کے صاحبزادے ہیں۔ آج کل کتابت کر رہے ہیں انہوں نے خطاطی کی تربیت اپنے والد اُستاد بشیر مرحوم سے حاصل کی۔ خط نستعلیق میں عبور رکھتے ہیں۔ پوسٹر اور کتاب نویسی میں کامل مہارت حاصل ہے۔

حاجی محمد اعظم منور رقم (مرحوم):

آپ عبدالمجید پرویں رقم کے تلامذہ میں سے تھے اور آپ نے جناب پرویں رقمؒ سے اکتساب فن کیا۔ خط نستعلیق میں آپ کو عبور حاصل تھا۔ آپ کی بیٹھک خطاطی کا ایک تربیتی ادارہ تھی۔ آپ نے نگارستان اور تدریس خطاطی کے نام سے دو مرقع لکھے۔ آپ پرویں رقم مرحوم کے انتہائی معتقد تھے۔ خطاطی میں نت نئے تجربات کرتے تھے۔ بہت سے دانشوروں اور اہل فن نے آپ کو بھرپور خراج تحسین پیش کیا۔ آپ کو پرویں رقم مرحوم کا جانشین کہا جاتا تھا۔ آپ عابد و زاہد شخصیت تھے۔ آپ کے بارے میں محمد عالم مختار حق کا مقالہ دیکھنے اور مطالعہ کے لائق ہے ممتاز

خطاط صوفی خورشید عالم خورشید رقمؔ نے آپ کو منظوم خراج تحسین پیش کیا۔

محمد بخش جمیل رقم:

آپ پاکستان کے جید نستعلیق نگاروں میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ کو قطعات نویسی اور پوسٹر نویسی میں کمال حاصل تھا۔ آپ کے تحریر کردہ پوسٹر بہت خوبصورت ہوتے تھے۔ آپ نے بے شمار قطعات کی خطاطی کی جن میں نستعلیق نگاری بہت بلند نظر آتی ہے۔ آپ کے شہ پارے لاہور عجائب گھر کی بھی زینت ہیں۔ آپ نے رنگوں کے ساتھ بھی خطاطی کی۔ آپ کی تحریر کردہ خط نستعلیق کی ابجد بہت خوبصورت ہے۔ آپ کو کئی مرتبہ انعامات و اعزازت سے نوازا گیا۔ روزنامہ امروز لاہور میں آپ نے فن پارے نمایاں انداز میں شائع ہوتے تھے۔ آپ نے خطاطی کی تربیتِ غلام محمد جہانگیر رقمؔ سے حاصل کی جو ممتاز خطاط حاجی دین محمد کے صاحبزادے تھے۔

احدی قلمکار:

احدی قلمکار نہ صرف ایک اچھے خطاط تھے بلکہ اچھے آرٹسٹ بھی تھے۔ اُن کے خط نستعلیق میں بانکپن اور حسن و جمال نمایاں نظر آتے ہیں۔ اُنہوں نے خود کو ایک کمرے میں مقید کر رکھا ہے صرف لازمی ضرورت کے لیے نکلتے ہیں۔ گھر سے بالکل باہر نہیں آتے۔ مرتب سے اُن کی ملاقات ہوئی تھی انہوں نے خصوصی شفقت فرمائی تھی اور اپنے فن پارے دکھائے تھے۔ احدی قلمکار کا کام لاہور عجائب گھر کی بھی زینت ہے۔

شوکت منہاس:

آپ خطاط بھی ہیں اور ایک اچھے بورڈ نویس بھی ہیں۔ آپ نے ایران میں چار سال میں خطاطی کی مشق کی۔ لاہور میں سید انور حسین نفیس رقمؔ سے باقاعدہ اکتساب فن کیا۔ آپ ممتاز خطاط حافظ محمد یوسف کی تقلید میں نستعلیق لکھتے ہیں۔ آپ کو خط ثلث، نستعلیق، نسخ اور دیگر عربی رسوم الخطوط پر مہارت حاصل ہے آپ نے ممتاز خطاط اُستاد صلاح شیرزاد سے اصلاح خط لی۔ آپ مستقل طور پر بورڈ نویسی کرتے ہیں۔ آپ کے تحریر کردہ بورڈ اور دیگر فن پارے خطاطی کا عمدہ شاہکار ہوتے ہیں۔

اُستاد بشیر احمد:

آپ کا یہ اعزاز ہے کہ آپ دنیا بھر میں منی ایچر آرٹ کے بلند پایہ مبلغ واُستاد ہیں اس خالص اسلامی فن کی ترویج کے لیے آپ نے نیشنل کالج آف آرٹس میں ایک عمر گزار دی ہے۔ آپ نے منی ایچر آرٹ میں ممتاز مصور اُستاد شجاع اللہ سے تربیت لی جو ممتاز ترین خطاط جناب اُستاد رحیم اللہ کی اولاد سے تھے۔ اُستاد بشر احمد صاحب کو منی ایچر کے ساتھ ساتھ خطاطی سے بھی گہرا لگاؤ ہے اس لیے آپ نے نیشنل کالج آف آرٹس میں منی ایچر کے شعبے میں خطاطی کا اجراء کیا اور مرتب کی خدمات حاصل کیں۔ بعدازاں آپ کی کوششوں سے ہی ہائر ایجوکیشن کمشن بورڈ اسلام آباد نے پاکستان بھر کی یونیورسٹیوں اور کالجوں کے لیے خطاطی کو بطور مضمون نصاب میں شامل کیا۔ آپ اگرچہ خط نستعلیق میں بھی لکھتے ہیں مگر آپ کو خط ثلث میں مہارت حاصل ہے۔ آپ نے خط ثلث اور کوفی میں قابل قدر فن پارے تحریر کیے۔ جنہیں قبول عام حاصل ہوا۔ آپ تمام بڑے خطاطوں کا کام دیکھتے ہیں اور اُن سے متاثر بھی ہیں۔ ساتھ ہی حیران کن حد تک چابکدست آرٹسٹ ہیں۔ آپ عبدالرحمٰن چغتائی کے ہم پلہ آرٹسٹ ہیں۔

سید تجمل حسین:

سید تجمل حسین نہ صرف ایک اچھے خطاط ہیں بلکہ خطاطی کے محقق اور مبصر فن بھی ہیں۔ ان دنوں لندن میں قیام پذیر ہیں۔ آپ کا کام برٹش میوزیم، اشمولین میوزیم اور دیگر بڑے بڑے بین الاقوامی اداروں میں موجود ہے۔ آپ خط ثلث، خط محقق اور نسخ میں مہارت رکھتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ خطاطی کی ترویج واحیاء کے لیے ایک متحرک شخصیت ہیں۔ آپ کے فن پارے بین الاقوامی سطح پر مقبول ہیں۔ آپ نے ڈاکٹر مارٹن لنگز، جیسی شخصیات سے خطاطی کی تحقیق کا علم حاصل کیا ہے آپ کی وساطت سے ہی مرتب کے فن پارے برٹش میوزیم اور اشمولین میوزیم کی زینت بنے ہیں۔ تجمل اُن خطاطوں میں سے ہیں کہ جو کلاسیکل روایات کا پوری دیانتداری سے تحفظ کرتے ہیں آکسفورڈ یونیورسٹی اور کئی بین الاقوامی یونیورسٹیوں میں خطاطی کے لیکچر دیتے ہیں جنہیں بہت پسند کیا جاتا ہے۔ آپ پر بڑے بڑے بین الاقوامی

جریدوں نے تعریفی مضامین شائع کیے ہیں۔ اکثر سربراہان حکومت سے ملاقات کی اور انہیں اپنے شاہکار تحفتاً دیئے۔

اللہ یار:

یہ نستعلیق اور نسخ کے اچھے خوشنویس ہیں۔ انہوں نے خطاطی کی تربیت مرتب سے حاصل کی۔ آج کل ڈنگہ ضلع گجرات میں سنگ مرمر کی خطاطی کرتے ہیں۔ انہوں نے بہت کم عرصے میں اپنا مقام بنایا ہے کافی تعداد میں لوگ اُن سے فیض یاب ہو رہے ہیں۔

زبیر احمد:

آپ خط ثلث، نستعلیق، نسخ کے اچھے خوشنویس ہیں۔ ان دنوں لاہور کے مختلف تعلیمی مرکز میں خطاطی کی تربیت دے رہے ہیں۔ آپ نوجوان خطاط ہیں۔ آپ نے خطاطی کی تربیت مرتب سے حاصل کی ہے۔ آپ نے کئی نمائشوں میں شرکت کی۔

محمد وارث:

آپ خط ثلث، نستعلیق، نسخ اور دیگر رسوم الخطوط میں مہارت رکھتے ہیں۔ آرٹ کی تربیت ممتاز مصور سعید اختر سے حاصل کی اور خطاطی کی تربیت مرتب سے حاصل کی آپ نے کئی نمائشوں میں شرکت کی اور آپ کے فن پاروں کو بے حد پسند کیا گیا آپ اچھے خوشنویس ہیں۔

سہیل قریشی:

سہیل نے خطاطی کی تربیت مرتب سے حاصل کی۔ اُن کا تعلق ڈیرہ غازی خان سے ہے۔ پوسٹر نویسی میں مہارت رکھتے ہیں۔ ان دنوں ڈیرہ غازیخان میں فنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

حافظ سعید احمد:

حافظ سعید احمد خطاط ثلث، نستعلیق اور نسخ میں مہارت رکھتے ہیں۔ حافظ صاحب نے کئی خطاطی کی نمائشوں میں شرکت کی آپ کا تعلق ضلع ملتان سے ہے۔ خطاطی کی تربیت مرتب سے

حاصل کی۔ آپ کے ہاتھ میں پختگی ہے۔ ان دنوں کئی تعلیمی اداروں میں خطاطی کی تربیت دے رہے ہیں۔

جاوید اقبال راجہ:

آپ اسلام آباد میں ایک تعلیمی ادارے کے سربراہ ہیں آپ نے خط نستعلیق کی تربیت راقم الحروف سے حاصل کی۔ آپ کے ہاتھ میں نزاکت و لطافت موجود ہے۔ آپ خطاطی کے بےلوث مبلغ ہیں۔ آپ ہر مقام پر خطاطی کو ہمیشہ مقدم رکھتے ہیں۔ ملنسار اور مخلص دوست ہیں۔

حافظ محمد صادق:

آپ کا تعلق کوئٹہ سے ہے۔ آپ نے خط نستعلیق اور ثلث کی تربیت راقم الحروف سے حاصل کی۔ آپ کوئٹہ میں خطاطی کے پرجوش مبلغ ہیں۔ آپ بورڈ نویسی میں کمال رکھتے ہیں۔ آپ کے بورڈ بہت خوبصورت ہوتے ہیں۔ آپ نے کئی مرتبہ انعامات و اعزازات حاصل کیے۔ آپ نے کئی نمائشوں میں شرکت کی۔

حامد سلیم مرزا:

آپ شعبہ صحافت سے وابستہ ہیں اور ایک اچھے نعت خوان بھی ہیں۔ آپ نے خطاطی کی تربیت راقم الحروف سے حاصل کی۔ خط نستعلیق، ثلث اور نسخ میں مہارت رکھتے ہیں۔ آپ کے کام میں پختگی اور نکھار ہے۔ بنیادی طور پر آپ کا تعلق گوجرانوالہ سے ہے مگر اِن دنوں کوئٹہ میں مقیم ہیں۔ کئی مرتبہ اعزازات وانعامات ملے۔

مقصود علی جواہر رقم:

آپ ہفت قلم خطاط ہیں۔ آپ نے خطاطی کی تربیت مختلف اساتذہ سے حاصل کی۔ راقم الحروف سے بھی اکتساب فن کیا۔ آپ کے قطعات دیکھنے کے قابل ہیں۔ پوسٹر نویسی اور قطعات نویسی میں آپ کو کمال حاصل ہے۔ آپ نے بے شمار نمائشوں میں حصہ لیا اور نمایاں اعزازات و انعامات حاصل کیے۔ راقم الحروف نے جب کوئٹہ میں خطاطی کی کلاسز کا سلسلہ شروع کیا تو آپ نے

بہت معاونت کی۔ ثلث، نسخ، نستعلیق میں مہارت رکھتے ہیں۔ آبائی علاقہ تو نسہ ہے مگر ان دنوں کوئٹہ میں مقیم ہیں۔ ایک عدد کتاب ''نوادرات'' تصنیف کی ہے جو طباعت کے مراحل میں ہے۔

حسن ذاکر نور:

ان کا تعلق کوئٹہ سے ہے۔ یہ ایک اچھے پینٹر ہیں۔ خط نستعلیق اور دیگر کئی خطوں میں مہارت رکھتے ہیں۔ ایک عدد اپنی انفرادی نمائش کرا چکے ہیں۔ اور کئی عدد نمائشوں میں حصہ لیا۔ کئی مرتبہ اعزازات وانعامات حاصل کیے۔ خطاطی کے پرجوش مبلغ ہیں۔

محمد اشرف ہیرا:

انہوں نے نیشنل کالج آرٹس لاہور سے خطاطی کورس کرنے کے علاوہ غلام رسول اور رشید بٹ سے خط کوفی سیکھا۔ یہ بہت سی عالمی وقومی نمائشوں میں حصہ لے چکے ہیں۔ خاص ترکی میں منعقدہ عالمی مقابلہ خطاطی 2004ء میں خط کوفی کے ''انسینٹو پرائز'' میں پہلا انعام حاصل کر کے دنیا کے کم عمر ترین خطاط ہونے کا اعزاز حاصل کرنے کے علاوہ پاکستان میں طالبعلم خطاطوں کے مابین منعقدہ خطاطی کے مقابلوں میں سب سے زیادہ مرتبہ اوّل انعامات حاصل کیے۔ ان دنوں موئف سے نستعلیق اور ثلث کی تربیت حاصل کر رہے ہیں۔

پیر عبدالحمید:

یہ موضع کالے والا ضلع گوجرانوالہ کے رہنے والے تھے۔ آپ 1899ء میں پیدا ہوئے اور معروف خطاط مولوی عبداللہ وارثی کی شاگردی اختیار کی۔ علاوہ ازیں انہوں نے عبدالرشید عادل گڑھی سے بھی اصلاح لی۔ پیر عبدالمجید نے ساری زندگی صرف قرآن پاک کی کتابت کی۔ انہوں نے کم وبیش تیس قرآن پاک لکھے۔ انہوں نے تاج کمپنی کیلئے کئی قرآن مجید لکھے اور ان کی طباعت کے سلسلے میں مشورے دیئے۔

مولوی فضل الٰہی مرغوب رقم:

آپ گوجرانوالہ کے نواحی گاؤں پنا کھہ میں پیدا ہوئے بعدازاں آپ لاہور آئے

اور مرغوب ایجنسی کے نام سے ادارہ قائم کیا۔ آپ خط نسخ اور نستعلیق میں یکتا تھے۔ معروف خطاط تاج الدین زریں رقم کے دادا اُستاد تھے۔

منشی محمد دین جنڈیالوی:

آپ ممتاز خطاط مولوی نظام دین کے بیٹے عہد حاضر کے بہت بڑے خطاط حافظ محمد یوسف دہلوی کے والد بزرگوار تھے۔ آپ اپنے دور کے مسلم الثبوت تھے۔ آپ کا لکھا ہوا ایک قرآن پاک امرتسر میں شائع ہوا اس میں یہ خوبی تھی کہ ہر سطر ''الف'' سے شروع ہوتی تھی۔ ایک اور قرآن پاک آپ نے اس انداز سے لکھا کہ اس کی ہر سطر ''ک'' پر ختم ہوتی تھی۔ آپ نے 1932ء میں برصغیر میں بنائے جانیوالے سب سے پہلے غلاف کعبہ پر آیات کریمہ کی سعادت حاصل کی۔ آپ کے تلامذہ میں سینکڑوں شاگرد تھے مگر ان کا کمال فن ان کے بیٹے محمد یوسف دہلوی اور بیٹی فاطمہ الکبریٰ میں منتقل ہوا۔ آپ نے 1943ء میں دہلی میں وفات پائی اور وہیں آسودہ خاک ہوئے۔

محمد رمضان راتھر مرحوم:

محمد رمضان راتھر کا نام صاحبان علم و دانش کیلئے بالکل غیر معروف نہیں۔ آپ اپنے دور کے بہترین استاد ہونے کیساتھ ایک شاعر اور مصور بھی تھے۔ آپ گورنمنٹ ایلیمنٹری کالج برائے اساتذہ کے تعلیمی رسالے ماہنامہ نور التعلیم کی خود کتابت کیا کرتے تھے۔ ان کی خطاطی میں روانی بھی تھی اور پختگی بھی۔ آپ 1979ء میں اس جہان فانی سے رخصت ہو گئے۔

حافظ محمد رمضان:

آپ وزیر آباد کے قاضی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ اعلیٰ پائے کے شاعر اور بے نظیر خوشنویس تھے۔ آپ نے ایک قطعہ لکھ کر مغل بادشاہ محمد شاہ کی خدمت میں کیا۔ بادشاہ نے خوش ہو کر انہیں پانچ سو بیگھہ زمین بطور انعام دی، سکھوں کی بربریت کا شکار ہو کر شہید ہوئے۔

غلام قادر مروت:

آپ معروض ادیب اور عالم قاضی فضل حق کے فرزند دلبند تھے۔ آپ بلند پایہ شاعر

ہونے کے ساتھ خوش نویسی میں اپنی مثال آپ تھے۔ آپ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے لڑکے شیر سنگھ کے اتالیق مقرر ہوئے اور اپنی علمی خدمات کے عوض رنجیت سنگھ سے ہزاروں بیگھہ زمین انعام کے طور پر پائی۔

مولوی سراج دین:

مولوی سراج دین جامع مسجد شیرانوالہ کے خطیب اور بلند پایہ خطاط تھے۔ آپ خط نسخ میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ آپ نے قرآن مجید کا ایک نسخہ بھی لکھا جو گوجرانوالہ کے شہریوں کی توجہ کا مرکز بن گیا۔ آپ نے 1310ء میں وفات پائی اور گوجرانوالہ میں دفن ہوئے۔

مولوی عزیز دین:

بے مثل خوش نویس مولوی عزیز الدین قلعہ دیدار سنگھ میں پیدا ہوئے بعدازاں آپ گوجرانوالہ آ گئے۔ آپ بہت اچھے خطاط تھے۔ آپ نواب صادق عباسی والیٔ بہاولپور کے دربار سے وابستہ رہے۔

مولوی نظیر حسین:

آنریری مجسٹریٹ مولوی نظیر حسین اپنے والد بزرگوار کی طرح اچھے خطاط تھے اور انہوں نے تمام عمر خطاطی کو اپنا پیشہ بنائے رکھا۔

ملتان شاہ:

آپ سوہدرہ کے رہنے والے تھے اور فن خطاطی میں انکا بہت بڑا مقام تھا۔

سید قطب الدین:

آپ گوجرانوالہ کے نواحی گاؤں کوٹلی مغلاں کے رہنے والے تھے۔ آپ اپنے وقت کے ولی کامل تھے۔ انکا سلسلہ نسب 47 واسطوں سے حضرت علیؓ سے جاملتا ہے۔ آپ اپنے وقت کے بڑے صاحب فن خطاط تھے۔ انہوں نے کئی فن پارے تخلیق کئے۔ انہوں نے آب زر سے

قرآن مجید کی خطاطی کی۔ دیوان سید قطب کا یہ شاہکار آج بھی کراچی عجائب گھر میں موجود ہے۔ ان کا یہ فن پانچویں نسل میں منتقل ہو چکا ہے ان میں دیوان مست، عمر، محمد نسیم آزاد، بخت قادری، شہزادہ محمد قمر، جلیل قادری اور سید محمد فاروق نعیم بھی کتابت کے فن سے وابستہ رہے ہیں۔

سید احمد ایمن آبادی:

آپ اپنے عہد کے بہت بڑے خطاط تھے۔ آپ ایمن آباد میں پیدا ہوئے آپ پہلے خطاط تھے، جن کا کام طبع ہوا۔ آپ لاہور میں ڈیرہ کاتباں میں کئی سال تک خطاطی کے جوہر دکھاتے رہے۔ آپ کی لکھی ہوئی وصلیاں آپ کے کمال فن کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ آپ کے دو فرزندوں کے علاوہ سینکڑوں شاگردوں نے آپ سے فن خطاطی سیکھا۔ آپ کا ذکر رائے بہادر کنہیالال کی کتاب میں بھی مذکور ہے۔ ممتاز خطاط عبدالمجید پرویں رقم آپ کے شاگردوں میں سے تھے۔

سید عنایت اللہ حسینی:

آپ ایمن آباد میں پیدا ہوئے۔ آپ اپنے وقت کے نامور عالم دین اور خطاط تھے۔ آپ ایمن آباد سے ہجرت کر کے بالا پور تشریف لے گئے اور وہیں دفن ہوئے۔ آپ نے 18 قرآن مجید لکھے جن میں چند ایک محفوظ ہیں۔

خلیفہ غلام محمد:

آپ سعید احمد ایمن آبادی کے بڑے صاحبزادے اور مرزا امام ویروی کے شاگرد رشید تھے۔ آپ بہت اچھے خطاط تھے۔ آپ جلد ہی اس دارِفانی سے رخصت ہو گئے اور میانی صاحب کے قبرستان میں دفن ہوئے۔

خلیفہ نور محمد:

آپ خلیفہ غلام محمد کے بھائی اور رسالہ شمشیر قلم لاہور کے مدیر تھے۔ آپ وقت کے بڑے استاد اور زود نویس تھے۔ ان کے ایک بھتیجے اور غلام محمد کے بیٹے خلیفہ حسن محمد نے بھی کافی نام کمایا۔ مہاراجہ جموں کے دربار سے منسلک رہے۔

مولوی احمد علی منہاس:

آپ بہت اچھے خولیس تھے۔ ان کے فن پارے لاہور میوزیم، فقیر خانہ اور پشاور میں ایم ایم شریف کے پاس ہیں۔

عادل گڑھی خاندان:

مولوی غلام رسول گکھڑ منڈی سے چند کلو میٹر دور ایک گاؤں عادل گڑھ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے سمبڑیال کے ایک مشہور خاندان سے فن خطاطی کے اسرار و رموز سیکھے۔ آپ اپنے دور کے نابغہ عصر خطاط تھے۔ آپ کے ہاتھ کا لکھا ہوا قرآن مجید آج بھی پشاور یونیورسٹی میں موجود ہے۔ آپ نے خطاطی کیساتھ ساتھ خطاطی کے فن کو پھیلانے کیلئے اہم کردار ادا کیا۔ آپ کے بیٹے مولوی نیاز احمد اپنے دور کے نامور خطاط تھے۔ کئی شاگردوں نے آپ کے فن کو نئی جہت دی۔

مولوی عبدالرشید عادلی:

آپ 1865ء میں موضع عادل گڑھ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے اپنے دادا سے اکتساب فن کیا۔ آپ خطاطی کے معاملے میں بہت سنجیدہ تھے اور اڑھائی ماہ میں قرآن مجید کی کتابت مکمل کرلیا کرتے تھے۔ آپ نے سو سے زائد قرآن مجید لکھے۔ آپ نے پشاور، لاہور میں بھی کام کیا۔ آپ محبوب رقم کے نام سے مشہور تھے۔ آپ کو خط نسخ اور خط نستعلیق میں کمال حاصل تھا۔ آپ نے خط نسخ میں ایک خاص اختراع کی، جسے عادل گڑھی طرز کہتے ہیں۔ آپ نے 19 نومبر 1961 میں وفات پائی۔

مولوی محمد حسین عادلی:

آپ مولوی نیاز احمد کے بیٹے اور غلام رسول کے پوتے تھے۔ آپ مبارک رقم کے نام سے مشہور ہوئے۔ آپ قرآن مجید کے عظیم خطاط تھے، خط نسخ، نستعلیق کے علاوہ خط ثلث میں بھی لکھتے تھے۔ آپ نے کتابت قرآن کے علاوہ کئی قطعات اور طغرے بھی لکھے۔ آپ نے 8 مئی 1964ء میں وفات پائی۔

مولانا غلام حیدر:

آپ 1873ء کو گکھڑ منڈی کے نواحی گاؤں فتح گڑھ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ایمن آباد کے نامور خطاط مولوی سید احمد ایمن آبادی کے فرزند حافظ نور احمد سے اکتساب فن کیا اور لاہور میں کتابت کا کام شروع کر دیا۔ آپ مولوی عبداللہ وارثی کے ہم عمر اور ہم مکتب تھے۔ آپ نے حضرت سلطان العارفین حضرت سلطان باہو کے سلسلہ کی کتب کی خطاطی کی۔ آپ نے 1983ء میں وفات پائی۔

مولوی محمد ابراہیم سلطانی:

آپ نے فن خطاطی میں اپنے والد بزرگوار سے اصلاح لی۔ فن خطاطی میں آپ کو کمال حاصل تھا۔ آپ حضرت سلطان باہو کی کسی نہ کسی کتاب کی چند سطریں ضرور لکھتے۔ جب کوئی کتاب مکمل ہو جاتی تو اسے جلد کر کے سجادہ نشین کی خدمت میں پیش کر دیتے۔

حافظ عبدالرشید:

حافظ عبدالرشید کا شمار موجودہ عہد کے بہترین خطاطوں میں ہوتا ہے۔ آپ نے فن خطاطی اپنے دادا محترم مولوی ابراہیم سلطانی سے سیکھا اور سلطانیہ دارالکتاب کے نام سے فن خطاطی کے فروغ کا ادارہ چلا رہے ہیں۔ آپ نے بہت سی کتابوں، اشتہارات اور طغروں کی خطاطی کی۔ آپ کے فنی محاسن کا ہر صاحب نظر معترف ہے آپ خطاطی کیساتھ شاعری پر بھی دسترس رکھتے ہیں۔ آپ پنجابی، اردو اور فارسی کے بہترین شاعر ہیں۔

اس کے علاوہ گوجرانوالہ میں فن خطاطی کی ترویج و اشاعت میں مندرجہ ذیل خوشنویسوں نے حصہ لیا۔ مولوی سید احمد، حافظ نور محمد، مولوی فضل حسین، مولوی محمد حیات، مولوی محمد حسین مولانا محمد خلیل، مولانا محمد ابراہیم، چوہدری وراثت حسین اور رقیہ بی بی زوجہ وراثت حسین، فضل الٰہی اور مقبول حسین آف مرید کے شامل ہیں۔

عبدالرزاق:

یہ کوٹ وارث کا پہلا باقاعدہ خطاط اور فن نسخ کا امام کہلاتا ہے۔ اس نے برصغیر میں

خطاطی خاص طور پر قرآن مجید کی خطاطی کو ایک نیا اسلوب دیا۔ ان کے نسخہ جات اگرچہ تاریخ کے صفحات میں نہیں ملتے۔ تاہم مورخین کی متفقہ رائے کے مطابق عبدالرزاق کو اپنے کام میں مکمل مہارت اور دسترس حاصل تھی۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کا بیٹا شرف الدین آپ کا وارث بنا۔ یہ بھی خط نسخ میں عمدہ لکھتے تھے، یہ خط، خط خضری بھی کہلاتا تھا۔

میاں غلام قادر وارثی:

آپ مولوی عبدالرزاق کے پوتے اور شرف الدین کے فرزند تھے۔ آپ نے ساری زندگی قرآن پاک کی کتابت کرتے ہوئے گزار دی۔ آپ خضری خط کے ساتھ ساتھ خط نستعلیق میں بھی یکتا تھے۔ آپ بارہ سو ارسٹھ ہجری میں فوت ہوئے۔ آپ بڑے قناعت پسند اور درویش منش انسان تھے اور اپنے نام کیساتھ قادری لکھتے تھے۔

میاں عطا محمد:

آپ بھی اپنے دادا کی طرح اعلیٰ پائے کے خوش نویس تھے۔ آپ نے اپنے فن کو جدت بخشی اور علم ہیئت، اقلیدس، نجوم اور قیافہ کے بھی ماہر تھے۔

میاں فضل الٰہی:

آپ میاں قادر کے چھوٹے بیٹے اور اپنے عہد کے ممتاز خوش نویس تھے۔ آپ نے فن خطاطی کے اصول اپنے والد محترم اور بھائی سے سیکھے۔ پھر اپنی لیاقت اور بے پناہ صلاحیتوں کے باعث جلد ہی اپنے آباؤ اجداد کے اس خوبصورت ترکہ کے وارث بن گئے۔ آپ نے خط نسخ میں قرآن مجید کے کئی نسخے لکھے۔ جن میں کچھ نسخے آج بھی محفوظ ہیں۔

مولوی عبداللہ وارثی:

آپ اپنے وقت کے سب سے بڑے خطاط تھے۔ آپ کو خط نسخ کی ہر طرز میں کمال حاصل تھا۔ آپ نے اپنے والد مولانا حافظ فضل الٰہی سے خطاطی کی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد آپ نے مولوی سید احمد ایمن آبادی سے اکتساب فن کیا اور لاہور اور دہلی کے مختلف کتب خانوں میں کام کرتے رہے۔

آپ نے زیادہ تر عربی زبان میں کتابت کی اور اس سلسلے میں ایک رسالہ قطعات العربیہ بھی لکھا۔ آپ بڑے پایہ خوش نویس بھی تھے جو خطاطی کی ہر صنف سے آگاہ تھے اور ان پر پوری طرح دسترس رکھتے تھے۔ آپ کے تلامذہ کی تعداد بے شمار ہے۔ آپ کے بیٹے مولوی عنایت اللہ، مولوی عبدالرشید اور دوسرے کئی خطاطوں نے آپ کی تربیت حاصل کی۔

مولوی عنایت اللہ وارثی:

آپ مولوی عبداللہ مرحوم کے فرزند اور فن کتابت اور خطاطی میں اپنے والد کے صحیح جانشین تھے۔ آپ نسخ اور نستعلیق میں مہارت رکھتے تھے۔ آپ نے قرآن پاک تحریر کئے۔ انجمن خدام الدین کی طرف سے شائع ہونیوالا قرآن پاک ان کے فن کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ آپ حقیقت اسلام اور پندرہ روزہ العصر کے مدیر بھی تھے۔ انہوں نے مرقع خوش خطی کے نام سے ایک کتاب تصنیف کی۔ جس میں خطاطی کے مختلف نمونے پیش کئے گئے۔ اسکے علاوہ اس خاندان میں اور بھی بہت سے خطاط پیدا ہوئے۔

جن میں عبدالرحمٰن عبدولد حافظ فضل الٰہی، مولوی عبدالقادر ولد مولوی عبداللہ، مولوی عبدالعزیز، رشید احمد، حکیم خالد، حکیم سعید سمیت بہت سے خطاط کوٹ وارث سکول آف خطاطی کے اہم رکن رہے ہیں اور پاکستان بھر کے بے شمار رسائل اور اخبارات میں اپنے فن کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔

مولوی عبدالغفور (خوش نویس):

تاریخ 1928ء گوجرہ کے قریب گاؤں میں میٹرک گورنمنٹ ہائی سکول گوجرہ سے پاس کیا۔ میٹرک کے بعد کتابت کی ابتدائی اصلاح مولوی محمد شفیع سے لی۔ اس کے بعد اپنے سسر مولوی محمد حسین عادلی جو کہ عادل گڑھ کے تھے ان سے عربی کی کتابت سیکھی۔ 1990ء تک تقریباً 42 سال کتابت کرتے رہے۔ اپنی زندگی میں کئی قرآن کریم کی کتابت کی۔

جناب محمد یٰسین صاحب خوشنویس:

آپ گجرات کے رہنے والے تھے۔ چوک متی میں بیٹھک کا تبان قائم کی تھی اور وہاں

آپ شاگردوں کو خطاطی کی تربیت دیتے تھے۔ آپ کے شاگردوں میں غلام رسول نمایاں ہیں آپ نے روزنامہ امروز میں کام کیا اور پھر یہیں سے ریٹائرمنٹ لی۔ آپ کے فن میں بے حد پختگی تھی اور آپ نے کتابوں کی کتابت میں نمایاں کام کیا۔ مؤلف پر شفقت فرمایا کرتے تھے۔

غلام محمود قادری مستجاب رقم:

آپ نواب آف دکن کے خطاط تھے۔ ہجرت کے بعد پاکستان آ گئے اور پھر یہیں مقیم ہو گئے آپ کو نسخ ہندی اور دہلوی طرز میں کمال حاصل ہے۔ آپ کو قومی نمائش اسلام آباد منعقدہ 1981ء میں انعام دیا گیا۔ آپ صاحب تصوف بزرگ ہیں۔ آپ نے خطاطی کی ترقی و ترویج میں نمایاں کام کیا۔ آج کل کراچی میں مقیم ہیں۔ مؤلف کے ساتھ شفقت فرماتے تھے اور کراچی سے انہوں نے 1984ء تک خطوط بھی مولف کو تھے۔ اَب اُن کے بارے میں معلوم نہیں۔

ڈاکٹر ہدایت اللہ (مرحوم):

آپ ایک اچھے خوشنویس تھے۔ روزنامہ امروز میں ملازم تھے۔ حافظ یوسف سدیدی مرحوم کے قریبی ساتھیوں میں سے تھے۔ ڈاکٹر صاحب ملنسار اور خلیق انسان تھے۔ انہوں نے روزنامہ امروز سے ہی ریٹائرمنٹ لی اور بعد از وفات پائی۔

محمد اقبال برادر (جناب محمد یوسف سدیدی مرحوم):

محمد اقبال نے خطاطی کی تربیت ممتاز خطاط صوفی خورشید عالم خورشید رقم سے حاصل کی اور خط نستعلیق میں کمال پیدا کیا۔ آپ نے روزنامہ کوہستان اور روزنامہ امروز میں شہ سرخیوں کی خطاطی میں نمایاں خدمت سرانجام دی۔ انداز خط میں صوفی خورشید عالم خورشید رقم کی پیروی کی۔ اِن دنوں آپ لاہور کے ایک روزنامہ میں ملازم ہیں۔

ظہیر الدین ظہیر:

آپ سرگودھا کے نامور خطاط ہیں۔ آپ کو ممتاز خطاط حافظ محمد یوسف سدیدی مرحوم کے اندازِ خط سے بے حد رغبت ہے۔ آپ کو بورڈ نویسی میں کمال حاصل ہے۔ آپ ایک اچھے

شاعر بھی ہیں۔ آپ نے بے شمار فن پارے تیار کیے ہیں۔ آپ کو کئی قومی نمائشوں میں میڈلز اور اسناد دی گئیں۔ ان دنوں سرگودھا میں مقیم ہیں اور فنی خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔ مؤلف کے دوستوں میں سے ہیں۔

اُستاد صفدر صاحب:

آپ سرگودھا کی فنی سربراور وہ شخصیتوں میں شامل ہیں۔ آپ کو فنی خطاطی میں کمال حاصل ہے۔ آپ کے بورڈ فن خطاطی کا ایک قیمتی ورثہ ہیں۔ آپ کو بہت سے استاد پینٹروں کا اُستاد ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ آپ بلاشبہ اُستاذ الاساتذہ کہلانے کے مستحق ہیں۔ آپ کو خط نستعلیق میں کمال حاصل ہے۔ ان دنوں عمر رسیدہ ہیں اور آپ کے صاحبزادے محمد سعید آپ کے کام کو آگے بڑھا رہے ہیں۔

ابن کلیم:

ابن کلیم ملتان کے نامور خطاطوں میں سے ہیں۔ آپ اپنی نئی طرز ''خط رعنا'' کے موجد ہیں۔ یہ طرز مصورانہ طرزوں کے درمیان ہے۔ آپ نے اندرون ملک اور بیرون ممالک کافی نمائشوں میں حصہ لیا۔ بے شمار گولڈ میڈلز اور سرٹیفکیٹ حاصل کیے۔ آپ کتاب تاریخ فن خطاطی کے مصنف بھی ہیں۔ آپ نے بے شمار شاگردوں کو تربیت دی۔ آپ نے ملتان میں فن خطاطی کو روشناس کرانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ ابن کلیم کو قومی نمائشوں منعقدہ اسلام آباد میں بھی انعامات سے نوازا گیا۔ ابن کلیم نے بھارت میں پاکستان کی نمائندگی کی اُن کی بے حد پذیرائی کی گئی۔

غلام رسول منظر:

آپ ہفت قلم خطاط ہیں۔ آپ نے فیصل آباد سے خطاطی کا آغاز کیا۔ ابتداء میں روزنامہ نوائے وقت میں خطاطی کی خدمات سرانجام دیں بعد میں روزنامہ امروز لاہور سے وابستہ ہو گئے اور ممتاز خطاط جناب حافظ محمد یوسف سدیدی سے اکتساب فن کیا۔ آپ اعلیٰ تعلیم یافتہ خطاط ہیں۔ شعروادب اور لٹریچر میں بھی دلچسپی رکھتے ہیں۔ آپ کو موسیقی کے ساتھ بھی گہرا شغف

ہے۔آپ کی تحریر کردہ اخباری شہ سرخیاں دیکھنے کے قابل ہیں۔آپ کے کام میں تناسب کا بہت دخل ہے آپ کے فن میں کشش ہے اور انفرادی طرز کے آپ کے فنی نمونے دور سے ہی پہچانے جاتے ہیں۔خط نستعلیق اور نسخ میں انفرادیت ہے۔آپ نے بے شمار کتابوں کے سرورق، پوسٹر اور دیگر نمایاں فن کام کیے ہیں۔آپ کے الفاظ میں ایک خاص کشش ہے جو دیکھنے والوں کو اپنی طرف متوجہ کر لیتی ہے۔آپ ایک با اخلاق، وضعدار اور ملنسار و خلیق شخصیت کے مالک ہیں۔آپ کی خطاطی آپ کے نام کی طرح واقعی لطیف منظر سے آراستہ ہوتی ہے۔ان دنوں لاہور میں مصروف خطاطی ہیں اور آپ کے چاہنے والے آپ کے بغیر کسی بھی دوسرے خطاط سے کام کروانا پسند نہیں کرتے۔خطاطی کے بارے میں حقیقی مواد کا مطالعہ کرتے رہتے ہیں۔کئی نمائشوں میں شرکت کر کے آپ نے اہل فن کو حیران کیا ہے۔

حافظ انجم محمود (گولڈ میڈلسٹ):

حافظ انجم محمود فیصل آباد کے ایک ہفت قلم خطاط ہیں۔خط نستعلیق، ثلث، نسخ اور کوفی وغیرہ میں زبردست عبور رکھتے ہیں۔اُنہوں نے خطاطی کی تربیت ممتاز خطاط جناب سید انور حسین نفیس رقم سے حاصل کی۔حافظ صاحب خطاطی کی تربیت کے لیے برسہا برس روزانہ فیصل آباد سے لاہور آتے رہے۔آپ خطاطی کے فن کے فروغ کے لیے نہایت پرجوش ہیں اور ہر سال فیصل آباد میں خطاطی کی نمائش منعقد کراتے رہتے ہیں۔حافظ صاحب نہایت اعلیٰ اخلاق کے حامل اور ملنسار و منکسر المزاج ہیں۔ترکی کے بین الاقوامی مقابلہ میں انعام حاصل کر چکے ہیں۔علاوہ ازیں لاہور میں وزیر اعلیٰ پنجاب نے آپ کو آپ کی فنی خدمات کے اعتراف میں گولڈ میڈل دیا۔آج کل فیصل آباد یونیورسٹی میں خطاطی کے معلم کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔اکثر بیشتر نمائشوں میں آپ نے بھرپور شمولیت کی۔بہت سے اعزازت وانعامات حاصل کیے۔

احمد علی بھٹہ:

آپ خطاط ہفت قلم ہیں۔خطاطی کی تربیت ممتاز خطاط حافظ محمد یوسف سدیدی سے حاصل کی۔آپ کے تمام انداز خطاطی میں حافظ صاحب مرحوم و مغفور کا رنگ نمایاں نظر آتا ہے۔احمد علی کو خفی و جلی دونوں پر کمال حاصل ہے۔وہ خط ثلث، نسخ، نستعلیق اور کوفی و محقق خوب لکھتے

ہیں۔ انہوں نے بے شمار انعامات و اعزازت حاصل کیے ہیں۔ کتابہ نویسی میں آپ کو بے حد کمال حاصل ہے۔ بے شمار کتابوں کی کتابت کی۔ اگر کتابہ نویسی پر کوئی منفرد انعام دیا جائے تو احمد علی بھٹہ اس کے بجا طور پر حقدار ہیں۔ احمد علی بھٹہ نے اخبارات کی شہ سرخیوں میں موتی بکھیرے ہیں۔ ایک عرصہ نوائے وقت راولپنڈی میں کام کیا۔ کئی اخبارات کی پیشانیاں آپ کے حسن قلم کا شاہکار ہیں۔ احمد علی بھٹہ اُستاد و مرحوم کے جانثار شاگردوں اور عاشقوں میں شمار ہوتے ہیں۔

واجد محمود یاقوت رقم:

واجد محمود یاقوت رقم خطاط ہفت قلم ہیں۔ آپ کو بورڈ نویسی اور کاغذ پر خطاطی دونوں میں کمال حاصل ہے۔ آپ کے قلم میں قابلِ رشک حد تک روانی ہے۔ خط ثلث، نسخ، رقاع، نستعلیق اور دیگر رسوم الخطوط خوب سے خوب تر لکھتے ہیں۔ خطاطی کی تربیت ممتاز خطاطوں جناب حافظ محمد یوسف سدیدی مرحوم اور جناب صوفی خورشید عالم خورشید رقم مرحوم سے حاصل کی۔ آپ کے الفاظ خطاطی کے حسن و جمال کا نمونہ ہوتے ہیں۔ بہت سے مقامات پر خطاطی کے جوہر دکھائے اور اپنے نام کی طرح یاقوت بکھیرے۔ یاقوت رقم نے بے شمار نمائشوں میں حصہ لیا اور کئی میں نمایاں انعامات حاصل کیے۔ آپ کے تلامذہ کی تعداد بے شمار ہیں۔ آپ کے تلمیذ رشید عرفان قریشی خطاطی کے فروغ میں سرگرم عمل ہیں۔

جناب شفیق الزمان:

شفیق الزمان خط ثلث و نسخ کے بہت اعلیٰ خطاط ہیں۔ آپ نے کراچی میں فن خطاطی کی ابتدائی تربیت حاصل کی بعد ازاں سعودی عرب چلے گئے جہاں بن لادن کمپنی میں ملازمت حاصل کی اور آپ کو انتہائی مقدس مقام مسجد نبوی کی تعمیر و توسیع میں خطاطی کی خدمت سرانجام دینے کا موقع ملا۔ آپ نے ترکوں کے خطاطی کے کام کو بھی تازہ کیا اور ترک خطاطوں کے اسلوب کے مطابق مسجد کے نو تعمیر شدہ گنبدوں میں خطاطی کی خدمت سرانجام دی ہے۔ آپ خط ثلث میں ترکی میں دوسرا انعام حاصل کر چکے ہیں۔ اپ کا وجود اہل پاکستان کے لیے یقینی طور پر قابل فخر ہے۔ آپ پاکستان کے تمام خطاطوں میں مسجد نبوی شریف کی نسبت سے قابل عزت و

تکریم خطاط ہیں اور پاکستان کے لیے ایک سرمایہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ آج کل مدینہ منورہ میں مقیم ہیں ہاتھ میں زبردست روانی ہے۔ آپ کے شاگردوں میں راشد شیخ نمایاں ہیں۔ راشد شیخ نے خطاطی پر تذکرہ خطاطین کے نام خوبصورت اور معیاری کتاب تالیف کی۔

جناب عبدالرحمٰن:

عبدالرحمٰن پاکستان کے نامور خطاطوں میں شمار ہوتے ہیں آپ نے خطاطی کی باقاعدہ تربیت ممتاز خطاطوں حافظ محمد یوسف سدیدی مرحوم اور صوفی خورشید عالم خورشید رقم سے حاصل کی۔ آپ کو کئی رسوم الخطوط میں کمال حاصل ہے۔ خط ثلث، نسخ اور نستعلیق میں بے حد خوبصورت لکھتے ہیں۔ آپ کو ترکی کے بین الاقوامی مقابلہ میں حوصلہ افزائی کا انعام ملا۔ حالانکہ وہاں کے اوّل دوم اور سوم انعام حاصل کرنے والوں کے مقابلے میں آپ کا فن پارہ کسی طور پر کم نہیں تھا۔ پاکستان کے ساتھ ناقابل فہم رویہ کے باعث دوسرے ممالک ہمارے خطاطوں کی حوصلہ شکنی کرتے ہیں۔ عبدالرحمٰن بلاشبہ معاصر خطاطوں میں نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ آپ کو جب ترکی سے حوصلہ افزائی کا انعام ملا تھا تو بندہ اُن کی بیٹھک پر حاضر ہوا اور اُن کے لیے یہ الفاظ لکھے کہ آپ کا یہ اعزاز ہم سب اُستاد بھائیوں کے لیے ایک اعزاز ہے۔ آپ کے فن پارے ہر طرف نظر آتے ہیں۔

منوّر اسلام ابن نادر القلم:

آپ ممتاز خطاط جناب عبدالوحد نادر القلم کے صاحبزادے ہیں۔ آپ کا گھرانہ مکمل طور پر خطاطی کا خادم ہے۔ جناب نادر القلم کے کام کو آگے بڑھائے ہوئے ہیں۔ عام طور پر کینوس پر آئل کلرز کے ساتھ کام کرتے ہیں۔ اور آپ کو یوں نستعلیق اور ثلث میں بھی کمال حاصل ہے مگر زیادہ تر کام خط دیوانی میں کرتے ہیں سینکڑوں نمائشوں کا انعقاد آپ کی نمایاں خدمت ہے آپ کے صاحبزادے ریحان منور اور صاحبزادی بھی خطاطی میں نمایاں کردار ادا کر رہے ہیں۔ آپ نے اپنے گھر کا نام ''آرٹ ویلیج'' رکھا ہوا ہے۔ مؤلف نے خود وہاں حاضری دی اور وہاں خطاطی کے بے شمار مظاہر دیکھے۔ آپ کے فن پارے نمایاں اور اعلیٰ حیثیت کے حامل ہیں رنگ آمیزی میں آپ کو کمال حاصل ہے۔ پاکستان کے بڑے خطاطوں اور آرٹسٹوں میں آپ کا شمار

ہوتا ہے آپ کے فن پارے پاکستان کے تمام اعلیٰ اور بلند پایہ آرٹسٹوں سے کہیں زیادہ خوبصورت ہیں۔ آنے والے وقت میں ان کے کام کو زیادہ پذیرائی ملے گی۔ آج کل الخطاط اسلامک آرٹ گیلری میں خطاطی کی شمع کو روشن رکھے ہوئے ہیں۔ آپ نے اپنے والد محترم کے نام کا سہارا لینے کی بجائے اپنا خود بھی مقام منوایا ہے۔ لاہور کینٹ میں فورٹریس سٹیڈیم کے قریب سُرخ مسجد میں آپ کا تحریر کردہ خط ثلث دیکھنے کے قابل ہے۔

عامر منظور:

یوں تو آپ کا تعلیق اوکاڑہ سے ہے۔ مگر لاہور میں خطاطی کے لیے کام کر رہے ہیں۔ آپ کو نقاشی میں بھی کمال حاصل ہے۔ خط نسخ میں آپ بے مثال کام کرتے ہیں۔ یوں تو نستعلیق اور خط ثلث میں بھی طبع آزمائی کرتے ہیں۔ آپ کے فن پارے مقبولیت حاصل کرتے ہیں اور لوگ بہت پسندیدگی سے آپ کے فن پارے حاصل کرتے ہیں۔ سنہرے اور نیلے رنگ کو نقاشی میں نمایاں جگہ دیتے ہیں۔ آپ کے کام میں پاکیزگی اور نفاست حد درجہ ہے۔ آپ نے خطاطی کا کے فن کی تربیت ممتاز خطاط جناب رشید بٹ سے حاصل کی۔ آپ دن رات کوششیں کر کے اپنے کام کو آگے بڑھا رہے ہیں۔

محمد اقبال بُھٹہ:

آپ نے فن خطاطی کی تربیت ممتاز خطاط حافظ محمد یوسف سدیدی مرحوم و مغفور سے حاصل کی۔ آپ قابل احترام خطاط جناب شفیع انور سیالوی کے صاحبزادے ہیں۔ آپ پاکستان کے پہلے خطاط ہیں۔ آپ کے مقالے کا موضوع خطاطان لاہور تھا۔ جو طباعت کے مراحل میں ہے۔ یقیناً یہ تحقیقی مواد سب کے لیے راہنما ثابت ہوگا۔ جناب اقبال بھٹہ ملنسار، خلیق اور محنتی ہیں۔ آپ کوفی، ثلث، نسخ اور نستعلیق میں طبع آزمائی کرتے رہتے ہیں۔ سرکاری ملازم ہونے کے باعث وصلی نویسی میں زیادہ وقت نہیں دے پاتے۔ بہرحال فنی طور پر صاحب نظر اور چابکدست خوشنویس ہیں اور اپنے فن میں مزید کوشاں ہیں۔

محمد اویس سہروردی:

خطاطی کی ابتدائی تربیت اعظم الاعظمی اور حافظ محمد یوسف سدیدی سے حاصل کی۔ مؤلف سے اصلاحِ خط کا سلسلہ جاری ہے ۔۔۔آپ کو خطاطی کے ساتھ ساتھ نقاشی سے بھی گہرا لگاؤ ہے اور آپ کے فن پارے منقش ومطلا ہوتے ہیں۔نقاشی میں جناب رشید بٹ سے تربیت لی۔خطاطی کے تحقیقی میدان میں ہمیشہ سرگرم عمل رہے ہیں اور آپ نے خطاطی پر شائع ہونے والی کتابوں پر ایک جامع فہرست مرتب کی ہے تصوف کی طرف گہرا رجحان ہے آپ آج کل مجدد خط نستعلیق جناب حضرت صوفی عبدالمجید پروین رقمؔ کے بارے میں مکمل، مدلل اور معلومات افزاء کتاب مرتب کر رہے ہیں جو اہل فن کے لیے ایک قیمتی ورثہ ثابت ہوگی۔آپ خط ثلث، نستعلیق مغربی، کوفی اور نسخ میں گہری دلچسپی رکھتے ہیں۔آپ باقاعدہ طور پر سلسلہ سہروردیہ میں بیعت ہیں۔اس فقیر کے ساتھ محبت رکھتے ہیں اور خطاطی کے فن کو آگے بڑھانے میں متحرک ہیں۔

غلام رسول:

آپ کو سنگ مرمر کی خطاطی میں کمال حاصل ہے۔ایسا تیز لکھتے ہیں کہ کوئی اُن کے مقابل نہیں ٹھہر سکتا۔خطاطی کی تربیت اُستاد محمد یٰسین صاحب سے حاصل کی۔بعدازاں اُستاد کرم حافظ محمد یوسف سدیدی مرحوم سے بھی استفادہ کیا۔خط کوفی میں آپ نے قابل رشک فن پارے ترتیب دیئے ہیں۔آپ کو قومی نمائشوں میں انعام واعزاز ملے۔آپ نے بے شمار شائقین فن کو تربیت دی۔خطاطی کے لیے دن رات کوشاں رہے۔آپ کے کام میں خوبصورتی اور نکھار نمایاں نظر آتے ہیں۔

الٰہی بخش مطیع:

آپ ہفت قلم خطاط ہیں۔خطاطی کی تربیت ممتاز خطاط سید انور حسین نفیس رقم سے حاصل کی۔آپ کے فن پاروں میں نقاشی اور سنہری کام دیکھنے کے قابل ہوتا ہے۔عام طور پر خط ثلث اور نسخ میں زیادہ طبع آزمائی کرتے ہیں۔خط کوفی میں بھی دلچسپی رکھتے ہیں۔ہری پور ہزارہ

آپ کا مسکن ہے۔ آپ کو کئی نمایاں اعزازات ملے۔ حضرت داتا گنج بخشؒ کے توسیعی منصوبے میں آپ نے کئی اسمائے باری تعالیٰ کی خطاطی کی جو آپ کا نمایاں کام شمار کیا جائے گا۔ اندرون ممالک و بیرون ممالک خطاطی کی کئی نمائشوں میں حصہ لیا اور نمایاں پذیرائی حاصل کی۔ آپ کو معاصر خطاطوں میں نمایاں مقام حاصل ہے۔ آپ نے بے شمار طلبہ و طالبات کو فنی تربیت دی۔ ملنسار اور خلیق خطاط ہیں۔ خط ثلث میں ترکی کے اسلوب سے متاثر ہیں۔

عرفان احمد قریشی:

آپ ایک پرجوش نوجوان ہیں اور خطاطی کی ترویج کرنا چاہتے ہیں۔ علم و فن کے نام سے فن خطاطی پر ایک سہ ماہی رسالہ نکالتے ہیں۔ آپ نے خطاطی کی تربیت واجد محمود یاقوت رقم سے حاصل کی اور آپ کو ممتاز خطاط جناب صوفی خورشید عالم خورشید رقم کی مجالس سے فیض یاب ہونے کے وافر مواقع ملے ہیں۔ ابتداء میں آپ نے نامور خطاطوں امتیاز احمد قریشی اور جناب جمیل احمد قریشی تنویر رقم سے استفادہ کیا۔ ایف اے اور بی اے کے درمیانی عرصہ میں آپ نے ممتاز خطاط جناب سید انور حسین نفیس رقم سے بھی استفادہ کیا ہے۔ آپ ہر اعتبار سے با اخلاق، ملنسار اور شفیق و مہربان دوست ہیں۔ آپ اس وقت کیلیگراف ایسوسی ایشن پاکستان کے جنرل سیکرٹری ہیں۔ آپ گوجرانوالہ میں فن خطاطی کے لیے رُوح رواں ہیں۔

امداد احمد بن خورشید رقم:

امداد احمد جناب صوفی خورشید عالم خورشید رقم مرحوم و مغفور کے ہفت قلم فرزند ہیں۔ آپ نے خطاطی کی تربیت صوفی صاحب مرحوم سے حاصل کی۔ ان دنوں PTV سے وابستہ ہیں اور خطاطی کے فروغ کے لیے پیش پیش رہتے ہیں۔ دربار حضرت داتا گنج بخشؒ کے توسیعی منصوبے میں اسمائے باری تعالیٰ لکھنے کا اعزاز و شرف حاصل کیا۔ آپ خط ثلث، نسخ و نستعلیق میں مہارت رکھتے ہیں۔ آپ کے فن میں قبلہ صوفی صاحب کا رنگ نہایت نمایاں نظر آتا ہے۔ امداد احمد ایک ملنسار، خلیق اور مہربان دوست ہیں۔ اُن کے فن نمونے مستقبل میں خطاطی کا سرمایہ ثابت ہوں گے۔ (انشاءاللہ)

حاجی دین محمد مرحومؒ

آپ لاہور کے انتہائی معروف خطاط تھے۔ آپ نے خطاطی کی تربیت میاں نتھو سے حاصل کی۔ آپ قیام پاکستان سے پہلے ہی صاحب قلم تسلیم کر لیے گئے تھے۔ اتنا تیز لکھتے تھے کہ ایک موقع پر علامہ اقبال نے آپ کو کاتب کن فیکون کا خطاب دیا تھا۔ پرویں رقم ابھی ابتدائی طور پر تربیت حاصل کر رہے تھے جب آپ کی شہرت کا آفتاب عروج پر تھا۔ جلی نویسی میں آپ کا کوئی ثانی نہ تھا۔ لاہور میں آپ کے تحریر کردہ بورڈ طالبان فن کے لیے راہنما کی حیثیت رکھتے تھے۔ دین محمد پریس بل روڈ پر آپ کے تحریر کردہ الفاظ جو منبط کاری کا نمونہ تھے ایک عرصہ تک اہل علم و کمال سے داد حاصل کرتے رہے۔ داتا دربار کی قدیم مسجد میں سامنے کے محراب میں آپ کی تحریر کردہ تسبیح ''سبحان ربی الاعلیٰ'' کو دیکھ کر اہل فن حیرت زدہ رہ جاتے تھے۔ داتا صاحب کے مزار کے اوپر گنبد کے اندر آپ نے جو اسمائے الٰہی تحریر کیے تھے وہ خطاطی کا ایک روشن اثاثہ تھا۔ بدقسمتی سے روضہ مبارک میں دراڑیں پڑنے سے وہ ضائع ہو گیا اور نیچے سٹیل کی پلیٹ لگا دی گئیں۔ آپ نے 1972ء میں لاہور میں وفات پائی۔

جمیل احمد تنویر رقم مرحوم

آپ بہت عمدہ خطاط تھے۔ خطاطی کی تربیت الماس رقم مرحوم سے حاصل کی۔ آپ نے خط تفرید ایجاد کیا۔ آپ صاحبانِ علم و فضل میں مقبول تھے۔ آپ نے بے شمار خطاطی کے نمونے ثبت کیے جو یادگار ہیں۔ ٹیکسٹ بک بورڈ کا بھی کافی عرصہ تک کام کیا۔ رنگ آمیزی میں بھی آپ کا جواب نہیں تھا۔ مؤلف کے ساتھ شفقت فرماتے تھے۔ آپ نے بہت سے طالبان فن کو تربیت دی۔ آپ کی خدمات ہمیشہ یادگار رہیں گی۔ چند برس پہلے لاہور میں وفات پائی۔

اقبال ابن پرویں رقم مرحوم

آپ عبدالمجید پرویں رقم مرحوم کے صاحبزادے تھے۔ آپ کو نستعلیق میں کمال حاصل تھا۔ آپ کے ہاتھ میں خوب ندرت تھی۔ آپ نے مرقع چغتائی وغیرہ کی کتابت کی جو دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ نے شاعر مشرق علامہ اقبالؒ کی لوح مزار کی خطاطی کی یہ پتھر افغانستان سے بطور خاص ظاہر شاہ نے بھیجا تھا۔ آپ کی خدمات پر آپ کو تمغۂ امتیاز بھی دیا گیا۔ آپ نے

بہت سی فلموں کے بھی ٹائیٹل لکھے۔آپ 1970 کی دہائی میں لاہور میں وفات پا گئے۔

سجاد خالد:

آپ نے خطاطی کی تربیت ممتاز خطاطوں شیخ محمد حسن اور صوفی عبدالرشید لاہوری سے حاصل کی جو ممتاز خطاط عبدالمجید پرویں رقم کے شاگرد تھے۔ بعدازاں آپ نے جناب صوفی خورشید عالم خورشید رقم سے اکتساب فن کیا اور آپ کی مجالس سے بھی بہرہ ور ہوئے آپ خطاطی کے جملہ اسالیب پر تحقیق رکھتے ہیں۔آپ نے عالم اسلام کے نامور خطاطوں پر ایک ویب سائٹ بھی بنائی ہے جس میں دو ہزار خطاطوں کے اسماء شامل ہیں جب کہ ایک سو پچاس خطاطوں کو تفصیل سے روشناس کرایا ہے۔

اصغر علی:

آپ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ آپ نے تقریباً آٹھ برس مسجد نبوی شریف میں نقاشی کی ہے آپ نے کلاسیکل خطاطی میں بھی مہارت حاصل کر رکھی ہے۔خط ثلث اور نسخ میں اچھا لکھتے ہیں۔آپ زیادہ تر کام آئل کلرز سے کرتے ہیں۔آپ کے فن پارے رنگ آمیزی، جدت اور روایت کا مشترکہ نمونہ ہوتے ہیں۔آپ ان دنوں لاہور میں اپنے کام کو آگے بڑھا رہے ہیں۔ بہت مخلص اور محبت کرنے والے صاحبِ فن ہیں۔آپ کے فن پارے قبول عام حاصل کر رہے ہیں۔کثیر نمائشوں میں شرکت کی۔

محمد مزمل روحیل:

آپ موئف کے شاگرد ہیں، خط ثلث اور دیوان میں تربیت حاصل کی۔آپ ایک نوجوان صاحب فن ہیں اور اپنے فن کو بہت خوبصورتی سے متعارف کروا رہے ہیں۔آپ ایک ذہین اور باصلاحیت خطاط ہیں۔نمائشوں میں آپ کے کام کو بہت پسند کیا جاتا ہے۔

عرفان احمد خان:

آپ ایک کہنہ مشق خطاط ہیں۔روزنامہ مشرق لاہور میں کافی عرصہ تک اپنے فن کے جوہر دکھاتے رہے۔آپ نے پنجاب یونیورسٹی شعبہ فائن آرٹس میں ایک عرصہ تک طلبا و طالبات

کو تربیت دی ہے۔ آپ خط نستعلیق کے ساتھ ساتھ عربی خطوط اور دیگر جدید سٹائل بھی بہت خوبصورتی سے لکھتے ہیں۔ آپ ایک مخلص اور تعلیم یافتہ شخصیت ہیں۔ خطاطی کے فروغ میں آپ کی خدمت قابل قدر ہیں۔ داتا دربار کی خطاطی میں آپ نے نمایاں خدمات سرانجام دی ہیں۔ اس فقیر کے ساتھ مل کر آپ نے پرائمری تک کے خطاطی کے سلیبس کو مرتب فرمایا ان دنوں بھی کئی تعلیمی اداروں میں خطاطی کی تربیت دے رہے ہیں۔

میاں عاطف سلیم:

آپ نے خط نستعلیق کی تربیت موئف سے حاصل کی ہے۔ داتا دربار کی خطاطی میں بھرپور حصہ لیا۔ کئی سکولوں اور اکیڈیمیوں میں بھی خطاطی کی باقاعدہ تربیت دی۔ ان دنوں بھی طلباء کی راہنمائی کرتے رہتے ہیں۔

الٰہی بخش مطیع:

آپ ہفت قلم خطاط ہیں۔ آپ نے خطاطی کی تربیت ممتاز خطاط سید انور حسین نفیس رقم سے حاصل کی۔ آپ کے فن پارے خطاطی ونقاش کا ایک خوبصورت اظہار ہوتے ہیں۔ آپ کے ہاتھ میں بے پناہ نفاست و پاکیزگی ہے۔ آپ نے داتا دربار کی خطاطی میں بھرپور حصہ لیا اور اسمائے باری تعالیٰ تحریر کیے۔ آپ کے کئی فن پارے غیر ملکی سفارتخانے میں بھی آویزاں ہیں۔ آپ کا قیام مستقل طور پر ہری پور ہزارہ میں ہے۔ آپ سے بے شمار وابستگانِ فن نے استفادہ کیا۔

رانا عثمان:

آپ نے اخبارات خصوصاً کوہستان میں نمایاں کام کیا۔ بعدازاں لاہور کے کئی اخبارات اور پبلشنگ کے کئی اداروں سے منسلک رہے۔ خط نستعلیق میں بہت بہتر کام ہے۔

اظہر قاضی:

آپ حافظ یوسف سدیدی مرحوم کے خاص شاگردوں میں سے ہیں۔ آپ نے قبلہ حافظ صاحب ساتھ کافی حصہ گزارا۔ آپ نستعلیق بہت عمدہ لکھتے ہیں۔ ان دنوں بھی خطاطی میں خوب کام کررہے ہیں۔

مشتاق احمد:

آپ نے خطاطی کی تربیت محمد اقبال برادرِ قبلہ حافظ محمد یوسف سدیدی مرحومؒ سے حاصل کی۔ راولپنڈی میں روزنامہ کوہستان میں نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ اِن دنوں روزنامہ جنگ سے وابستہ ہیں۔ خط نستعلیق خوب لکھتے ہیں۔

محمد یوسف نگینہ:

آپ کے ہاتھ میں بے پناہ نفاست ہے۔ خط نستعلیق میں آپ کے منفرد انداز نے سب کو اپنی طرف متوجہ کیا۔ ایک عرصہ تک روزنامہ نوائے وقت میں خدمات سرانجام دیں۔ آپ نے بے شمار کتابوں کی کتابت کی۔ آپ شہ سُرخی لکھا کرتے تھے۔ آج کل بھی پیرانہ سالی کے باوجود اپنے فن کے جوہر دکھا رہے ہیں۔

خورشید شمیم الخطاط:

آپ ڈیرہ غازیخان میں قیام پذیر ہیں۔ خطاطی کی تربیت موئف سے حاصل کی۔ آپ کی کتاب نقش شمیم خوبصورت مجموعہ ہے۔ آپ نے بیشمار نمائشوں میں شرکت کی۔ آپ سے کثیر تعداد میں اہل فن نے استفادہ کیا۔ آپ کو بہت سے انعامات وعزازات ملے۔ ان دنوں وہیں پر خطاطی ک خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔

عبدالرشید وارثی مرحوم:

آپ کا تعلق ضلع گوجرانوالہ سے تھا۔ آپ نے تمام عمر روزنامہ نوائے وقت لاہور کے ہیڈ کاتب کی حیثیت سے گزاری۔ آپ کا تعلق خطاطی کے معروف وارثی خاندان سے تھا۔ خطاطی کی تربیت اپنے گھر سے ہی حاصل کی۔ آپ کو پیرانہ سالی میں دِل کی تکلیف ہوگئی تھ۔ 2003ء میں لاہور میں وفات پائی۔

محمد صدیق:

آپ نے ایک عرصہ روزنامہ امروز میں کام کیا۔ خطاطی کی تربیت ممتاز خطاط صوفی

خورشید رقم سے حاصل کی۔ آپ کا خط نستعلیق بہت عمدہ ہے۔ آپ کو خفی اور جلی دونوں میں کمال حاصل ہے۔

محمد اکرام الحق:

آپ نے خطاطی کی تربیت ممتاز خطاط صوفی خورشید رقم مرحومؒ سے حاصل کی۔ روزنامہ امروز، آزاد اور دیگر قومی اخبارات میں نمایاں کام کیا۔ آپ کا خط نستعلیق قبلہ یوسف سدیدی مرحومؒ کی طرز میں ہے۔ اِن دنوں بھی آپ نمایاں خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

منظور انور:

آپ نے خطاطی کی تربیت ممتاز خطاط صوفی خورشید رقم مرحومؒ سے حاصل کی۔ روزنامہ کوہستان جمہور اور دیگر اخبارات میں نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ آج کل اُردو بازار لاہور میں اپنا ادارہ خطاطی قائم کر رکھا ہے۔

علی احمد صابر چشتی:

علی احمد صابر کا تعلق فیصل آباد سے ہے۔ خطاطی کی ابتدائی تربیت محمد صدیق فیصل آباد ی سے حاصل کی بعدازاں لاہور میں ممتاز خطاط حافظ محمد یوسف سدیدی مرحومؒ سے بھی اکتساب فن کیا۔ آپ نے قرآن کریم کی بہت خوبصورت کتابت کی۔

عبدالرحیم:

آپ خطاط عبدالرحمٰن کے چھوٹے بھائی ہیں۔ خطاطی کی تربیت عبدالرحمٰن سے حاصل کی اور حافظ محمد یوسف سدیدی مرحومؒ سے بھی فیضیاب ہوئے۔ نستعلیق کے ساتھ ساتھ ثلث، نسخ اور دیگر رسوم الخطوط پر بھی مہارت رکھتے ہیں۔

نذیر احمد:

آپ خط نستعلیق کے ساتھ ساتھ عربی رسوم الخطوط میں بھی مہارت رکھتے ہیں۔ پاکستان کے قومی اخبارات میں نمایاں کام کیا۔ ان دنوں روزنامہ پاکستان سے وابستہ ہیں۔

خطاطی کے فروغ کے لیے سرگرم ہیں۔

نعمت اللہ خان بابر:

آپ نے خطاطی کی تربیت لاہور میں حاصل کی۔ خط نستعلیق بہت عمدہ لکھتے ہیں۔ کافی اخبارات میں نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ ان دنوں روزنامہ نوائے وقت لاہور سے وابستہ ہیں۔ خطاطی کے فروغ کے لیے کمربستہ رہتے ہیں۔

مشاہد حسین رضوی:

آپ ہسپتال روڈ لاہور میں بیٹھتے تھے۔ عموماً پوسٹر لکھتے تھے۔ آپ بہت تیز رفتاری سے خطاطی کرتے تھے۔ عموماً لیتھو کا کام کرتے تھے۔ لوگ تیزی سے کام کروانے اُن کے پاس جایا کرتے تھے۔

ہاشم الاعظمی:

آپ ممتاز خطاط محمد اعظم مرحوم کے فرزند ہیں۔ محمد اعظم صاحب نے شاہی مسجد میں موجود سونے کی تاروں والا قرآن کریم لکھنے کا اعزاز حاصل کیا ہے۔ آپ نے امروز میں اخبار بند ہونے تک کام کیا۔ آپ سے حافظ محمد یوسف سدیدی مرحوم کو بہت محبت تھی۔ ہاشم صاحب کاپی پیسٹنگ کے اُستاد مانے جاتے ہیں۔ آپ کا اندازِ خط بھی انفرادی ہے۔ ان دنوں صاحب فراش ہیں اور گھر میں آرام کر رہے ہیں۔

جناب محمد اعظم صاحب مرحومؒ

آپ ممتاز خطاط عبدالمجید پرویں رقم کے شاگرد تھے۔ علاوہ ازیں آپ نے قرآنی خطاطی میں کمال حاصل کیا تھا۔ آپ صاحب طرز خطاط تھے۔ آپ کے قلم میں بہت نفاست اور پختگی تھی۔ آپ نے تاج کمپنی کے زیر اہتمام تیار ہونے والے سونے کی تاروں سے تیار شدہ قرآن کریم کی خطاطی کی جو شاہی مسجد لاہور میں رکھا گیا ہے۔ اُس قرآن کریم کی روزانہ ہزاروں لوگ زیارت کرتے ہیں۔ یہ نادر شہکار صدیوں اُن کی یاد دلاتا رہے گا۔ پیرانہ سالی میں قریباً 1970 کی دہائی میں لاہور وفات پائی۔

مصورانہ خطاطی

عام طور پر اسے خطی مصوری بھی کہا جاتا ہے۔ اس میں مصوّر حضرات اِس طرح خطاطی کرتے ہیں کہ اُن کے ساتھ مطلوبہ اشیاء کی تصاویر بھی بنا دیتے ہیں۔ اگر قرآنی آیات ہوں تو پھر جلال و جمال کو رنگوں کے ساتھ ظاہر کیا جاتا ہے۔ یہ خالصتاً ایک آرائشی قسم ہے۔ اس میں الفاظ کے لیے کوئی مستقل خط مقرر نہیں ہوتا بلکہ مصوّر حضرات اپنے الفاظ کو اپنی ضرورت کے مطابق خود ہی ڈھال لیتے ہیں اس لیے اِسے پینٹنگ کیلیگرافی بھی کہا جاتا ہے۔ اس کے لیے رنگوں کا مہارت کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔ بعض مصوروں نے کلاسیکل اور تجریدی فن کے درمیان بھی راہ تلاش کرنے کی کوششیں کی ہیں جسے قابل قبول کہا جا سکتا ہے۔ اُن چند مصوروں کے حالات پیش خدمت ہیں۔

حنیف رامے:

آپ نے بنیادی طور پر خط نستعلیق کی تربیت بھی حاصل کی اور جملہ عربی رسوم الخطوط طغرا ،ثلث اور نسخ وغیرہ میں تحقیق کی ہے۔ چونکہ آپ خطاطی کی کلاسیکل اقسام سے واقف ہیں اس لیے آپ کے فن پاروں میں روایت کا بھرپور اظہار نظر آتا ہے۔ آپ مصوّرانہ خطاطی کے بانی ہیں۔ چونکہ آپ مختلف اقسام خط کی حرکات قلم سے پوری طرح آگاہ ہیں اس لیے آپ کی خطاطی میں روایتی خطاطی کا زیر و بم نظر آتا ہے۔ رنگ آمیزی میں بھی آپ کا حسن انتخاب داد کے قابل ہے۔ آپ کو بجا طور پر مصورانہ خطاطی کا مجتہد کہا جا سکتا ہے۔ آپ نے بے شمار فن پارے تخلیق کیے اور اندرون ملک و بیرون ملک کئی نمائشیں منعقد کرائیں۔ آپ پنجاب کے وزیر اعلیٰ اور پنجاب اسمبلی کے سپیکر بھی رہ چکے ہیں۔ الحمدللہ حیات ہیں اور آج کل گھر میں ہی مصروف تخلیق ہیں۔

صادقین:

آپ ایک انتہائی مصروف مصور تھے۔ آپ کی خطاطی میں مغربی کوفی کی جھلک نمایاں نظر آتی تھی۔ چونکہ آپ اُندس کی قدیم اقسام خط سے واقف نظر آتے ہیں۔ اس لیے آپ کے فن

میں بھی روایتی انداز کی بھرپور جھلک ملتی ہے۔ قدیم اُندلسی کوفی میں دامن چھوٹے اور الف عام عبارت سے قدرے بڑے ہوتے ہیں۔ آپ کا مصورانہ خطاطی میں منفرد انداز تھا۔ صادقین نے پاکستان میں جی بھر کر کام کیا اور بہت سے فن پارے یادگار چھوڑے۔ انہوں نے لاہور میوزیم میں یادگار فنی نقوش ثبت کیے۔ آپ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ آپ نے اپنی مصورانہ مقبولیت سے فائدہ اُٹھا کر قرآنی خطاطی کو بطور فن روشناس کرایا اور اس طرح آپ کے فن پاروں کو لوگوں نے گھروں میں آویزاں کرنا شروع کر دیا۔ قیام پاکستان کے بعد امراء نے گھروں سے قرآنی فن پاروں اور دیگر خطاطوں کے نادر شہکاروں کو نکال دیا تھا۔ یہ اعزاز صادقین کا ہے کہ وہ دوبارہ اِس کو گھروں میں لے آئے اور لوگوں نے بطور پینٹنگ قرآنی خطاطی کو پسند کیا۔ صادقین بلاشبہ مصورانہ خطاطی کے امین تھے۔ آپ نے کراچی میں 1987ء میں وفات پائی۔ آپ کے نقال تو بہت ہوئے ہیں مگر آپ کا انداز پوری طرح کوئی نہیں اپنا سکا۔

پروفیسر احمد خان:

آپ نے نیشنل کالج آف آرٹس میں طویل عرصہ فن مصوری کی تربیت دی آپ بلند پایہ مصوروں میں شمار ہوتے ہیں۔ اِن دنوں آپ مصورانہ خطاطی میں کمال دکھا رہے ہیں۔ آپ کے فن پاروں میں بھی کلاسیکل رنگ نمایاں ہے۔ آپ کے فن پارے بھی صادقین اور حنیف رامے کے فن پاروں کی طرح آسانی سے پڑھے جا سکتے ہیں۔ پروفیسر احمد خان کے ہاں روایت کی بھرپور جھلک نظر آتی ہے اور اُن میں رنگ آمیزی میں بھی جدت اور کلاسیکل کا خوبصورت امتزاج بخوبی دکھائی دیتا ہے۔ آپ کے نادر شہکار ملک کے بڑے بڑے مقامات اور امراء کے گھروں میں نظر آتے ہیں جنہیں قبول عام حاصل ہے۔ اگرچہ بہت سے لوگ آپ کی کاپی کرنے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن پروفیسر صاحب کے فن پاروں کی بات ہی اور ہے۔

سعید اختر:

آپ اگرچہ پورٹریٹ کے بادشاہ ہیں لیکن اِس دشتِ خطاطی میں بھی کبھی کبھار طبع آزمائی کرتے رہتے ہیں۔ آپ لوہے کے سریوں اور راڈوں کے ذریعے الفاظ بناتے ہیں اور چونکہ ممتاز خطاط محمد دین جنڈیالوی کی اولاد سے ہیں اور آپ کی پھوپھی فاطمۃ الکبریٰ بھی قرآن

کریم کی ایک عظیم خطاط تھیں خطاطی کا فن آپ نے بچپن میں ہی دیکھ لیا تھا۔ آپ کبھی کبھار نمائشوں کے لیے فن پارے تخلیق کرتے رہتے ہیں۔ خاص طور پر اقبالیات میں آپ کا کام بالکل منفرد اور ابدی ہے۔ اسلم کمال نہ صرف ایک اچھے آرٹسٹ ہیں بلکہ ایک بلند پایہ ادیب اور شاعر بھی ہیں۔ آپ نے اسلامی خطاطی پر بھی ایک کتاب تالیف کی ہے اور علاوہ ازیں آپ کا سفر نامہ ''اسلم کمال اور سلو میں'' بہت پسند کیے جاتے ہیں۔ آپ کو بہت نامور ادیبوں اور شاعروں نے خراج تحسین پیش کیا ہے آپ کو فن مصورانہ خطاطی میں پاکستان کا بلند پایہ قومی ایوارڈ ''پرائیڈ آف پرفارمنس'' دیا گیا۔

شفیق فاروقی:

آپ نے بھی مصورانہ خطاطی میں بھرپور کام کیا ہے۔ آپ نے ہزاروں کی تعداد میں فن پارے تخلیق کیے ہیں۔ ترکی میں آپ نے بہت سے فنی مظاہر یادگار ثبت کیے ہیں۔ آپ نے ترکی سے نہایت اعلیٰ اور منفرد انداز لائن ورک میں تربیت حاصل کی اور اُن میں کمال کر دکھایا۔ ''یہ لائن ورک'' تصوّف اور طریقت کا عکاس ہے اس میں بہت سے اسرار و رموز پوشیدہ ہیں۔ آپ نے مصورانہ خطاطی کے عروج کے لیے بہت کوششیں کی ہیں جنہیں قبول عام بھی حاصل ہوا۔ آپ کے فن پارے بہت سے اعلیٰ مقامات پر دکھائی دیتے ہیں۔

بشیر موجد:

آپ نے خطاطی کی تربیت ممتاز خطاط جناب الماس سے حاصل کی۔ آپ نے خط نستعلیق میں بطورِ خاصی مشق کی اور اس میں مقام پیدا کیا۔ آپ نے مصوّری کی تربیت اُستاد اللہ بخش اور عبدالرحمٰن چغتائی مرحوم سے حاصل کی۔ آپ نے مصورانہ خطاطی میں بھی تجربات کیے۔ اور طغرا نویسی کا استعارہ کرتے ہوئے لائن ورک میں بہت خوبصورت فن پارے تخلیق کیے۔ آپ کے ہاں بھی کلاسیکل روایات کا بھرپور اظہار نظر آتا ہے۔ آپ کی کئی کتابیں حرفِ رنگ، رنگ نیرنگ اور بولتی لکیریں دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں۔ آپ نے بھی داتا دربار میں اسمائے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی خطاطی میں نمایاں خدمات سرانجام دیں۔

رانا ریاض احمد:

آپ مصورانہ خطاطی میں پاکستان میں پوائنٹ ازم یا نقطہ ریزی کے بانی ہیں آپ سے پہلے مصورانہ خطاطی میں کسی نے پوائنٹ ازم کا استعمال نہیں کیا۔ رانا ریاض نے بہت کم عرصے میں اس صنف میں کمال کر دکھایا۔ اتنے کم عرصے میں آپ نے جتنی مقبولیت حاصل کی وہ کسی اور کے حصے میں نہیں آسکی۔ رانا صاحب نے بھی روایت کو کافی حد تک قائم رکھا ہے۔ آپ نے اپنے فن پاروں میں مروج اسلامی رسوم الخطوط کے قلم کے اتار چڑھاؤ کو مدنظر رکھا ہے۔ آپ کے فن پاروں کو قومی نمائشوں میں بہت پسند کیا گیا۔ آپ کے ہاں رنگوں کا انتخاب قابل رشک ہے۔ آپ قرآنی آیات میں جلال و جمال آفرین کو بے حد اہمیت دیتے ہیں اور اُس کے مطابق رنگوں کا استعمال کرتے ہیں۔ آپ نے داتا دربار میں اسمائے الٰہی کی خطاط میں بھرپور حصہ لیا۔

ظہور کاظمی:

ظہور کاظمی کے والد محترم شمس رقم ایک بہت بڑے خطاط تھے۔ لاہور کے اکثر بورڈ نویس آپ سے استفادہ کرتے تھے۔ ظہور کاظمی کو خطاطی کا فن ورثے میں ملا ہے۔ اُنہوں نے روایتی خطاطی کی بجائے مصورانہ خطاطی کی صنف کو اختیار کیا ہے اور اس سلسلے میں انہوں نے صادقین کی کافی حد تک پیروی کی ہے۔ انہوں نے بے شمار اخبارات کے سرورق بنائے جو مختلف تہواروں کے موقع پر شائع ہوئے اور اُنہیں قبول عام ملا۔ آپ کے ہاں رنگ آمیزی تعریف کے قابل ہے۔ آپ بھی خطاطی میں اسلوب خط کو مدنظر رکھتے ہیں۔ ظہور کاظمی اس فن میں تجربات کرتے رہتے ہیں۔ آپ نے داتا دربار کی خطاطی میں بھرپور حصہ لیا اور موئف کی خطاطی کو آپ نے اور آپ کے شاگرد شاہد گلزار نے کاغذ سے سنگ مرمر پر منتقل کیا۔

اسلم کمال:

آپ نے بھی مصورانہ خطاطی میں خوب اختراعات کیں اور اُن کے انداز میں جیومیٹریکل اور عمارتی تشبیہات بخوبی نظر آتی ہیں۔ صادقین کے بعد سب سے زیادہ اہمیت آپ کو ملی۔ آپ نے کتابوں کے سرورق بنانے میں نہایت اعلیٰ انداز اختیار کیا اور اُسے قبول عام حاصل ہوا۔ اسلم کمال کے فن پاروں میں رنگوں کا استعمال اور اُن کا انتخاب بہت سلیقہ سے کیا گیا ہے۔

پاکستان میں خطاطی کی ناقدین

پروفیسر عبدالجبار شاکر:

آپ خطاطی کے محققین میں سے ہیں۔ ایک عرصہ تک شعبہ لائبریری سے متعلق رہے۔ آپ کے پاس قلمی اور نادر قرآنی مخطوطات کا نادر ذخیرہ ہے۔ آپ کو خطاطی کے جملہ اسالیب پر کامل تحقیق حاصل ہے۔ آپ حد درجہ معاون اور شفیق انسان ہیں۔ صاحب علم اردو اقبالیات کے ماہرین میں شمار ہوتے ہیں۔

پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد صاحب:

آپ سلسلہ نقشبندیہ کے شیخ طریقت ہیں۔ کراچی میں قیام پذیر ہیں۔ آپ کے پاس قدیم اور نادر خطی مجموعے ہیں۔ آپ نے فیصل مسجد میں رکھے گئے قرآنی شاہکار پر ایک ملبوط مقالہ آخری پیغام کے نام سے لکھا۔ آپ جملہ قرآنی اسالیب خط پر سیر حاصل تحقیق کر چکے ہیں۔ آپ ایک روحانی بزرگ اور عہد حاضر کی بڑی علمی شخصیت ہیں۔

ملک محمد نواز اعوان:

آپ کا تعلق کراچی سے ہے۔ ممتاز خطاط حافظ محمد یوسف سدیدیؒ مرحوم اکثر کراچی آپ کے پاس ٹھہرا کرتے تھے۔ آپ کو خطاطی سے عشق ہے۔ آپ خطاطی پر تحقیق کرتے رہتے ہیں۔ آپ کے پاس نادر خطاطی کتابوں کا ذخیرہ ہے۔ آپ ایک مشفق اور صاحب درد شخصیت ہیں۔

راشد شیخ:

آپ کی کتاب تذکرہ خطاطین ممتاز خطاطوں کا ایک خوبصورت تذکرہ ہے۔ آپ خطاطی پر تحقیق کرتے رہتے ہیں۔ اس تحقیق کے ساتھ ساتھ سننے میں آیا ہے کہ آپ خطاطی کی مشق بھی کرتے ہیں۔ آپ ممتاز خطاط شفیق الزمان صاحب کے شاگرد ہیں۔ آپ نے ترکی، مصر اور دیگر ممالک و پاکستان کے خطاطوں پر تحقیقی سلسلہ جاری رکھا ہوا ہے۔

ڈاکٹر خورشید رضوی:

آپ خطاطی کے ناقدین میں سے ہیں۔ خطاطی پر آپ کی تقاریر اور آراء قابل تکریم ہوتی ہیں۔ آپ کی تقریر ایک معطر اور خوشگوار جھونکے کی طرح معلوم ہوتی ہے۔ وابستگانِ فن آپ کو نہایت قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ آپ صحیح معنوں میں عربی کے جید عالم ایک اعلیٰ مقرر اور بلند پایہ محقق ہیں۔

مستنصر حسین تارڑ:

اگر چہ آپ اردو ادب کے اعلیٰ درجہ کے ادیب، صاحب طرز نثر نگار اور دور حاضرہ کے منفرد ترین سفر ناموں کے مصنف ہیں مگر ساتھ ہی ساتھ آپ خطاطی کے ساتھ دلی محبت اور عقیدت رکھتے ہیں۔ آپ کو تمام معروف خطاطوں کے تحریر کردہ فن پاروں کی شناخت حاصل ہے۔ آپ خطاطی کو لطیف اور اعلیٰ درجہ کے فنون میں شمار کرتے ہیں۔ اور گاہے گاہے اپنی کتابوں اور ٹی وی پروگراموں میں خطاطی کا ذکر کرتے رہتے ہیں۔

صاحبزادہ غلام نظام الدین معظمی (مرحوم):

آپ میرے اوّلین اُستاد تھے۔ آپ کو خطاطی میں کامل مہارت حاصل تھی۔ آپ اس فن کے اعلیٰ درجہ کے نقاد تھے۔ حافظ محمد یوسف سدیدی اور صوفی خورشید رقم مرحوم جیسے اعلیٰ درجے کے خطاط بھی آپ سے بعض اوقات مشورہ لیتے تھے۔ آپ نے خطاطی میں کئی اصلاحات دی ہیں۔ جیسے کہ آپ تین اکٹھے لفظوں کو آپس میں ملا کر لکھنا پسند نہیں کرتے تھے۔ اسی طرح آپ خطاطی میں کشش اور کھلے پن کو زیادہ پسند کرتے تھے۔ آپ کی کتاب شعر ناب ممتاز خطاط سید انور حسین نفیس رقم نے کتابت فرمائی تھی۔ حضرت غلام نظام الدین ایک اعلیٰ درجہ کے نثر نگار اور بلند پایہ شاعر تھے۔ آپ کی دیگر جملہ کتابوں میں ہوا معظم، وحی، نگارش وغیرہ معروف ہیں۔

ڈاکٹر غلام معین الدین معین نظامی:

آپ صاحبزادہ غلام نظام الدین مرحوم کے صاحبزادے ہیں۔ پنجاب یونیورسٹی میں فارسی کے معلم ہیں آپ نے پنجاب یونیورسٹی کا سو سالہ ریکارڈ توڑا اور ایک نیا ریکارڈ قائم کیا جس

پر آپ کو گولڈ میڈل دیا گیا۔ آپ نے خطاطی کی تعلیم ممتاز خطاطوں صوفی خورشید رقم مرحوم اور حافظ محمد یوسف سدیدی مرحوم سے حاصل کی۔ خطاطی میں آپ خط نستعلیق میں خصوصی دلچسپی لیتے ہیں۔ آپ کا فن ذوق قابل تحسین ہے۔ آپ نے شفقت فرماتے ہوئے اس عاجز پر بھی ایک مضمون لکھا جو شاملِ کتاب ہذا ہے۔

کامل خان ممتاز:

آپ پاکستان کے چیدہ ماہرین تعمیرات میں سے ایک ہیں۔ آپ عمارتی خطاطی پر پوری تحقیق رکھتے ہیں۔ فنی حوالوں سے آپ رسوم الخطوط کو سمجھتے ہیں اور آپ رسوم الخطوط کے کماحقہ استعمال اور اُس کی نزاکت سے بھی بخوبی آگاہ ہیں۔ آپ پاکستان میں روایت کے زبردست مبلغ ہیں۔ آپ کے صاحبزادے تیمور خان بالکل اپنے والد صاحب کے نقش قدم پر چل کر روایت کو اُس کا کھویا ہوا مقام دلوانا چاہتے ہیں۔

ڈاکٹر مارٹن لنگز (ابوبکر سراج الدین):

آپ قرآنی خطاطی کے زبردست محقق ہیں۔ اس سلسلے میں آپ نے طویل تحقیق کی اور قرآنی خطاطی کے جملہ اسالیب اور عہد بہ عہد اُن کے تاریخی ادوار پر تفصیل سے بحث کی ہے۔ آپ کی کتاب ''قرآنک آرٹ'' دنیا بھر میں قرآنی خطاطی کے اعلیٰ معیار کو متعارف کرانے کا سبب بنی تھی۔ ڈاکٹر صاحب نے بعدازاں اسلام قبول کیا اور آپ کا نام ابوبکر سراج الدین رکھا گیا، آج کل آپ تصوف پر بہت کام کر رہے ہیں اور لندن میں آپ کا گھر اہل عقیدت و تصوف کا مرکز ہے۔ آپ لندن میں روحانی فیوض و برکات کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں۔

ڈاکٹر جیمز ایلن:

آپ آکسفورڈ یونیورسٹی اور اشمولین میوزیم میں اورینٹل آرٹس کے ماہر ہیں۔ فن خطاطی پر آپ کو مکمل تحقیق حاصل ہے۔ آپ نے خطاطی کے جملہ اسالیب پر کامل تحقیق کی ہے اور آپ اس سلسلے میں شائقین فن کی راہنمائی بھی کرتے ہیں۔ آپ کے بے شمار شاگرد ہیں جن کو

آپ اسلامی خطاطی سے متعارف کراتے ہیں۔اس طرح آپ اِس فن کے عظیم مبلغ ہیں۔آپ آکسفورڈ میں ہی مقیم ہیں۔آپ ایرانی میٹل ورک اور اسلامی میٹل ورک پر دنیا میں ایک اتھارٹی تسلیم کیے جاتے ہیں۔

مسز ڈاکٹر پوٹر وینشیا:

آپ برٹش میوزیم لندن میں اورینٹل اسلامک فنون کے شعبے کی نگران وانچارج ہیں۔ آپ کو جملہ خطاطی کی اقسام پر تحقیق حاصل ہے۔ڈاکٹر صاحبہ عہد بہ عہد قرآنی خطاطی سے پوری طرح واقف ہیں۔آپ رسوم الخطوط کے معیار کو بخوبی جانچ لیتی ہیں۔عربی سٹڈیز میں آپ نے پی ایچ ڈی کی ہے۔قلم کی روانگی اور حسن خط کو پرکھنے میں آپ کو عبور حاصل ہے۔آپ کی کئی کتابیں فنون کا بہترین اثاثہ ہیں۔

محمد صابر خان:

آپ حضرت داتا گنج بخش کے عقیدتمندوں میں سے ہیں۔خطاطی کے بارے میں خوب جانتے ہیں۔خط نستعلیق کی حسن ونزاکت سے بخوبی آگاہ ہیں۔آپ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ حضرت داتا گنج بخشؒ کی لوح مزار اور جالیاں آپ نے اپنی گرہ سے تیار کرائی ہیں۔دربار شریف کی گاہے بگاہے خدمت کرتے رہتے ہیں۔آپ حضرت شاہ نورانی بلاول کے بھی عقیدتمند ہیں اور آپ کے پاس قلمی کتابوں کا بھی مجموعہ ہے۔

خطاطی کی ترویج کے ادارے

ادارہ ثقافت بلوچستان، بیٹھک کاتباں لوہاری دروازہ، بیٹھک الماس رقم، حبیب بنک بلڈنگ اُردو بازار، گوہر خطاطی اکیڈمی مزنگ چونگی لاہور، بیٹھک غلام یٰسین چوک متی، روزنامہ امروز، خانہ فرہنگ ایران، نیشنل کالج آف آرٹس دی مال لاہور، بیٹھک سید انور حسین نفیس رقم نزد جامعہ مدینہ کریم پارک لاہور، بیٹھک حاجی اعظم منور رقم مرحوم گنپت روڈ لاہور، بیٹھک جمیل احمد تنویر رقم مرحوم ادارہ نقش بھاٹی گیٹ، ہمیشہ سے خطاطوں کی بیٹھکیں خطاطی کی تدریس کا مرکز رہی ہیں۔ دورِ حاضرہ میں ادارہ ثقافت بلوچستان نے جناب عبداللہ بلوچ کے خصوصی تعاون سے تقریباً چودہ برس سے خطاطی کی ترویج کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے جس سے تقریباً سولہ سو خواتین و حضرات شائقین فن فیضیاب ہو چکے ہیں۔ جن میں سے اکثر نے اپنے خطاطی کے ادارے قائم کیے ہیں اور یہ فقیر وہاں تقریباً چودہ برس سے خطاطی کی تربیت دے رہا ہے اور باقاعدہ یہ ادارہ خطاطی کی سند جاری کر رہا ہے۔

نیشنل کالج آف آرٹس نے 2001ء سے خطاطی کو شامل نصاب کر کے خطاطی کے فروغ کا سلسلہ قائم کر رکھا ہے۔ ہر سال موسم گرما میں خطاطی کی ورکشاپس ہوتی ہیں جن میں کافی تعداد میں طلبا و طالبات اور خواتین و حضرات شرکت کرتے ہیں اور یوں بھی کالج میں تیزی سے خطاطی کے فروغ کا کام ہو رہا ہے۔ توقع کی جاتی ہے کہ مستقبل میں یہ کالج خطاطی کی منفرد تدریسی ادارہ بن جائے گا۔ مرتب ہی وہاں خطاطی کا معلم ہے۔

اس فقیر کا قائم کردہ گوہر خطاطی اکیڈمی ملک میں دور حاضر کا سب سے بڑا تربیتی ادارہ ہے۔ یہ ادارہ 1982ء میں قائم ہوا اس کا اوّلین کا مرکز اچھرہ ذیلدار چوک تھا جہاں طلباء و طالبات باقاعدہ خطاطی کی تربیت حاصل کرتے تھے۔ بعدازاں 1985ء میں مزنگ چونگی میں قائم کیا گیا اور اب تک اِس ادارہ سے باقاعدہ سند یافتہ خواتین و حضرات کی تعداد 1800 کے قریب ہے۔ جب کہ تین ہزار سے زائد افراد نے یہاں سے تربیت حاصل کی۔ یہاں کسی سے

فیس وصول نہیں کی جاتی اور نہ ہی مخیّر حضرات یا حکومت سے کوئی فنڈ لیا جاتا ہے۔ بلکہ بیرون کئی غریب طلباء کی رہائش کا انتظام اپنی گرہ سے کیا جاتا ہے۔ اپنی ان خدمات کا ذکر بھی عام لوگوں سے نہیں کیا جاتا اور نہ ہی کسی سے تعریف وتوصیف کی توقع رکھی جاتی ہے۔ ایک ہی کمرے میں یہ تمام کام کر کے اس ادارہ نے ثابت کر دیا ہے کہ ادارے یا اکیڈیمیاں عمارتوں اور عالیشان گیلریوں سے نہیں ہوتیں بلکہ اصل کام فن کو عام کرنا اور تربیت کرنا ہوتا ہے۔ گوہر خطاطی اکیڈمی کے زیر اہتمام تقریباً دوسو سے زائد نمائشیں الحمرا سنٹر لاہور، لاہور کے مختلف مقامات، کراچی، مری، راولپنڈی، اسلام آباد، فیصل آباد، کوئٹہ، سرگودھا میں ہو چکی ہیں اور یہ ادارہ اس وقت بھی کسی قسم کے اعزازیا مالی مدد سے بے نیاز اپنی کارکردگی میں مصروف ہے۔

اِس فقیر نے خطاطی کے فروغ کے لیے چودہ کتب تحریر کی ہیں جن میں سے کئی کتب کے ایڈیشن بارہا چھپ چکے ہیں اور خطاطی کو ملک میں فروغ اور رواج دینے میں اس ادارہ کا مرکزی کردار ہے جسے آنیوالے مؤرخ کبھی فراموش نہیں کر سکیں گے۔

قرآن کریم کا عظیم نسخہ بطور تحفہ فیصل مسجد (406 اقسام خط کا موجودہ صدی کا منفرد شاہکار):

اِس ادارہ نے مدینہ قرآن کمپنی کے تعاون سے قرآن کریم کا عظیم ایشان ایسا نسخہ لکھا ہے کہ جس کے بارے میں پاکستان کے قومی اخبارات نے واضح طور پر لکھا کہ یہ موجودہ صدی کا منفرد شاہکار ہے۔ اس میں خطاطی کے فرائض بھی اِس فقیر نے ادا کیے اور 406 اقسام خط میں یہ نسخہ بجا طور پر ایک خاص اہمیت اختیار کر گیا ہے۔ اس کو 1989ء میں قومی سیرت کانفرنس اسلام آباد کے موقع پر فیصل مسجد کی زینت بنایا گیا جس کی اَب تک پاکستان میں لاکھوں لوگ زیارت کر چکے ہیں۔ الیکٹرانک میڈیا نے اس عظیم ایشان قرآنی نسخہ کی کبھی کوریج نہیں کی شاید اس کی وجہ وہاں پر موجود بعض عناصر کی کوئی خاص پرخاش ہو لیکن اُنہیں یہ بات معلوم ہونی چاہیے کہ عزت اور ذلت اللہ کے ہاتھ میں ہے اور جسے وہ مقبولیت عطا کرے اُسے کوئی گرا نہیں سکتا۔ اس عظیم نسخہ مبارک کی اکثر اسلامی ممالک کے سربراہانِ مملکت زیارت کر چکے ہیں اور اُنہوں نے بھرپور خراج تحسین پیش کیا ہے اس نسخہ مبارک کے بارے میں پاکستان کے نامور قابل احترام

محقق جناب پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد تحریر کرتے ہیں ''یہ قرآن کیا ہے؟ ایک چمنستان ہے۔ ہر صفحہ دل کھینچتا ہے اور حیرت ہوتی ہے کہ ایک کاتب اتنے بہت سے خطوط لکھنے پر اس مہارت کے ساتھ کیسے قادر ہوا کہ گویا اُس نے ہر خط کی مشق پر برسوں گزارے ہوں یہ بات حیران کن ہے (آخری پیغام صفحہ 14) اس کے بعد ڈاکٹر صاحب موصوف تحریر کرتے ہیں۔ ''یہ عظیم نسخہ مبارک خطاطی کا ایک شہ کار ہے کہ جس میں خطاطی کی چودہ سو سالہ تاریخ کو سمیٹ کر رکھ دیا گیا ہے اور یہ شہ کار پنجاب کے ممتاز خطاط خورشید عالم گوہر قلم نے پیش کیا ہے۔ (آخری پیغام) آگے چل کر ڈاکٹر صاحب مزید لکھتے ہیں۔

''خورشید عالم گوہر قلم نے اس قرآن پاک میں اپنی مہارت کا مظاہرہ کیا ہے اور مندرجہ ذیل خطوط استعمال کیے اور پھر ہر خط میں اپنا کمال دکھایا ہے۔ بعض خطوط میں تو ایک ہی خط کو کئی کئی انداز سے لکھا ہے گویا جس طرح شاعر کو آمد ہوتی ہے اور وہ بیک وقت دو غزلہ، سہ غزلہ لکھتا ہے آمد کی یہی کیفیت خورشید عالم گوہر قلم کو میسر آئی اور اُنہوں نے جو کچھ لکھا بقول خود عالم کیف میں لکھا'' (آخری پیغام) اِس قرآن کریم میں جن حضرات نے خصوصی معاونت کی اُن میں حضرت پیر ابوالخیر عبداللہ جان سجادہ نشین مرشد آباد شریف پشاور کی خصوصی حیثیت حاصل ہے۔ موصوف سلسلہ نقشبندیہ کے ایک عظیم بزرگ ہیں اور آپ کا سلسلہ طریقت حضرت خواجہ نواب الدین موہروی کے ساتھ ہے۔ حضرت پیر عبداللہ خان صاحب نے اِس فقیر کے ساتھ ہمیشہ محبت و شفقت اختیار فرمائی اور ہمیشہ اپنی دعاؤں اور مالی معاونت سے نوازا۔ دیگر حضرات میں الحاج شہزاد حسین بٹ قادری مرحوم، کرنل محمد یونس احمد، جسٹس (ریٹائرڈ) محبوب احمد، جسٹس (ریٹائرڈ) محمد الیاس، چوہدری عید محمد مرحوم، حاجی عبدالعزیز قریشی، محمد صدیق بٹ اور بانی جلوس عید میلاد النبی الحاج عنایت اللہ قادری مرحوم شامل تھے۔

اِس عظیم نسخہ مبارک کو ہر طرف پسندیدگی اور تحسین کی نظروں سے دیکھا گیا۔ قرآنی مجید کو اس اعزاز سے فیصل مسجد میں رکھنے کے لیے اُس وقت کے سیکرٹری مذہبی امور حاجی محمد یوسف صاحب اور ڈاکٹر حاجی حبیب الرحمٰن صاحب نے خصوصی طور پر معاونت فرمائی اور اِسے شایان شان اعزاز کے ساتھ رکھوایا۔ اس موقع پر کئی دردمند اخبارات بہت کچھ لکھا۔ اُس دور کے سب

سے بڑے اور عظیم روزنامہ امروز نے اپنے اداریئے میں لکھا (روزنامہ امروز 7 اکتوبر 1990ء)

''معروف خوشنویس خورشید عالم گوہر قلم کو قرآن پاک کی مخصوص انداز میں کتابت کرنے پر نگران وزیر اعظم غلام مصطفےٰ جتوئی کی طرف سے قدر افزائی کے طور پر پچاس ہزار روپے کا انعام یا اعزاز دیا گیا۔ قرآن کریم کا یہ نسخہ مدینہ قرآن کمپنی کے زیر اہتمام تیار کیا گیا اور اسے قومی سیرت کانفرنس کے موقع پر اسلام آباد کی شاہ فیصل مسجد میں رکھا گیا۔ خورشید عالم صاحب نے قرآن کریم کی کتابت کچھ اس انداز سے کی ہے اور ایسے کاغذ پر کی ہے کہ اس نسخے کا وزن 40 من ہو گیا ہے۔ وزن سے قطع نظر اصل بات یہ ہے کہ کتابت ایسے فن شریف کا یہ شہ کار بالکل منفرد حیثیت اختیار کر گیا ہے۔ وزیر اعظم کی طرف سے جناب خورشید عالم گوہر قلم کی حوصلہ افزائی یقیناً قابل تعریف ہے۔'' (روزنامہ امروز۔ 17 اکتوبر 1990ء)

خالد یوسفی

آپ خوش خط ہفت قلم ہیں۔ آپ حافظ محمد یوسف سدیدی مرحوم کے عزیز ترین شاگردوں میں سے ہیں۔ آپ روزنامہ امروز کے ساتھ ساتھ بعض قومی اخبارات میں نمایاں کام کیا۔ آپ نے بے شمار کتابوں کے سرورق لکھے۔ آپ خفی و جلی دونوں میں مہارت رکھتے ہیں۔ آپ کے کام میں حد درجہ نفاست ہے۔ کافی تعداد میں طالبان فن نے آپ سے استفادہ کیا۔ ان دنوں مستقل طور پر اسلام آباد میں مقیم ہیں۔ کئی اخبارات کی پیشانیاں لکھیں۔

خطاطی پر معروف کتابیں

مرقع زریں	تاج الدین زریں رقم	پنجۂ محبوب	منشی دیبی پرشاد
نگارستان	محمد اعظم منور رقم	تنویر الشمس	(شمس رقم)
تدریس خطاطی	محمد اعظم منور رقم	اعجاز رقم	(منشی اعجاز رقم)
مرقع خط	ڈاکٹر مسعود احمد	زریں رقم	دہلی
مرقع گوہر	خورشید عالم گوہر قلم	قطعات عربیہ	طبع دہلی
جواہر القلم	خورشید عالم گوہر قلم	رقع خط شکستہ	طبع سکھند
مرقع لوح وقلم	خورشید عالم گوہر قلم	مشق نستعلیق	طبع سکھند
اعجاز خطاطی	خورشید عالم گوہر قلم	صحیفہ خوشنویسان	طبع دہلی
نصاب خطاطی	خورشید عالم گوہر قلم	تذکرہ خوشنویساں	غلام محمد نفت قلمی مرحوم
جمال خطاطی	خورشید عالم گوہر قلم	تذکرہ خط وخطاطان	طبع ایران
قرآنک آرٹ	مارٹن لنگز	تذکرہ خطاطین	راشد شیخ
سپلنڈر آف اسلامک کیلیگرافی		تحفہ خطاطین	طبع کراچی
اسلامک کیلیگرافی	یٰسین صفدی	پیدائش خط وخطاطان	ممتاز حسین جونپوری مرحوم
قواعد الخط العربی	ہاشم محمد الخطاط	آداب خطاطی	(لکھنؤ)
کراستہ الخط العربی	سید ابراہیم	صبح الاعشی	(مطبع عراق)
الفن الاسلامی الخطاطی	(طبع مصر)	کراستہ عبدالعزیز الرفاعی	اُستاد رفاعی مرحوم
جمال خطاطی	متحدہ عرب امارات	کراستہ اُستاد محمد شوقی	محمد شوقی مرحوم
بدائع الخط العربی	ناجی زین الدین	کتاب الخط	(مطبوعہ مصر)
مصور الخط العربی	(عراق)	کتاب الخط اسلامی وآدابہ	(مطبوعہ مصر)
اطلس خط	حبیب اللہ فضائلی	تذکرہ ثلث نویساں	(مطبوعہ ایران)

مشق عشق	(ایران)
ارژنگ چین	منشی دیبی پرشاد
پنجہ نگاریں	منشی دیبی پرشاد
گنجینہ خطوط درافغانستان	عزیزالدین وکیلی فوفلزائی
صحیفہ حافظ	حافظ انجم محمود
تذکرہ خطاطان لاہور	محمد اقبال بھٹہ
نفائس القلم	سید انور حسین نفیس رقم
مرقع فیض	فیض مجدد ممبئی
تدریس خطاطی	محمد شریف صابری
الخط الزاہر الجلی	جواد سبتی
الخط الکوفی	(مطبوعہ ایران)
الوردۃ الخط	(مطبوعہ مصر)
الخطاطون المعاصرون	(عراق)
الفن الخطاطی فی العھد العباسیۃ	(ڈاکٹر طہٰ حسین مرحوم) مصر
تذکرہ نستعلیق نویساں ایران	(مطبوعہ ایران)
ہُنرِ مروم درافغانستان	عزیزالدین وکیل
گنجینہ خطوط	اُستاد عطا ہردی
الصور الھندسیۃ	(ڈاکٹر طہٰ حسین مرحوم) مصر
الحروف فی الخطاطیہ	ڈاکٹر ذکریا الفہری 1935ء مطبوعہ مصر
نفائس الخطاطین	ڈاکٹر ذکریا الفہری 1935ء مطبوعہ مصر
مخطوطاتِ عربیہ	(الاصفہانی)
جمال خطاطی درعہد جدید وقدیم	ڈاکٹر نجیب الدین ایران
الخصائص الثلث والنسخ	(مصر)
الخصائص الخط الکوفی	(مصر)
الحیثیات الخط الاسلامی	(ایران)
خطاطی درعرب وعجم	(ایران)
الخط ریاض العلم	نجیب ہواوینی مرحوم

نمونه‌های خطّاطی

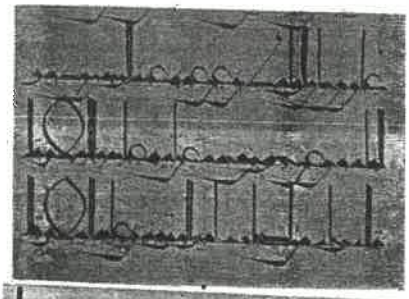

خط کتاب صفات الشیعہ ۔ نوعی کوفی ۔ نوشتہ سال
(۳۹۱ ہجری)

خط کتاب ستر المکتوم نوشتہ بسال
۶۱۰ھ

خط کتاب الابنیہ عن الحقایق الادویہ
۴۷۷ھ

خط جامع العلوم نوشتہ بسال
۴۱۱ھ

خط ترجمان البلاغہ نوشتہ سال (۵۰۷ ہجری)

دیوان انوری نوشتہ (۸۸۰ قمری) بخط نسخ تحریری

مزار سلطان محمود غزنوی پر خط ثلث (خطاط نامعلوم)

پتھر پر منقش کوفی (کندہ)

امیر المومنین کے تابوت مزار پر خط کوفی کی کندہ کاری

ابن الیتیار واسطی کا سٹیل کا پیالہ جس پر خط کوفی نقش ہے

(عہد عباسیہ)

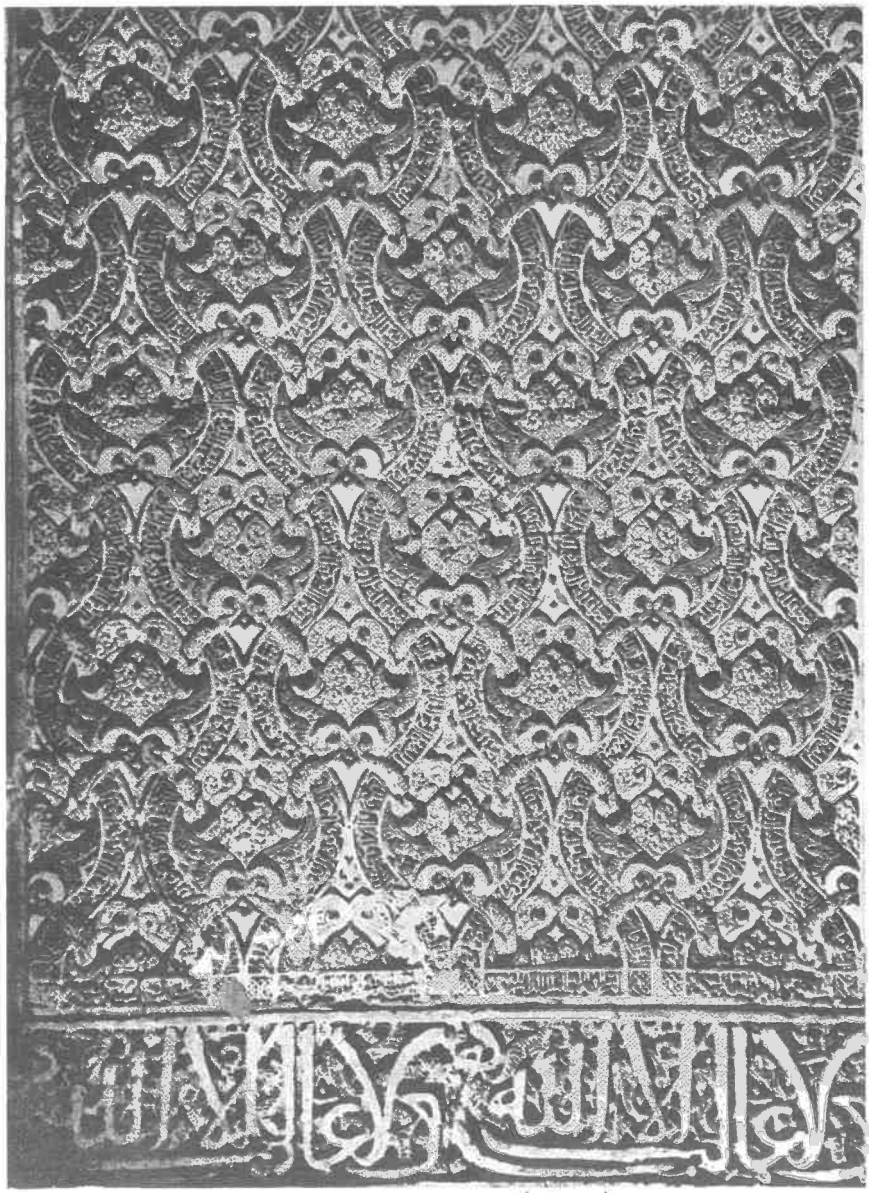

خط ثلث اندلسی کبیر

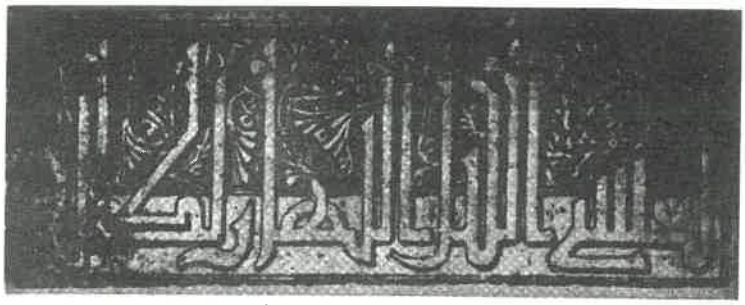

جامع مسجد تلمسان میں تحریر شدہ کوفی مؤرق

جامع الاقمر میں محراب میں کلمۂ شہادت

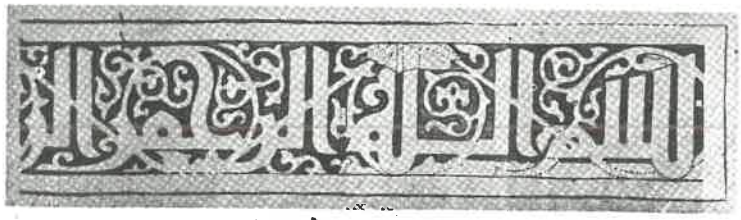

کوفی مورق مزار سلطان محمود غزنوی

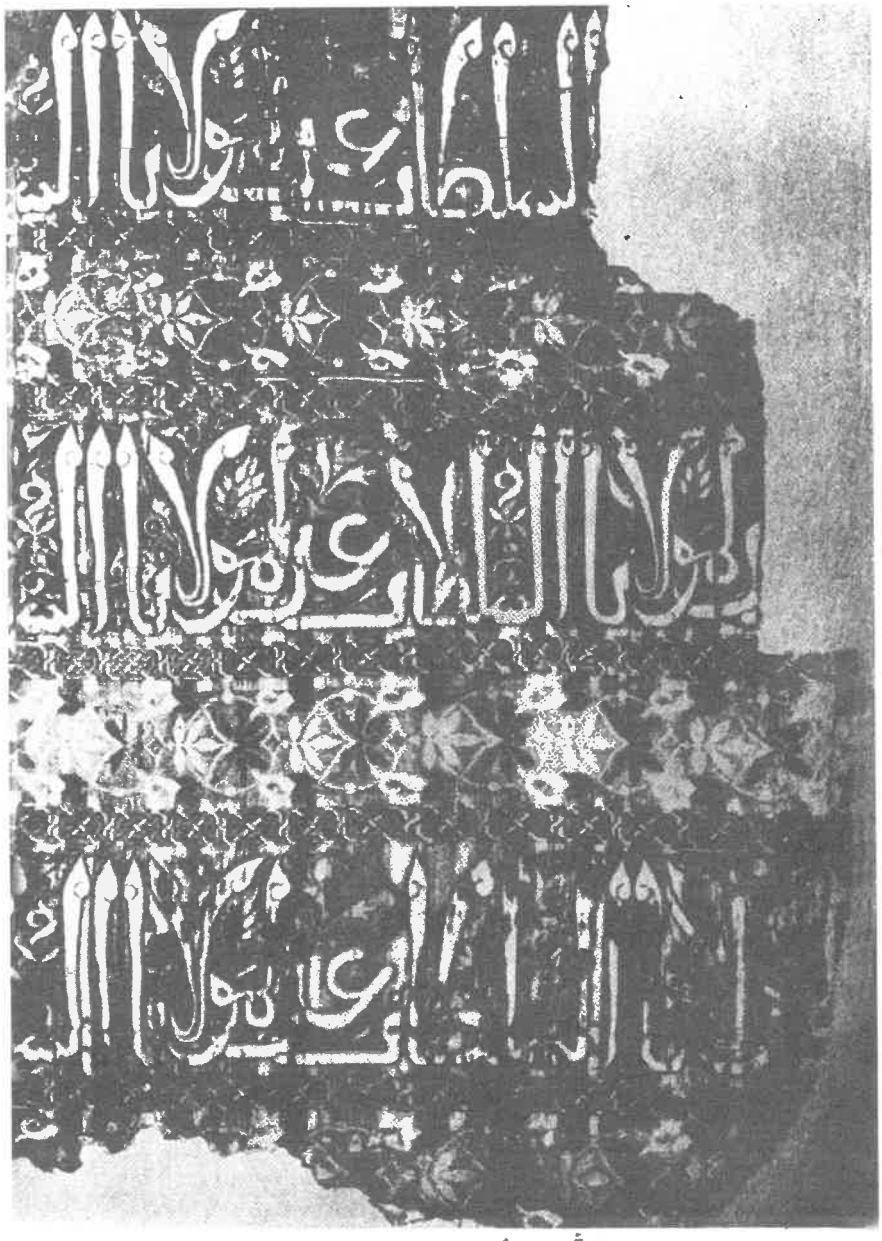

خط ثلث جلی اندلسی پندرہویں صدی عیسوی

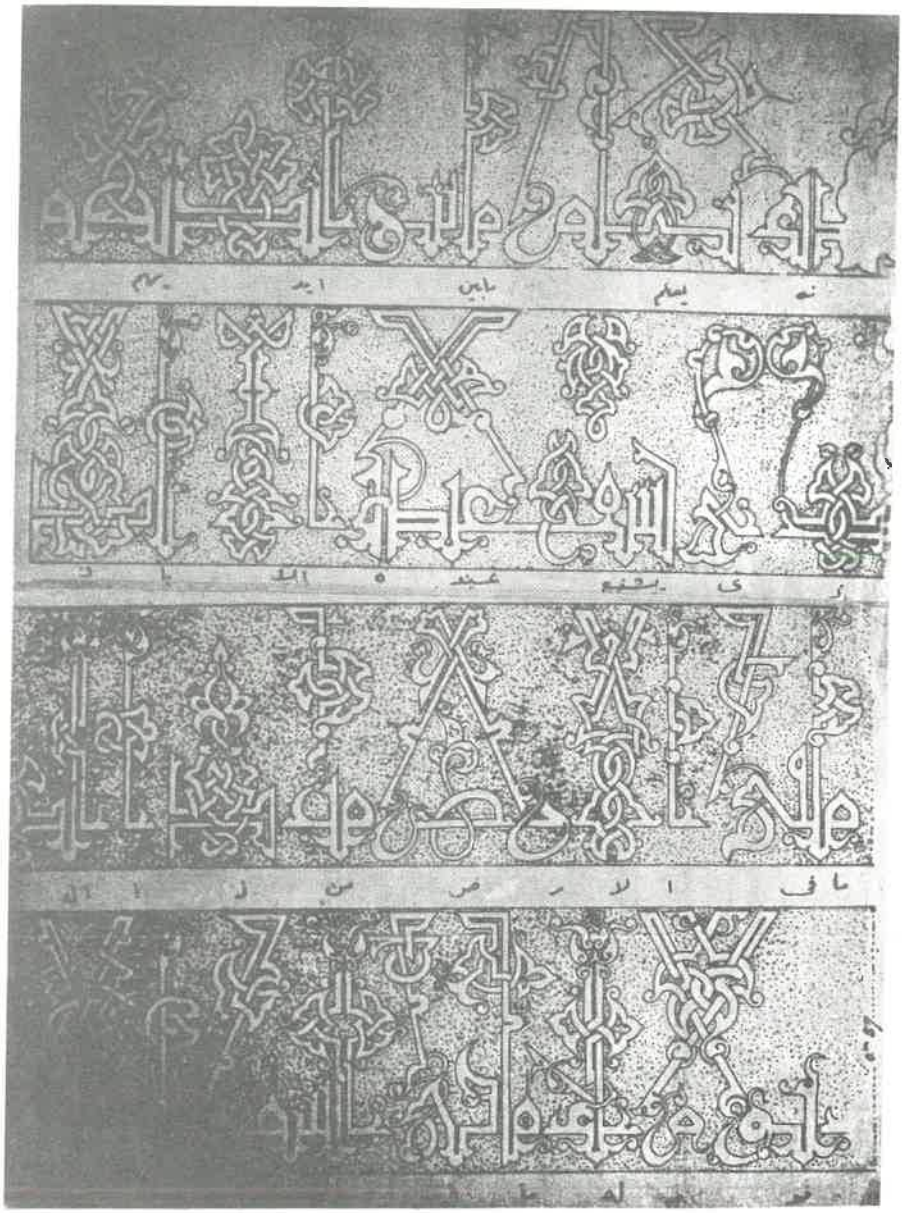

خط کوفی زخرفی (امام شافعیؒ کے روضۂ مبارک میں تحریر شدہ)

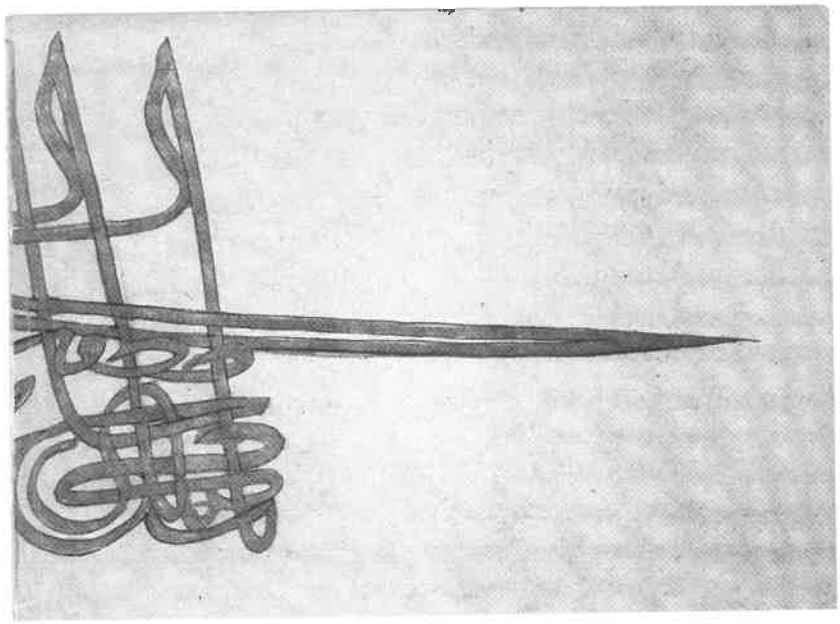

دو قدیم
طغراجات

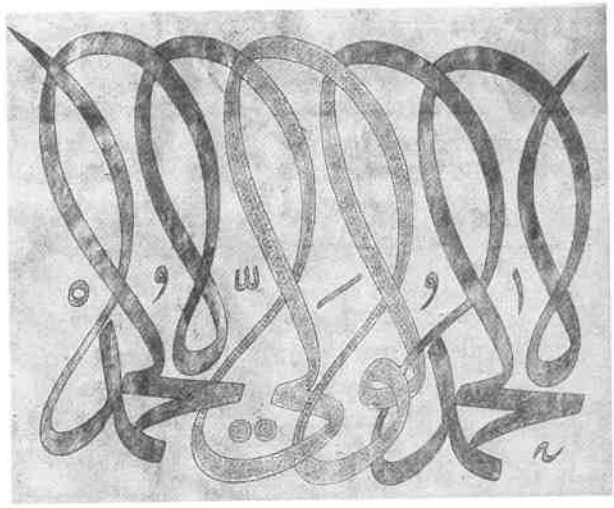

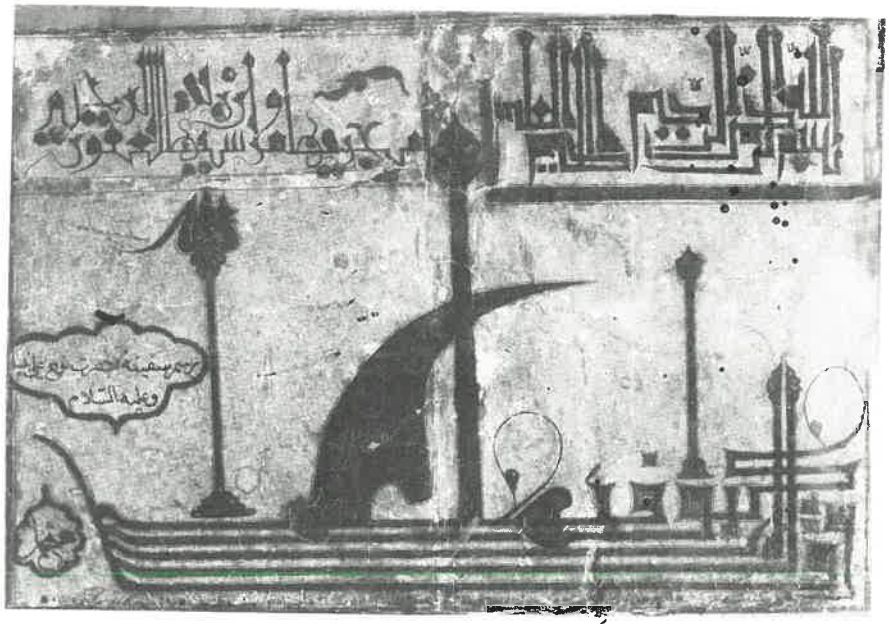

کشتی میں خطاطی

درود پاک خط ثلث۔ زخرفی

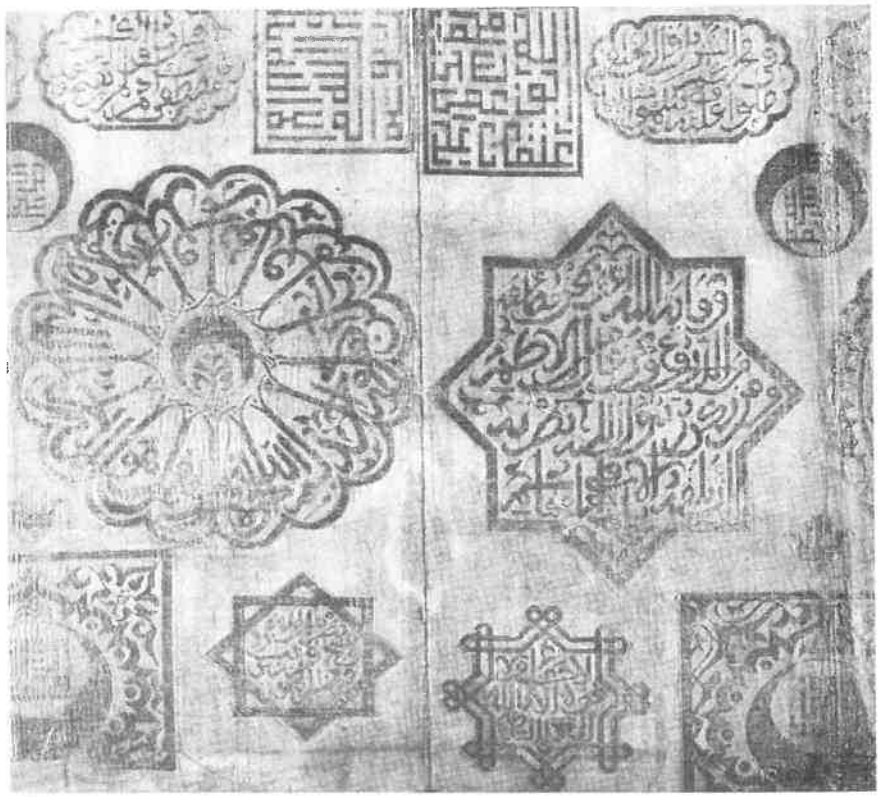

Tomb-cover with inscriptions in Maghribī, ornamental Thuluth and square Kufic, arranged in panels of various shapes. The text is mainly Quranic and benedictory. Morocco, 18th century

انگیز نسبہ کے نذر مغربی، ثلث اور کوفی
میں خطاطی کے نمونے

Plaited, knotted and foliated Kufic surrounded by a border of Thuluth verging on Riqā', carved on a wooden Qur'ān-stand. The Kufic is the word 'Allāh', the Thuluth is the Throne Verse (II, 255). Turkey, *c.* 13th century

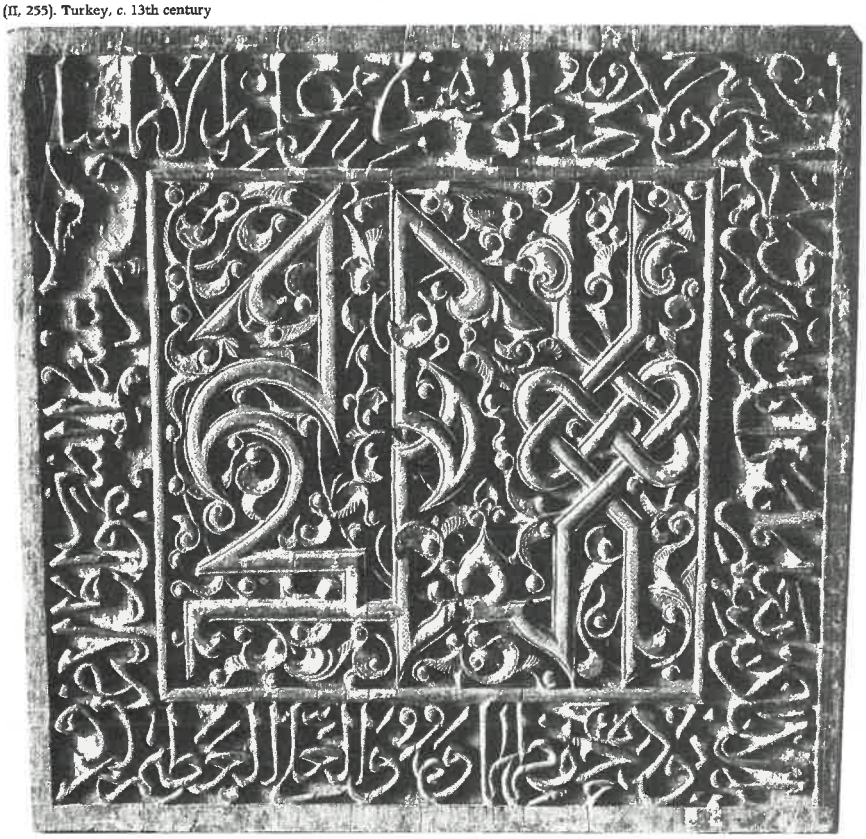

قرآن کریم کا ایک رحل لکڑی پر کندہ خط کوفی اور بارڈر پر ثلث

کوفی دائرہ

محمد علی ۔ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا

کوفی زخرفی ، متقاطر متقاس توکلت علی اللہ

کوفی مزھر ۔ عبد المملوک رب اوزعنی ان اشکر نعمتک

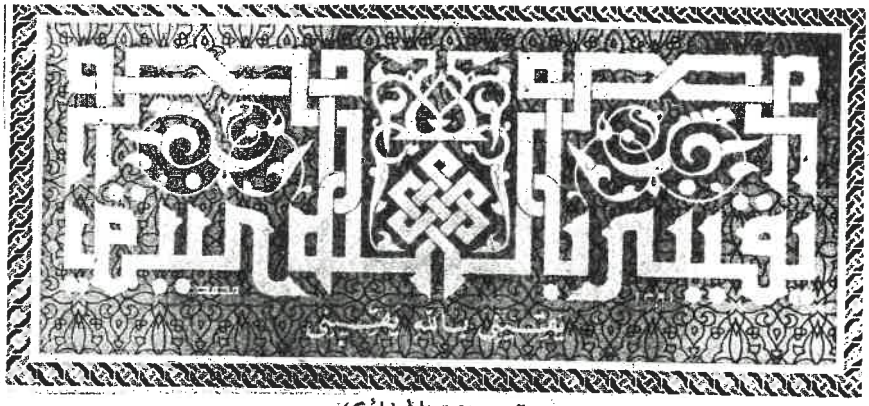

كوفي مربعي محمد الجزائري

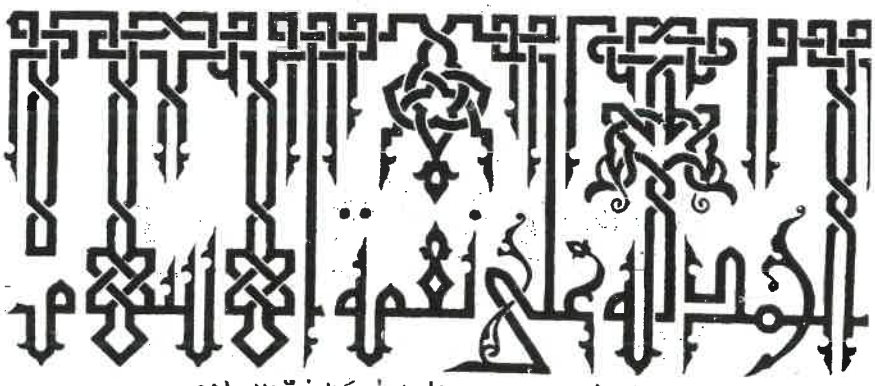

كوفي مضفور الحمد لله على نعمة الاسلام

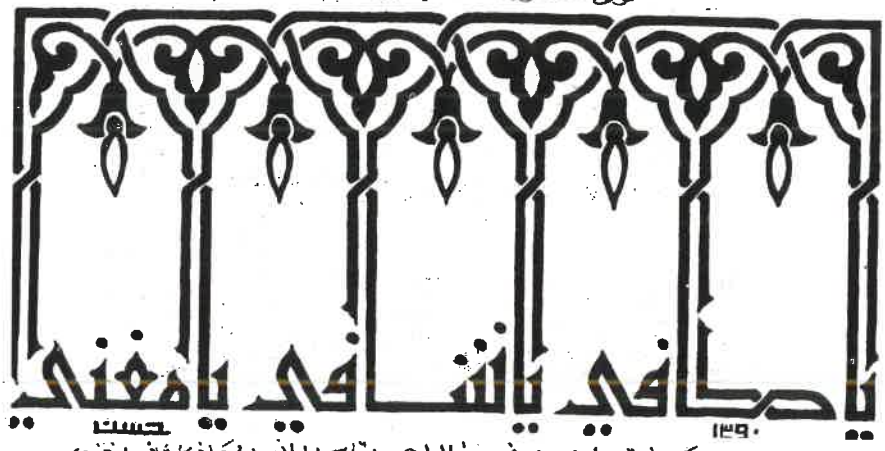

كوفي قنديل زخرفي خطاط حسن قاسم البابلي (يا كافي يا شافي يا مغني)

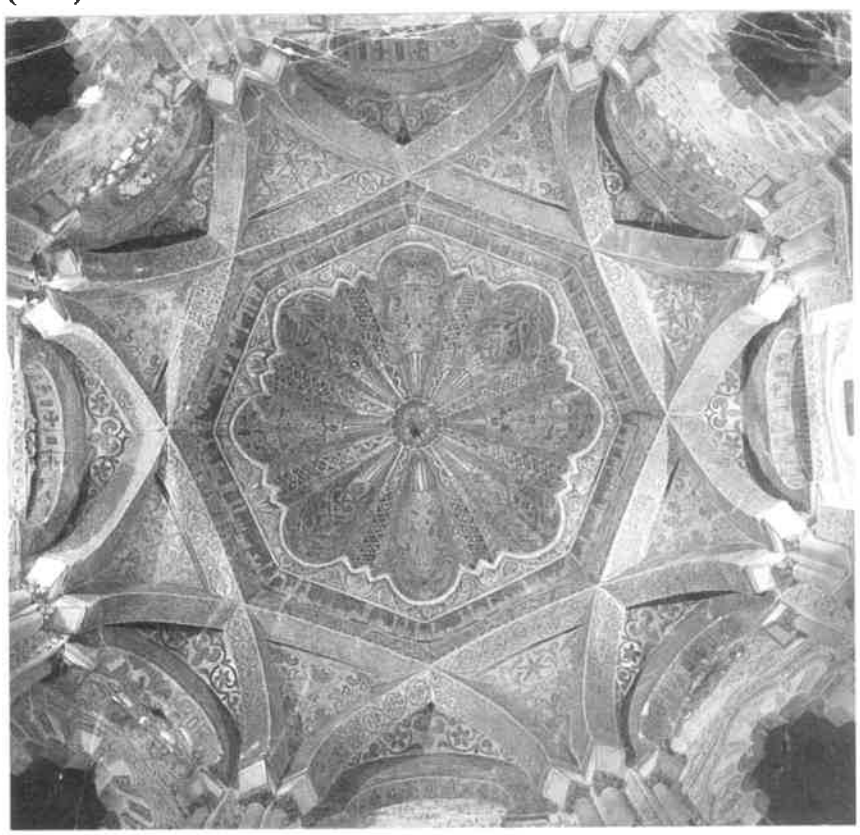

Muslim Spain came of age in 139/756 when the last surviving Umayyad prince, 'Abd ar-Rahmān, founded a dynasty that was to last for nine generations. At his capital of Cordoba he began the Great Mosque, enlarged by his successors. Shown here are the ceiling of the *mihrāb* antechamber (above) and the *mihrāb* itself (opposite), both of which date from the reign of al-Hakam II (350–55/961–6). Together they constitute the finest surviving monument of Umayyad Spain, complex in design and rich in decoration – marble, stucco and mosaic forming floral patterns (the segments of the dome and voussoirs of the arch) and Qur'ānic inscriptions, e.g. the square frame of the *mihrāb* and the octagonal base of the dome above the ribs. (2, 4)

اسلامی اندلس میں مصری کوفی
، اوپر چھت پر نقاشی و خطاطی ،
، نیچے ایک برتن پر نقاشی و خطاطی ،

The elegance of Umayyad court life is evoked in the ivory caskets which were one of the specialities of Cordoba (right). In the carved relief flowers and Kūfic lettering are combined with lively animals and birds. (3)

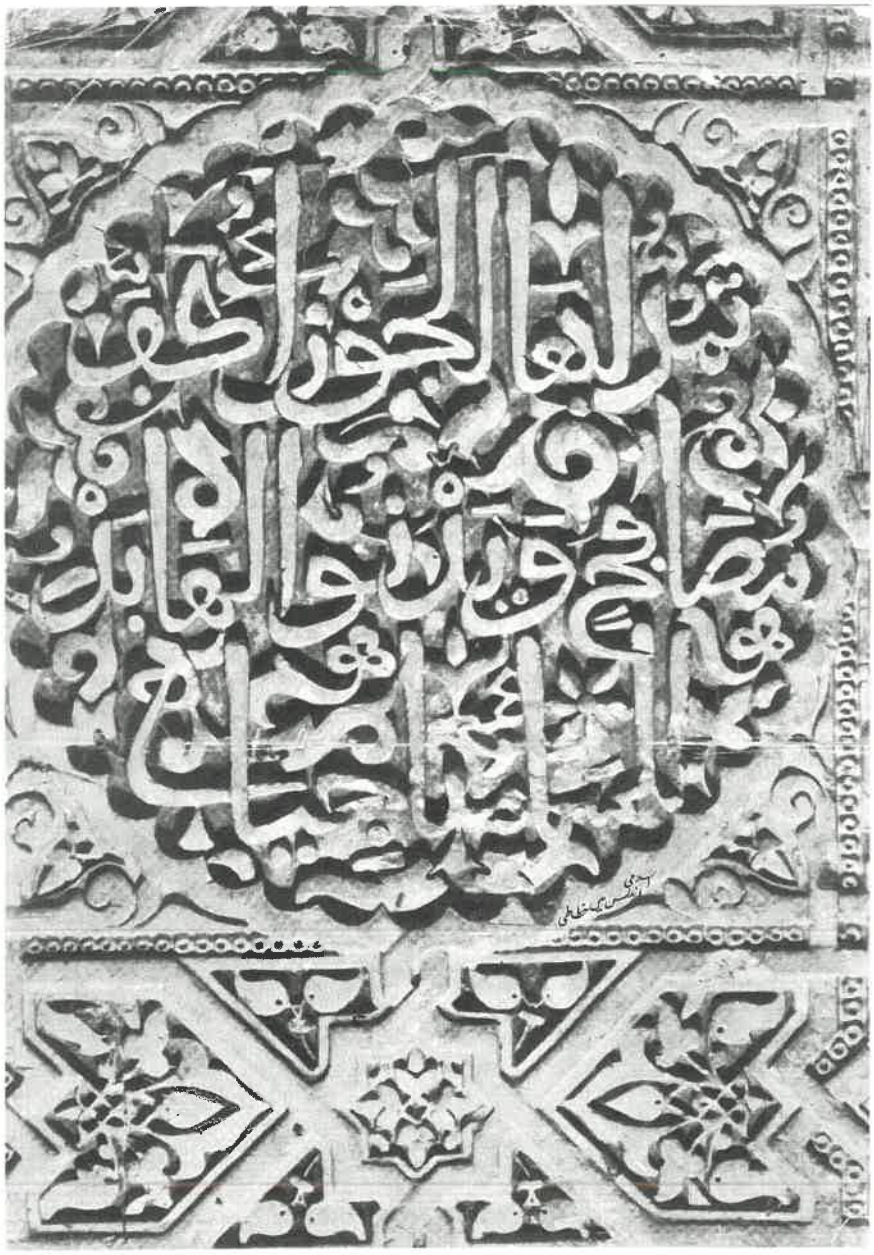

کوفی حروف کے ابجد

وانعمت عليك وهديتك صراطا مستقيما

کوفی مورق سنہ ۴۷۸ھ

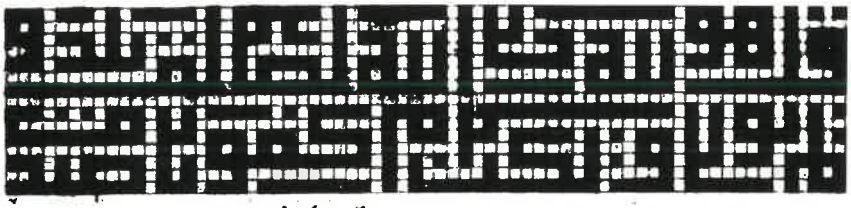

سورۃ اخلاص کوفی تربیعیہ

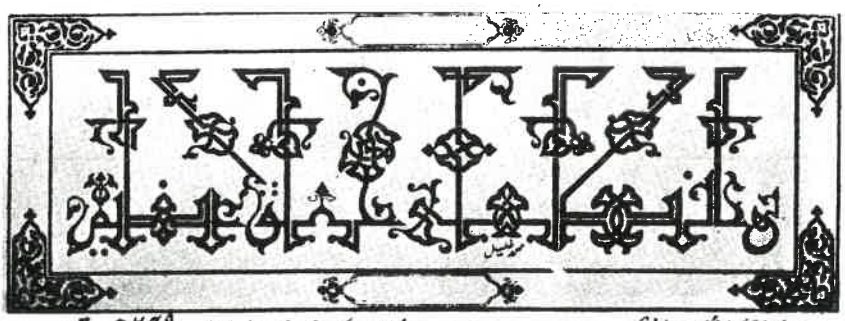

وانك لعلى خلق عظيم

کاتب محمد خلیل ، کوفی معقود المترابط سنہ ۶۴۹ھ قونیہ

MOE-NJO DARO SEALS

موئن جھڈو سے برآمد شدہ مہریں جن پر اس دور کی عنفاظی موجود ہے۔

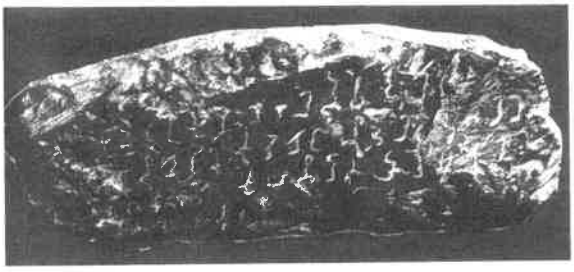

Seals excavated at Moenjo Daro. The inscriptions on these have not been deciphered. There are quite a few common points in the inscriptions.

A stone inscription in Kharoshti script.

مملوک عہد کے سکوں پر خطاطی (کوفی و نسخ و تعلیق)

A dinar of Mamluk times-
A square shaped coin with calligraphy in nastaaliq script issued by Jalaluddin Akbar.

Some muslim coins with exquisite calligraphy on them.

معاہدہ مغرب و امریکہ کی نادر دستاویز
دارالکتب میں قصیدہ بردہ کا شعر

وَمَن تکن برسول اللہ نصرتہ
اِن تلقہ الاسد فی اجامہا تجم

الحمد للہ ھذا تقیید شرح
الصلح التی جعلنا ھا مع الدار کانوتہ
واثبتنا ھا بھذا الکتب وضعنا
علیھا کما بعد التنفیذ مستمرۃ ان شاء
اللہ وکتبت بمدینۃ الکثیر فی الخامس
والعشرین من شعبان المبارک سنۃ ماءتین والف

مراکش میں تحریر کردہ معاہدہ بخطِ مغربی

خط ثلث جلی و مسلسل
ایران کا قدیم نمونہ

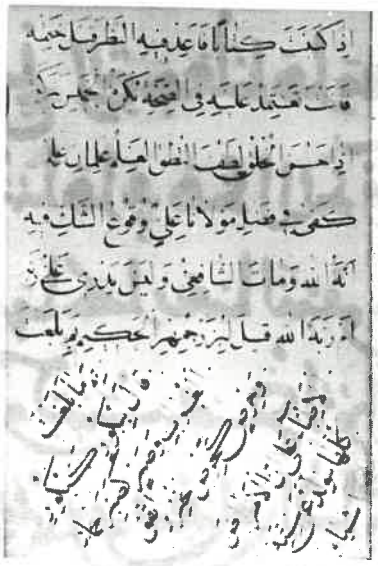

نسخ قوی بطرز یاقوت

ابن سینا کی کتاب القانون کا سرورق
خط ثلث

علم الخط والقلم پر ابن مقلہ کا تالیف کردہ رسالہ (دو صفحات)

ابن مقلہ کا ہندسی دائروں میں الفاظ و حروف کی تشکیل

کوفی و ثلث سامی آفندی

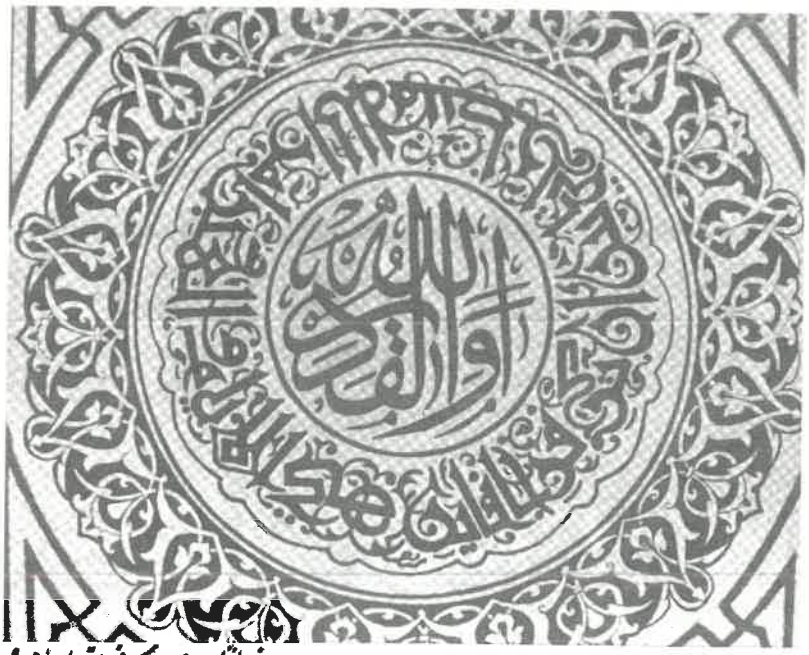

خط ثلث و کوفی (خطاط ممدوح)

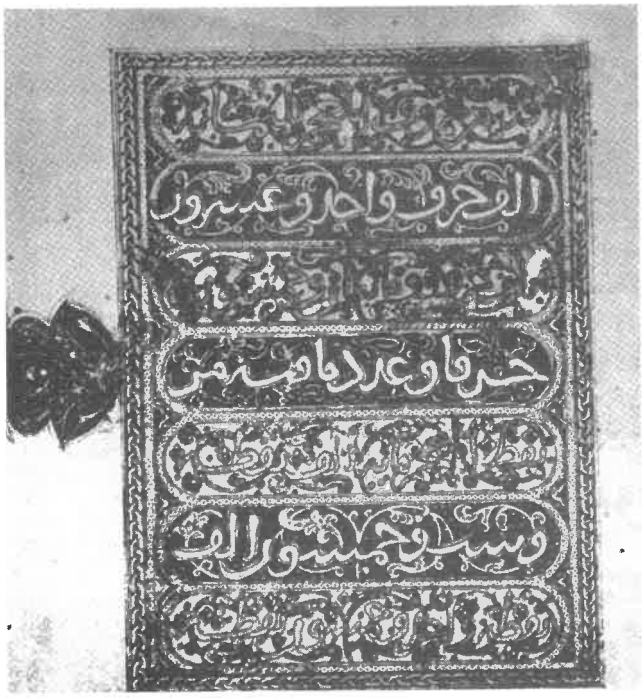

ابن البواب کا تحریر
کردہ قرآنی مصحف
کے دو صفحات

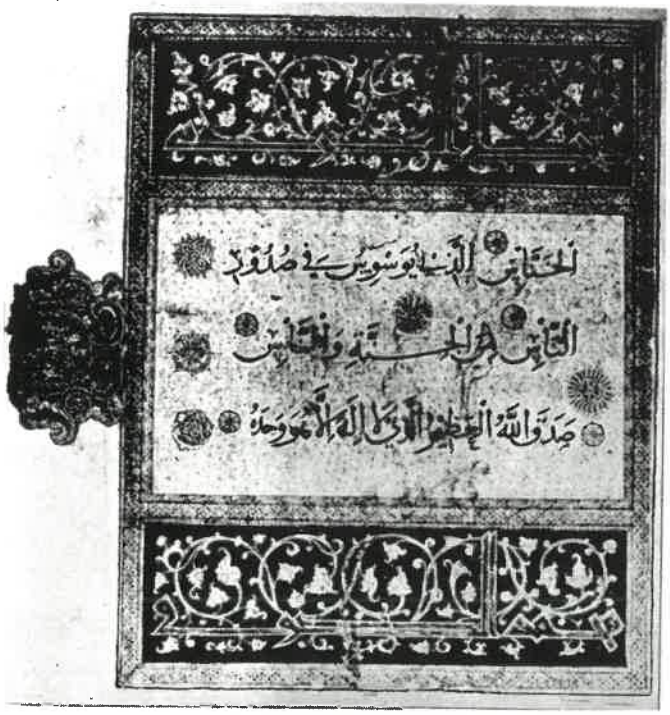

خط نسخ کبیر
دکوفی مورق
قرآنی صفحہ
عہد عباسیہ

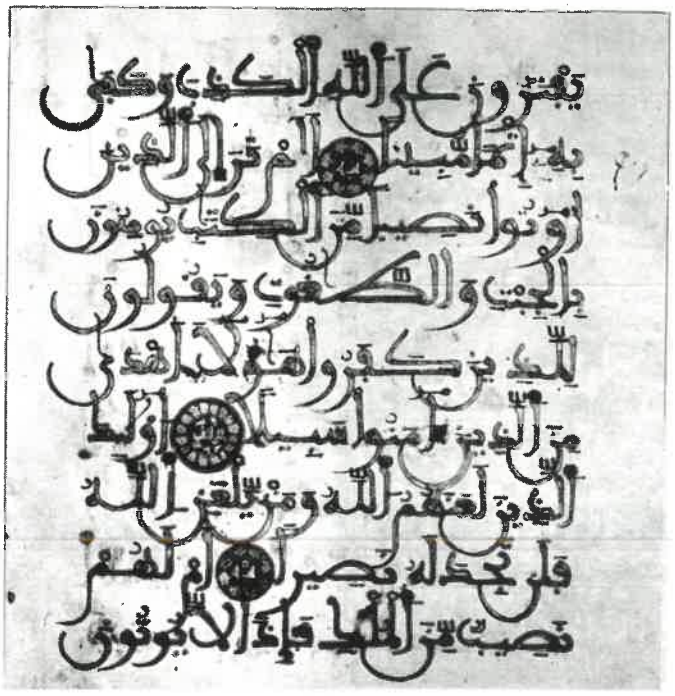

بخط مغربی اندلسی
پانچویں صدی ہجری کا
ایک قرآنی شاہکار

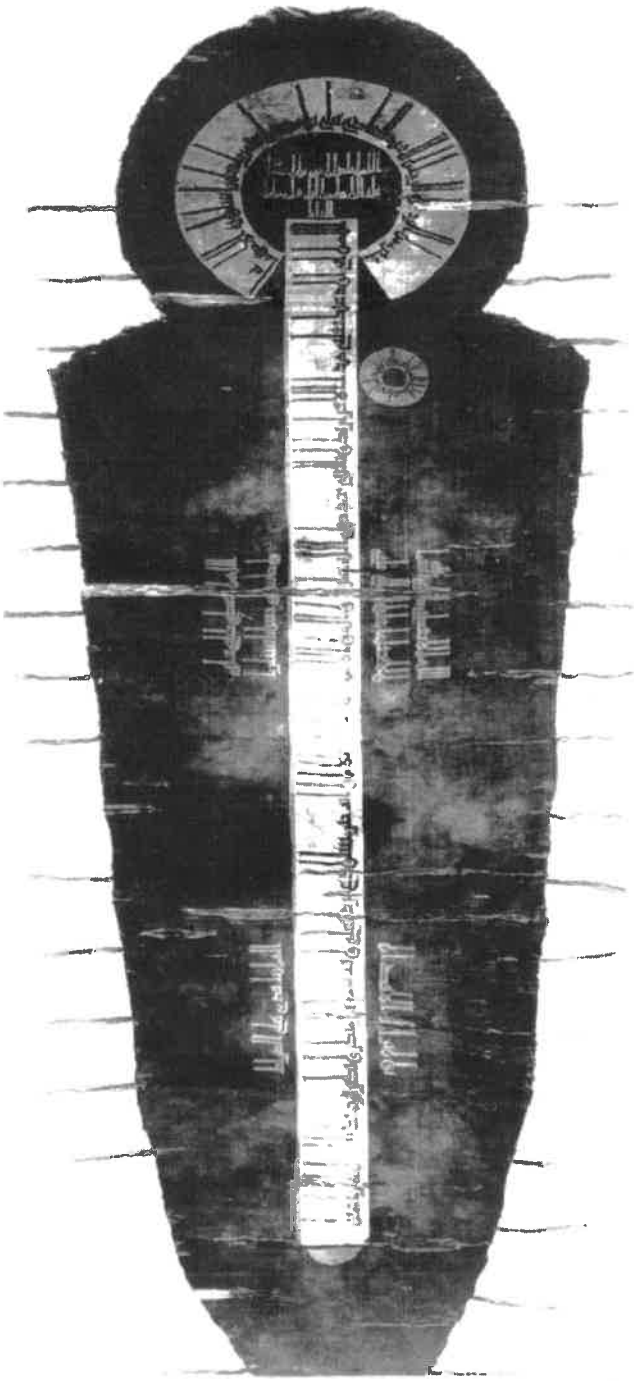

ریشمی کپڑے پر تلوار کی
صورت خطاطی

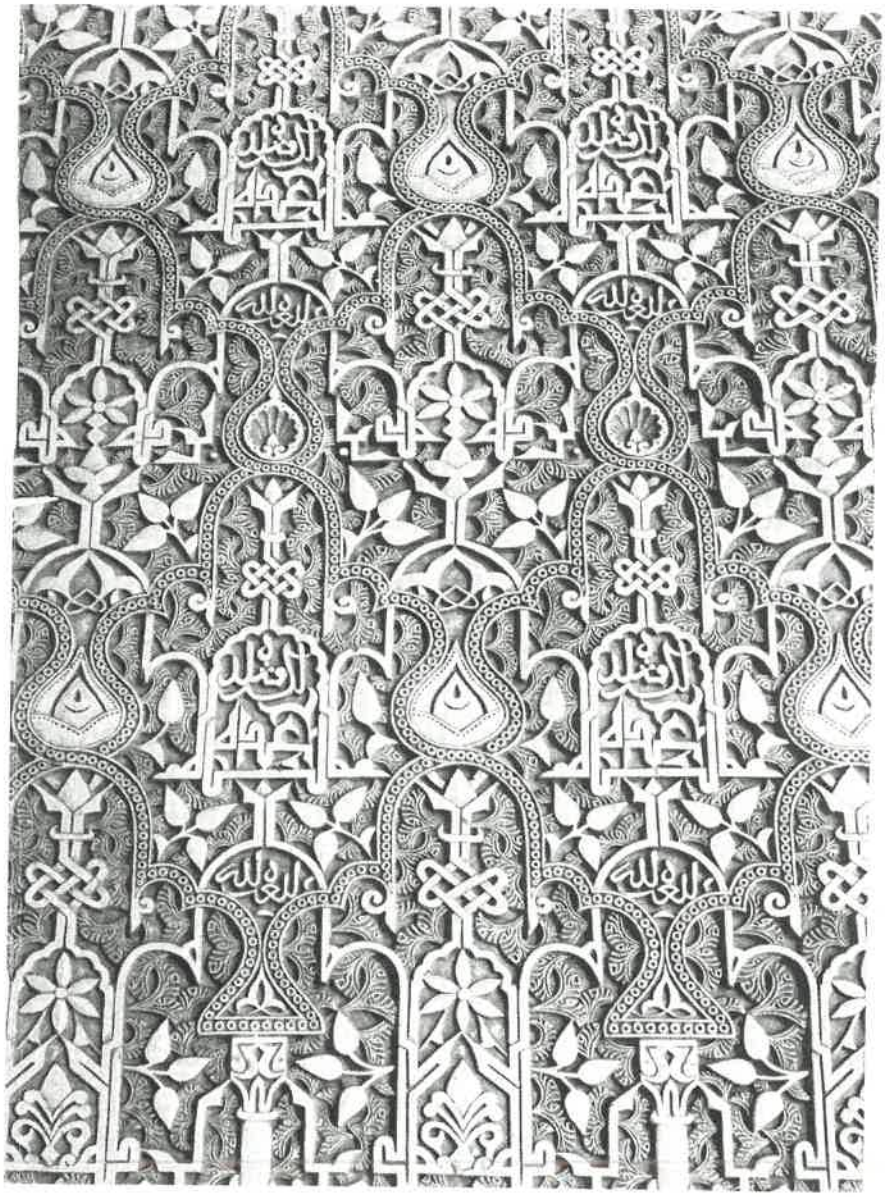

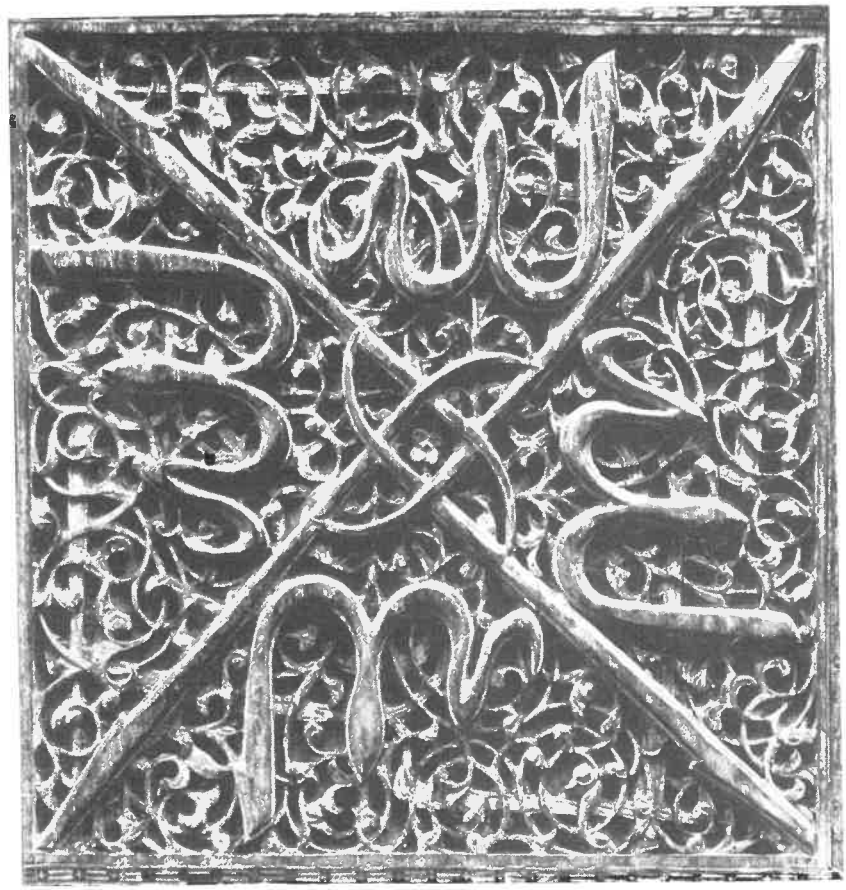

The word 'Allāh' in stylized Thuluth script, repeated four times. From a carved wood Qur'ān-stand, Persia, dated 1360

لکڑی پر خط ثلث منقش میں اسم پاک اللہ جل جلالہ،
(کندہ کاری کا نمونہ) سنہ ۱۳۶۰ء

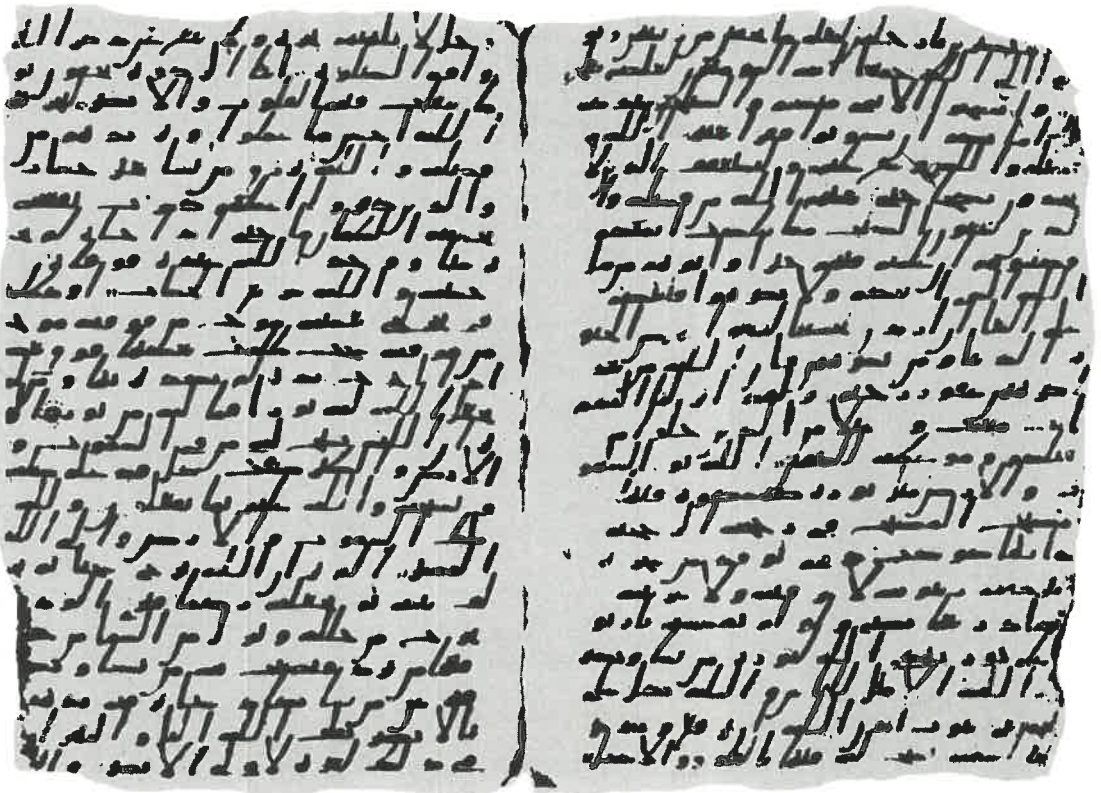

خط کوفی مائل میں اسلام کا پہلا قدیم ترین مکمل قرآنی مصحف

The Holy Quran calligraphed in Madina in the Mail script.

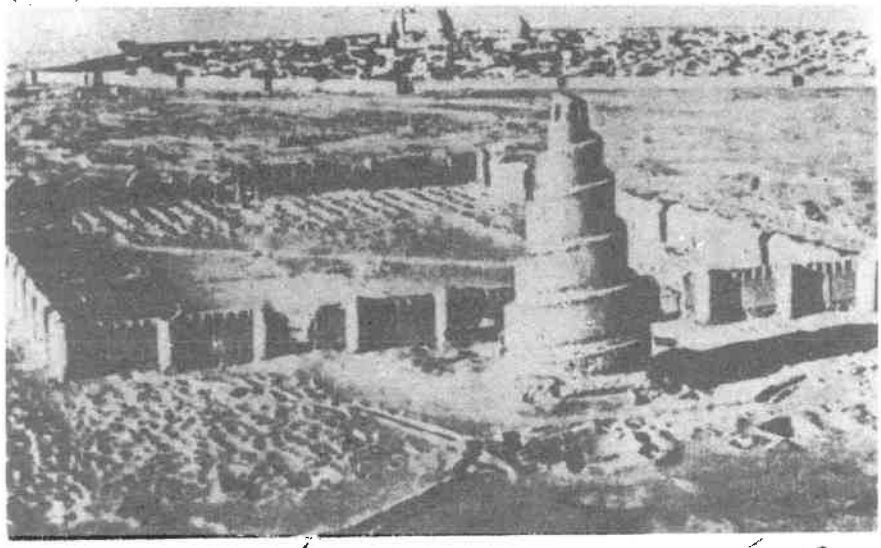

مسجد الکبیر، سامرا، عراق (خط کوفی کے مظاہر)

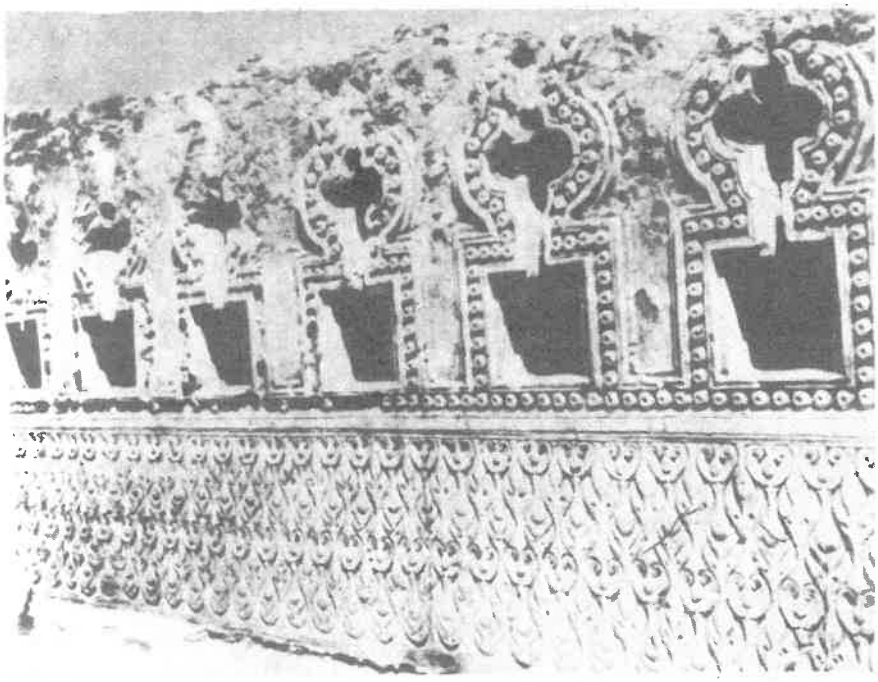

محل بکلوارا (سامرا) میں نقاشی کے مظاہر، خلیفہ ہارون الواثق نے اسے تعمیر کرایا تھا۔

بڑا دروازہ جامع شیخ عمر مسجد کے صحن

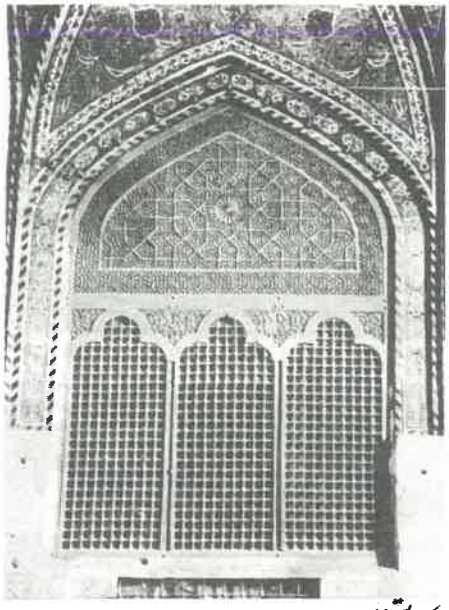

ضریح حضرت عباس علمدار پر نقاشی

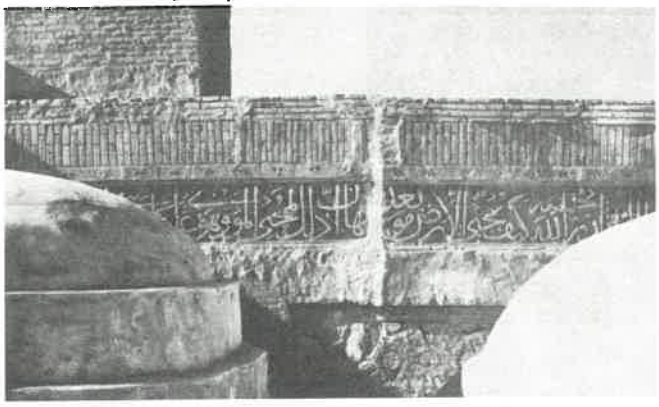

جامع شیخ عمر میں خط ثلث غیر متداخل کے نمونے

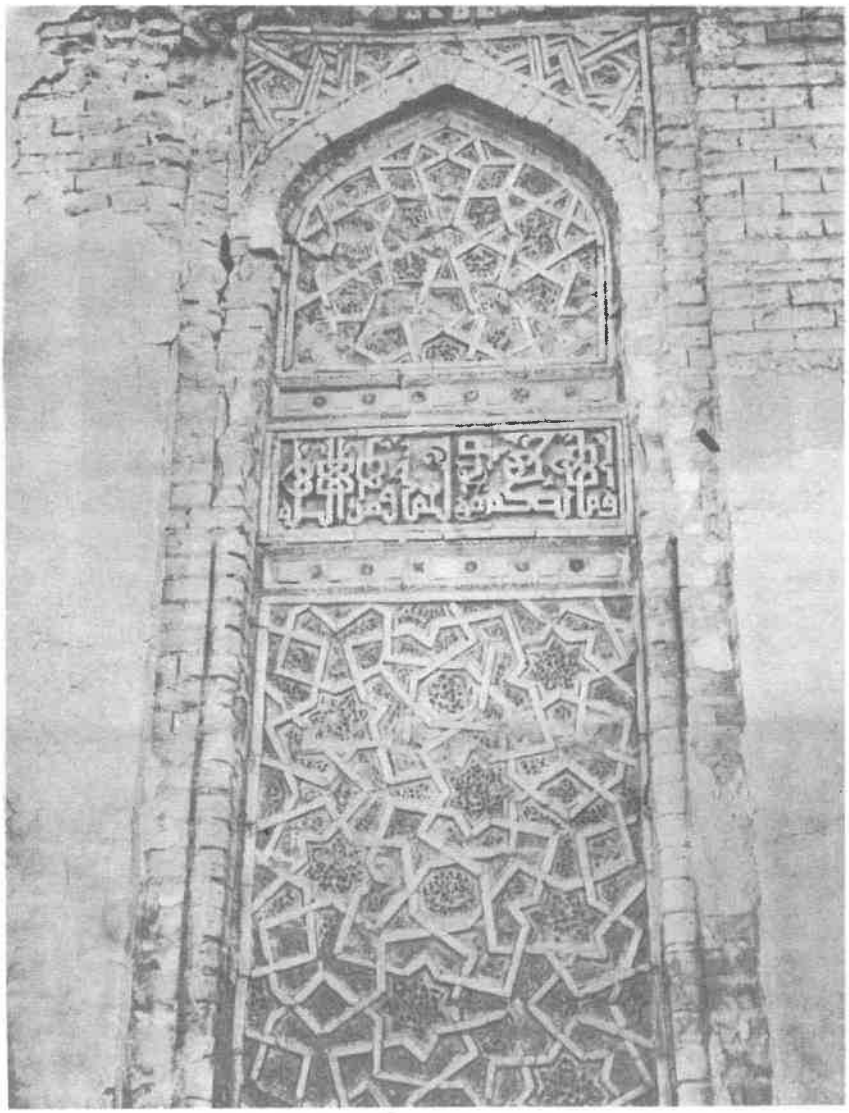

ملک شام میں ایک منقش دروازہ ، اُوپر خط کوفی معقودہ میں آیت
وَمَا بِكُم مِّن نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللَّهِ

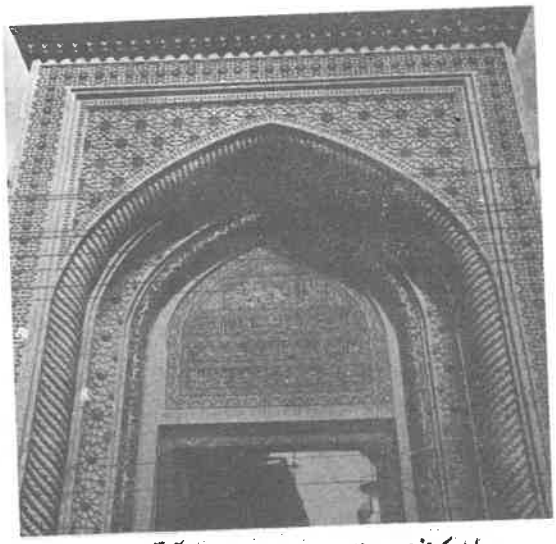

جامع شیخ عبدالقادر جیلانی پر ننلث میں قرآنی آیات،

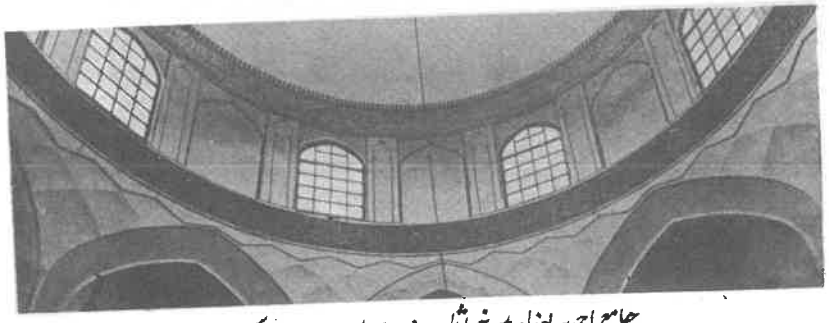

جامع احمدیہ بغداد میں خط ثلث میں آیاتِ مبارکہ

خط کوفی، نسخ میں عباسی عہد میں حکمت پر مصور کتاب

خط الثلث المعتاد

قرآنی مخطوعہ قرن دوم معتبر و مدوّر.

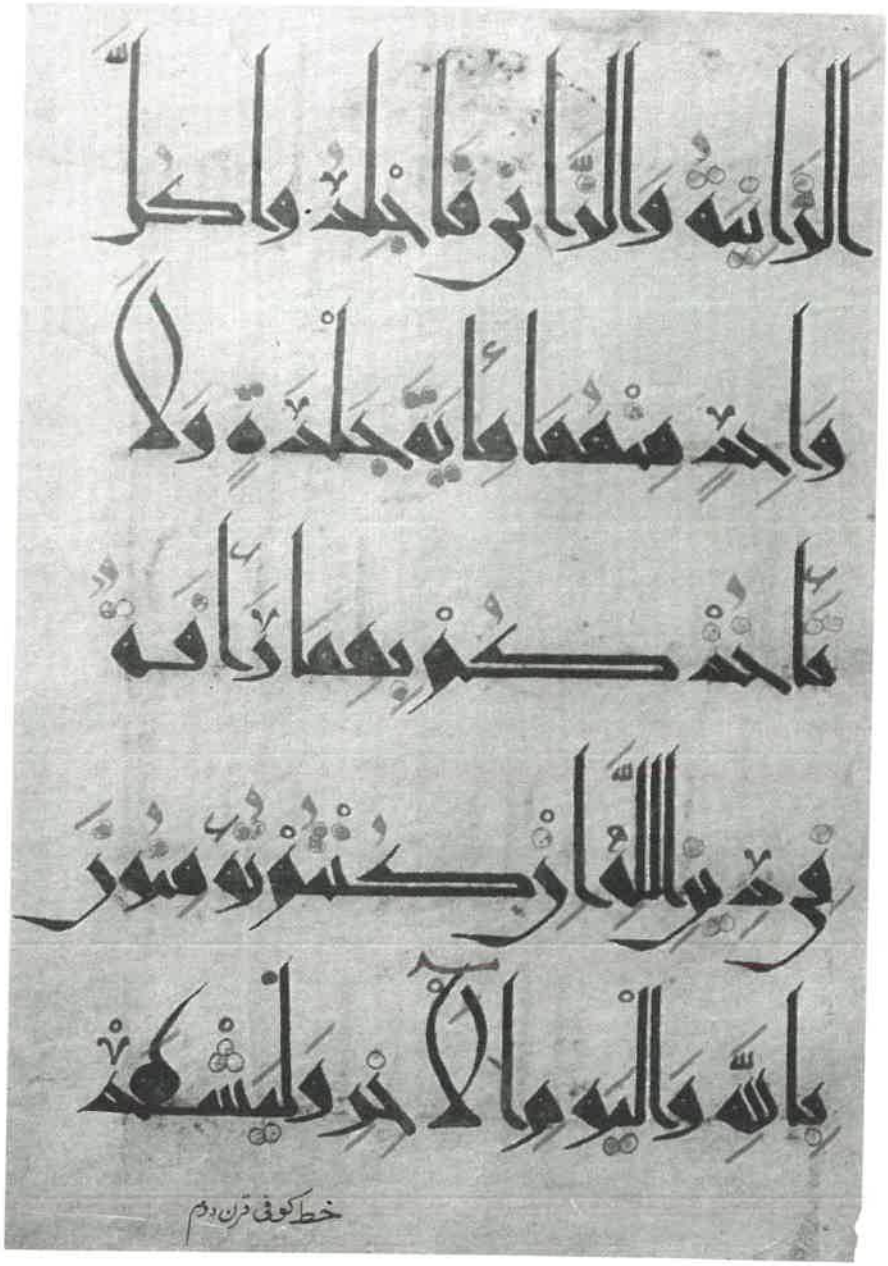

خط کوفی قرن دوم

شوکلو کرامنلو مهابتلو پادشاه سلام ظل الله فی الانام
السلطان الغازی احمد خان ابن السلطان محمد خان اغر الله تعالی
انصاره وضاعف اقتداره حضرتلرینك میان سرایی عامره ایچنده
مجدداً بنا بیورد قلری کتابخانهٔ همایونه رضاءً لله تعالی
وقف بیورد قلری کتب معتبره در که بمفرداته ذکر اولنور
سنه ۱۱۴۲

کتب التفسیر الشریف

حضرت عثمان رضی الله عنه خط
شریفیله واعلی اقامتم جزء
شریفیله کتبه جلیله
قطعه کبیر شریف
جلد

حضرت علی رضی الله عنه خط
شریفیله کتبه جلیله کامل
مصحف شریف
جلد

مشهور جهان ولی احمد الله المعروف
بابن الشیخ خطیله کامل وفی فصا
اوزرینه سطر انیخ خطله مصحف
شریف جلد

مروه همایونلرنده
جهان نما رسم
عثمانی یکرمی بر سطر
مصحف شریف
جلد

ابن الشیخ کے
ہاتھ کی تحریریں

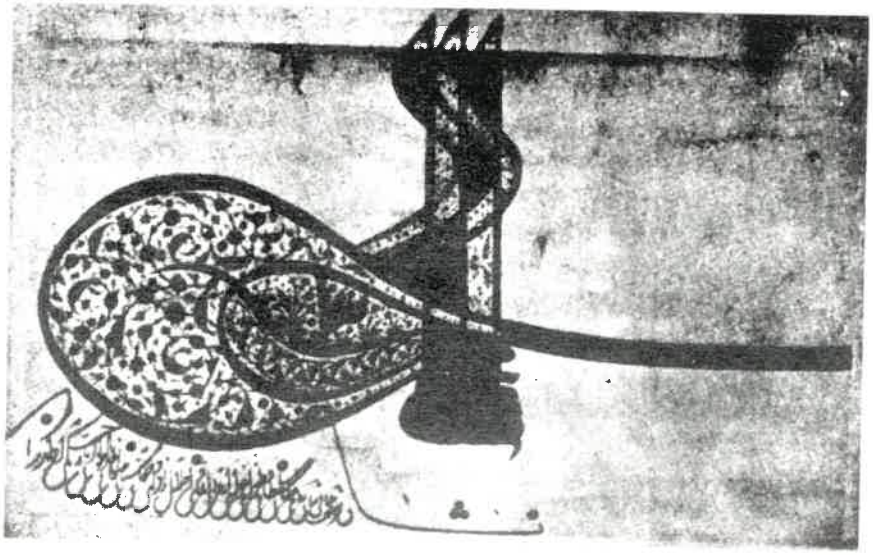

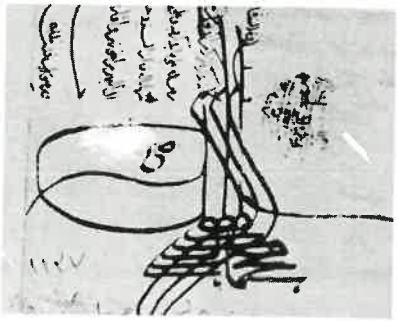

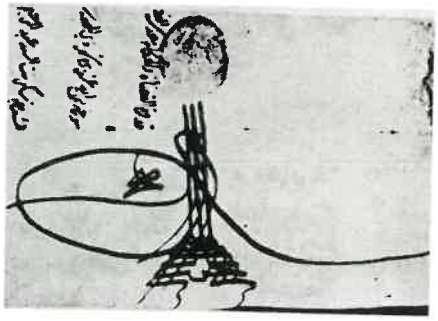

طغراجات قدیم خطاطی

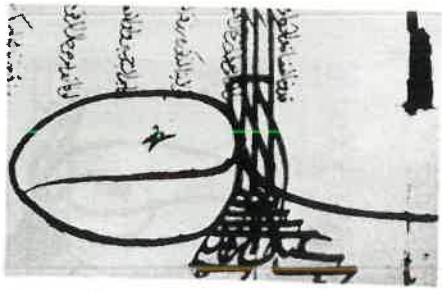

طغراجات قدیم خطاطی

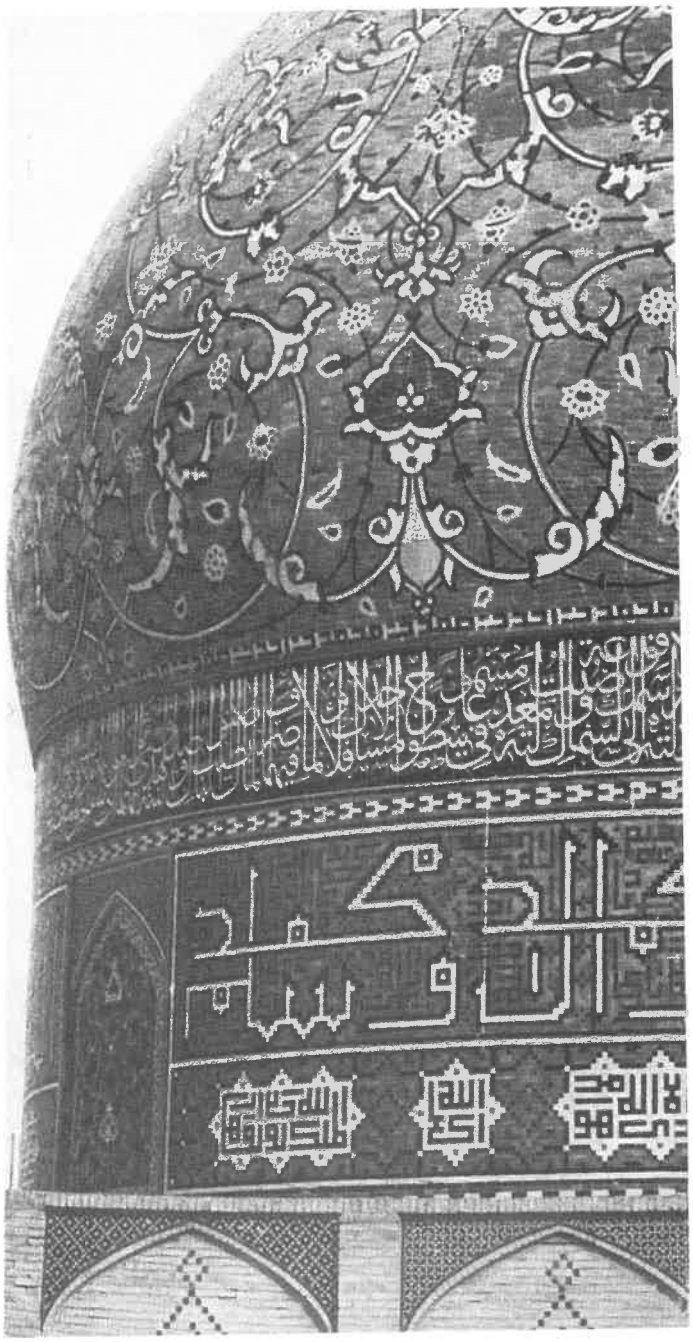

شاہی مسجد اصفہان کا منقش گنبد اور
خط ثلث و کوفی میں خطاطی

بسم الله الرحمن الرحيم
ولله العزة ولرسوله وللمؤمنين ولكن المنافقين لا يعلمون
دیوار پر
ثلث وکوفی

دیوار پر خط کوفی سنہ ۱۳۰۰ء (ترکی)

۱۸ دیوار پر خط کوفی سنہ ۱۶۰۰ء

دیوار پر خط کوفی (ایران) ۱۰ویں صدی عیسوی سنہ ۱۰۱۰ء

کپڑے پر خط کوفی (ایران) سنہ ۱۱۰۰ء

"لمبے اور لوہے میں کندہ خط کوفی پیچدار (ایران) سنہ ۱۲۰۰ء

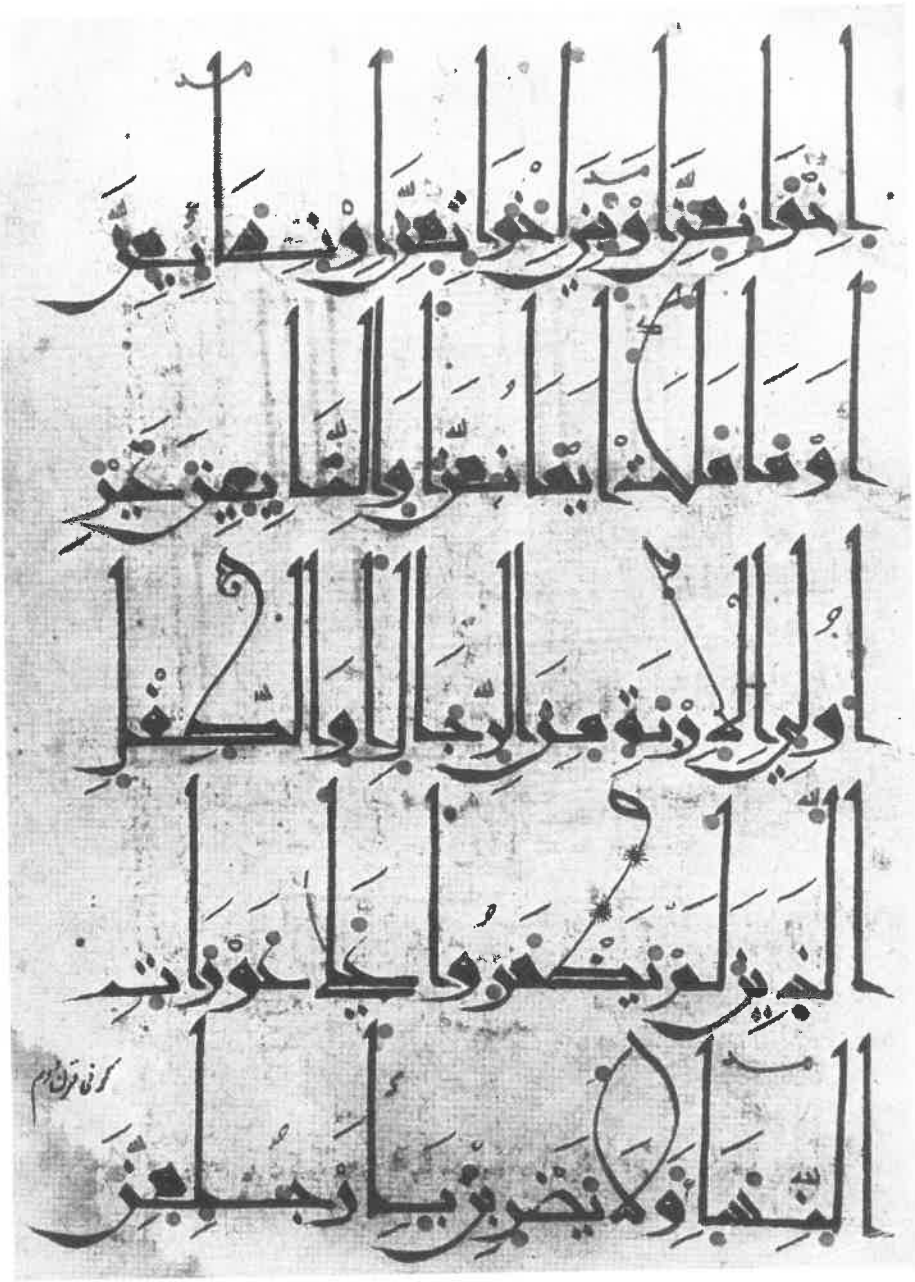

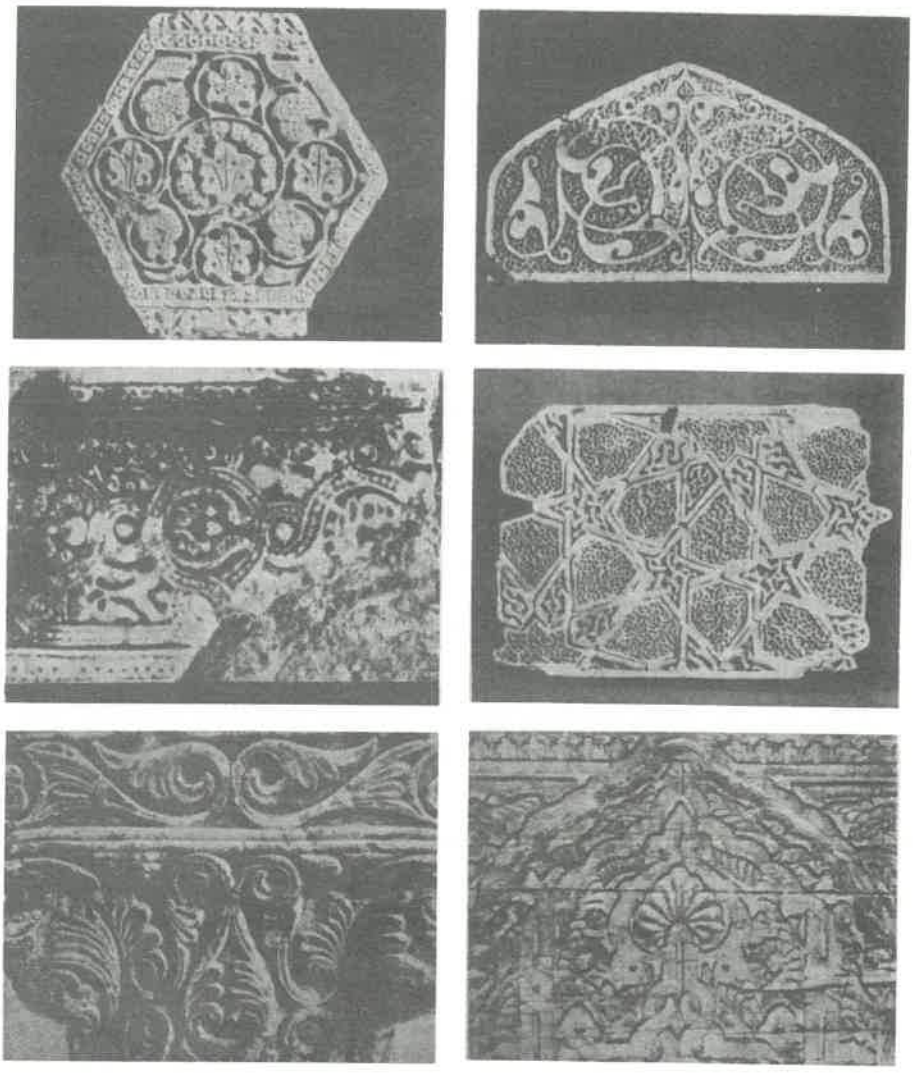

عباسی عہد میں بغداد میں سنگ مرمر پر کندہ کاری

خلیفہ المستنصر باللہ کے
عہد میں ایک دینی مدرسے
پر خط ثلث جلی

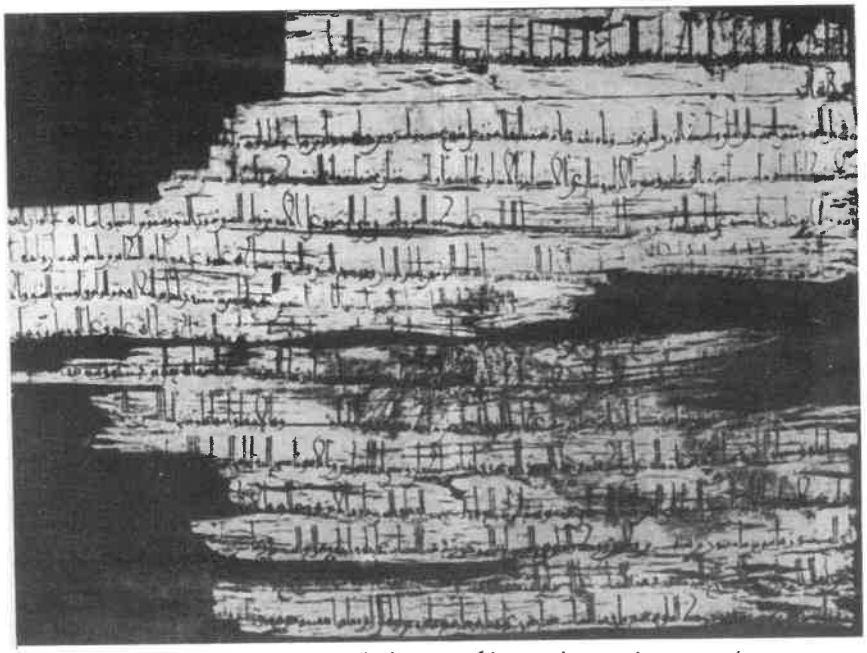

المستنصر باللہ کے عہد میں کوفی فاطمی میں ریشمی کپڑے پر قرآنی آیات

اولین خوشنویسی نسخ سفیان الوهبی البغدادی (عراق امروزیم)

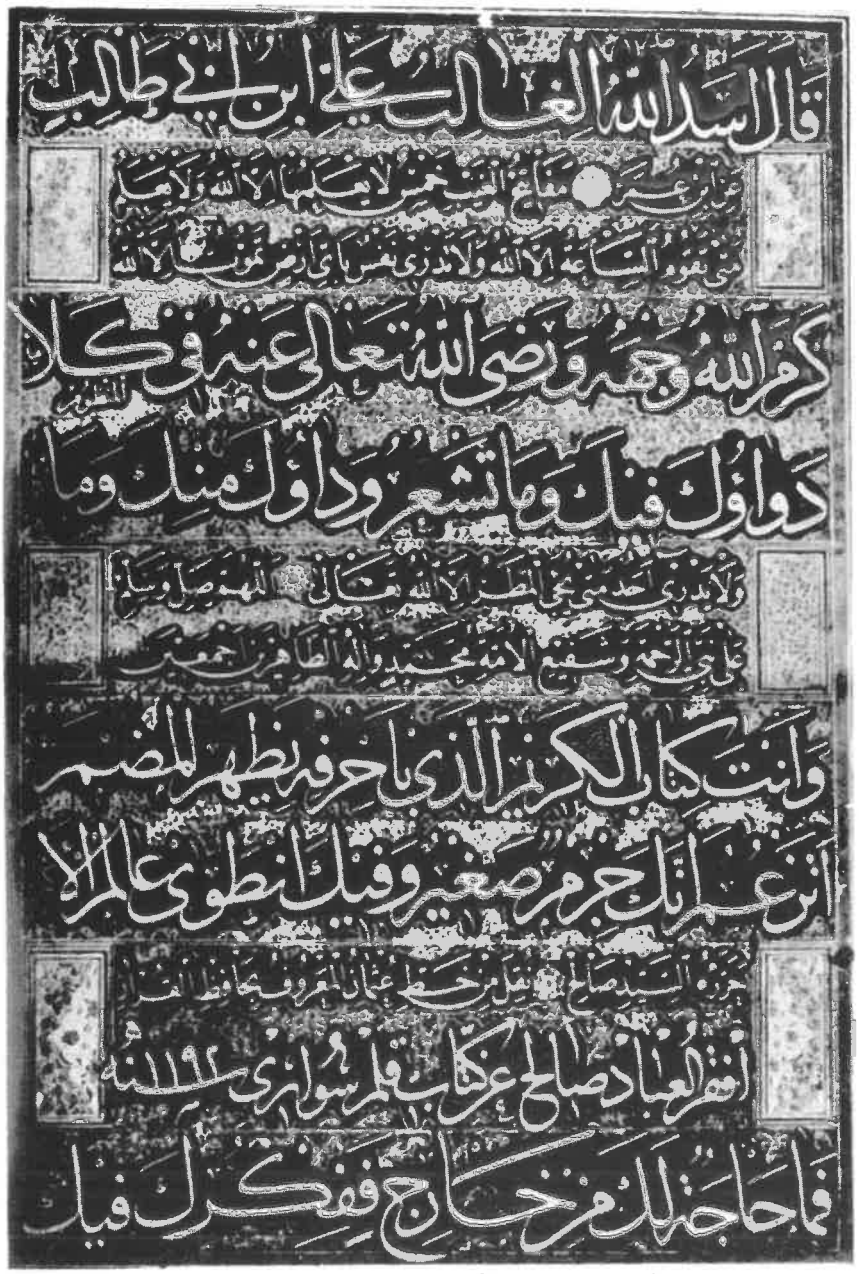

حافظ عثمان کا خط نسخ و ثلث میں فن پارہ

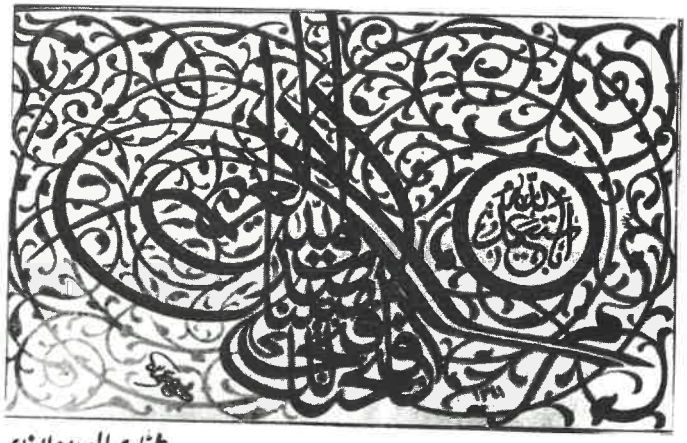

طغرا عبد العزيز الرفاعي

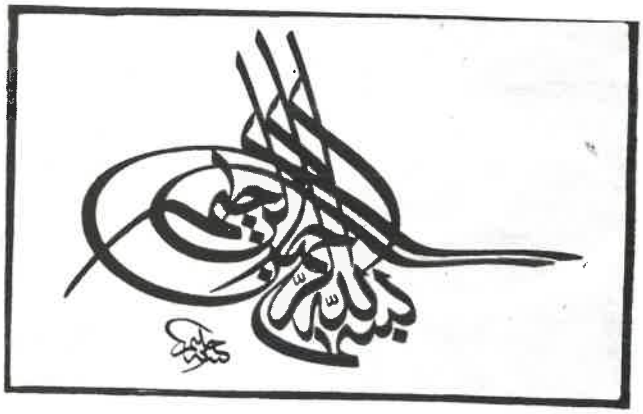

طغرا مصطفى حليم

طغرا السلطان عبد الحميد

طغرا، اطفاط رجائی

فتح قریب من اللہ
خط گلزار

لا اله الا الله
وحده
اوض امری الی الله
ان الله بصیر بالعباد
انا فتحنا لک فتحا مبینا
کاتب حسن زرین قلم مداح رکاب همایون

خط گلزار

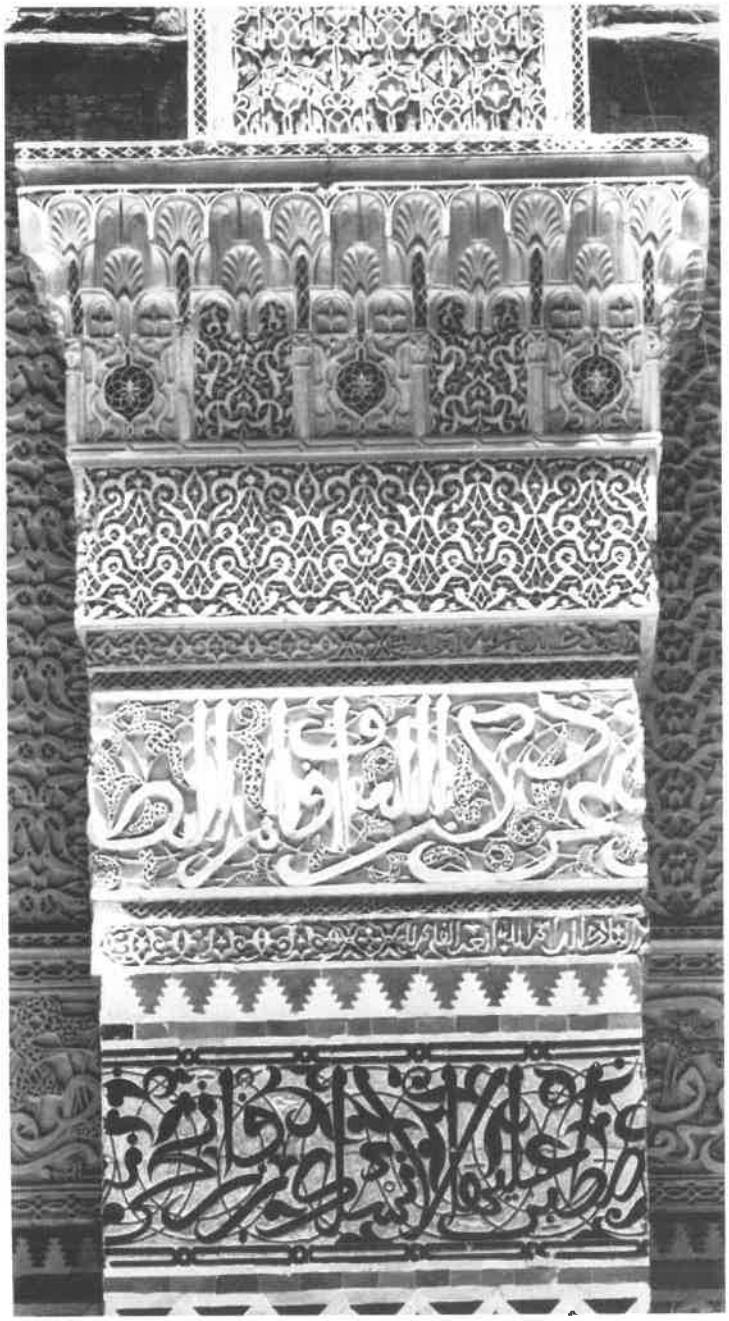

عبداللہ انصاری
کے مزار کی خطاطی

رب أوزعني أن أشكر نعمتك التي

أنعمت علي وعلى والدي وأن أعمل

الشيخ عبد العزيز الرفاعي

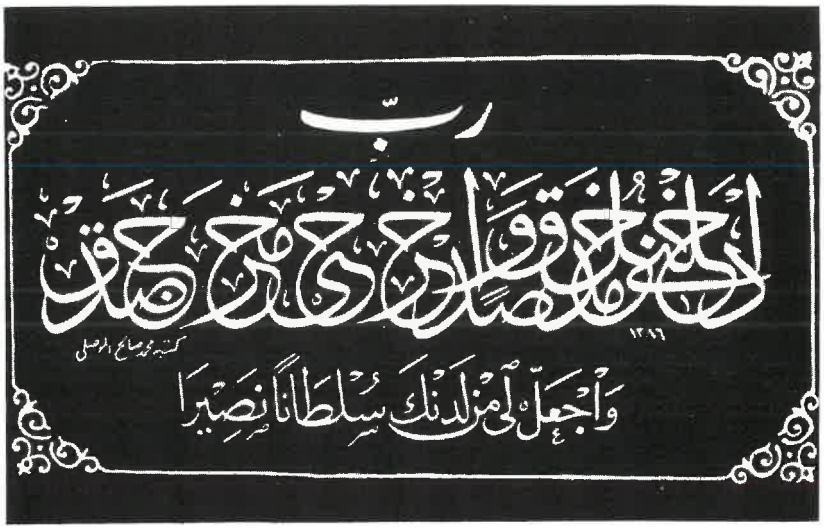

محمد صالح الموصلي

خطاط محمد عزت رحم
من يزد جماح من غوايتها كمايزد جماح الخيل باللجم
وخالف النفس والشيطان واعصهما وان هما محضاك النصح فاتهم
ثلث حامد الآمدي لنسخ حافظ عثمان

ثلث
استاد حامد الآمدی

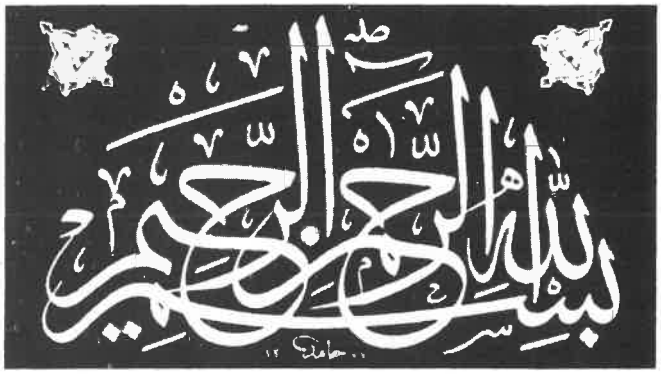

ثلث
استاد حامد الآمدی

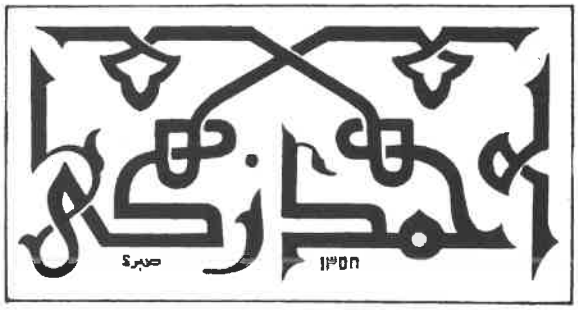

کوفی استاد صبری

أعوذ بالله من الشيطان الرجيم

بسم الله الرحمن الرحيم

خطاط السعدي ثلث

خطاط الحاج صياد وحيد محمد الاعظمي نسخ وثلث

خط ثلث ممدوح

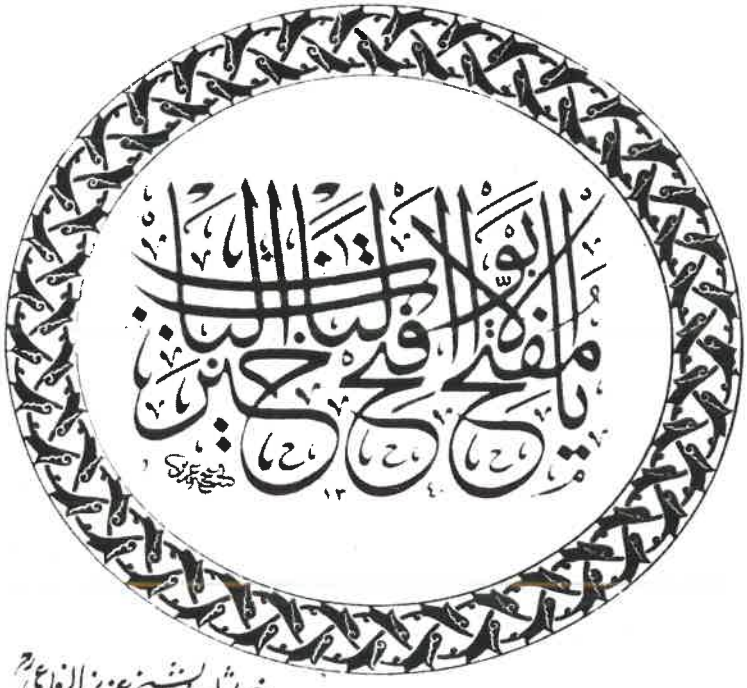

خط ثلث الشیخ عزیز الرفاعی رح

صفحه‌ای از مصحف کتبی

آیت‌الکرسی از قرآن عبدالله بن ابی سرح مصری

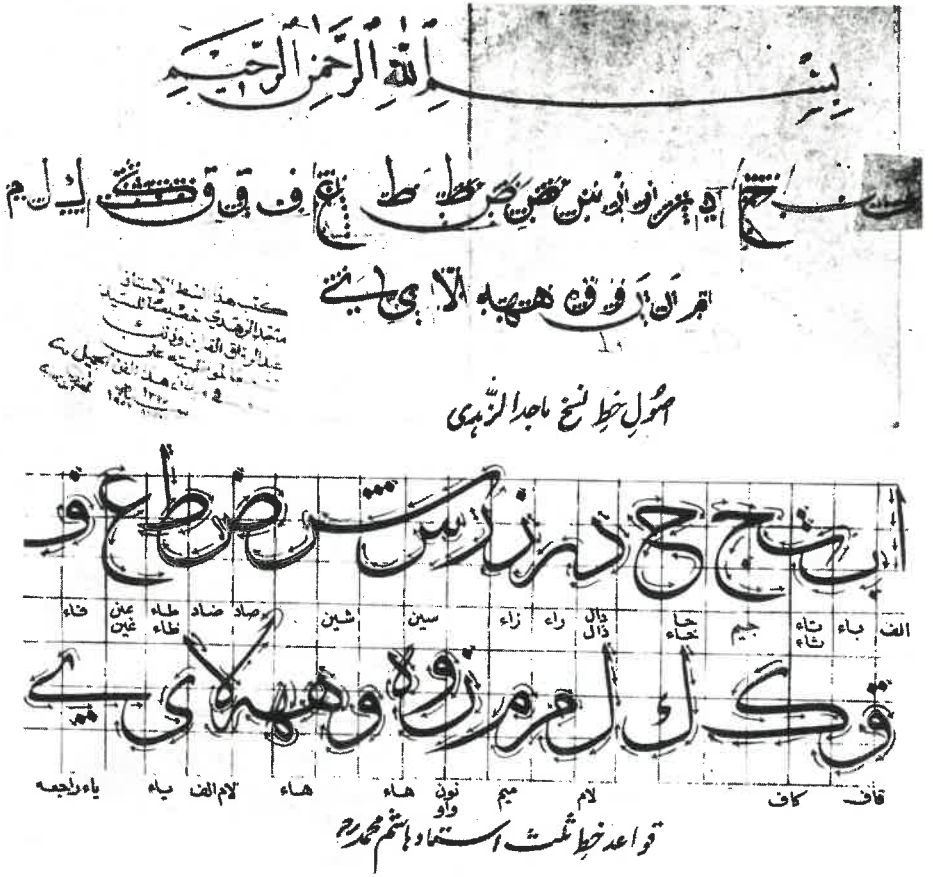
بسم الله الرحمن الرحيم
اصول خط نسخ ماجد الزهبی
الف باء تاء ثاء جيم حاء خاء دال ذال راء زاء سين شين صاد ضاد طاء ظاء عين غين فاء
قاف كاف لام ميم نون واو هاء لام الف ياء ياء رابعه
قواعد خط ثلث استاد هاشم محمد رح

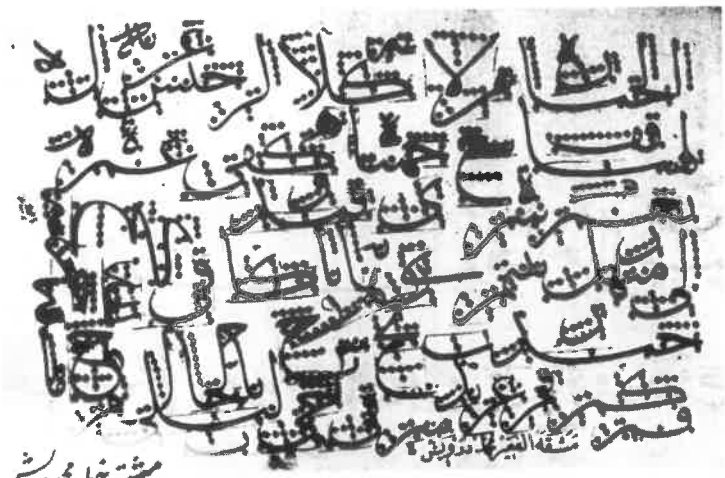

شکل ـ ۵۹۵ ـ

مشق خط محمد درویش

شکل ـ ۵۹۶ ـ

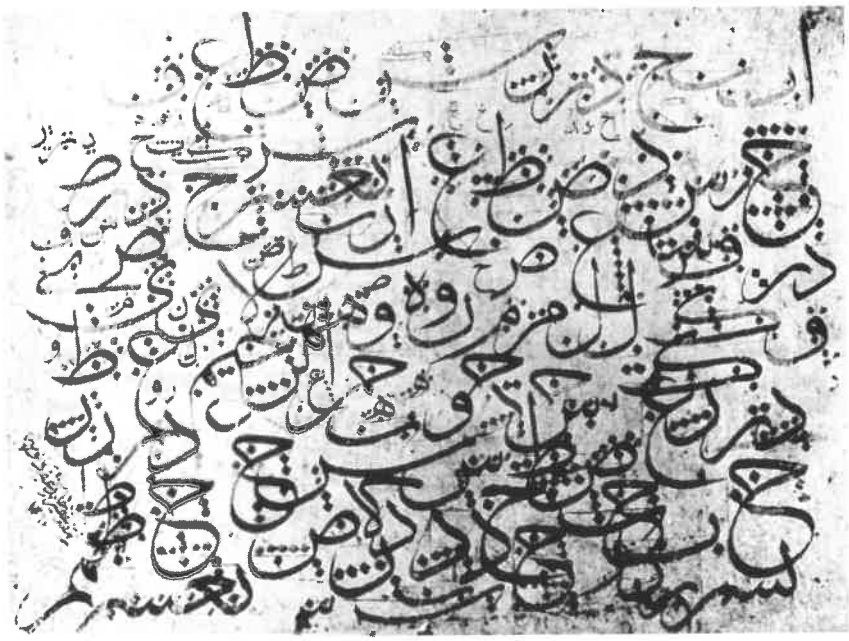

مشق خط استاد حامد آلادی

بخط محمد صالح الموصلي

مشق ثلث و نسخ سفیان الوهبی البغدادی تلمیذ نعمان الزکاتی

منشق سفيان الوهبي البغدادي ح سنة ١٢٣٠ هـ

خط الشیخ عبدالعزیز الرفاعی

استاد مصطفی حلیم رح

استاد حامد الآمدی

استاد احمد کامل رح

خطاط یوسف ذنون مصری (گیارہ اقسام خط)

وعلى الفلك تحملون

قال صلى الله تعالى عليه وسلم ❁ لا يدخل
الجنة الا مؤمن ❁ اللهم صل على شفيع الامة محمد
وآله وصحبه الطاهرين آمين ❁ كتبه اضعف الكتاب
مهدي الخطاط المعروف بالجبوري

استاد مهدی الجبوری

ولله المشرق والمغرب

يوسف ١٣٨٦

يوسف ذنون

استاد حامد الآمدی

استاد احمد کامل رح

استاد جلال الدین رح

ثلث استاد ماجد رح

غط ط محمد الجزائری

استاذ احمد کامل

محمد الجزائری

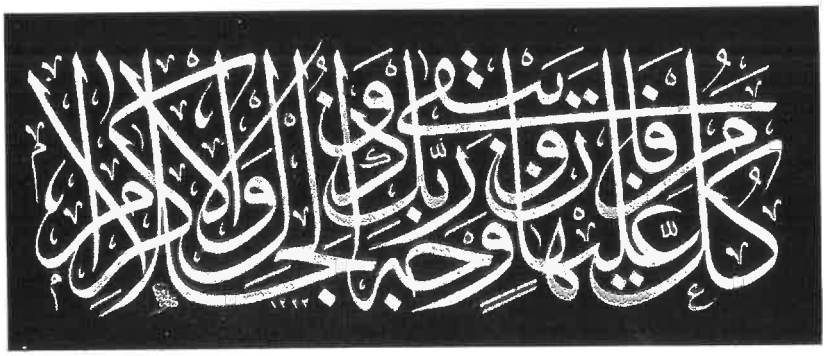

ثلث مصطفی اجلیم رح

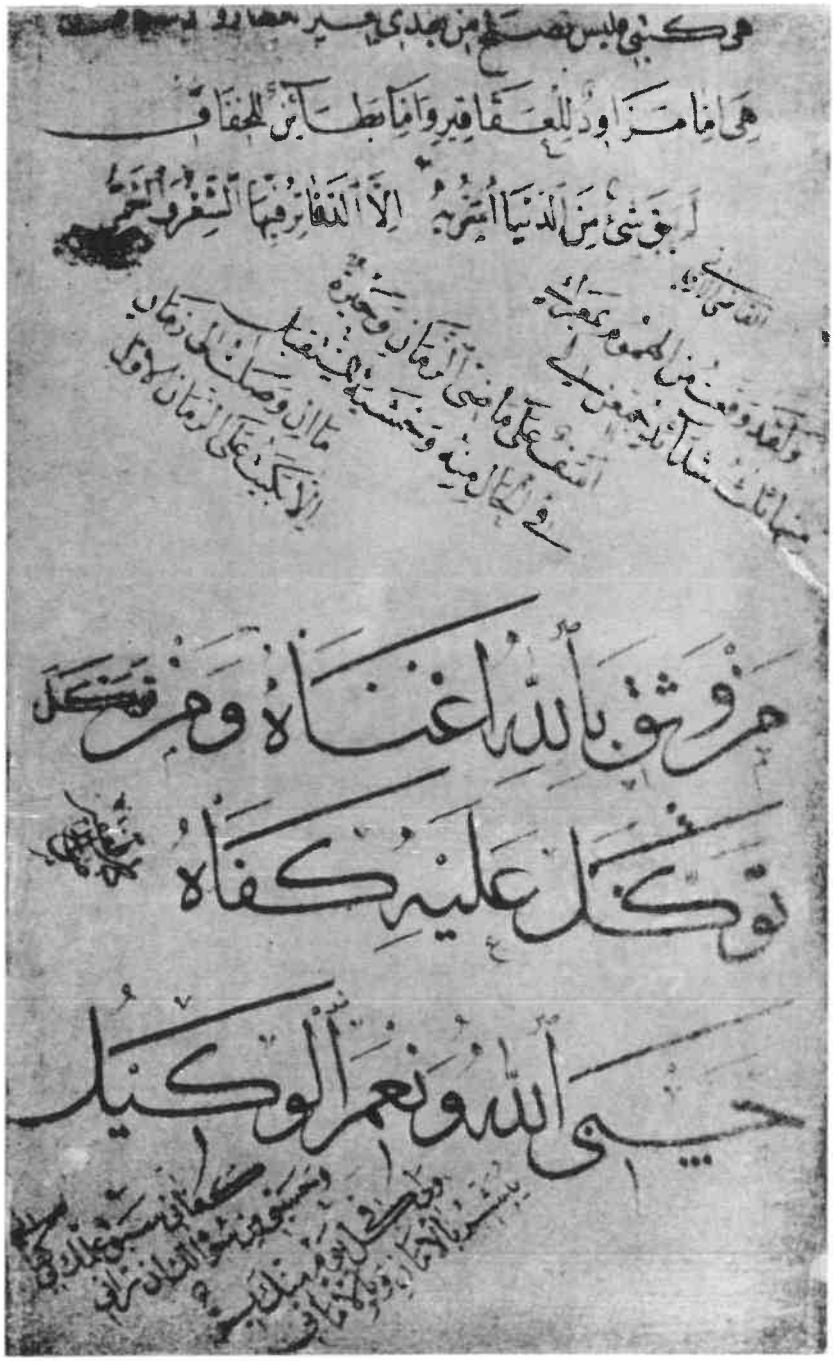

خط ثلث صالح السعدي

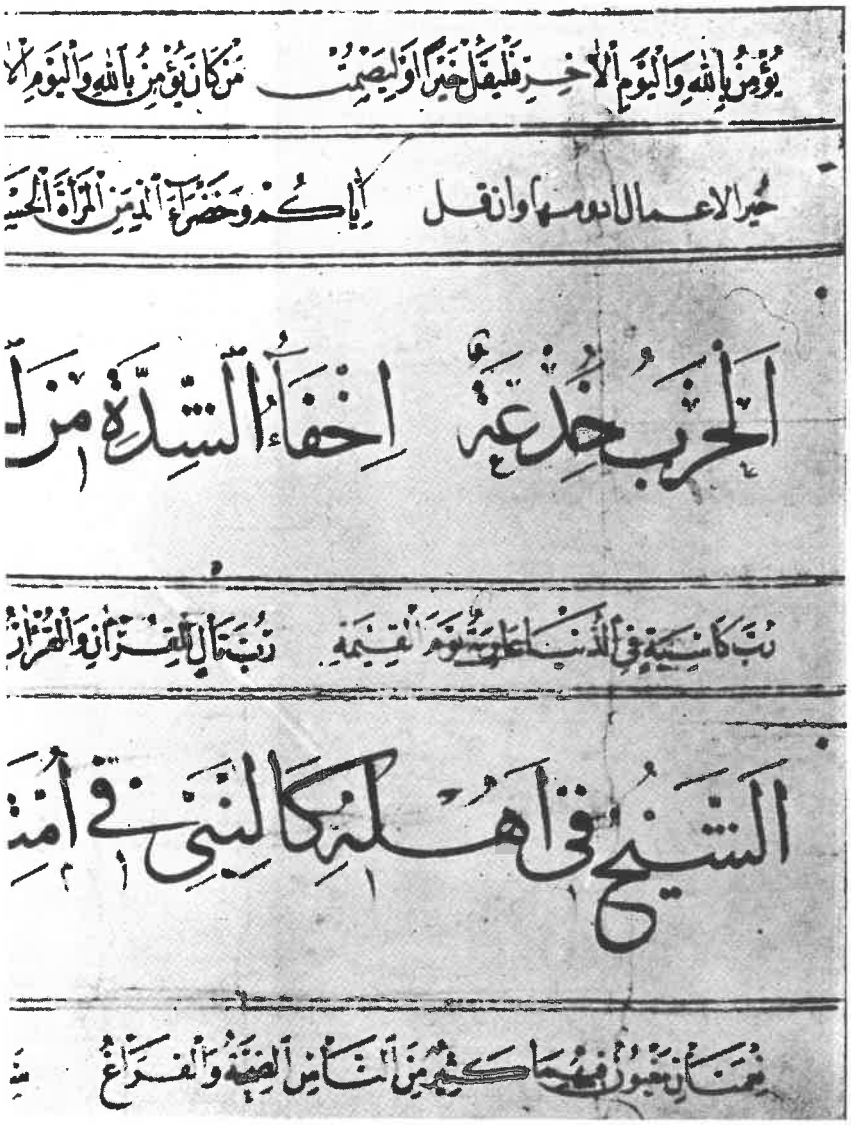
يؤمن بالله واليوم الآخر فليقل خيرا أو ليصمت من كان يؤمن بالله واليوم
خير الاعمال ادومها وان قل إياكم وخضراء الدمن المرأة الحسنا
الحرب خدعة إخفاء الشدة من
رب كاسية في الدنيا عارية يوم القيمة رب نائل للقرآن والقرآن
الشيخ في أهله كالنبي في أمته
فمن يعيش فيهما كثير من الناس الضجة والفراغ

صالح السعدي

ثلث استاد شوقی

ثلث مصطفی عزت مرحوم

محمد شفیق مرحوم (ترکی)

استاد حامد الآمدی

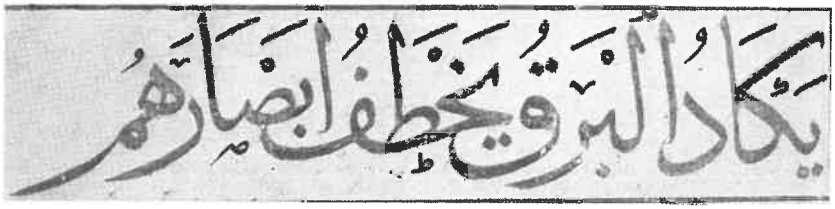

ثلثین

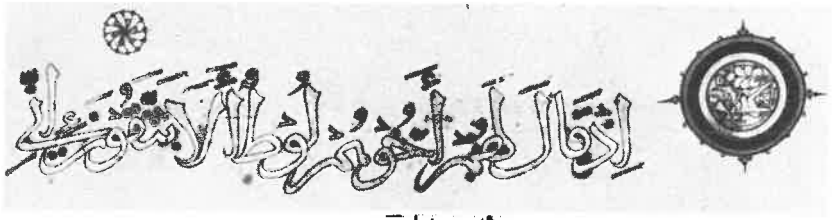

ثلث اولین

ثلث

خط ثلث و محقق (منل عهد)

١٣٤٧

نسخ عبد العزيز الرفاعي

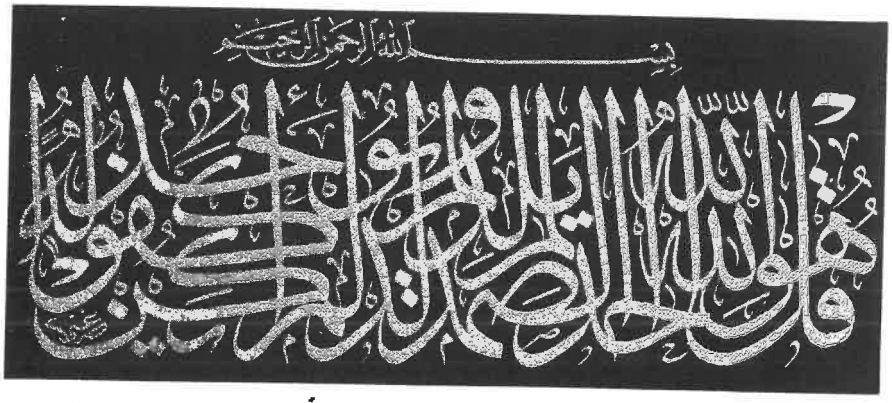

عثمان البغدادي

مشق مصطفیٰ راقم رح

خط سلطان محمود خان ثانی (ترکی)

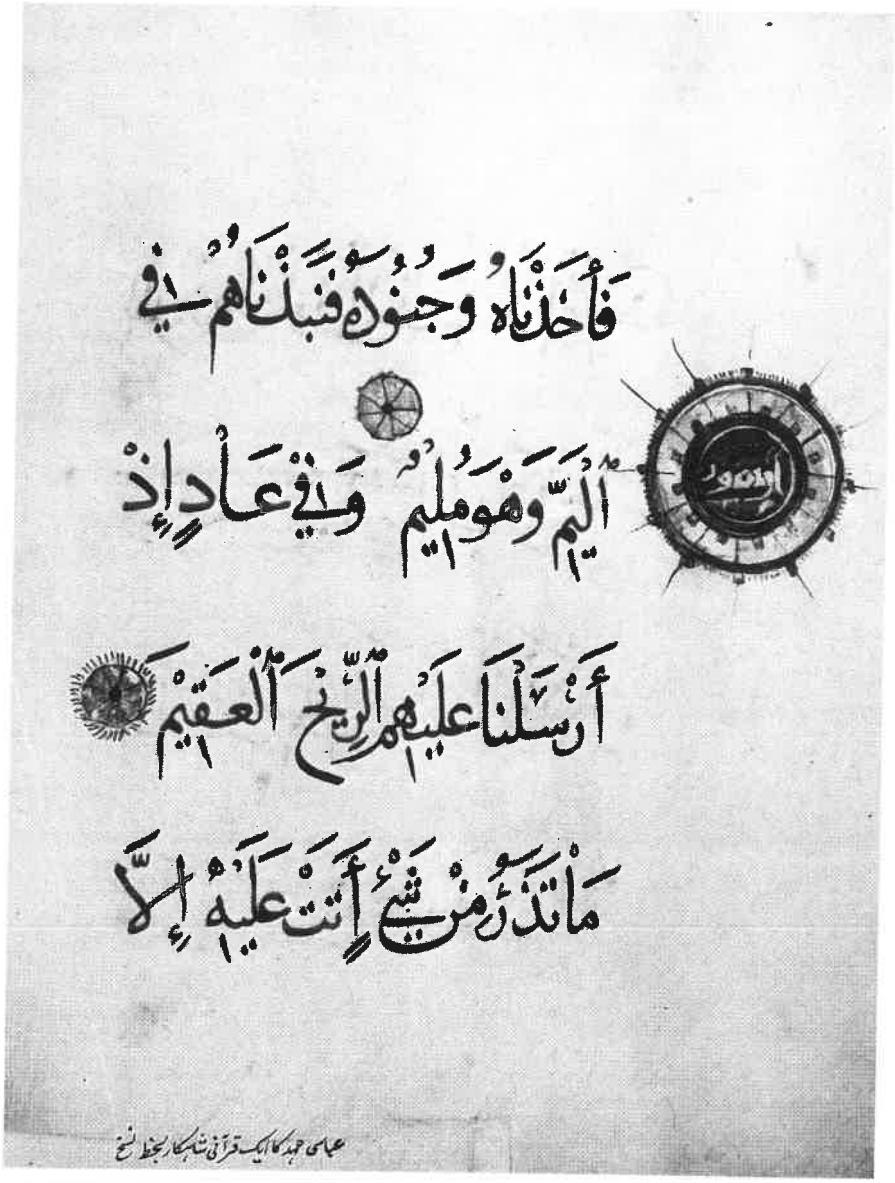
فَأَخَذْنَاهُ وَجُنُودَهُ فَنَبَذْنَاهُمْ فِي
الْيَمِّ وَهُوَ مُلِيمٌ وَفِي عَادٍ إِذْ
أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيحَ الْعَقِيمَ
مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ أَتَتْ عَلَيْهِ إِلَّا

عباسی عہد کا ایک قرآنی شاہکار بخط نسخ

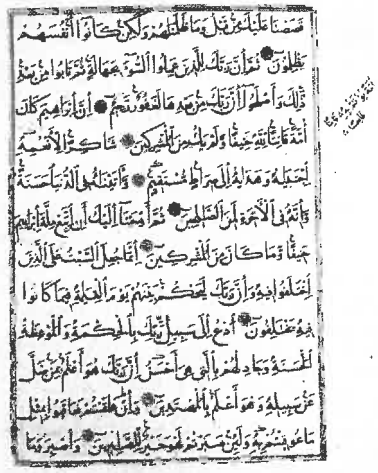

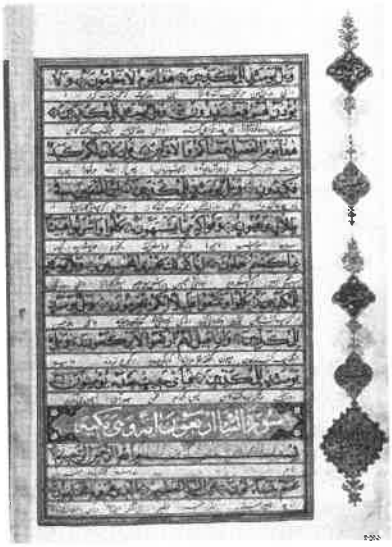

Elegant Naskhī in a large Qur'ān copied for the Mamluk Sultan al-Malik al-Ashraf by Shāhīn al-Inbitānī, in 1469 in Cairo

Naskhī Qur'ān copied by the Ottoman calligrapher Shaykh Ḥamdullah al-Amāsī, in the early sixteenth century (top right)

Naskhī Qur'ān with typical late Safavid marginal ornaments consisting of verse counts and section indicators in Thuluth script. Eastern Persia, 17th century

Disciplined late Naskhī, in a Qur'ān copied by the Persian poet and musician Wiṣāl Shīrāzī in the early 19th century. Space has been left for a Persian translation which is not supplied

Naskhī Qur'ān copied in Herat in 1563, with first, middle and last lines in Thuluth. The margin ornaments which indicate the passage of five and ten verses are in Eastern Kufic

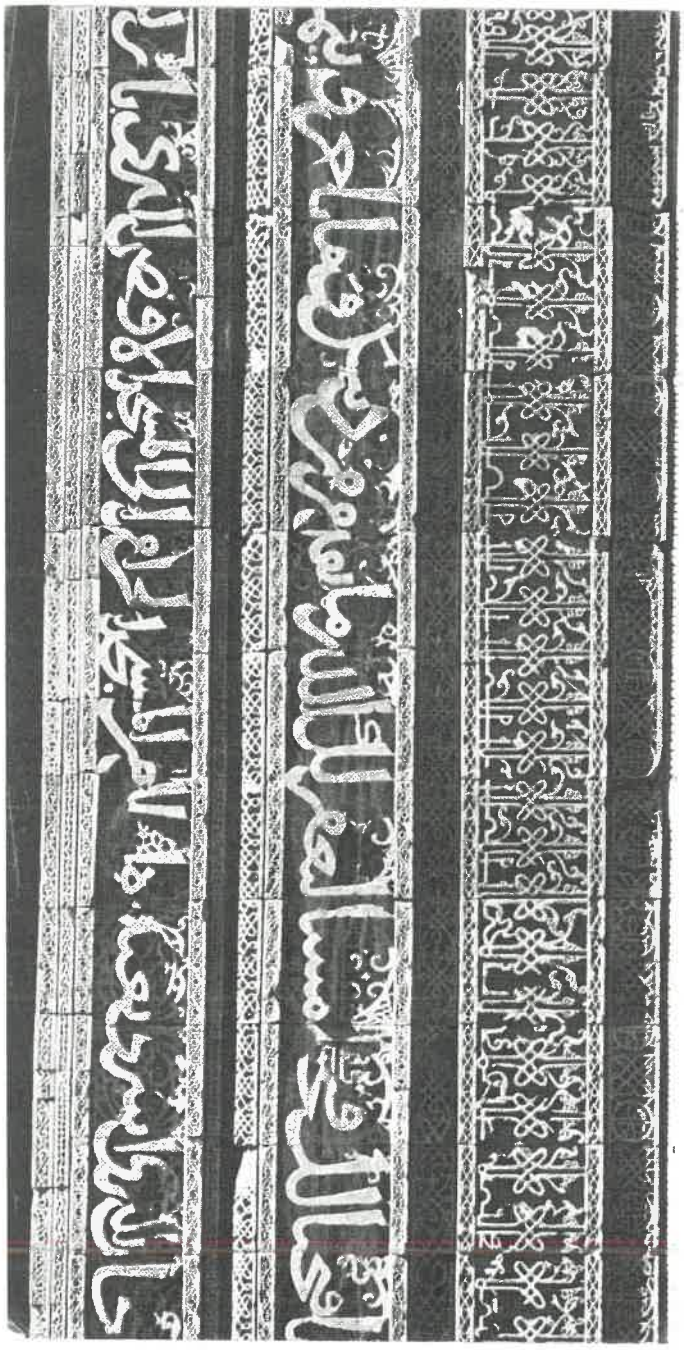

ترکی میں ایک دیوار پر
ثلث و کوفی

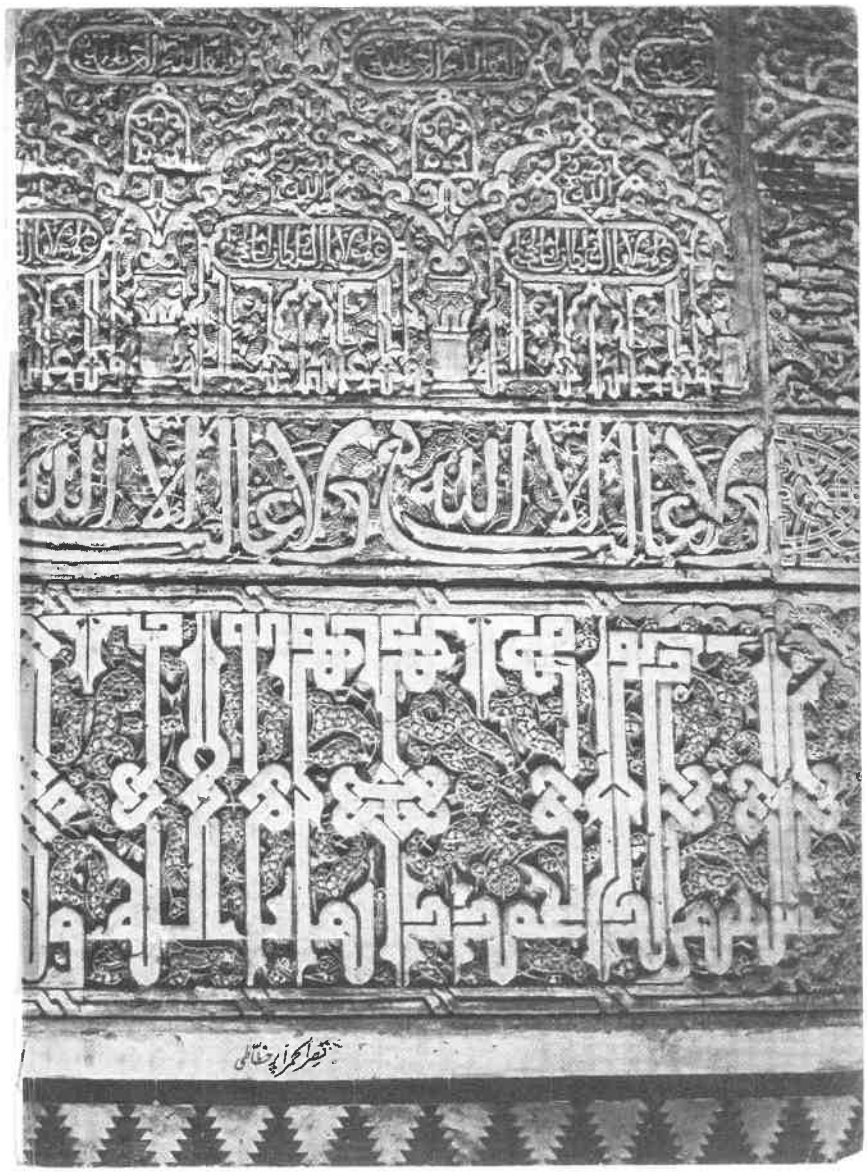
قصر الحمراء غرناطة

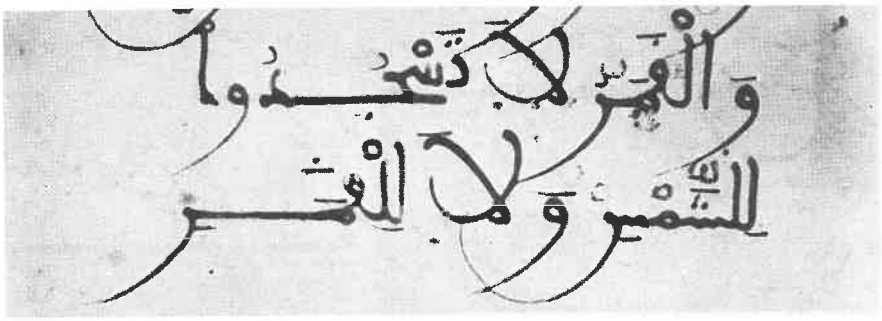

خطِ مغربی میں قرآنی ستائش نگار

RAYḤĀNĪ

Rayḥānī was first developed during the 9th century, and has characteristics in common with Naskhī, Thuluth, and Muḥaqqaq. Like Naskhī it has a deep sublinear area. Its flourishes resemble those of Thuluth, though they are more delicate. Its curves, like those of Muḥaqqaq, are a little angular, pointing almost horizontally leftwards. The diacritical marks and other orthographic signs are always written with a finer pen than the characters of the script.

Elegant Rayḥānī in a Qur'ān copied by 'Abd Allāh ibn Muḥammad al-Ḥamaḍānī for the Il-Khanid Sultan Uljaytu in 1313. The text is Sūrat al-Qalam, 'The Pen' (LXVII, 1–5), and begins, after the Basmalah, 'By the inkstand and the pen and what they write . . .'

Rayḥānī Qur'ān copied by the great Yāqūt al-Musta'ṣimī in 1286 in Baghdad. A fine example of Rayḥānī with a strong Muḥaqqaq influence. Sūrat Ibrāhīm, 'Abraham' (XIV, 1–7)

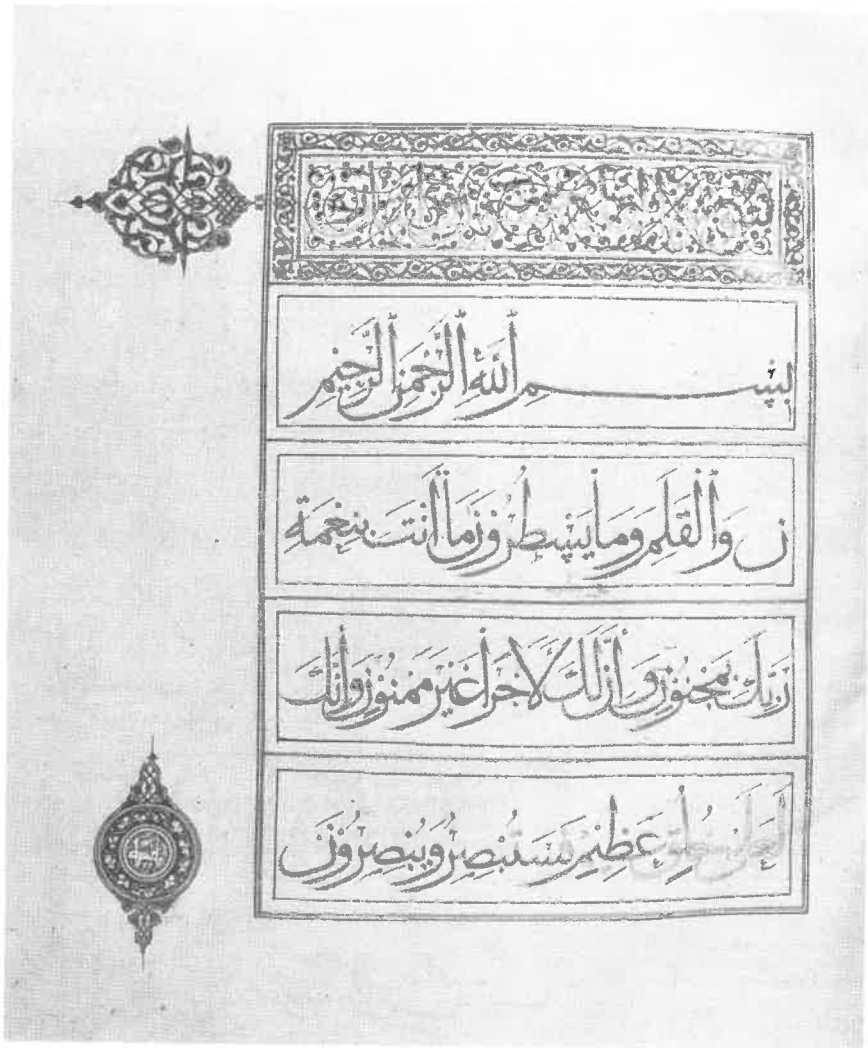

خط ریحان میں ایک نادر قرآنی نسخہ کا شاہکار

سورۃ فاتحہ ۔ بخط علی القاشانی الارزق رح (خط ثلث)

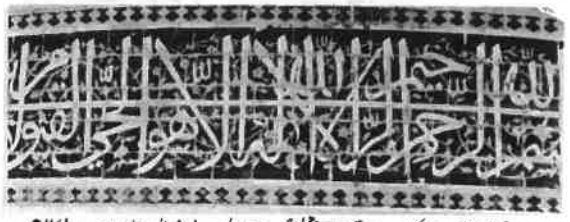

آغاز آیت الکرسی ، مقبرہ امام اعظم رح ، خط علی درویش نسین البغدادی سنہ ۱۱۷۱ھ

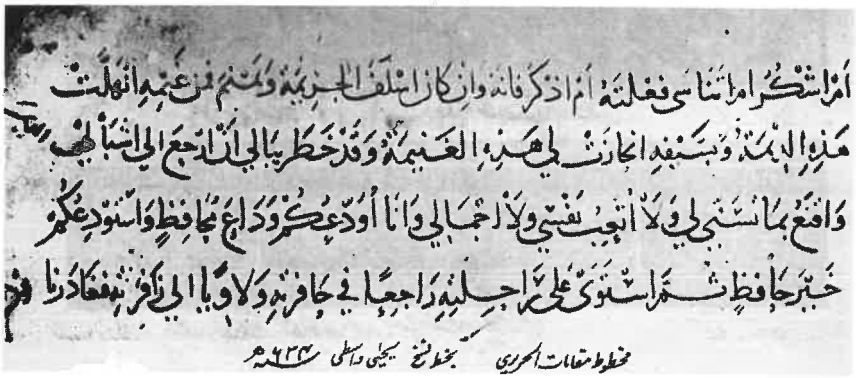

أم اشكرا ما تناسى فعلته أم اذكرانه وان كان اسلف الجريمة ولم نم فن عنه انهلت
هذه الدمعة وبسببه انحازت لي هذه العنيمة وقد خطر بالي ان ارجع الى اشبالي
وافتح بما نسبني لي ولا اتعب نفسي ولا اجمالي وانا اودعكم وداع محافظ واستودعكم
خبر حافظ ثم استوى على راحلته راجعا في جافرة ولاويا الى زافرة فغادرنا

مخطوط مقامات الحریری بخط نسخ یحیی واسطی سنہ ۶۳۴ھ

خط ثلث جلی المتراکب خطاط الشیخ عبدالحمید البغدادی رح سنہ ۱۳۲۱ھ

خط ثلث مسجد جامع شیخ عبدالقادر جیلانی خطاط عبدالقادر امام البغدادی

اشعار خط ثلث خطاط عبدالجبار الشیخلی البغدادی سنہ ۱۳۲۱ھ

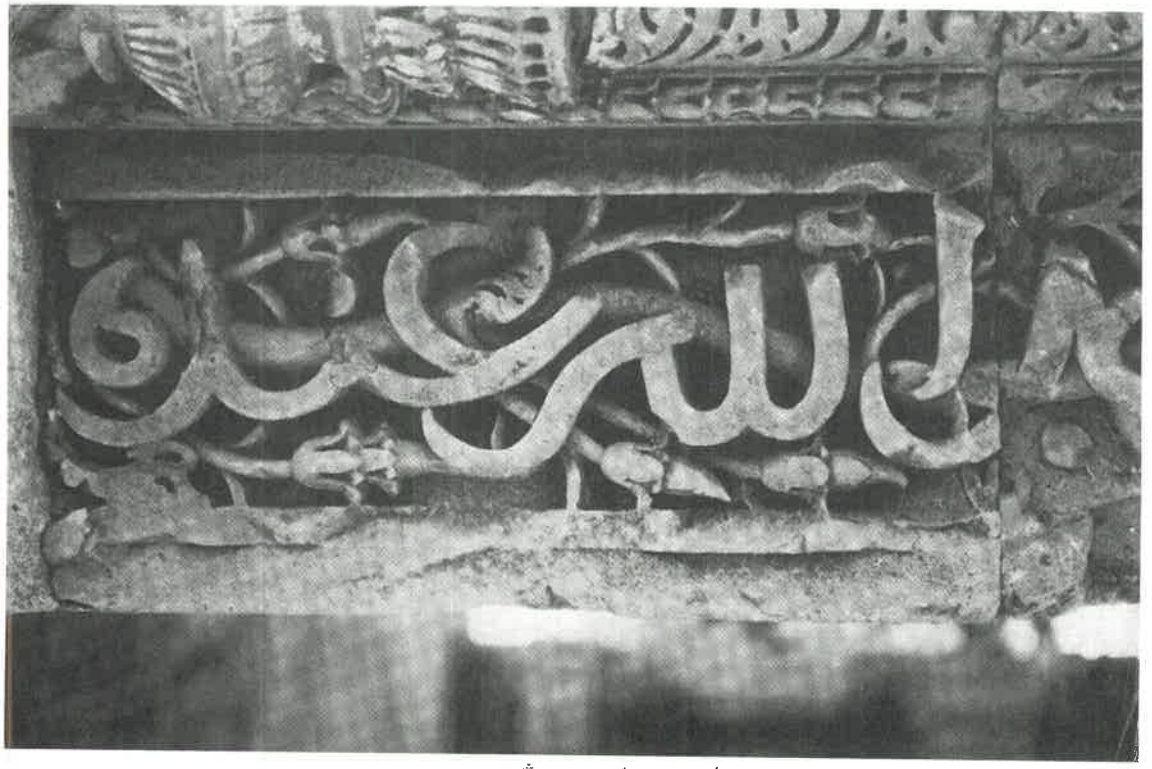

لکڑی پر کندہ قرآنی آیات (مغربی انداز)

خط محقق و ثلث (مملوک عبد)

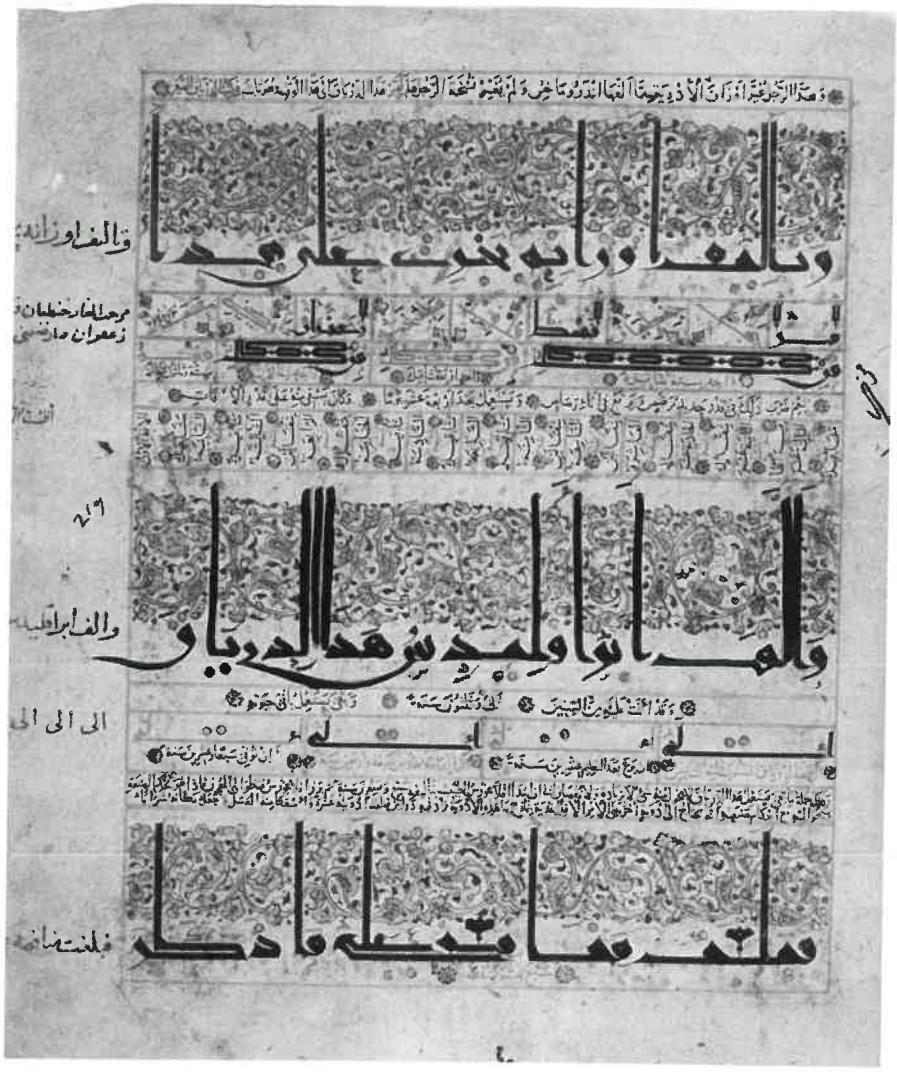

خط کوفی زرخیز —

In the Islamic decorative arts the page occupies a most honoured place. In Qur'āns the structure of a page may vary from the richly illuminated double-page *'Unwān* and those decorated with Sūrah headings and marginal ornaments to others which are without decoration except for a ruled border containing the text. Secular manuscripts display a much more varied page-structure. The text may be divided into compartments by the ornamentation. It may be written multi-directionally, and cover the entire page area without any margin or be framed in rich illumination. The text is frequently accompanied by commentary and supercommentary. Whatever the subject – a literary epic, an anthology, or a scientific subject such as astronomy or medicine (106, 107) – the page is frequently embellished with both ornamental calligraphy and decorative designs, with the emphasis always on artistic elegance. The artistic format of the single calligraphic page was a later development which flourished particularly in Persia under the Timurids and Safavids, and to a lesser extent in Turkey and the Arab countries during the Ottoman period.

. Three words in Muḥaqqaq on a page of a Mamluk Qur'ān. They translate as 'God has spoken the truth', a formula which is used when a Quranic text has been recited

. (top right) Page copied in elegant Nasta'līq by Mīr 'Alī Sulṭān in Herat, in 1492. The text is from the *Khamsah* of Mīr 'Alī Shāh Navā'ī

. Composite page with texts in Nasta'līq and Ta'līq contributed by Sulṭān Maḥmūd, Kamāl al-Khujandī and Mīr 'Alī Harawī, probably in Herat, about 1514

. (opposite) Page of Persian Nasta'līq by Mīr 'Alī Harawī (d. c. 1518), illuminated at a later date by a Moghul painter of Jahangīr's court, 1606–27

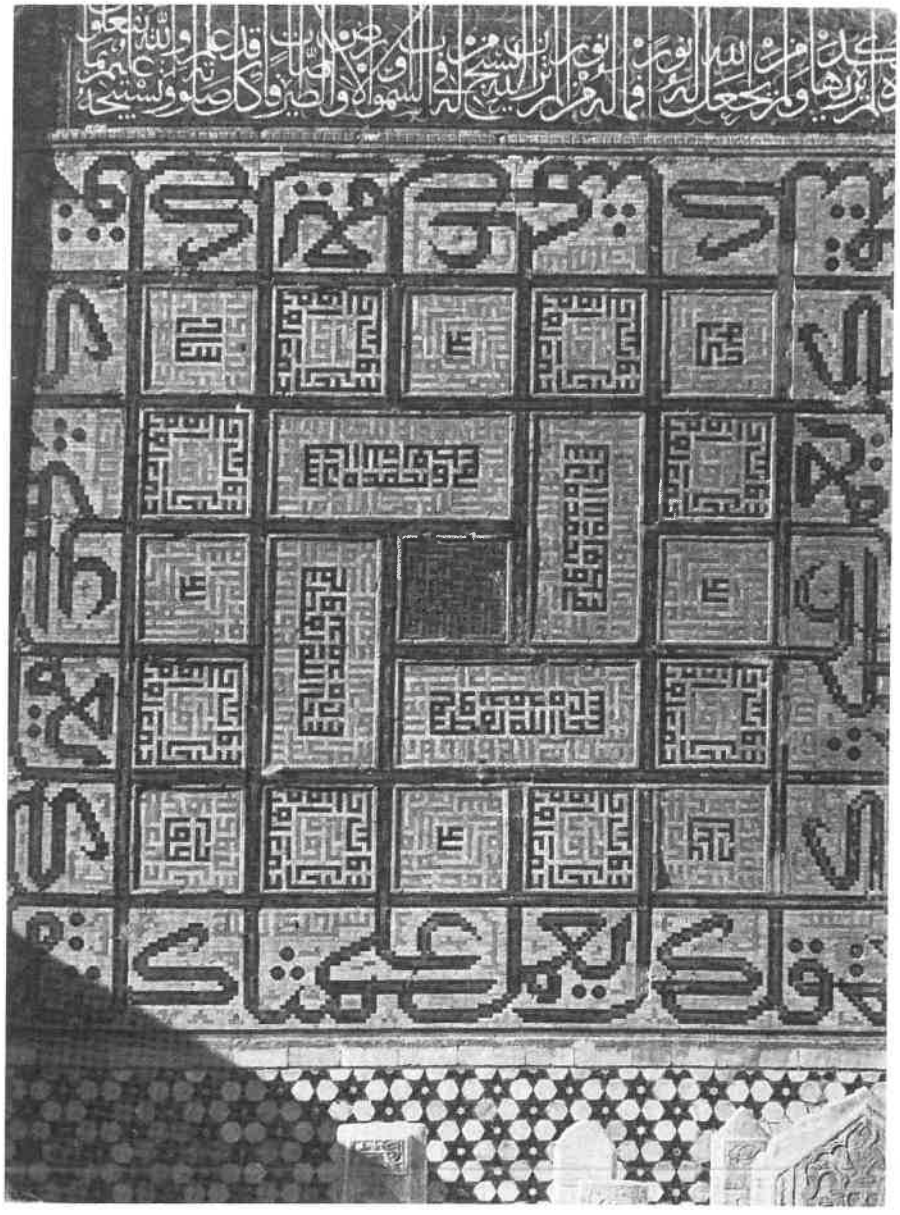

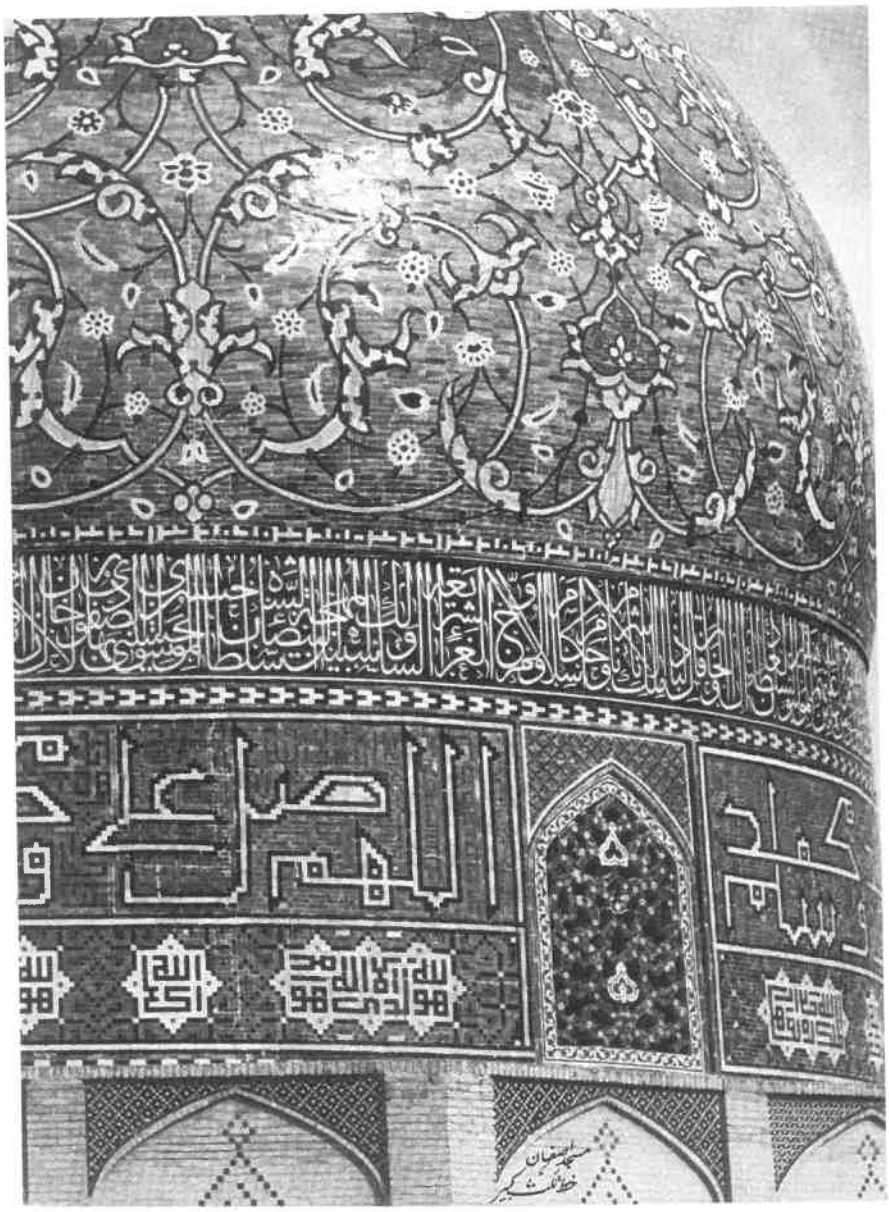
محمد اصفهان
خط ثلث کبیر

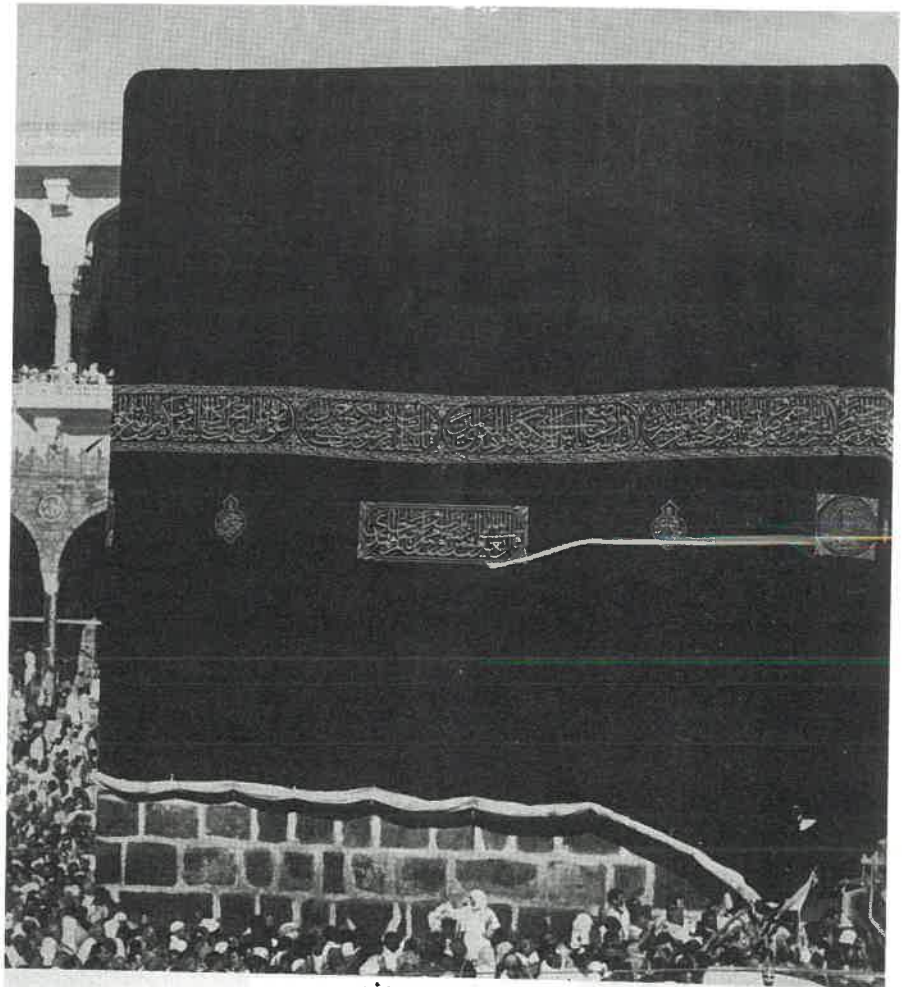

کعبہ مشرفہ پر آیاتِ خطِ ثلث

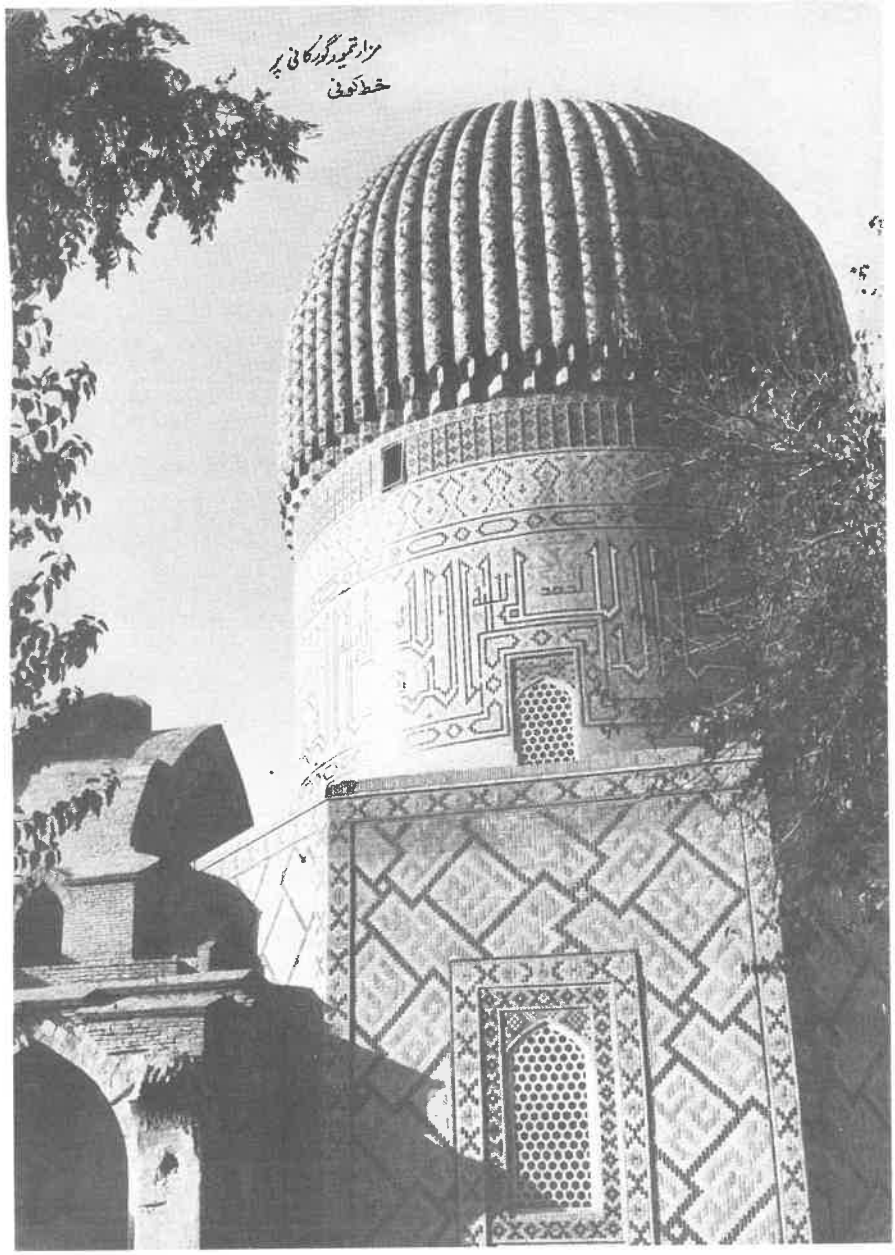
مزار تیمور گورکانی پر
خط کوفی

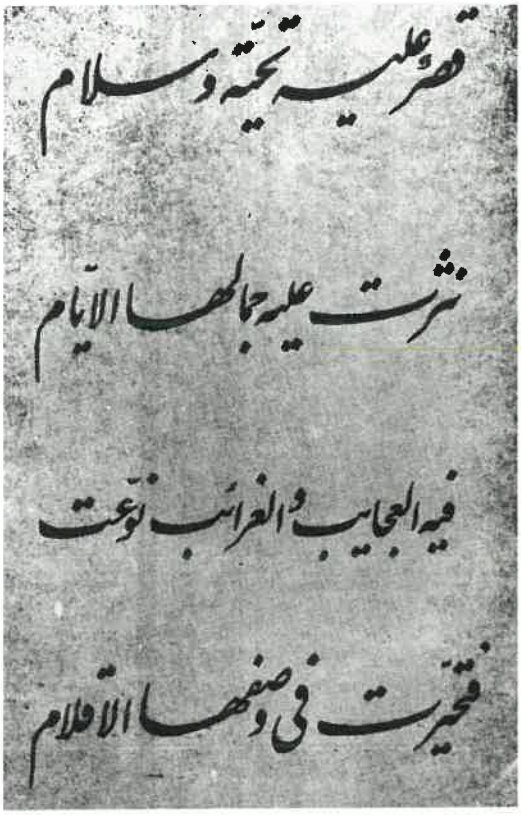

الخطاط جعفرى، خط استعليق

رساله المنظوم والمنثور
خطاط عبد الوهاب

خط ثلث خطاط مصطفى الخطيب

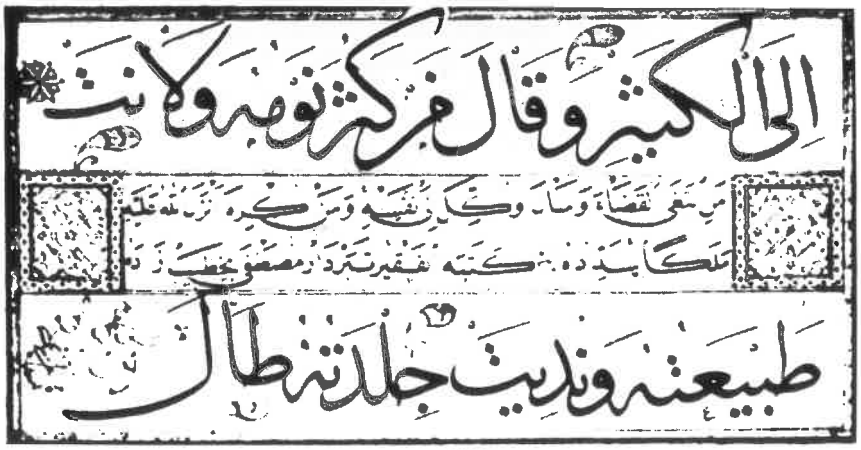

خط ثلث خطاط مصطفى الخطيب قديم عهد عثمان

بخط میر عماد الحسنی مرحوم

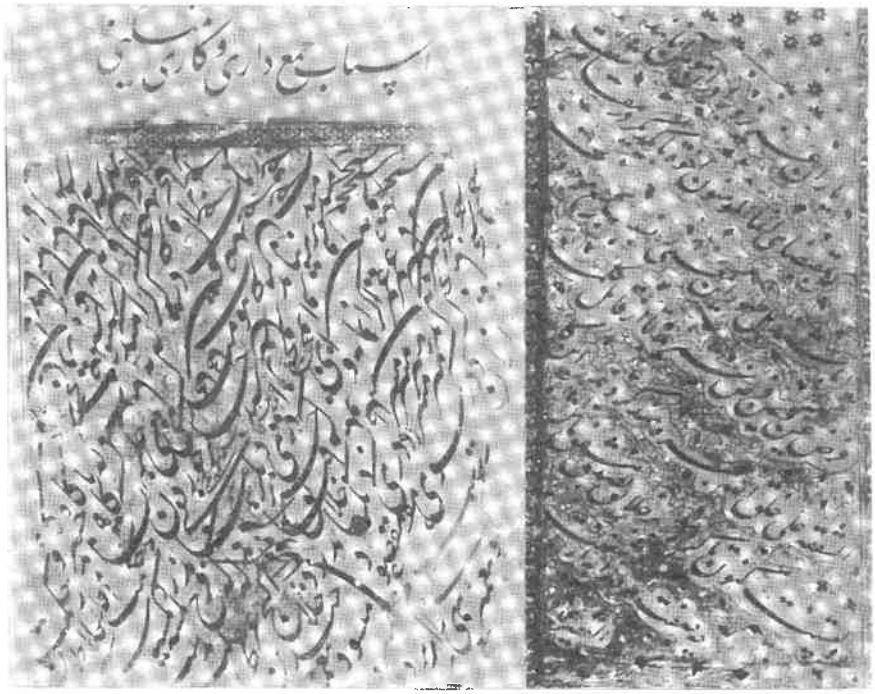

میر عماد الحسنی رح کی مشقِ خط

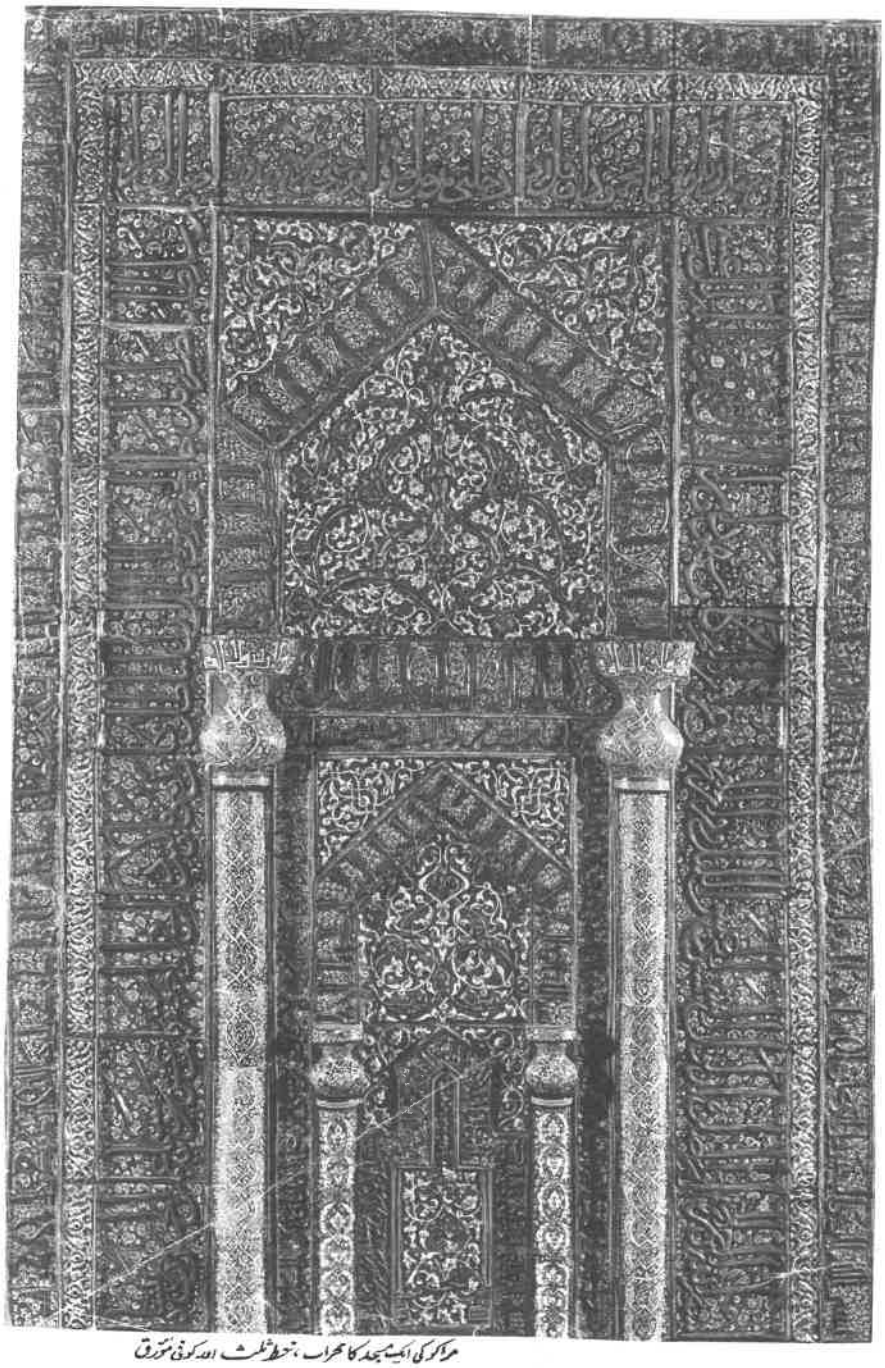

مراکو کی ایک مسجد کا محراب، خطِ ثلث اور کوفی مشرق

جناب امیر الخطاطین عبدالعزیز الرفاعی رحمۃ اللہ علیہ

(نمونہ خط ثلث جلی)

جعفر بایسنغری

۱ محقق

۲ ثلث

۳ توقیع

۴ نسخ

۵ نستعلیق

۶ تعلیق

توضیح و کتابتی

از کتابات میرزا جعفر بایسنغری میباشد در گوشهٔ پای قطعه بخط تعلیق چنین رقم کرده است «اقل عباد الله واحقرخلق الله جعفر بایسنغر» .

— «خطاطی مرزا جعفر بایسنغری» — ثلث، توقیع، محقق، نسخ، ریحان، تعلیق و نستعلیق کا نمونہ ہے

بخط عماد الحسنی

جناب جابر رقم قمانی

خطاطی، محمد درویش اسمر قندی ۱۰۳۴ هجری

خط نستعلیق
جناب آغا مرزا ۱۲۵۸ھ
(دہلی)

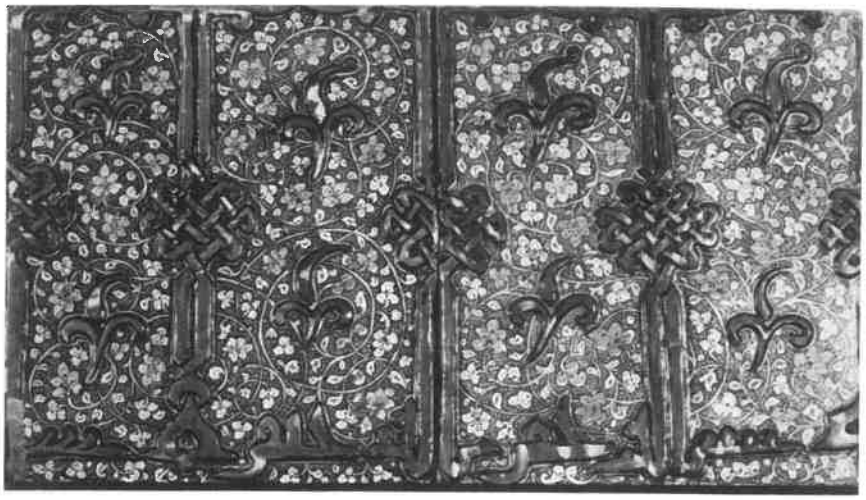

خط کوفی متقش

خط طومار

MASHQ

Early Mashq was first developed at Mecca and Medina during the first century of Islam (7th century AD) when the town of Kūfah was also developing its own Kufic calligraphic style. The complex rules which governed the early Mashq were gradually simplified until the developed Mashq came to resemble the Kufic script. The examples show a particular characteristic of Mashq, the perfectly balanced dispersal of the script on the page, in varied degrees of density.

Mashq densely applied, from a Qur'ān, Sūrat al-Baqarah, 'The Cow' (II, 141–3). Copied in Kairouan, 10th century

Mashq perfectly dispersed on the page, from a Qur'ān, Sūrat al-A'rāf, 'The Heights' (VII, 19, 20, 22). Probably from North Africa, 9th century

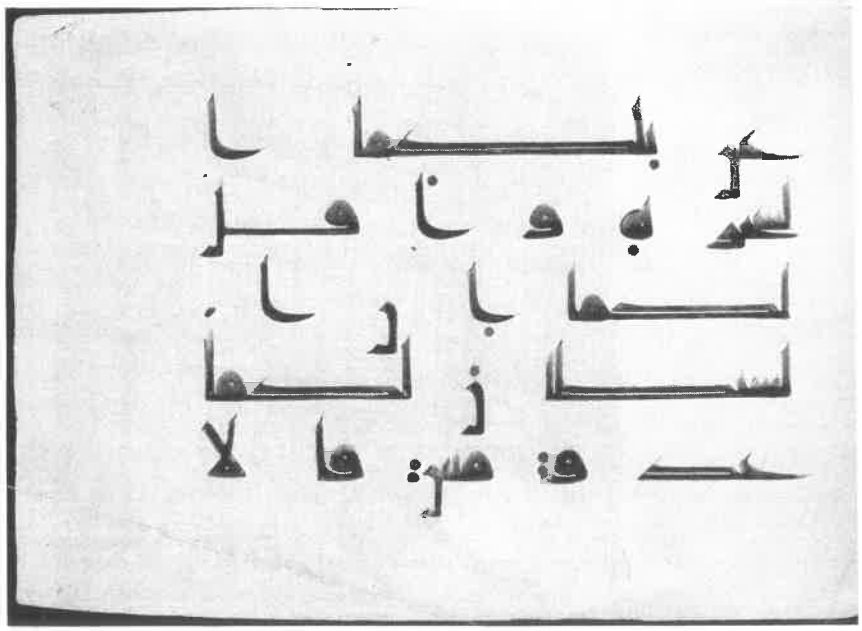

Mashq

28. Насир ал-мунши.
Образец каллиграфии. Исфахан, 948/1541.

ممتاز خطاط نصیر المنشی کا ہفت قلم فن پارہ، کتب خانہ لینن گراڈ ماسکو

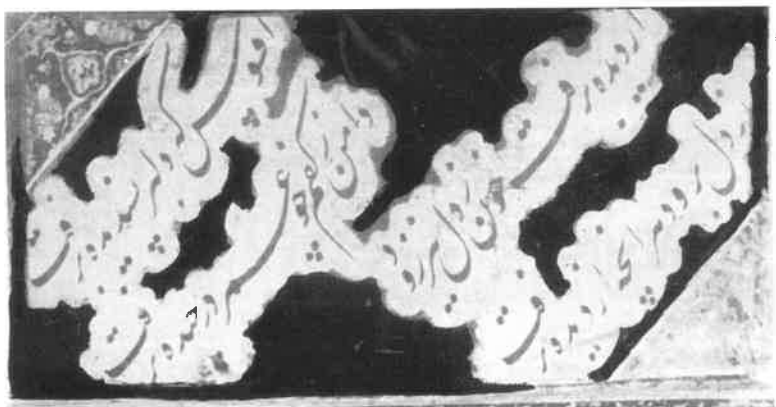

میرعماد آکسنی

میرعماد آکسنی

خطاط میرعلی

INSCRIPTIONS ON THE TAJ MAHAL

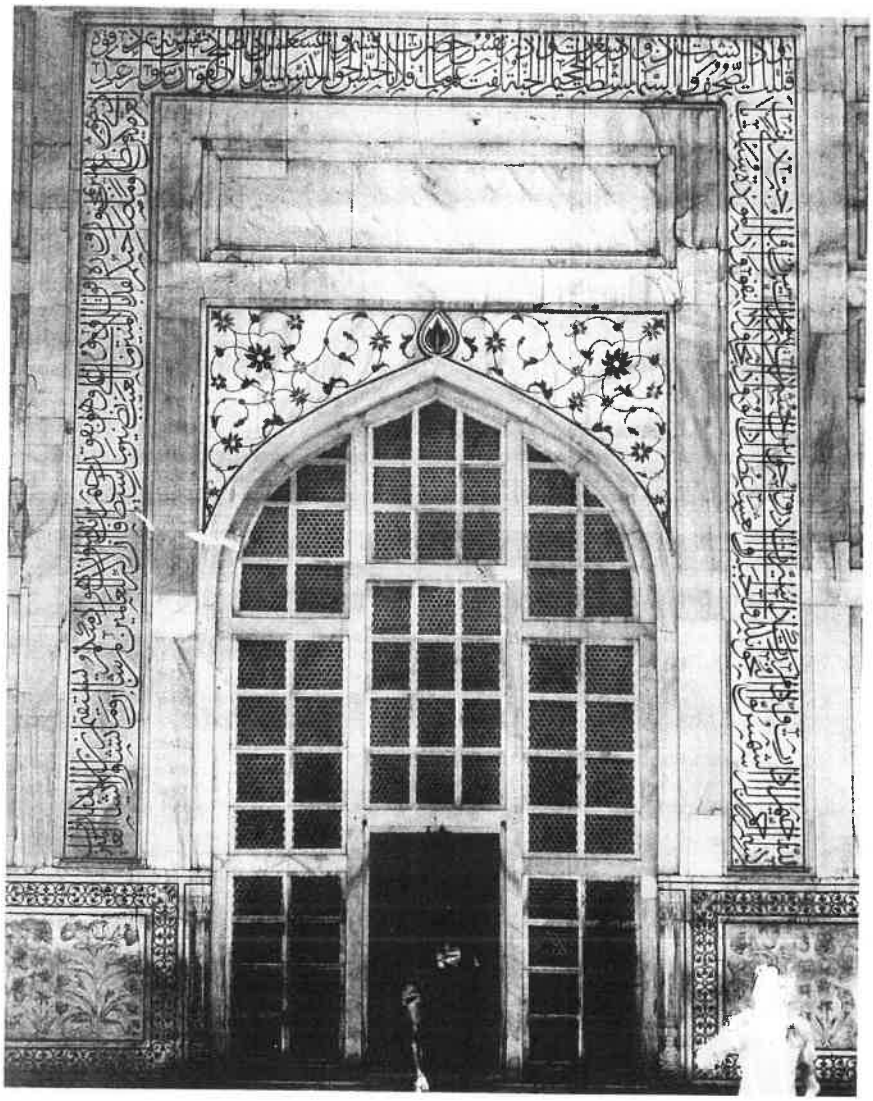

South door of tomb.

تاج محل، محراب کے اندر دروازہ کے ارگرد قرآنی خطاطی، تمام محرابوں کے
اندر ہر دروازے کے ارگرد اسی طرح خط ثلث تحریر ہے۔ پختگی اور خوبصورتی
میں تاج محل کی خطاطی اپنی مثال آپ ہے

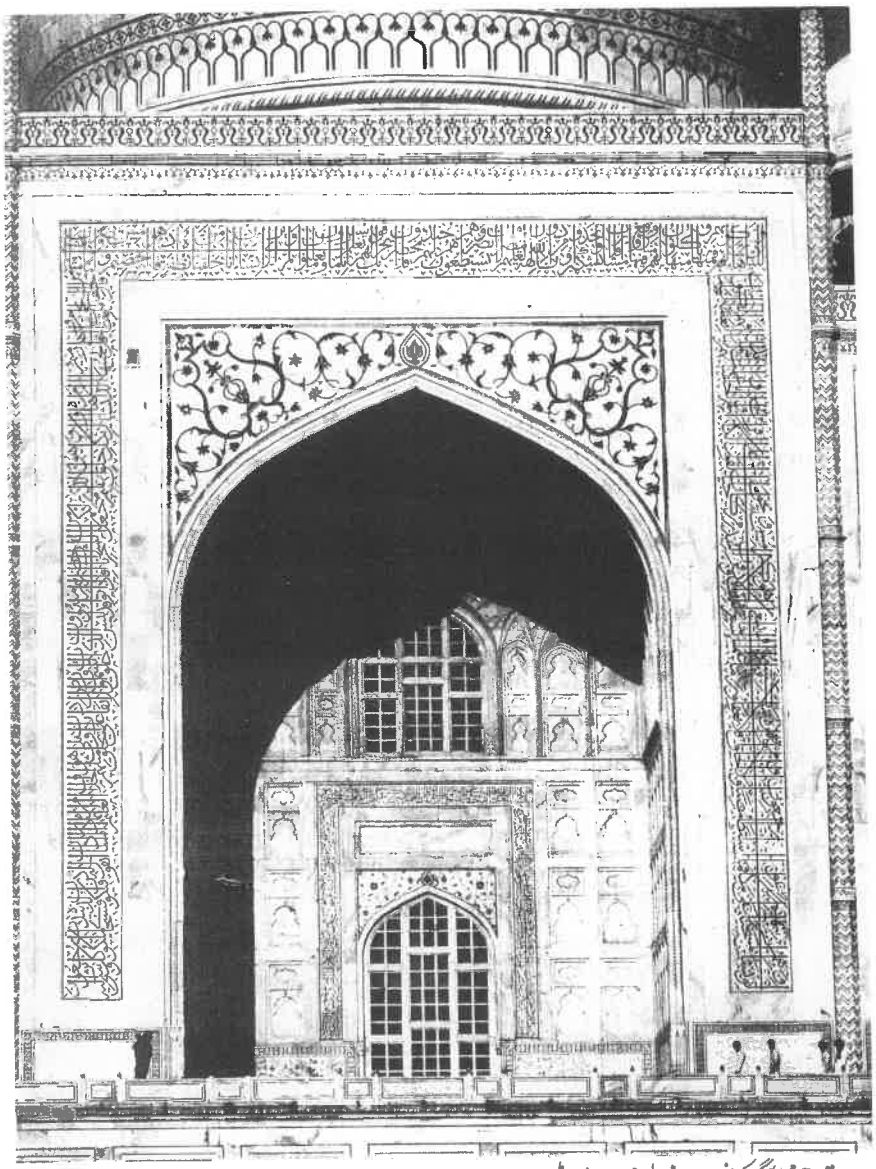

East arch.

تاج محل آگرہ کی مغربی بیرونی بڑی محراب تمام بڑی محرابیں اسی انداز میں تحریر شدہ ہیں۔ محراب کے اندر ایک دروازہ نظر آرہا ہے اس پر بھی قرآنی آیات تحریر ہیں یہ سب خط ثلث جلی میں استاد امانت خان کے قلم کا شاہکار ہیں۔

INSCRIPTIONS ON THE TAJ MAHAL

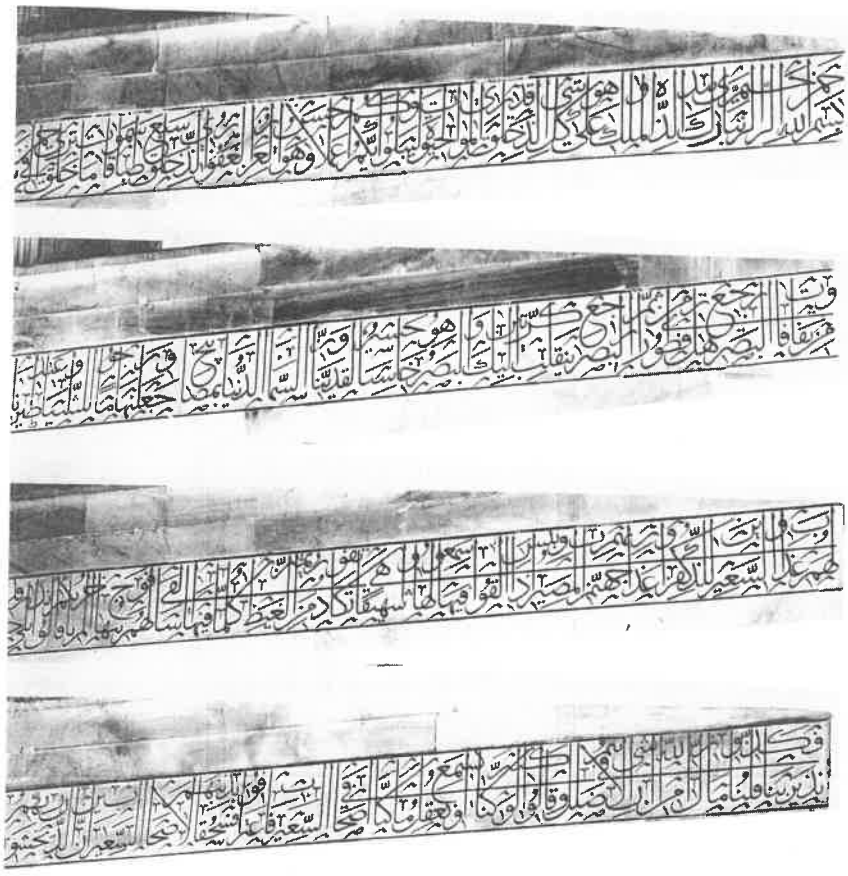

Interior of tomb, details of inscriptions above Southeast, East, Northeast, and North arches.

تاج محل آگرہ کی شمالی آرچ پر سورۃ ملک، بخطِ ثلث جلی بقلم عبدالحق تہیز ازی ملقب بہ استاد امانت خان

Signature of Amanat Khan inside tomb, above south arch, dated 1045/1635-36.

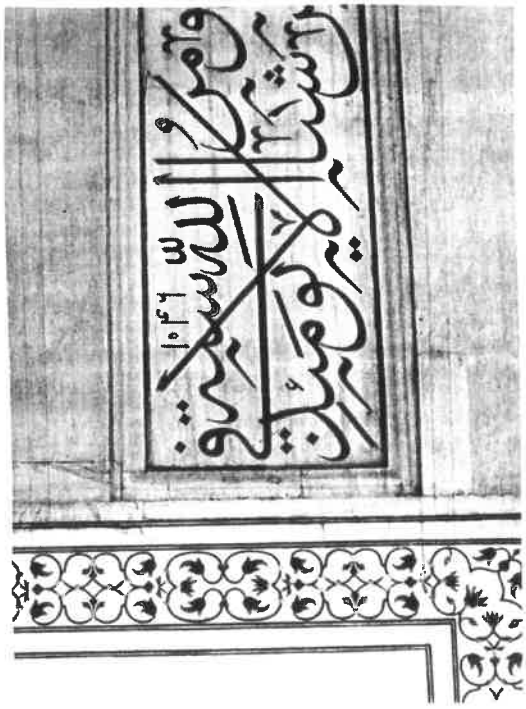

تاج محل پر
خطاطی کا مظاہرہ

Colophon on exterior west grilled door, dated 1046/1636-37.

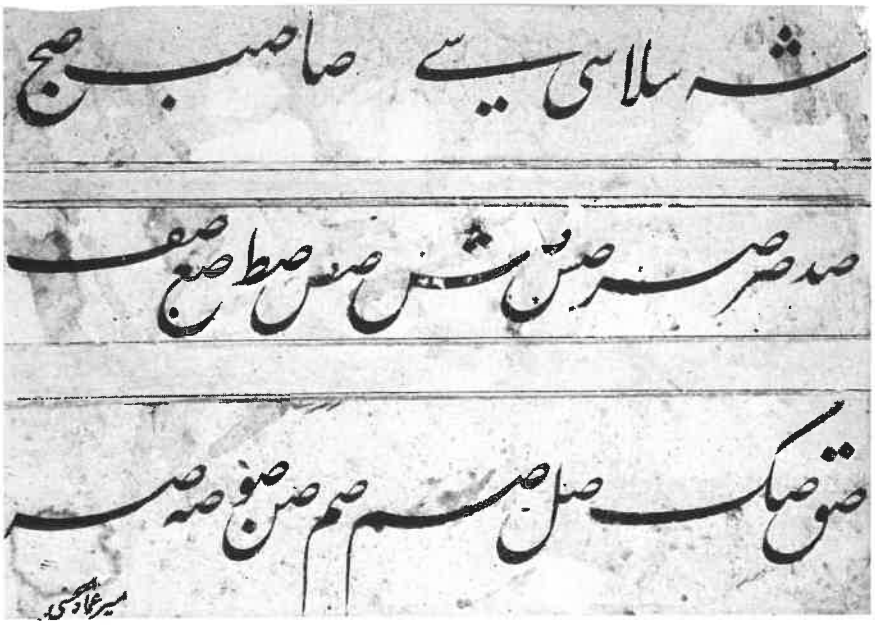

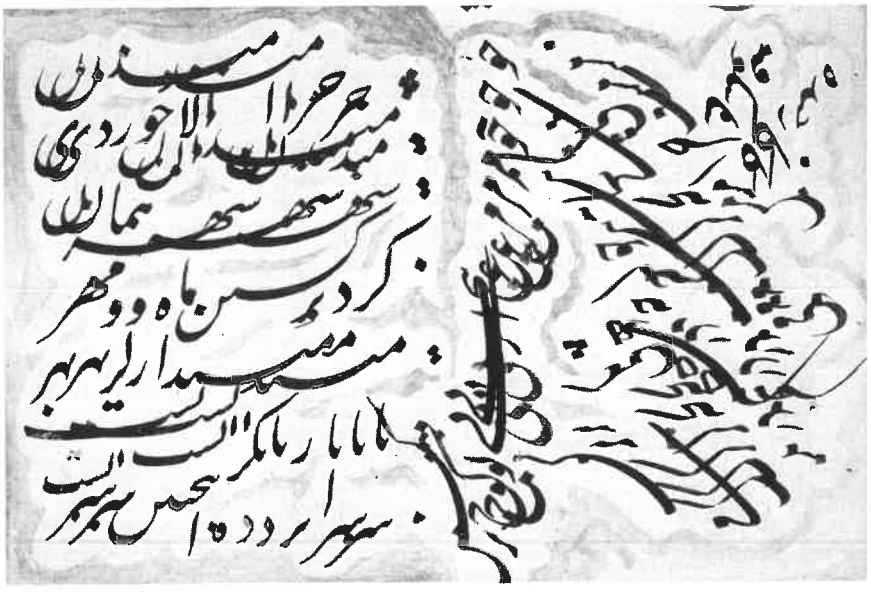

ایک خطاط کی نشست

علی بن ہلال ابن البواب کا نمونہ خط

سیاه مشق نستعلیق بخط میرعماد

خط نستعلیق عماد الحسنی

خط نستعليق بقلم عماد الحسنى رح

سیاه مشق خط نستعلیق بقلم عماد الحسنی

ثلث محقق، نسخ

خطاط اوحدالدین الکہرمانی

خطاطی: الشیخ محمد اللہ الاماسی ، محقق ، ریحان ، توقیع ، رقاع

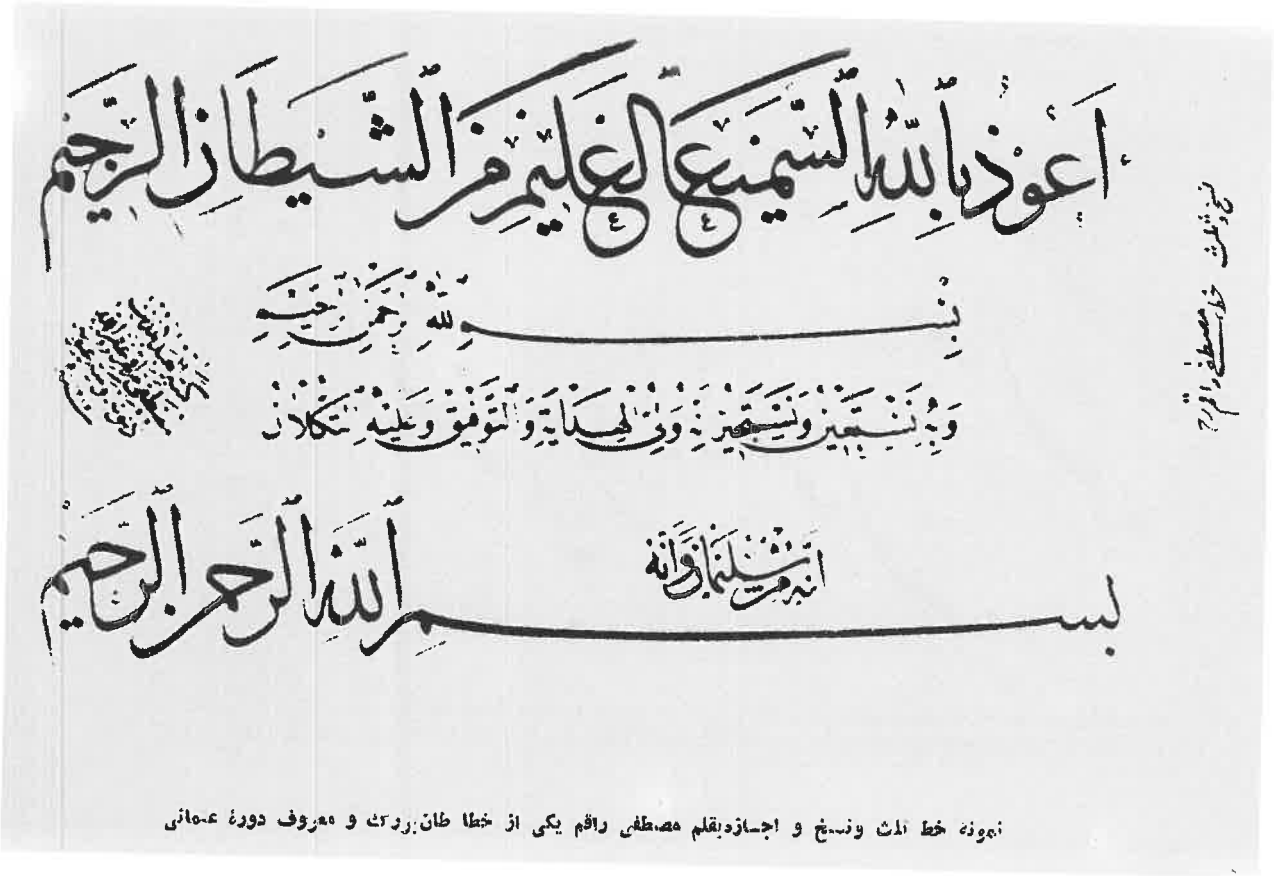

نمونه خط ثلث ونسخ و اجازه بقلم مصطفی راقم یکی از خطاطان بزرگ و معروف دورهٔ عثمانی

نمونهٔ خط نستعلیق میر عبدالرحمن متوفی ۱۲۶۸ ق

خط طغرا، محمد یعقوب خان مرحوم کابلی رح

نظام‌الدین محمد یعقوب‌خان مرحوم که در ماه ذیقعده سنه ۱۳۰۹ ق د رتاریخ ولادت شاهزاده ۱ مان ۱ لله گفته و بخط خود نوشته بخشو دوالدهٔ معظمه آن در همان ماه د ربغمان اهداء نموده است.
والده شاهزاده (سرور سلطان علیا حضرت سراج الغوا تین دختر عمهٔ مرحوم حاجی نظام‌الدین وکیلی پدر نگارنده این کتاب وازعمزاین قطعه ۸۸ سال می گذرد.

ای ظفر شیفتهٔ پرچم نصرت فالت
چمن فتح تبسم کدهٔ اقبالت

بمقامی که شکوهت فشرد پای ثبات
کوه بازد کمر از سایهٔ استقلالت

نمونه خط جناب سید محمدداودالحسینی که بتاریخ اسد سال ۱۳۰۰ شمسی نوشته است .

خطاط : محمد داؤد الحسینی رح

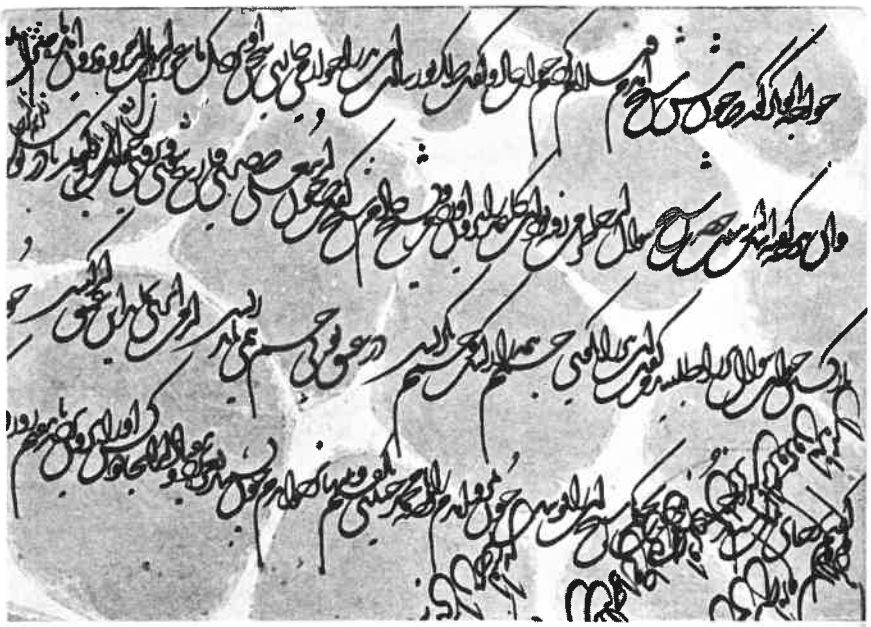

خطِ تعلیق نواب مُرید خان؛

Page in densely structured Shikasteh written by Nawab Murid Khān in India, probably during the 17th century

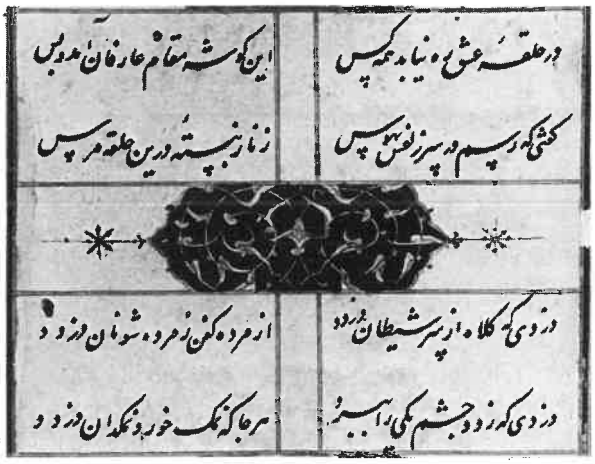

خطاطی، میر عماد الحسنی

Detail from a decorated calligraphic page of Persian verse in elegant Ta'liq, written by Mīr 'Imād al-Ḥusaynī in the early 17th century

خطِ نستعلیق کا
خوبصورت شاہکار
(عہدِ متقدمین)

آن با نواع معارف عارف آن با قسام حقایق آگاه بی خطا خطهٔ خط را سلطان بیسخن کشور معنی را شاه

شعر چون بشر نکویان دلبند خط بسان خط خوبان دلخواه ⁞ زد رفیق از پی تاریخ رقم جعل الجنة مثواه الا

خط شکسته، نمونهٔ خط عبدالمجید درویش رم

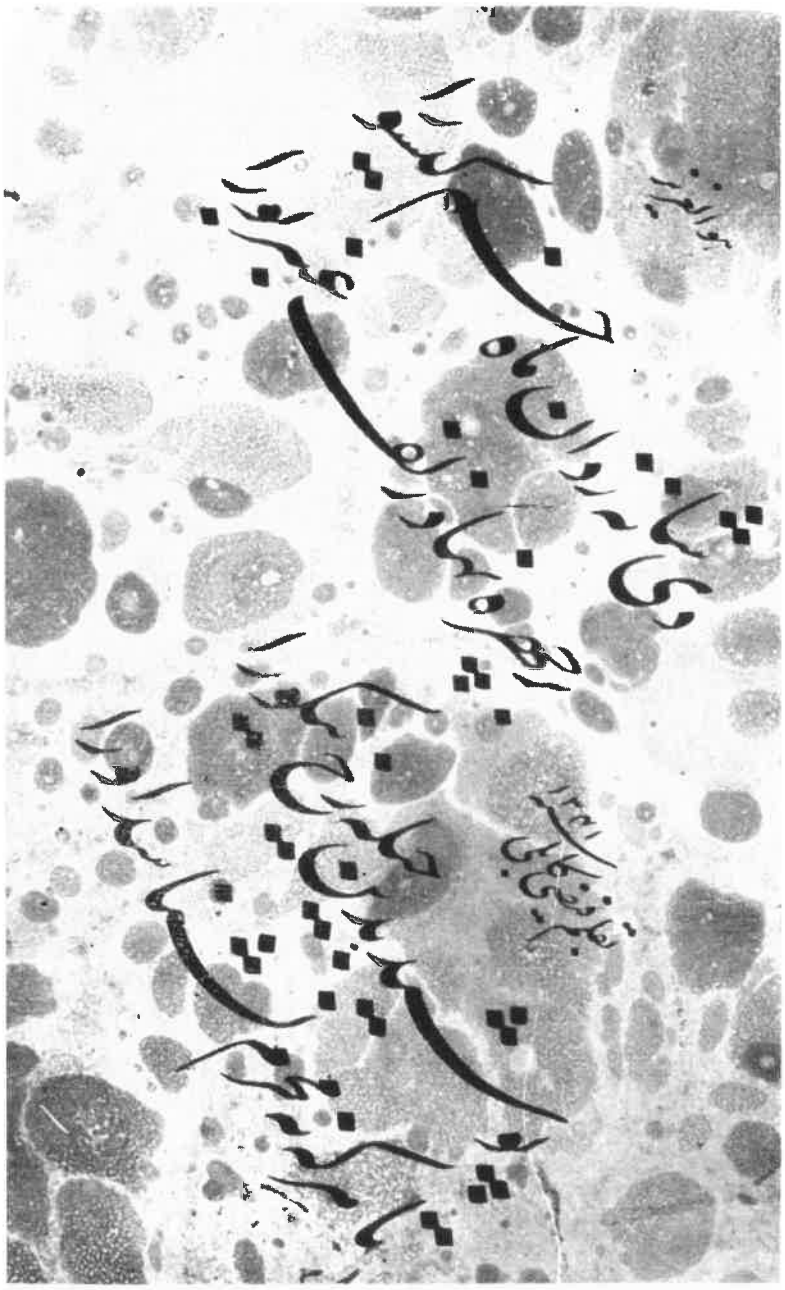

نمونه خط نستعلیق سرور فیض محمدخان زکریا فیضی کابلی رح

نمونه خط نستعلیق، میر عبدالرحمن رح

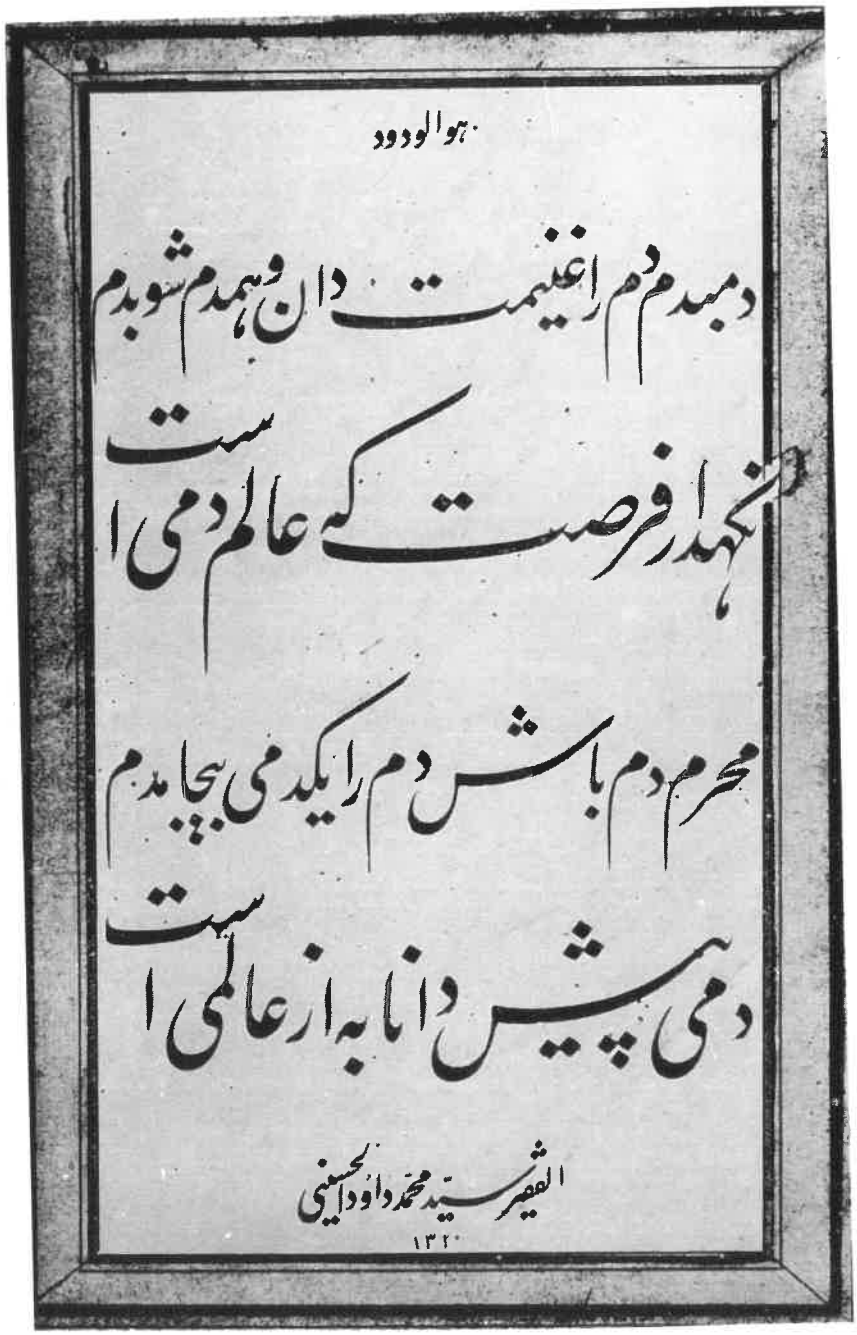
هوالودود

دمبدم دم را غنیمت دان وهمدم شو بدم

نگهدار فرصت که عالم دمی است

محرم دم باش دم را یکدمی بیجا مدم

دمی پیش دانا به از عالمی است

الفقیر سید محمد داود الحسینی

۱۳۲۰

مشق خط جناب محمد داود الحسینی در سنه ۱۳۱۰ هـ

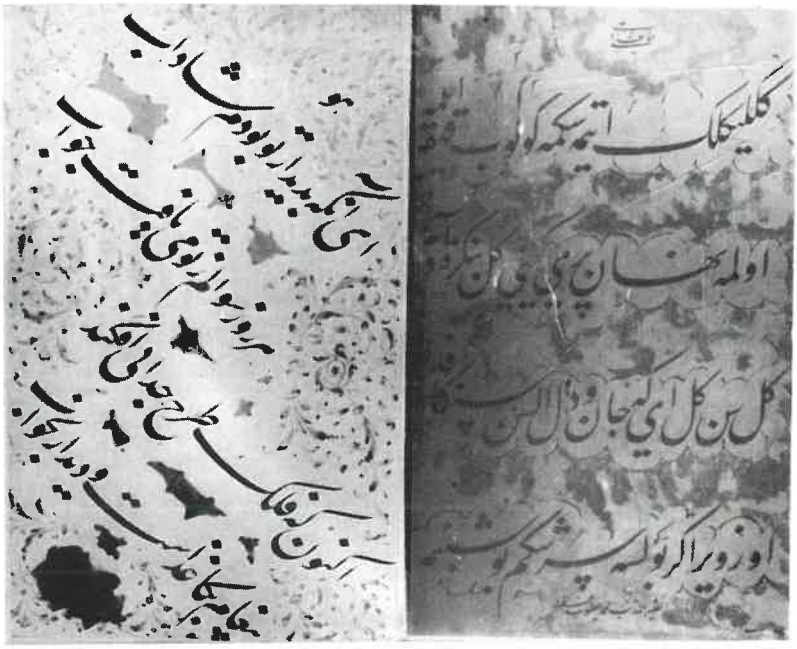

خطاط محمد یعقوب کابلی رح

خطاط محمد ابراہیم کابلی رح

مشقِ خط
محمد علی تاتب

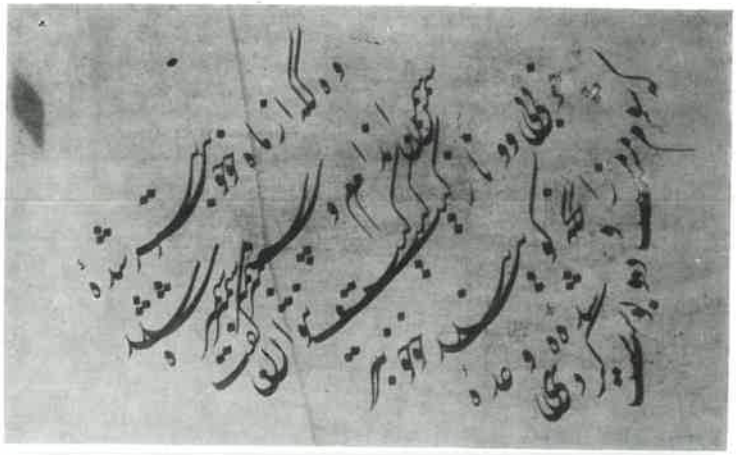

خط احمد الحسنی

خط درویش عبدی

عبدالجبار

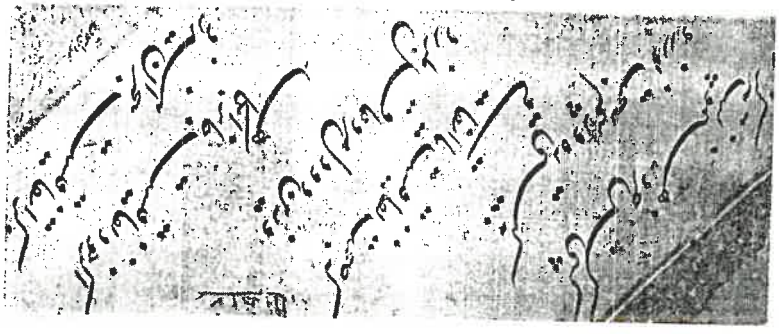

خط محمد بن اسحاق

نمونه خط مالک دیلمی

« از کتابخانه دلنین گراد »

« از نمونه خطوط کتابخانه ایران »

بخط مالک دیلمی رح

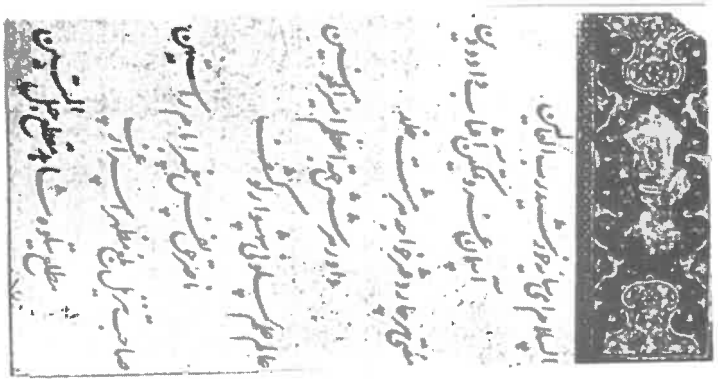

خط حسن کاشی

(منسوب) خطاط شهزاده خسرو رح

میر عماد الحسنی شہید رح

لکھنؤ میں سٹیل کا بنا ہوا ایک پنجہ
جس پر بارہ اماموں اور پنجتن پاک کے نام ہیں
بخط نستعلیق و نسخ ۱۸۰۰ء

* : اندلس میں خطاطی (برتن پر خطاطی و نقاشی)

خط نستعلیق حافظ نورالله حداد

نمونه خط حافظ نورالله حداد رح

نمونه خط رحیم‌قل خوقندی

نمونه خط رحیم‌قل خوقندی

خط نستعلیق محمدمراد کشمیری

نمونه خط محمدمراد کشمیری

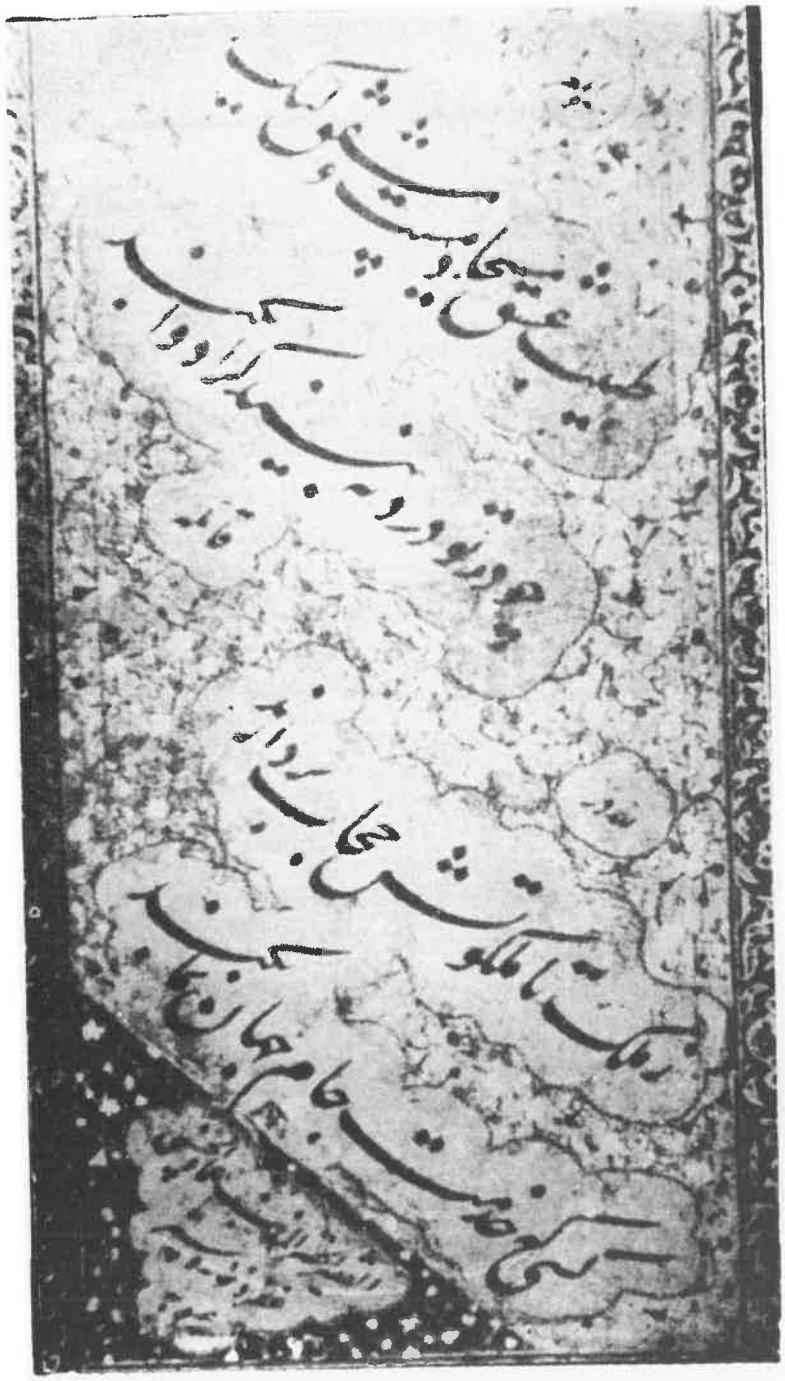

خطاط عماد الحسنی

نمونهٔ خط نستعلیق از خطا طان‌قدیم

30. Шах-Махмуд Нишабури.
Образец каллиграфии. 965/1557-58.

نمونه خطوط شاه محمود رح

نمونه خط شاه محمود از کتابخانه سلطنتی ایران و کتابخانه بنگاله شوروی

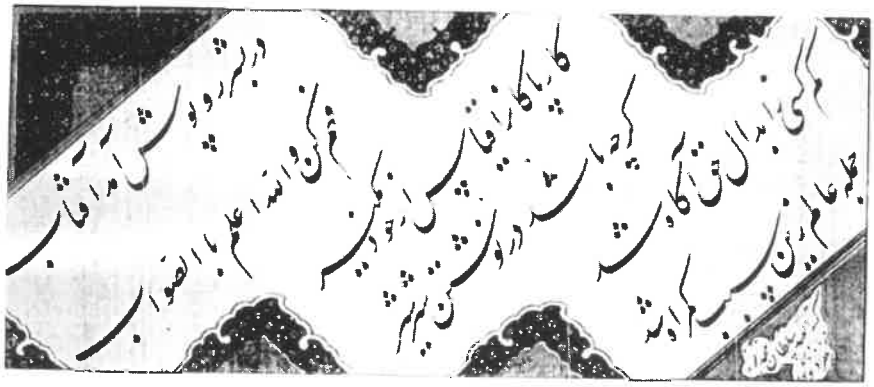

خط نستعلیق سلطان محمد اوند رح

خط نستعلیق عماد الحسنی

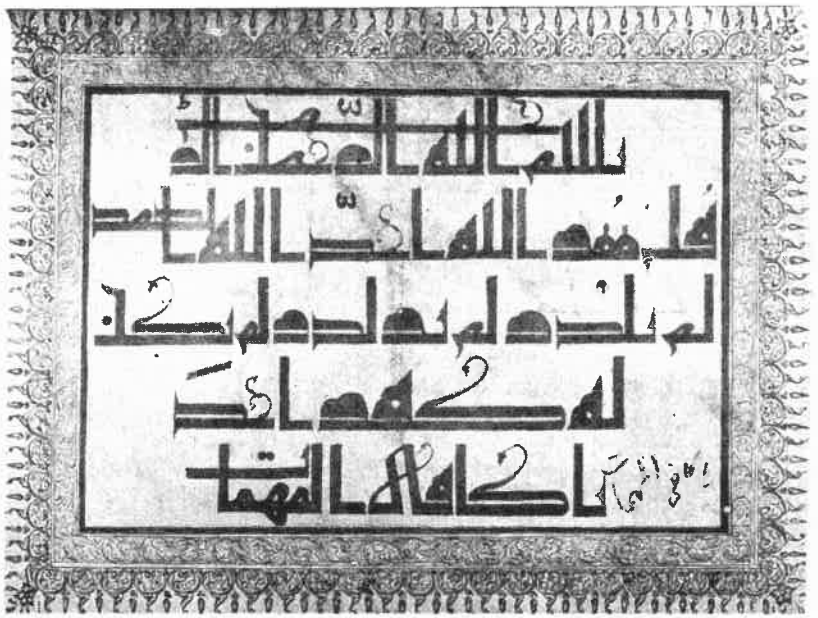

نمونهٔ خط کوفی باصنعت‌نقاشی‌بقلم مرحوم سید میر محسن‌قند هاری که در ماه حمل سال ۱۲۹۸ ش مطابق ۱۳۳۷ ق از طرف‌موصوف و سائر علماء و فضلاء‌ووکلاء قندهار بحضور اعلیحضرت امان‌الله شاه غازی ، منادی نهضت‌وآزادی کشور عزیز افغا نستان اهداء شده و مرحوم حاجی نظام الدین و کیلی ناظم دد بار نزد خودحفظ وبرای عزیز الدین وکیلی پسراول خود بجهت درج تاریخ ۱ مانیه بودیعت سپرده است .

میر عماد الحسینی

نظم فوق از طرف عزیز ا لدین وکیلی بجهت نشان دادن حروف گفته شده است
-۳۸۷-

نستعلیق، جناب محمد یعقوب کابلی سنه ۱۳۱۴ هجر

خط محمد باقر اصفهانی

خط میرزا عبدالرحیم خانخانان

خط اطی هسلطان علی مشهدی

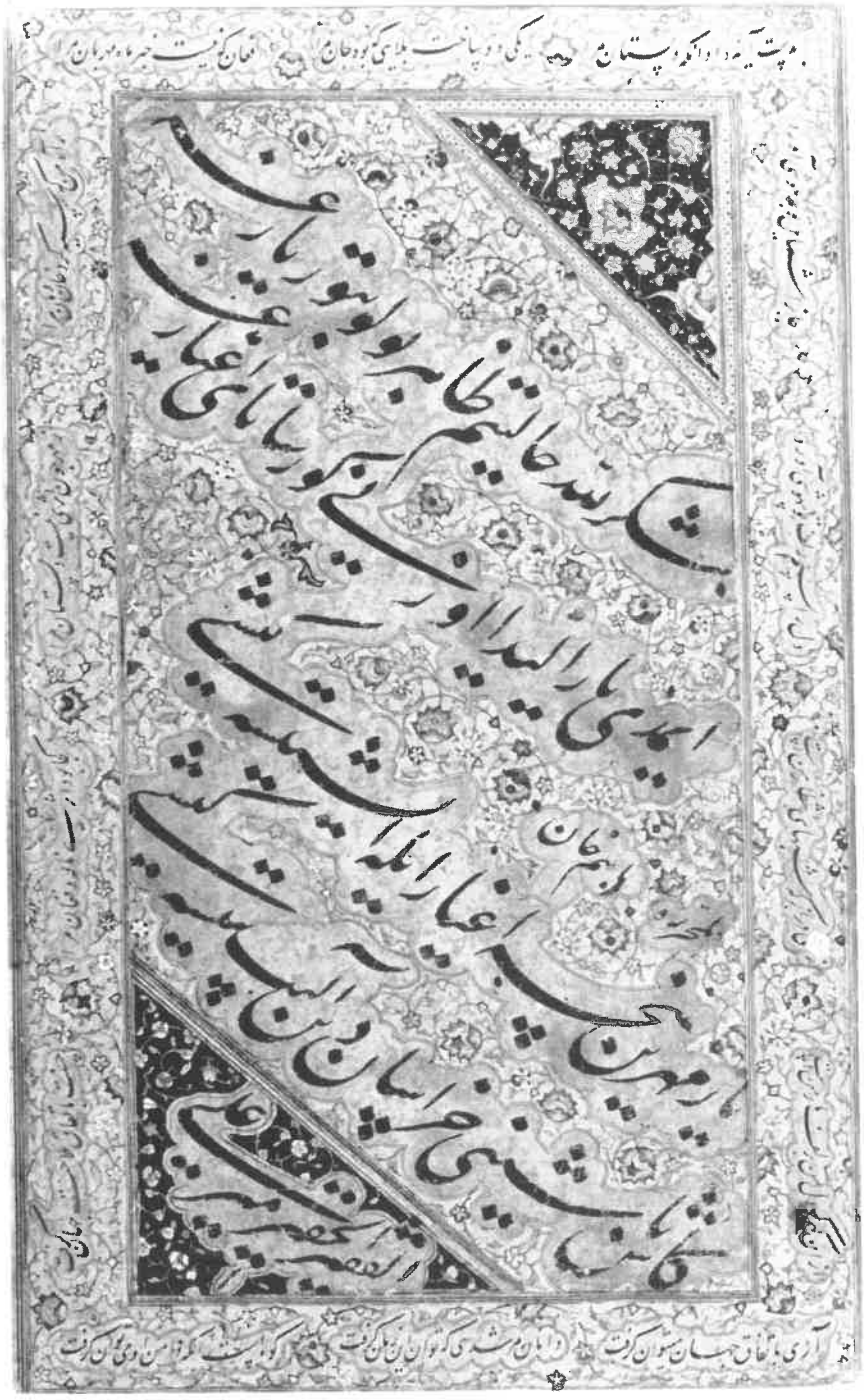

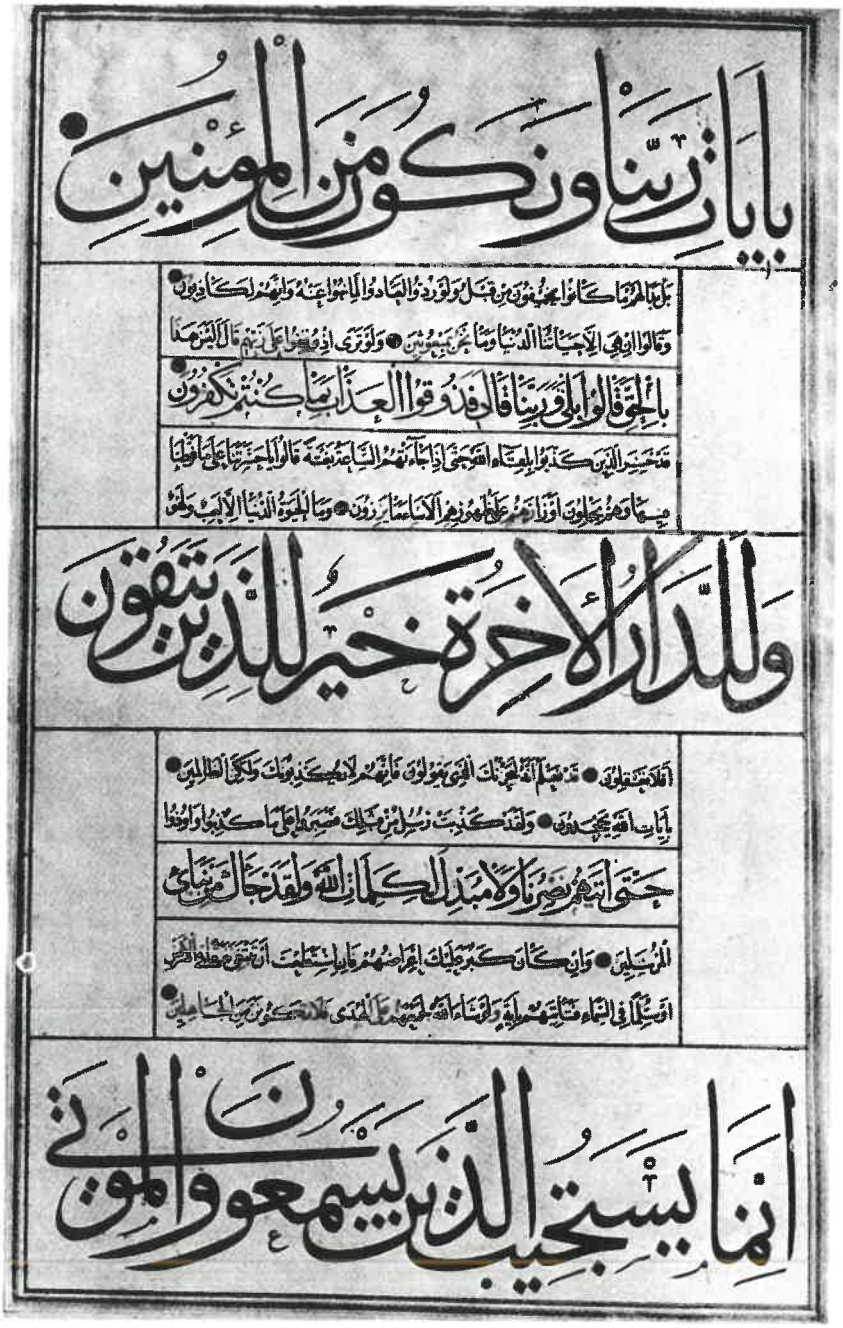
يا ليتنا نرد ولا نكذب بآيات ربنا ونكون من المؤمنين
بل بدا لهم ما كانوا يخفون من قبل ولو ردوا لعادوا لما نهوا عنه وإنهم لكاذبون
وقالوا إن هي إلا حياتنا الدنيا وما نحن بمبعوثين ● ولو ترى إذ وقفوا على ربهم قال أليس هذا
بالحق قالوا بلى وربنا قال فذوقوا العذاب بما كنتم تكفرون
قد خسر الذين كذبوا بلقاء الله حتى إذا جاءتهم الساعة بغتة قالوا يا حسرتنا على ما فرطنا
فيها وهم يحملون أوزارهم على ظهورهم ألا ساء ما يزرون ● وما الحياة الدنيا إلا لعب ولهو
وللدار الآخرة خير للذين يتقون
أفلا تعقلون ● قد نعلم إنه ليحزنك الذي يقولون فإنهم لا يكذبونك ولكن الظالمين
بآيات الله يجحدون ● ولقد كذبت رسل من قبلك فصبروا على ما كذبوا وأوذوا
حتى أتاهم نصرنا ولا مبدل لكلمات الله ولقد جاءك من نبأ
المرسلين ● وإن كان كبر عليك إعراضهم فإن استطعت أن تبتغي نفقا في الأرض
أو سلما في السماء فتأتيهم بآية ولو شاء الله لجمعهم على الهدى فلا تكونن من الجاهلين
إنما يستجيب الذين يسمعون والموتى

خط محقق
عهد عباسي

میرحسنی (بخارا)

اسدالله درسه

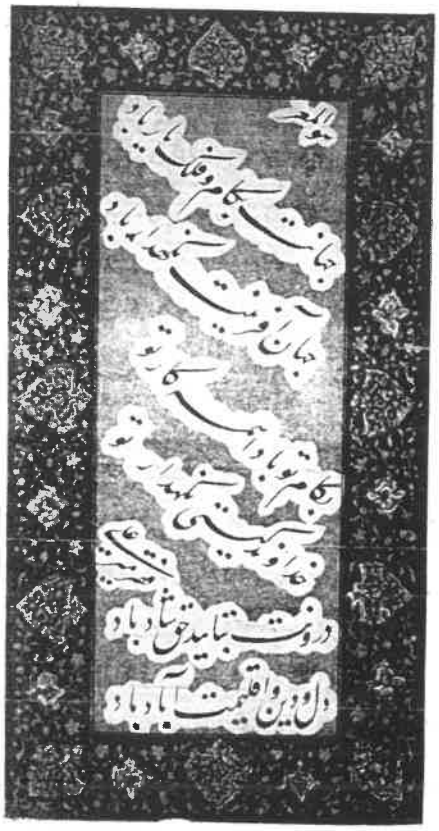

میر علی تبریزی

فتح علی شیرازی

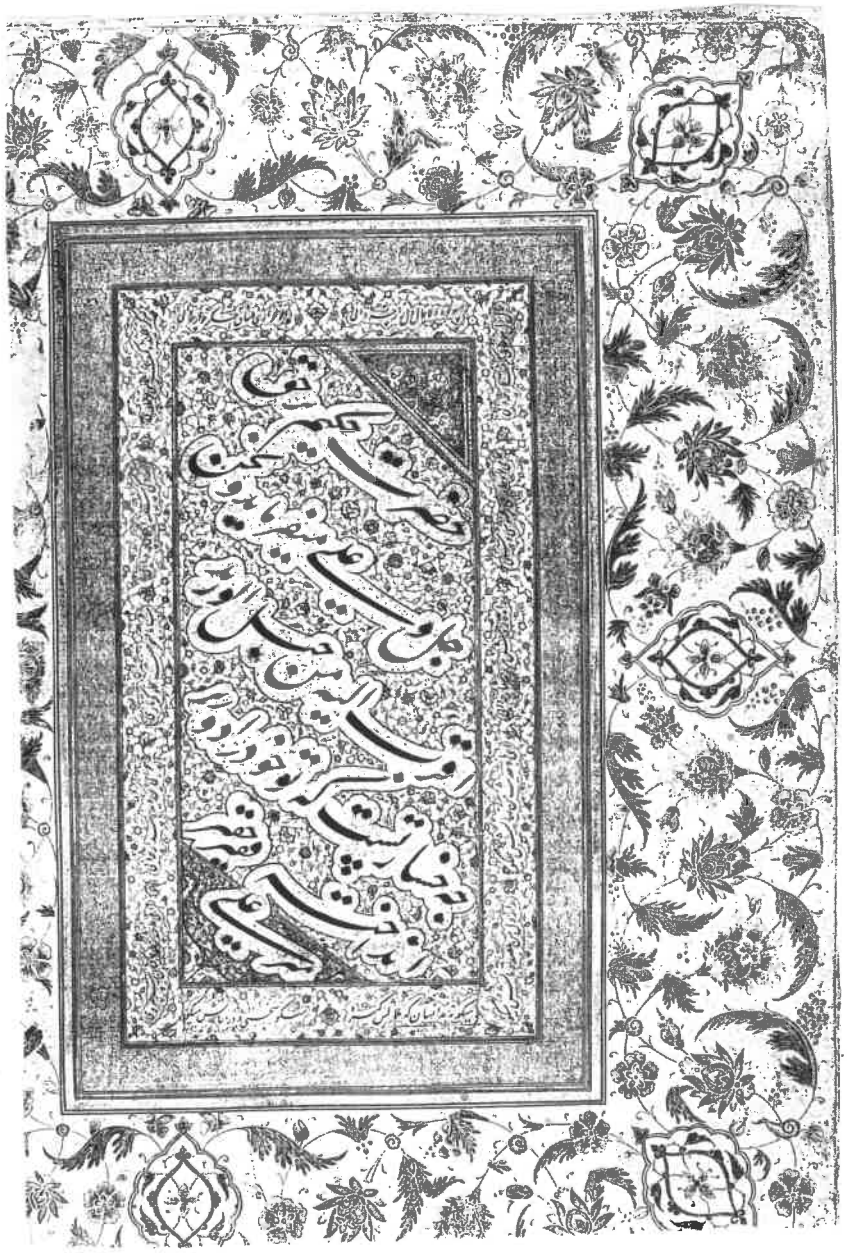

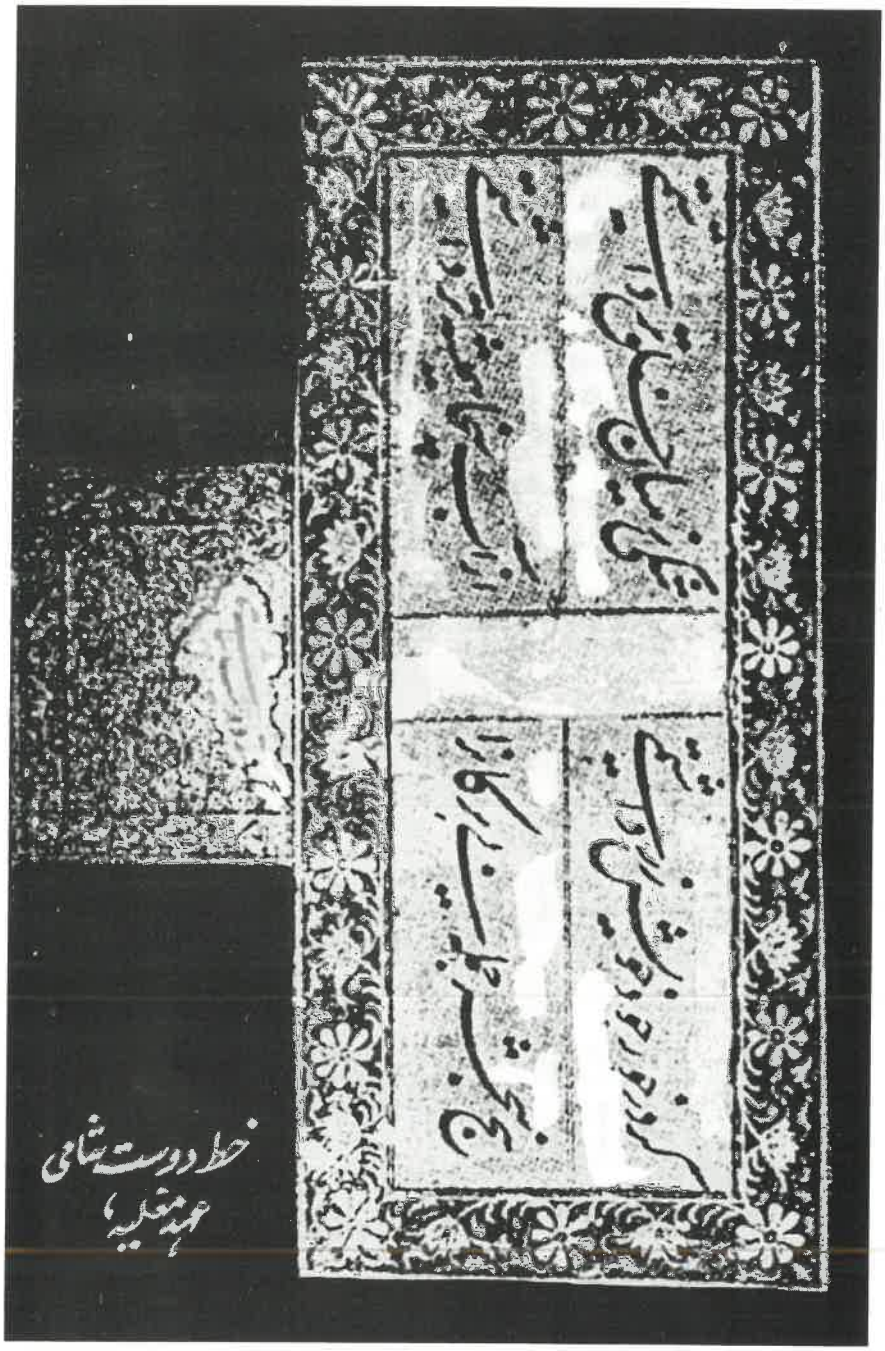

خط دوست شامی
عهد مغلیہ

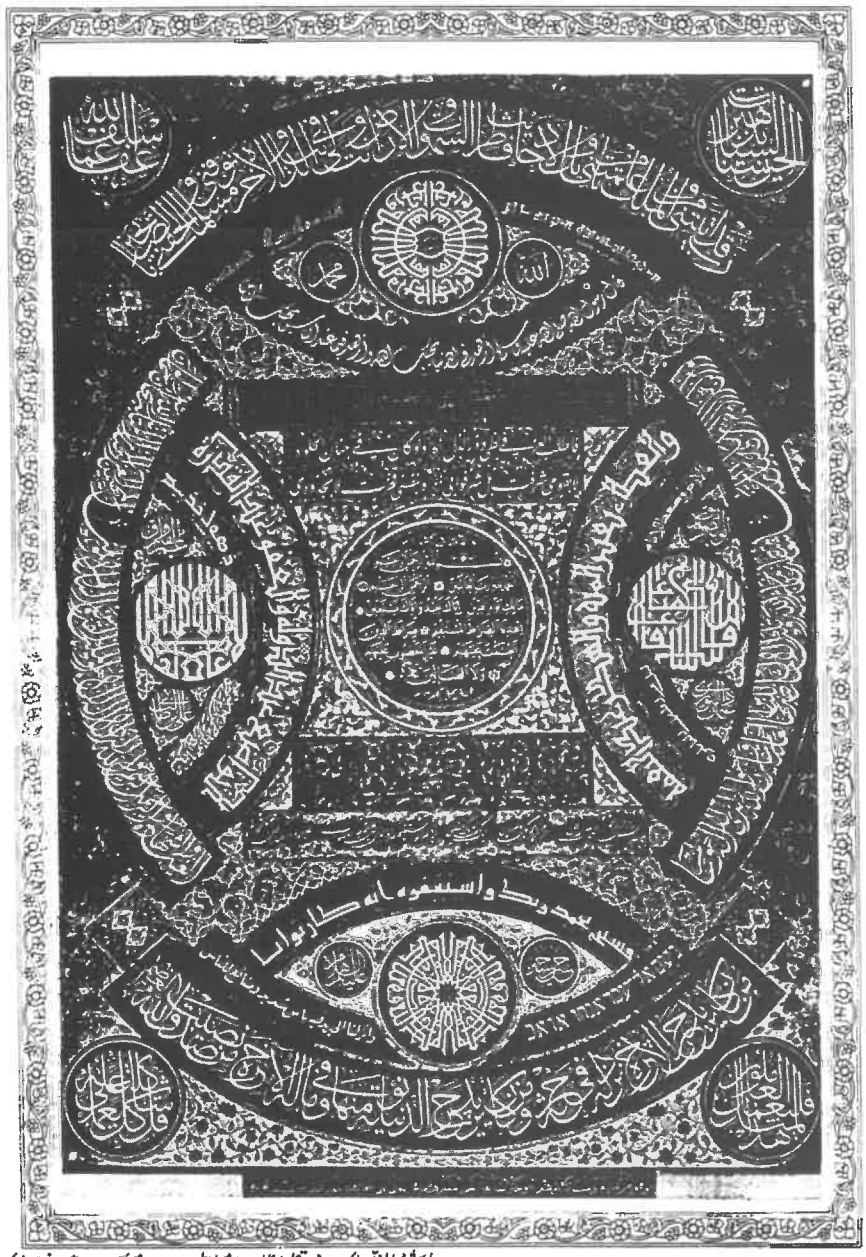

ہاشم محمد الخطاط کا ہفت قلم مظاہرہ خطاطی (عراق کے نامور مرحوم خطاط)

خط ابوالفضل سبزواری

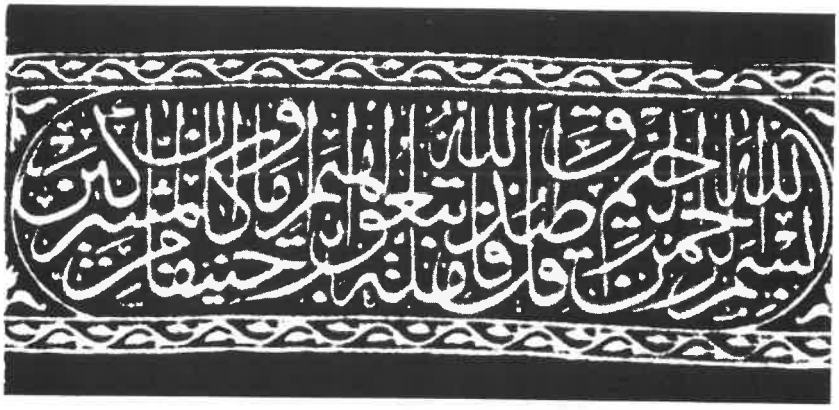

خط میرعماد آکنی

خط میرعماد آکنی

خط میرعماد آکنی

مشق خط میر عبدالرحمن الحسینی

میر عماد الحسنی

خطاط فتح علی

خطاط علی رضا عباسی

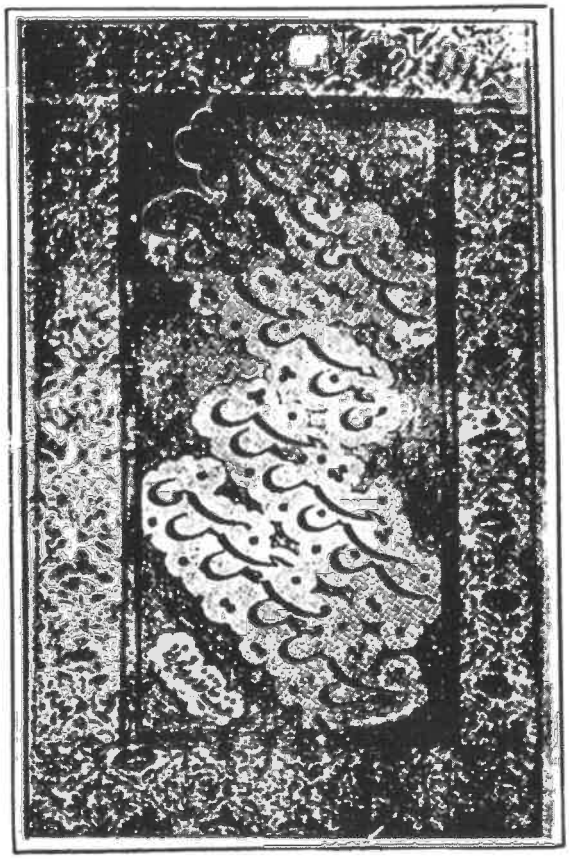

خطّ، حافظ نور اللہ

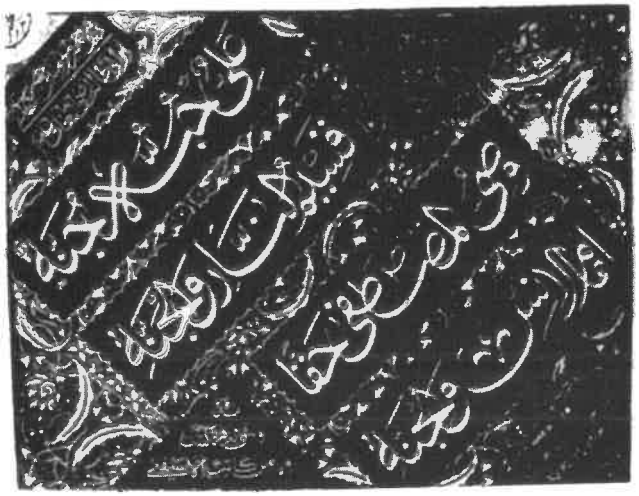

خطّاط

غلام محمود

منسلک رقم

جدا کسی سی کسی کا غرض نصیب نہو

یہہ داغ وہ ہی کہ دشمن کو بھی نصیب نہو

خطاط، رام چندر

خطاط، رحیم اللہ رح

خطاط درویش السمرقندی

خطاط، عبداللہ شیرازیؒ

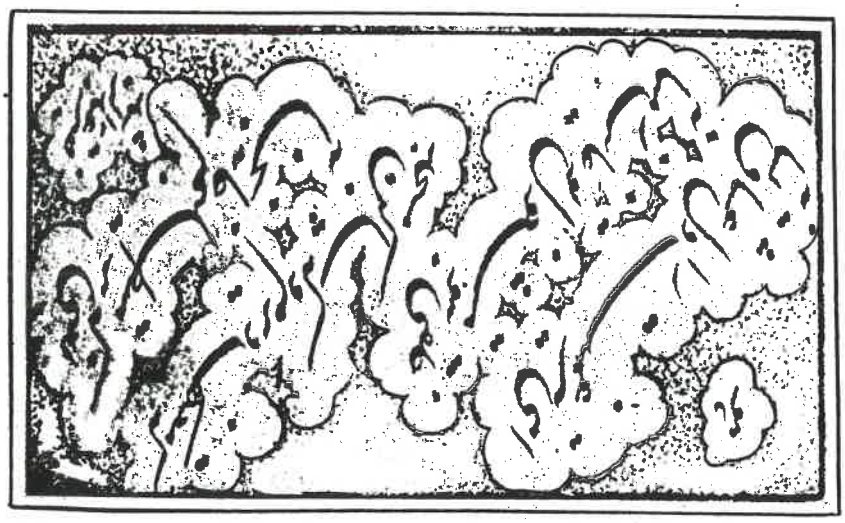

خطّاط، عبدالرشید دہلی

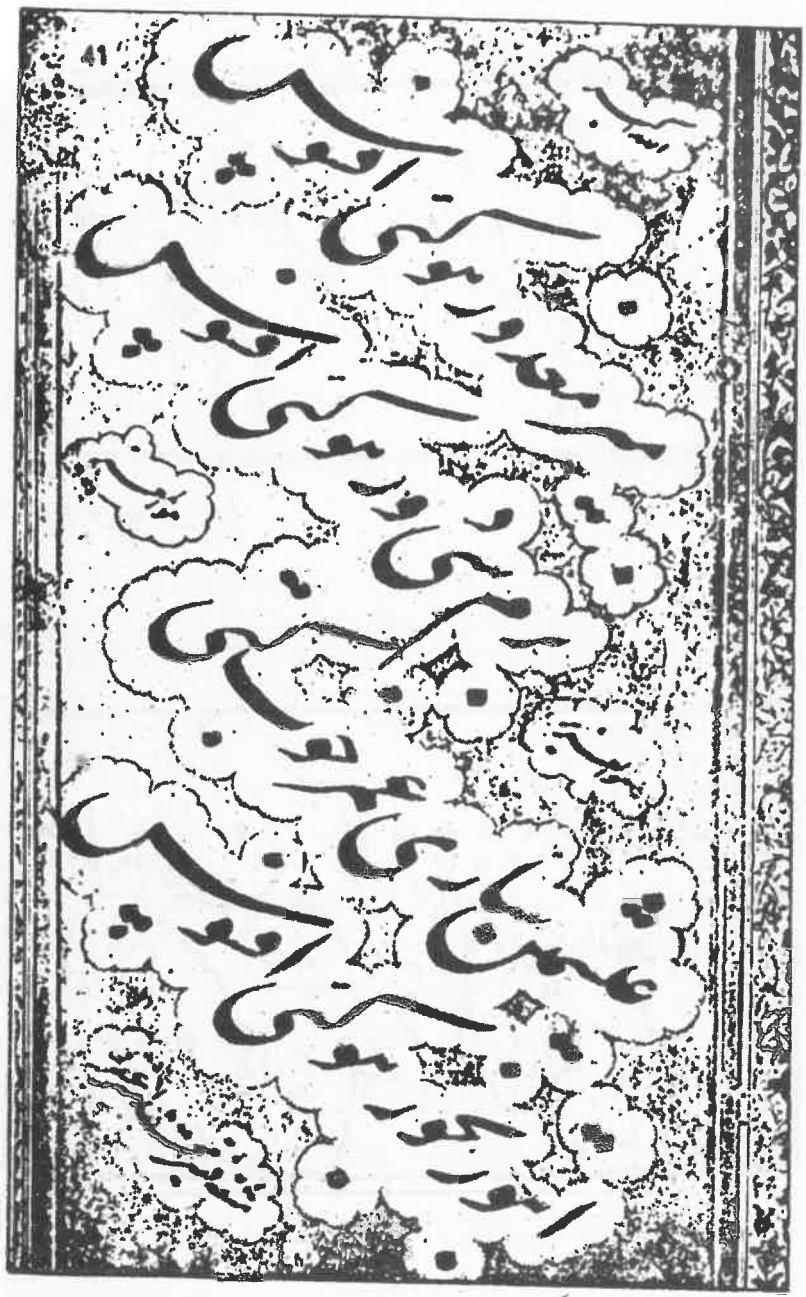

خطّاط، محمد امیر رضوی میرسنجه کش

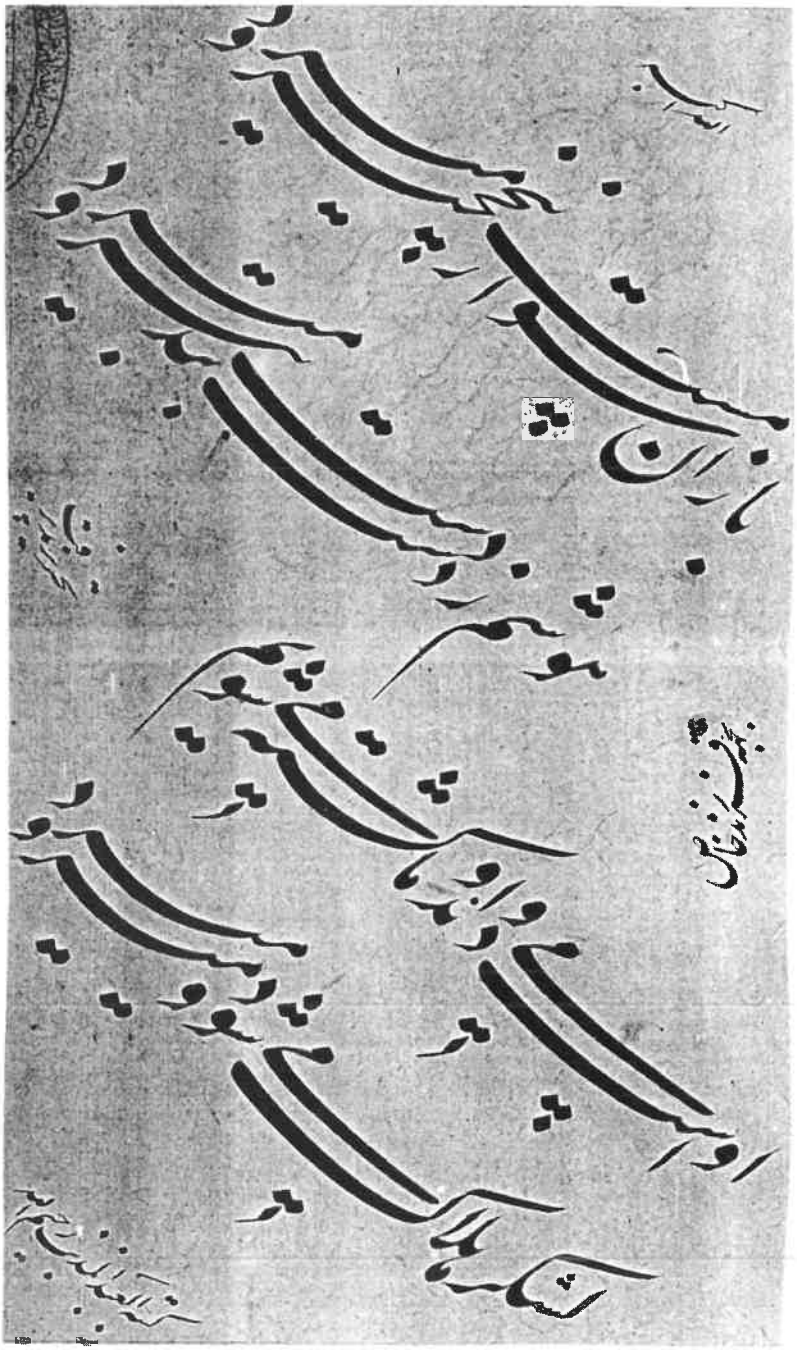

جناب رحیم اللہ کی خطاطی ،

جناب اعجاز رقم لکھنوی کا ایک طغرا بہ خط نستعلیق، مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ

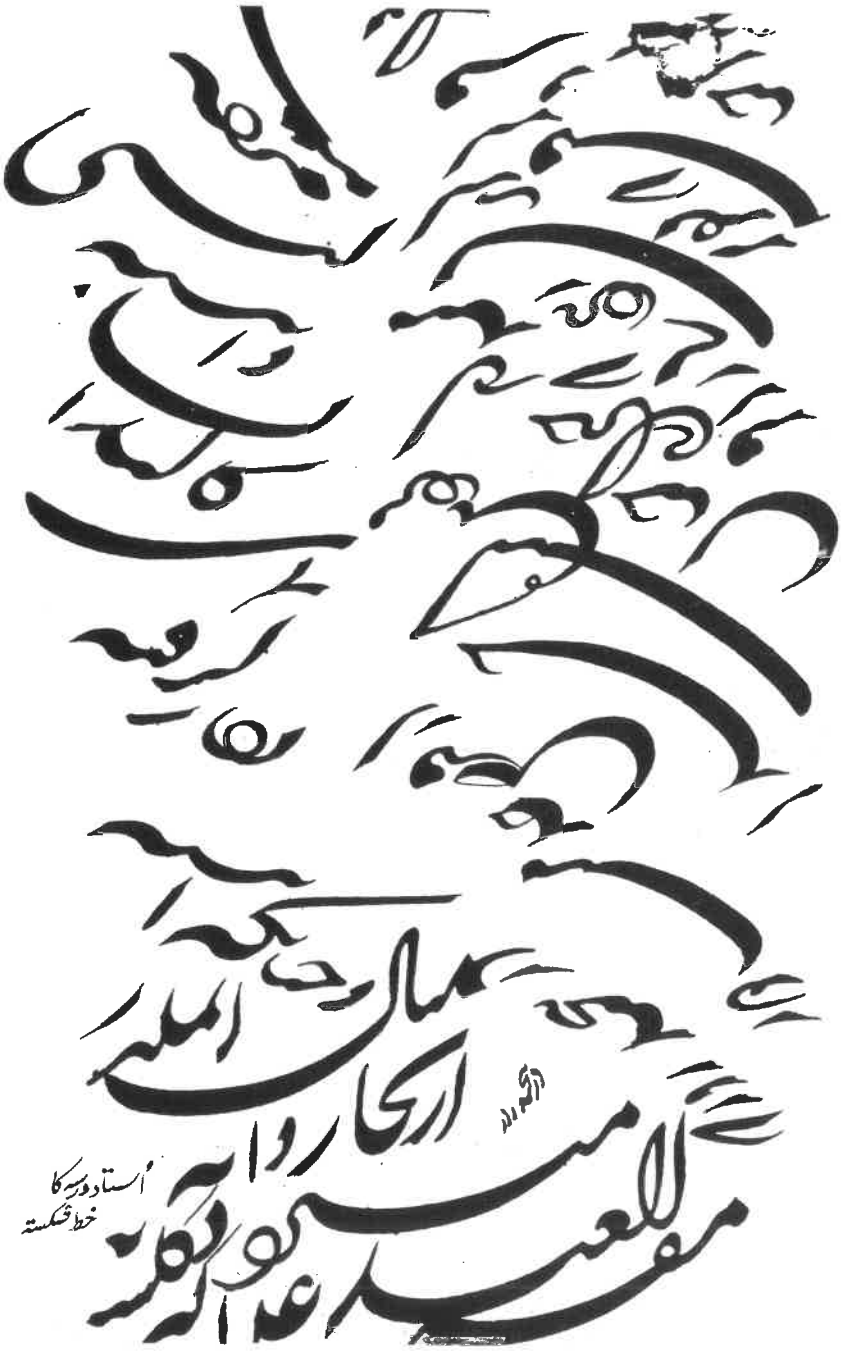

استاد درسہ کا
خط شکستہ

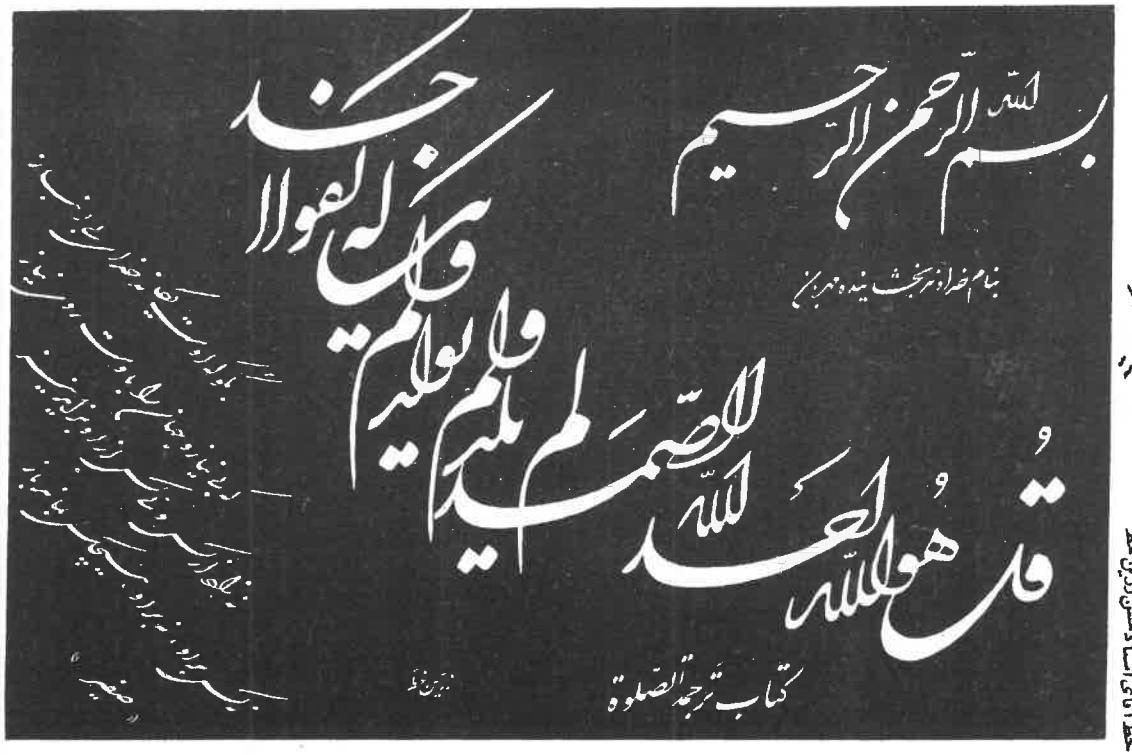

خط آقای استاد حسن زرین خط

استاد حسن زرین قلم رح

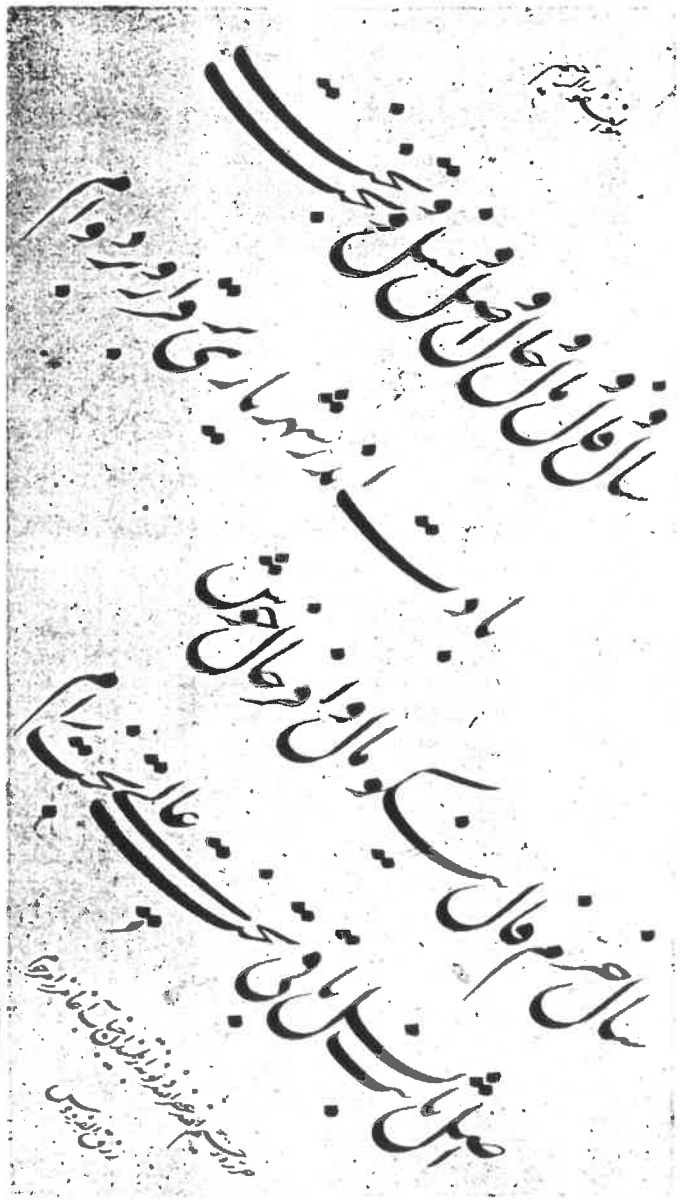

جناب رحیم اللہ رح کی خطاطی

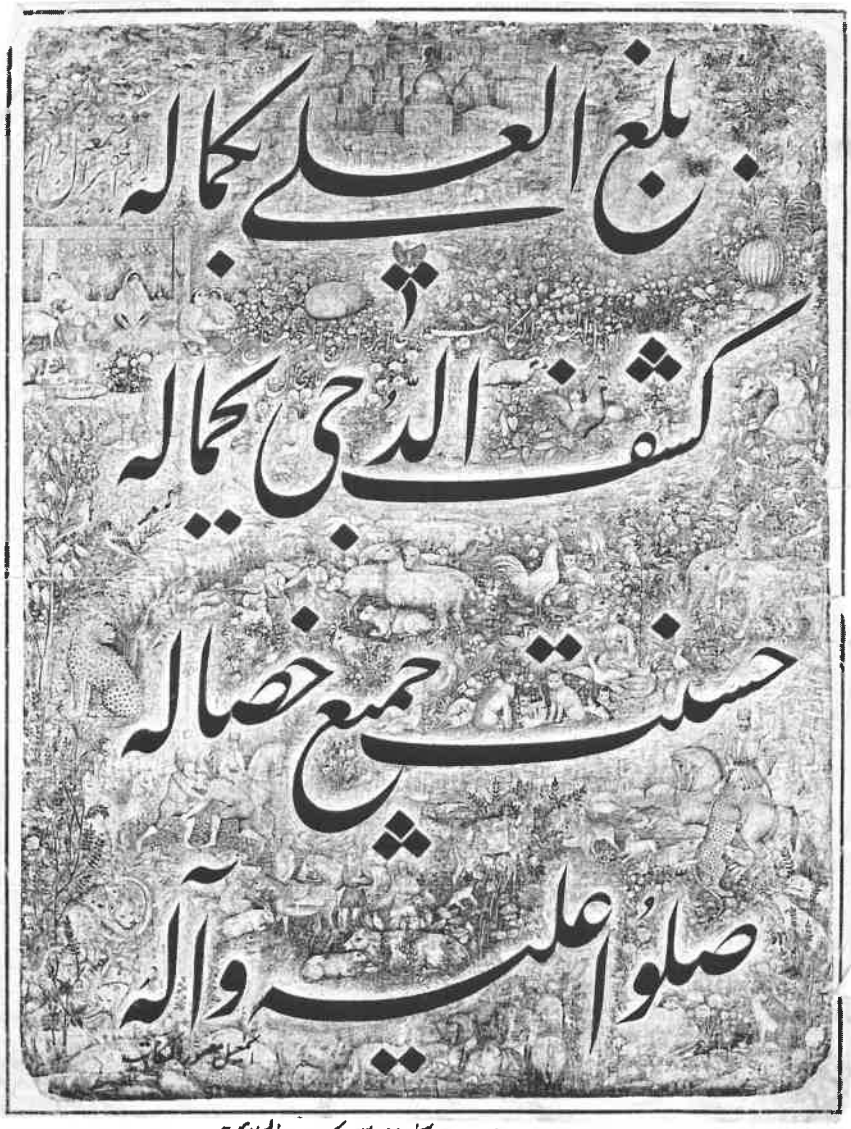

خطاط : اسمٰعیل مصور الکاتب الجلائری مرحوم

سیاہ مشق

خطاط محمود یازر (ترکی)

مشق خط عبدالرحمن الحسینی رح

خط جناب امام بیزدی

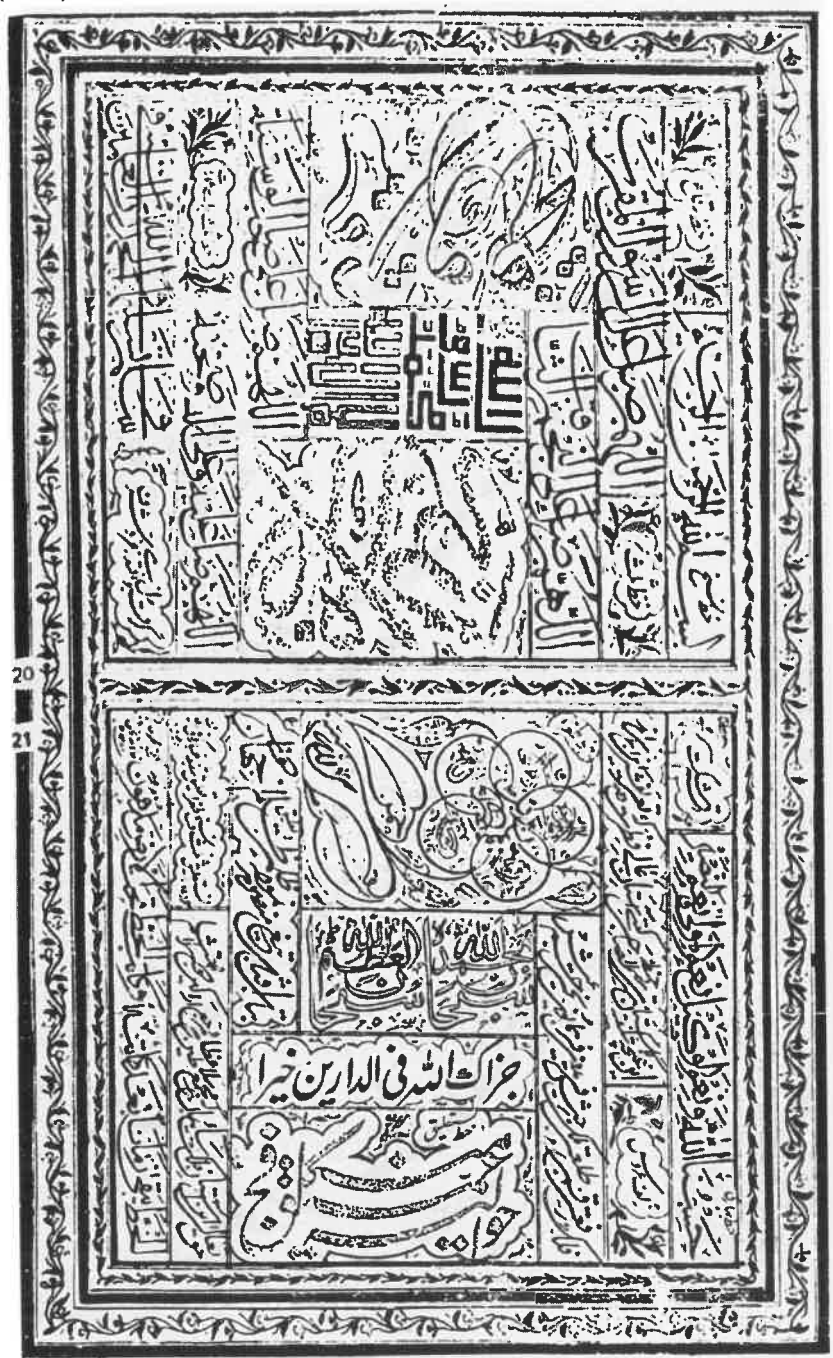

هفت قلمی مظاہرہ خطاطی ۱۳۷۱ھ خطاط محمد باقر قریشی

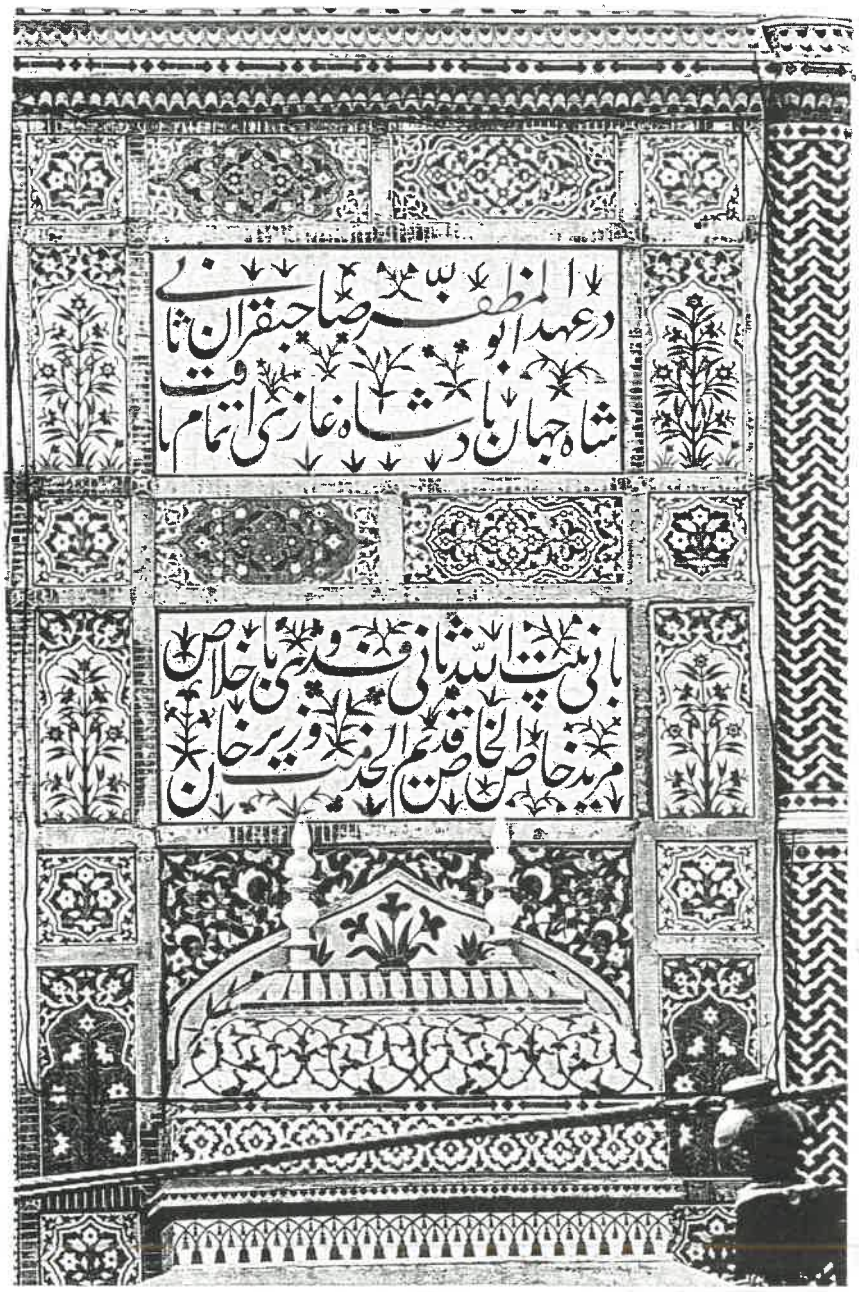

مسجد وزیر خان کے باہر بڑے دروازے پر خطاطی

(خط: محمد علی
بعہد شاہ جہان

مسجد وزیر خان میں خطاطی، خط محقق

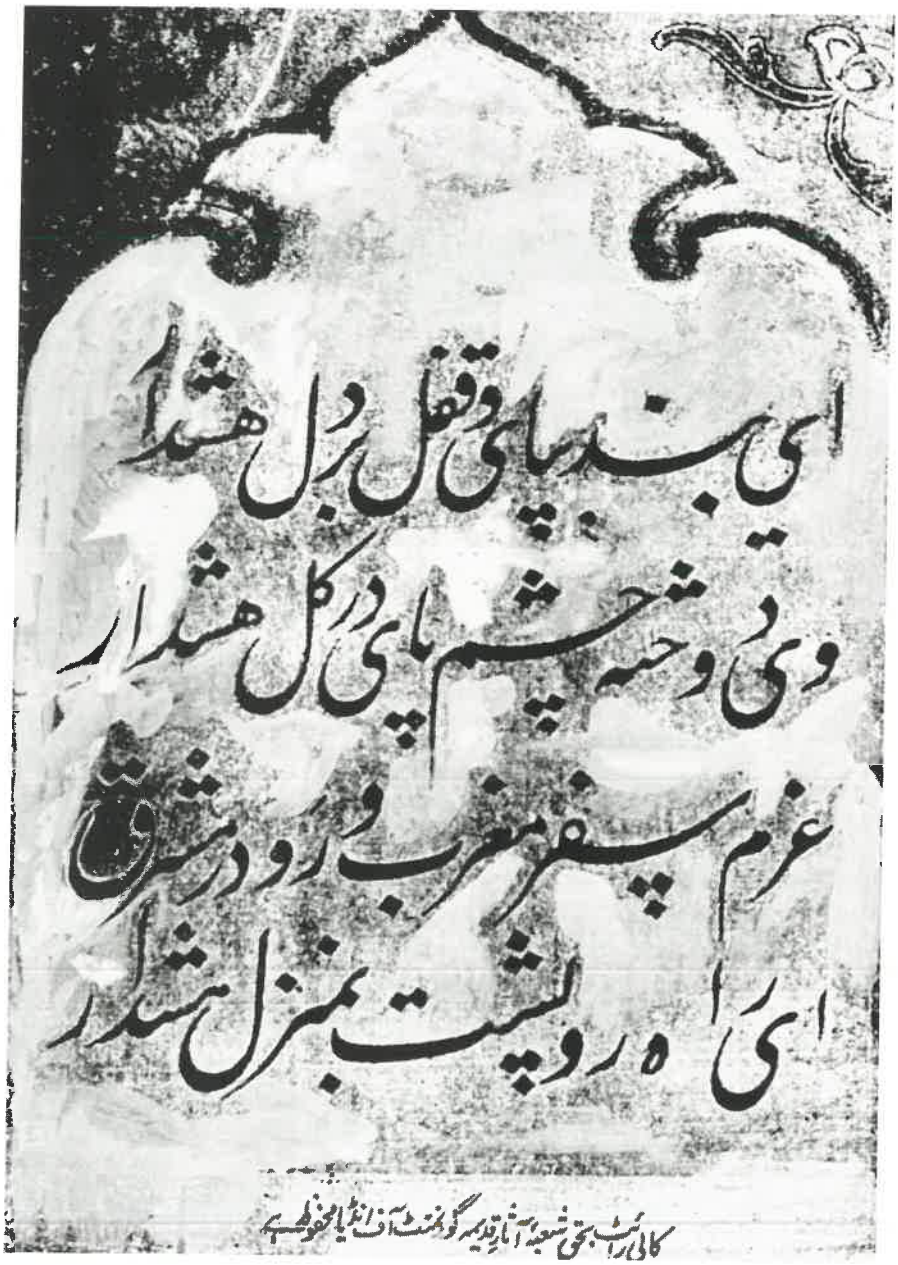

کاپی رائٹ بحق شعبہ آثارِ قدیمہ گورنمنٹ آف انڈیا محفوظ ہے

خطّاط آغا مرزا، (عہدِ علیہ)

اللهم صل على صاحب المقام المحمود
اللهم صل على صاحب اللواء المعقود
الصلوة والسلام عليك يا رسول الله

مصطفیٰ راقم ←

نعم سر لطيف من الهوى فارقني

یاقوت المستعصمی ←

حرف ابوها الخوها مهجتنه وعمها

نمونہ یاقوت مستعصمی ؒ

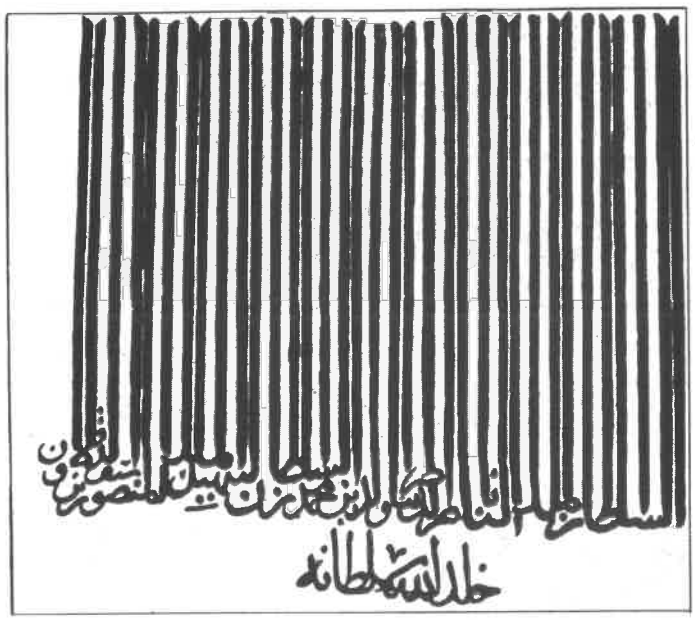

سلطان الملک الناصر کے نام کا طغرا

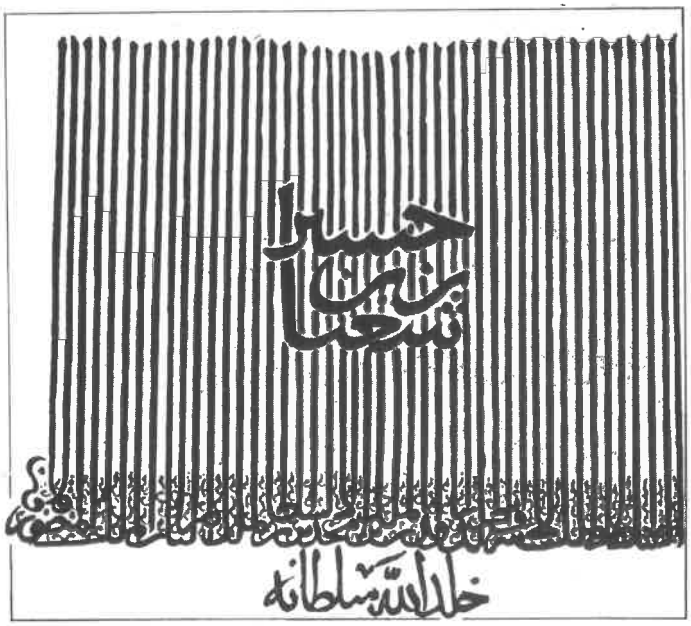

الملک المنصور کے نام کا طغرا

بسم الله الرحمن الرحيم

من كلام أمير المؤمنين علي بن أبي طالب كرم الله تعالى وجهه

خط جليل الثلث
ابن البواب

قلم المصاحف
ابن البواب

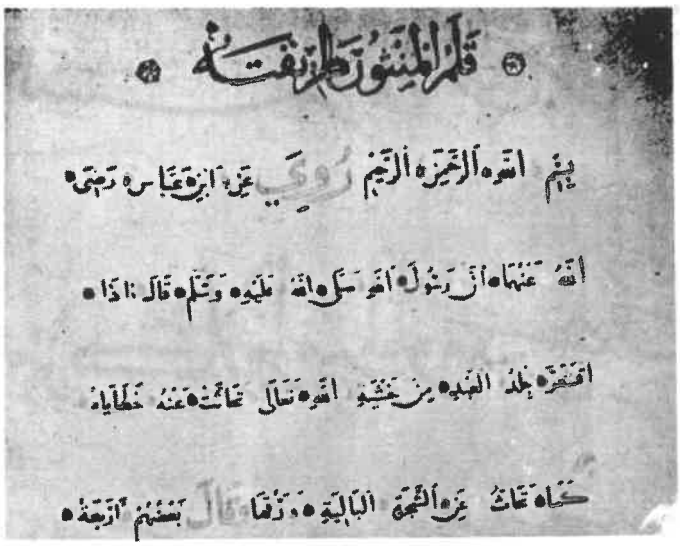
قلم المنثور طريقته
بسم الله الرحمن الرحيم رب يسر عن ابن عباس رضي
الله عنهما ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اذا
افتقر احد العبد من خشية الله تعالى تحاتت عنه خطاياه
كما تحات عن الشجرة اليابسة ورقها بعضهم ازجه

قلم المنثور

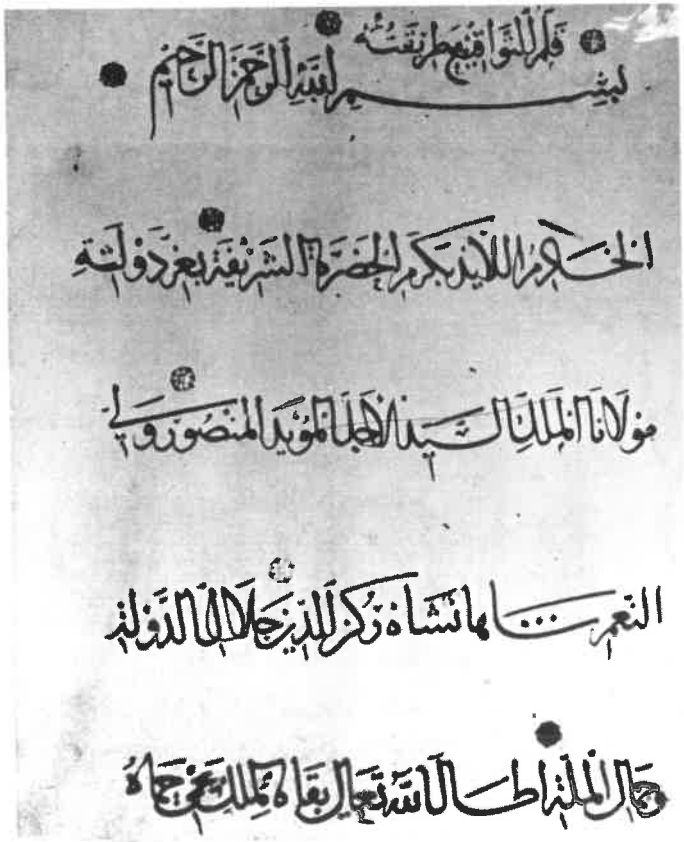
قلم التواقيع طريقته
بسم الله الرحمن الرحيم
الخادم اللاذ بكرم الحضرة الشريفة يعز دولته
مولانا الملك السيد الاجل المؤيد المنصور ولي
النعم ما انشاه زكر الدين جلال الدولة
جمال الملة اطال الله تعالى بقاه ملك يمن حماه

خط تواقيع طريقه

خط مسلسل الغبار
ابن البواب

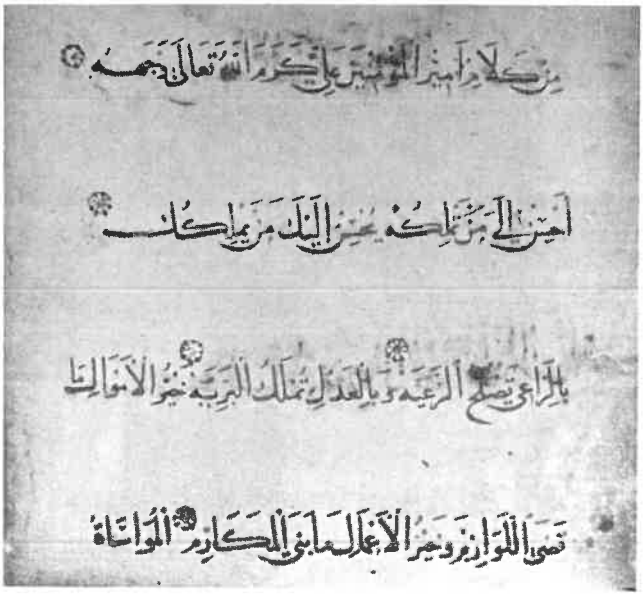

خط النسخ الفضاح

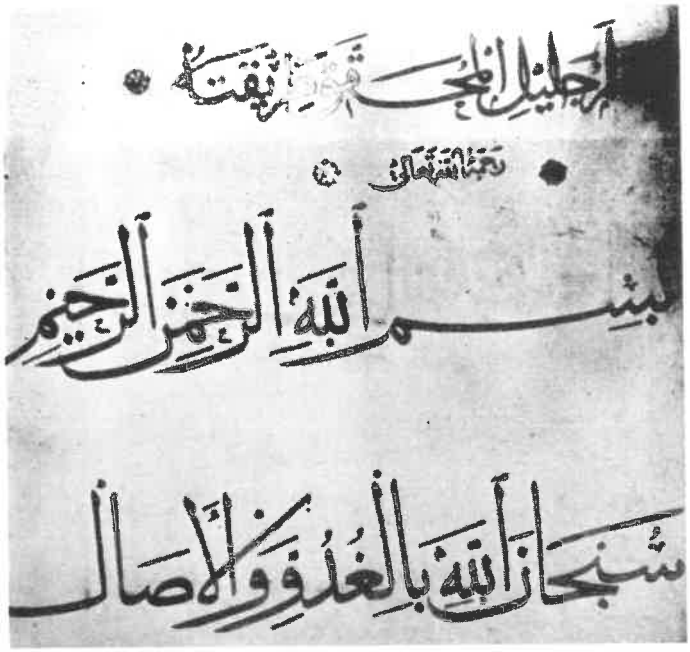

خط جلیل محقق

شکل ــ ۲۲۰ ــ

قلم الریحان

شکل ــ ۲۲۱ ــ

خط اللولوی طریقہ

قلم الحواشی

خط رقاع ابن البواب

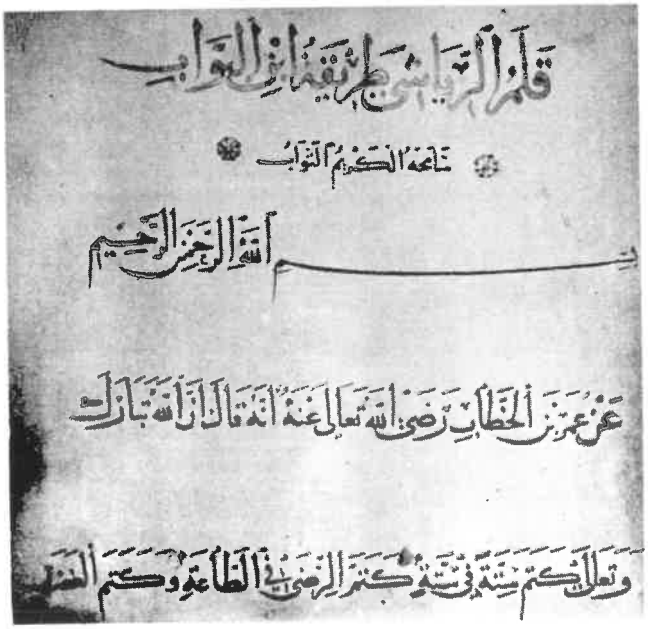

خط ریاشی ابن البواب

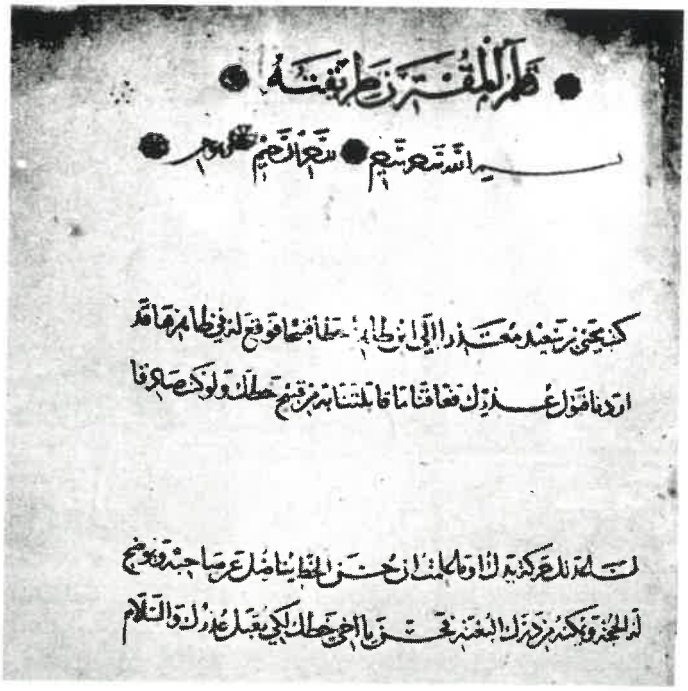

خطِ مقرن

خط العقد المنظوم

قلم المحقق والنسخ حمد الله اماسی

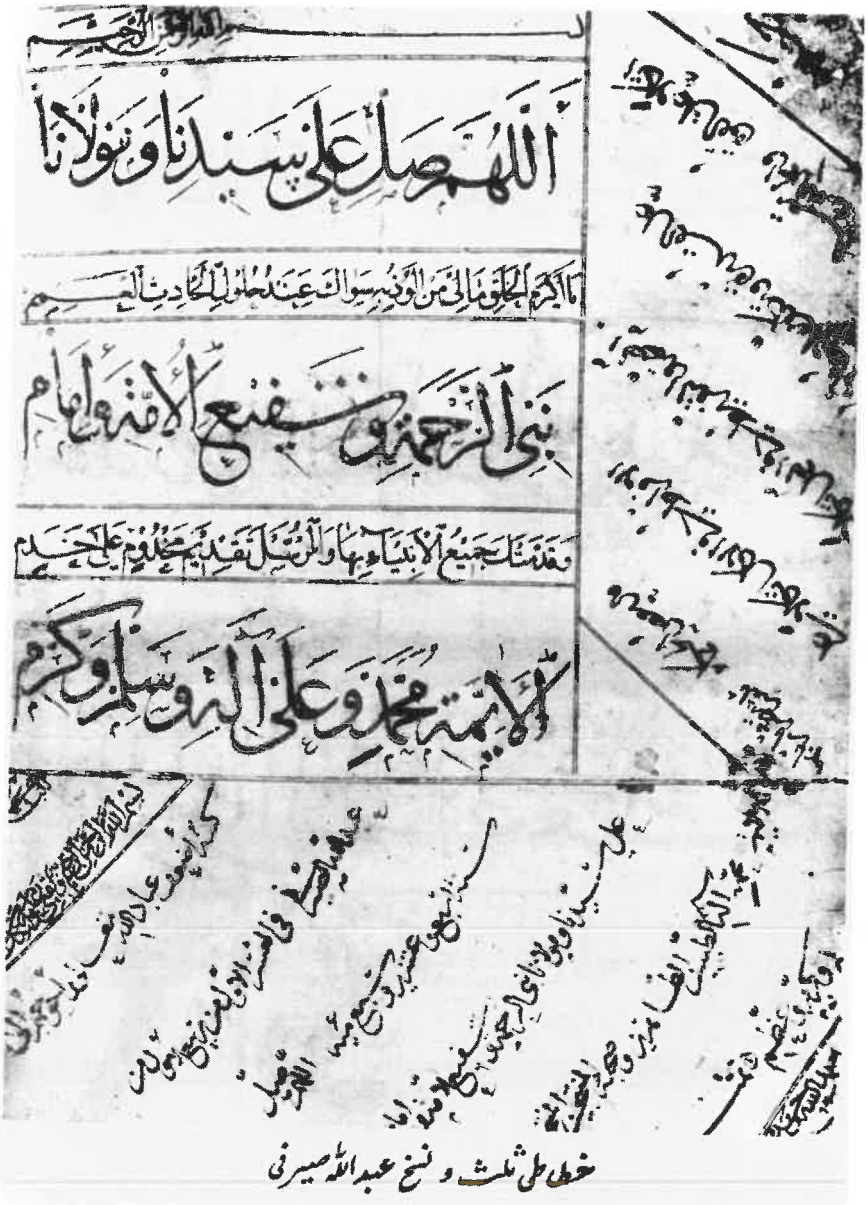

خط طی ثلث و نسخ عبد الله صیرفی

قلمها وريقك مدادهما وانت تجري فيما لا

طلبت الرفعة فوجدتها في التواضع وطلبت الرياسة فوجدتها

مقعده لكيك على تنيتيك ولسا

يا قوت مستعصمي، ثلث ونسخ

الشيخ الاماسي

خطاطی میر علی ؒ (مغلیہ عہد)

خطِ بہار میں قرآنی مخطوطہ

خط غلام رضا اصفهانی

خط اسد الله شیرازی

مشق غلام رضا اصفهانی

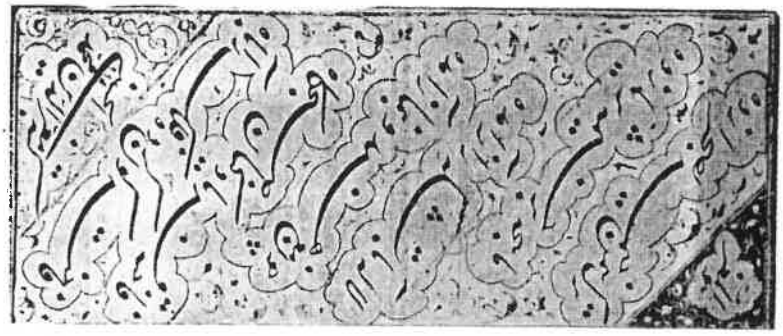

منتقل از کارنامه بزرگان مجموعه بیان

خط محمد صالح اصفهانی

منتقل از کارنامه بزرگان - مجموعه بیان

خط محمد حسین تبریزی

مشق خط مرزا فتح‌علی خان جلالی

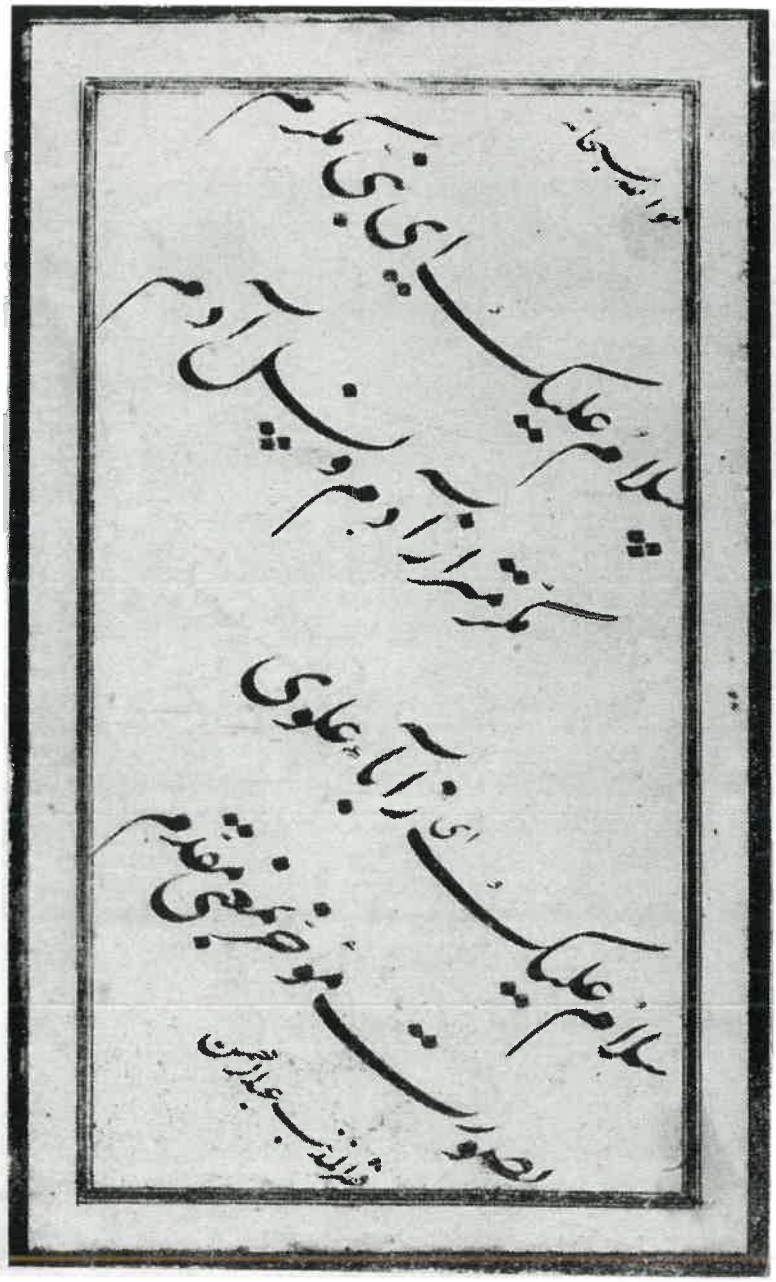

کلام عبدالرحمن جامی خط عبدالرحمن الحسنی ۱۲۹۸ هـ

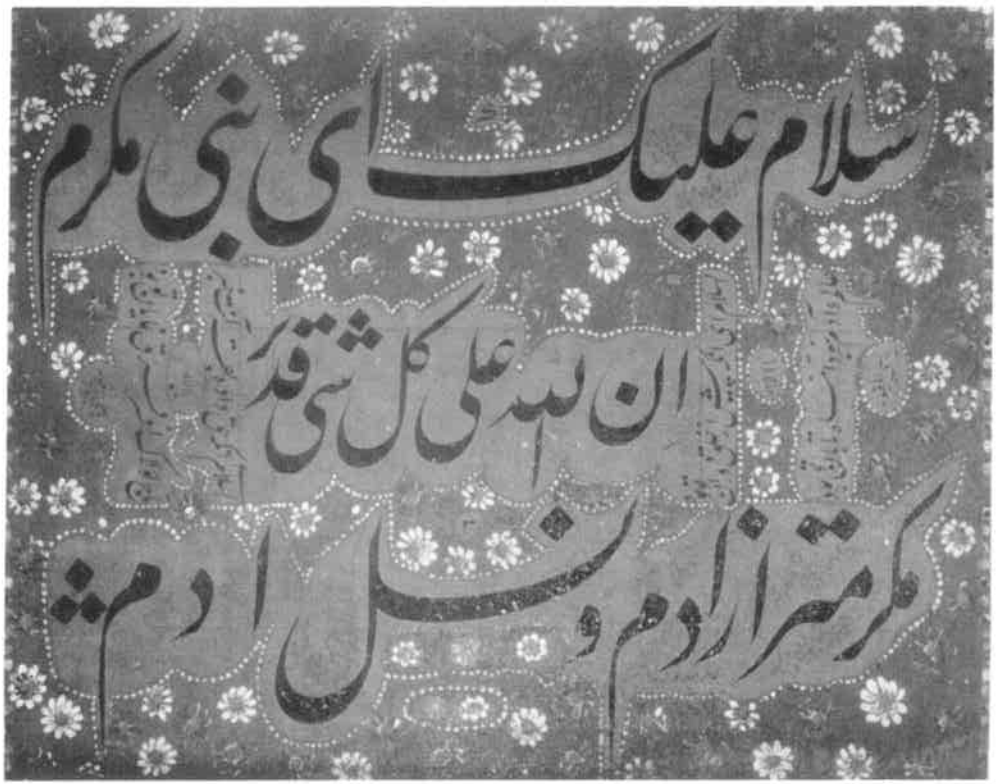

خطاط ، محمد اسحٰق خان زیرین قلم مرحوم افغانستان

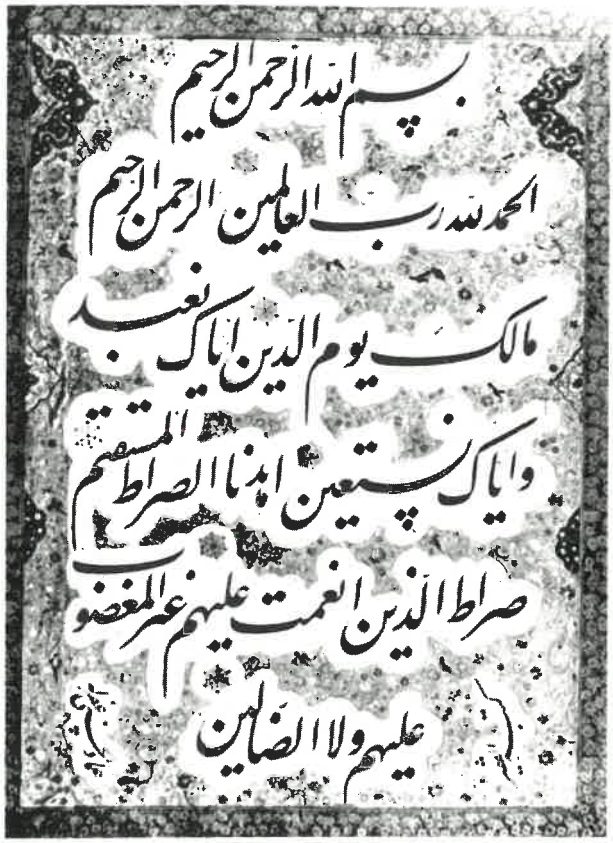

بسمله و سورهٔ مبارکهٔ «فاتحة‌الکتاب» به خط نستعلیق، با تذهیب و مرصع، اثر استاد الاساتید میر عماد الحسنی، شهادت ۱۰۲۴ ه.ق، ر.ک: به ص ۸۴و۸۵. تاریخ مختصر خط و سیر خوشنویسی در ایران، ع. راهجیری.

پوسترهای وزارت ارشاد اسلامی

بسملة و سورة الفاتحة المباركة، بخط استاذ الاساتذه میرعماد الحسنیّ المستشهد سنة ۱۰۲۴ ه. ق راجع كتاب «تاريخ مختصر خط و سير خوشنويسي در ايران» ص ۸۴، ص ۸۵ لكاتبه ع. راهجيري.

نوع الخط: النستعليق المذهب والمرصع

پوسترات وزارة الارشاد الاسلامي ايران

Bismila (In the Name of God) and the blessed Fatiḥa- al- Kitâb Sura written in Nasta' liq script with illuminations and lines that are so decorated to look like jewels. The work of the Master of Masters, Mīr 'Imâd al- Ḥasanī, martyred in 1024 Hijrī. See pages 84 and 85 of the Brief History of Calligraphy and its Development in Iran.

Selected from Posters of Ministry of Islamic Guidance

سلطان محمود غزنوی کے تابوت پر خط کوفی

بسمله به خط کوفی مزهر، از صندوق آرامگاه سلطان محمود غزنوی، ساخته شده در ۹۹۸ هجری.

بدایع الخط

بسملة على صندوق في مقبرة السلطان محمود الغزنويّ الذي عمل سنة ٩٩٨هـ.

نوع الخط: كوفي مزهّر.

بدايع الخط

Bismila (In the Name of God) in Kûfî Muzahhar script. The tomb chest of Sultan Maḥmûd Ghaznavî.

Badâyi' al- Xaṭ

بسمله به خط کوفی بنایی، اثر احمد قره حصاری(۸۷۳ - ۹۶٤ هـ.ق)، ترکیه، (با اندک تغییر در ارائه).

بسملة بخط احمد قره حصاري سنة ٨٧٣ - ٩٦٤هـ .ق. تركية (مع تغيير بسيط يمكن رؤيته)

نوع الخط: كوفي جداريّ.

Bismila (In the Name of God) in Kûfî Bannâ'i script. The work of Aḥmad Qara Ḥiṣârî (873- 964) Hijrî, Turkey. (With a slight change in presentation)

خطاط الحاجی محمد طفیل عہدِ مغلیہ

خطوط ناصر علی

55 (left) Stylized Indian Naskhī decorating the walls of the Quṭb Minār, the famous Islamic victory tower near Delhi, which was begun about 1192. The strong curves of the calligraphic lines help to harmonize the calligraphy with the decorative plant-stems

56 Ornamental Indian Naskhī in linked calligraphic bands on the walls of the Quṭb Minār. The flourishes of most letters are very pointed and curled, in contrast to the verticals

57 Ornamental Indian Naskhī carved in marble, from the miḥrāb of the Qila-i-Kuhna mosque, Delhi. The shallow curvatures extend forward into the sublinear area of the following word. The two words which appear complete in the illustration are part of a Quranic inscription and read: *Kull Shay'*, 'all things'

قطب مینار پر خطاطی

MUḤAQQAQ

Muḥaqqaq, which means 'meticulously produced', was standardized by Ibn Muqlah and reached perfection at the hands of Ibn al-Bawwāb and Yāqūt. Like Naskhī, Muḥaqqaq became an extremely popular script for copying Qur'āns. Its shallow sublinear curves and horizontally extended mid-line curvatures, combined with its compact word-structure, give it a leftward-sweeping impetus. Its varieties range from a somewhat rugged script (59) to writing with delicate outlines and soft curves (60), and a bolder type with characteristics of both Thuluth and Naskhī

One of the oldest surviving Muḥaqqaq Qur'āns, Sūrat al-Ḥajj, 'The Pilgrimage' (XXII, copied by Mas'ūd ibn Muḥammad al-Kātib al-Iṣfahānī in 1160

ایک ایرانی قرآنی شاہکار
بخط محقق

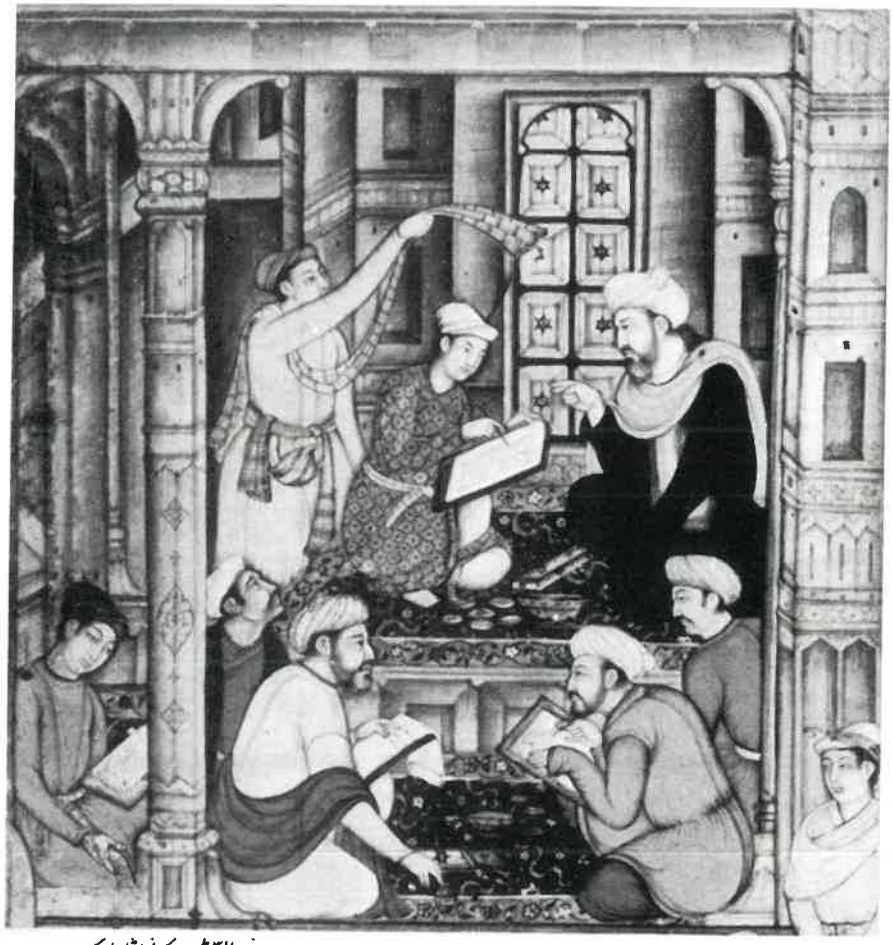

نصیر الدین طوسی ایک مغل شاہزادہ کو
خطاطی کی تربیت دیتے ہوئے

A young prince receiving instruction in calligraphy, while around him artists are seated, painting. From an Indian Moghul manuscript, *Akhlāq-i Nāṣirī* ('The Ethics of Naṣīr al-Dīn Ṭūsī'), illustrated by Sanju for the great Emperor Akbar, *c.* 1595

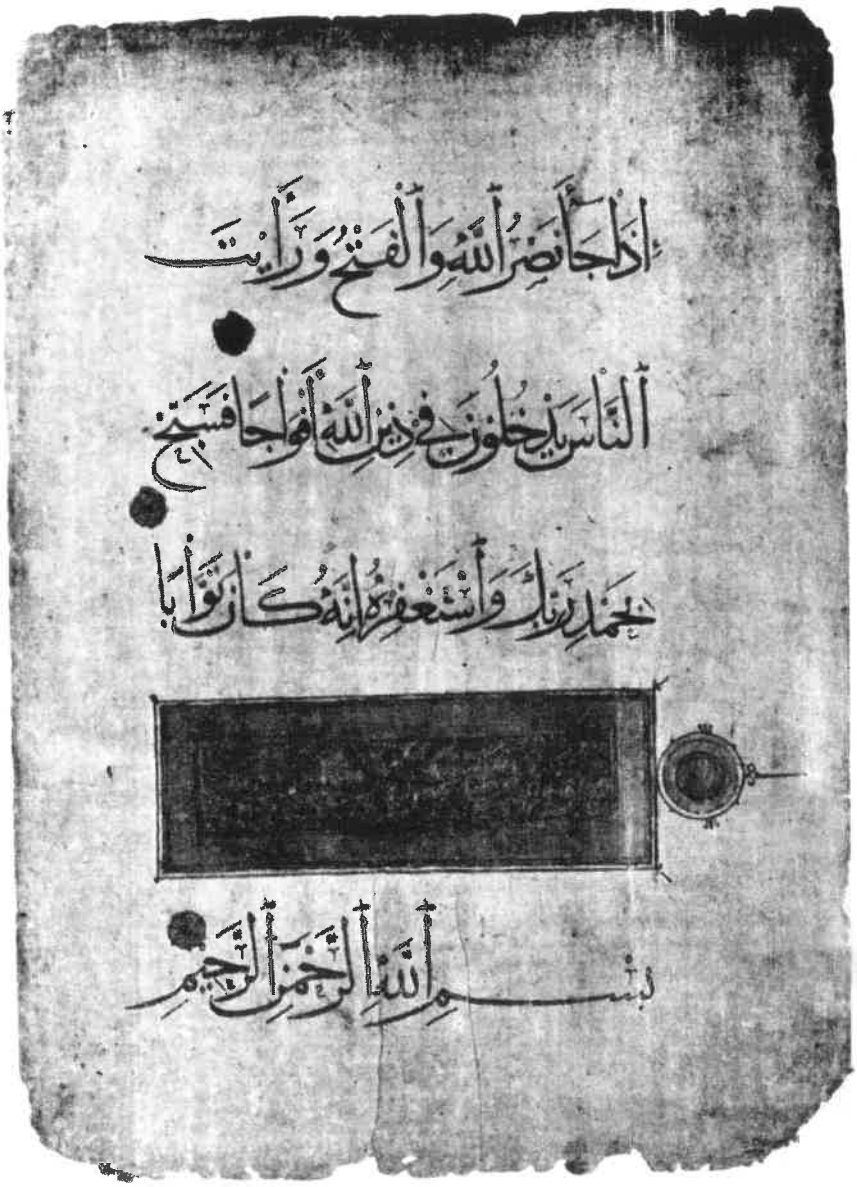

ابنِ البواب اور یاقوت کا انداز تحریر ایک قرآنی صفحہ خطاط نامعلوم

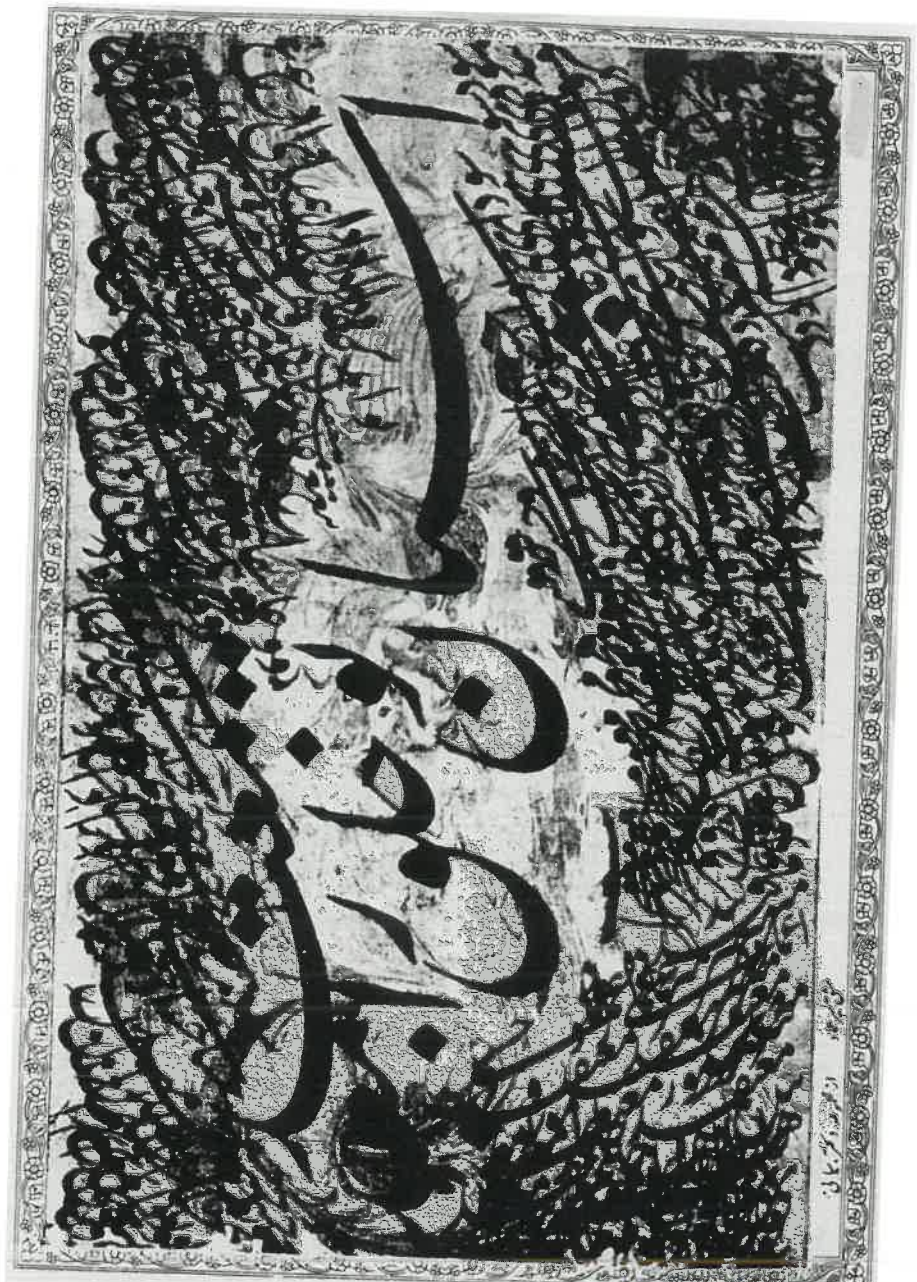

مشقِ خط میر عماد الحسنی

آقا عبدالرشید دیلمی جب ایران سے جان بچا کر ہندوستان آئے تو آگرہ میں مغل بادشاہ شاہجہان کی خدمت میں یہ درخواست پیش کی، جس میں بادشاہ سے مدد کی درخواست کی، شاہجہان یہ پڑھ کر آبدیدہ ہوگیا اور آقا دیلمی کو اپنے شاہزادوں کا اتالیق مقرر کر دیا۔

صاصت صج صد صر صش صص صط صع صف
صق صک صل صم صن صو صه صی صلا
امام وردی

خط محمد مومن (ترابا)

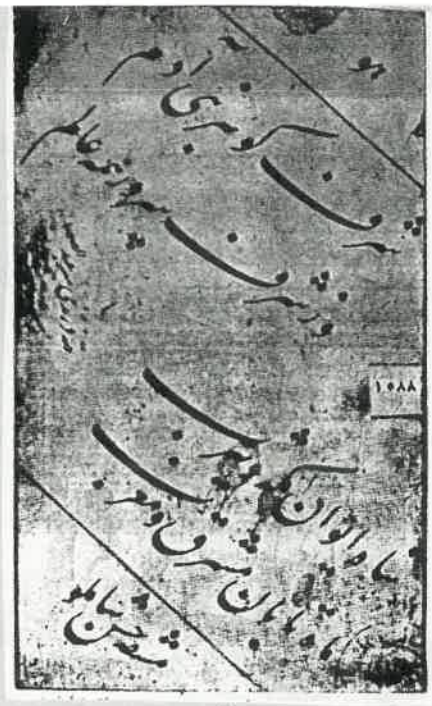

خط حسن شاملو

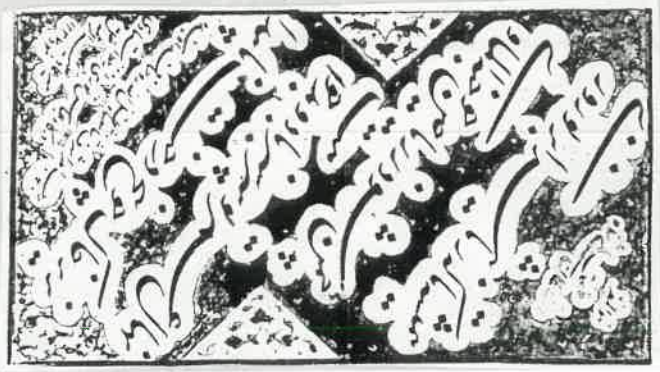

خط عباس فارسی

خط، میر خلیل الله اشاه سنه ۱۰۲۷ھ

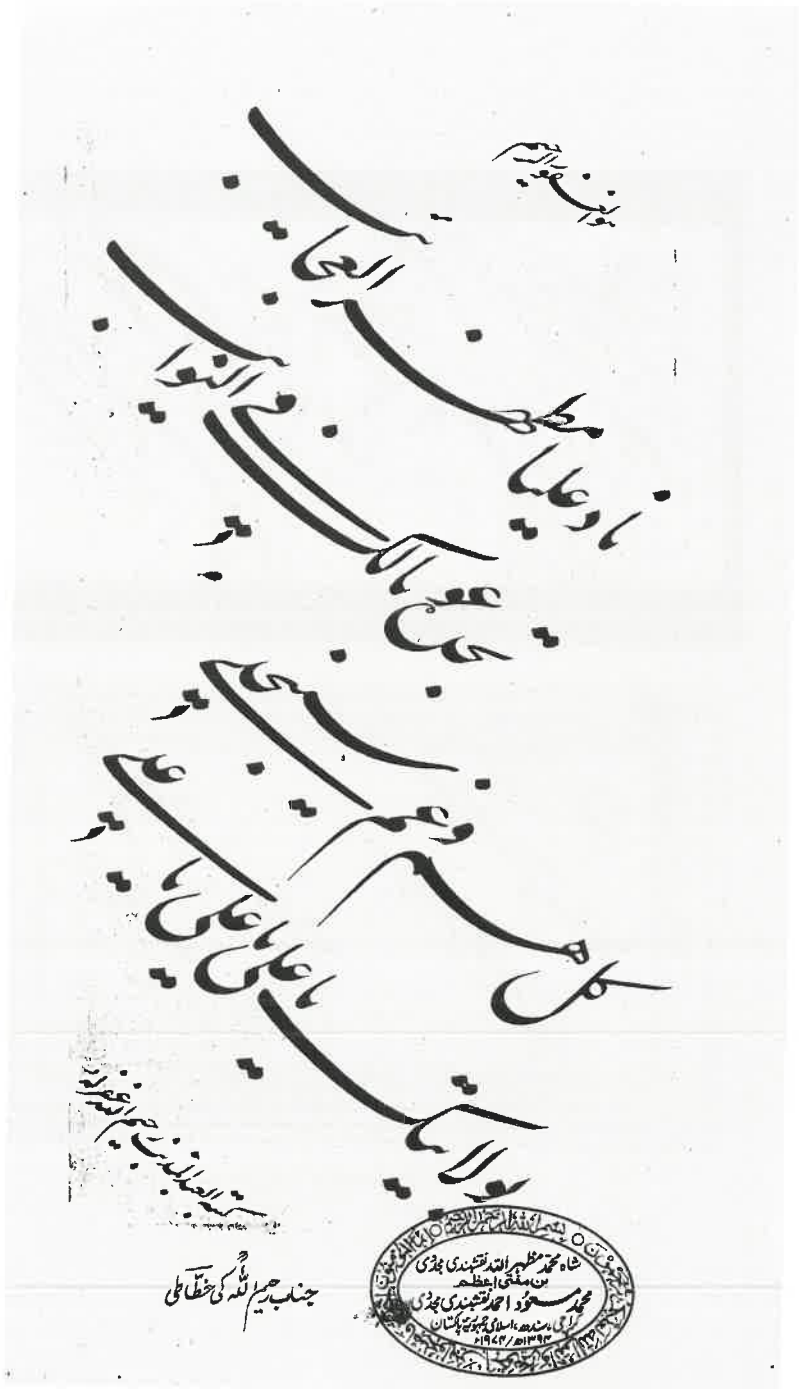
شاہ محمد مظہر اللہ نقشبندی مجددی
بن مفتی اعظم
محمد مسعود احمد نقشبندی مجددی
جنب رحیم اللہ کی خطاطی

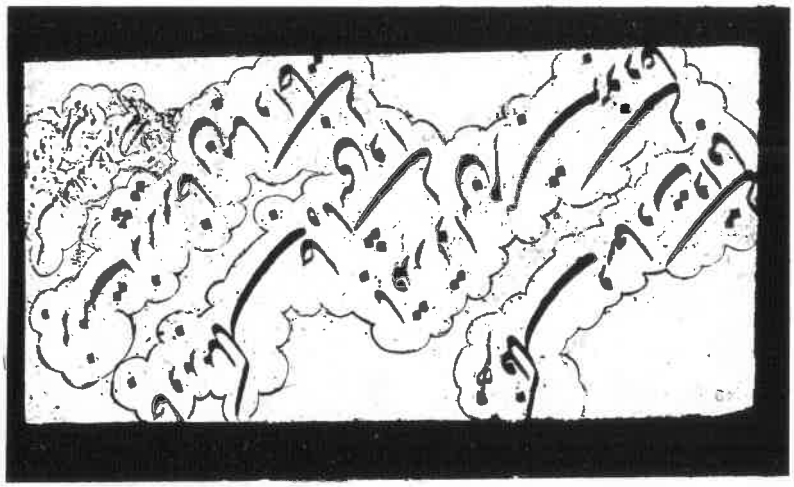

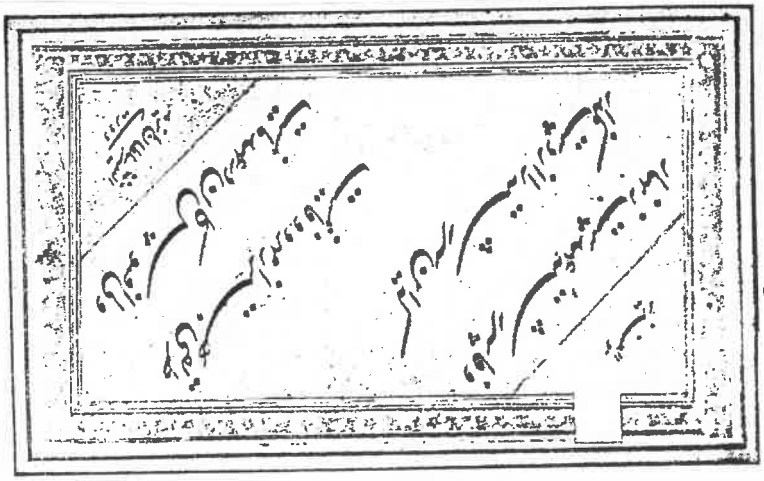

نمونه نستعلیق، جواهر رقم تبریزی، و جناب سلطان بایزید دوری رح

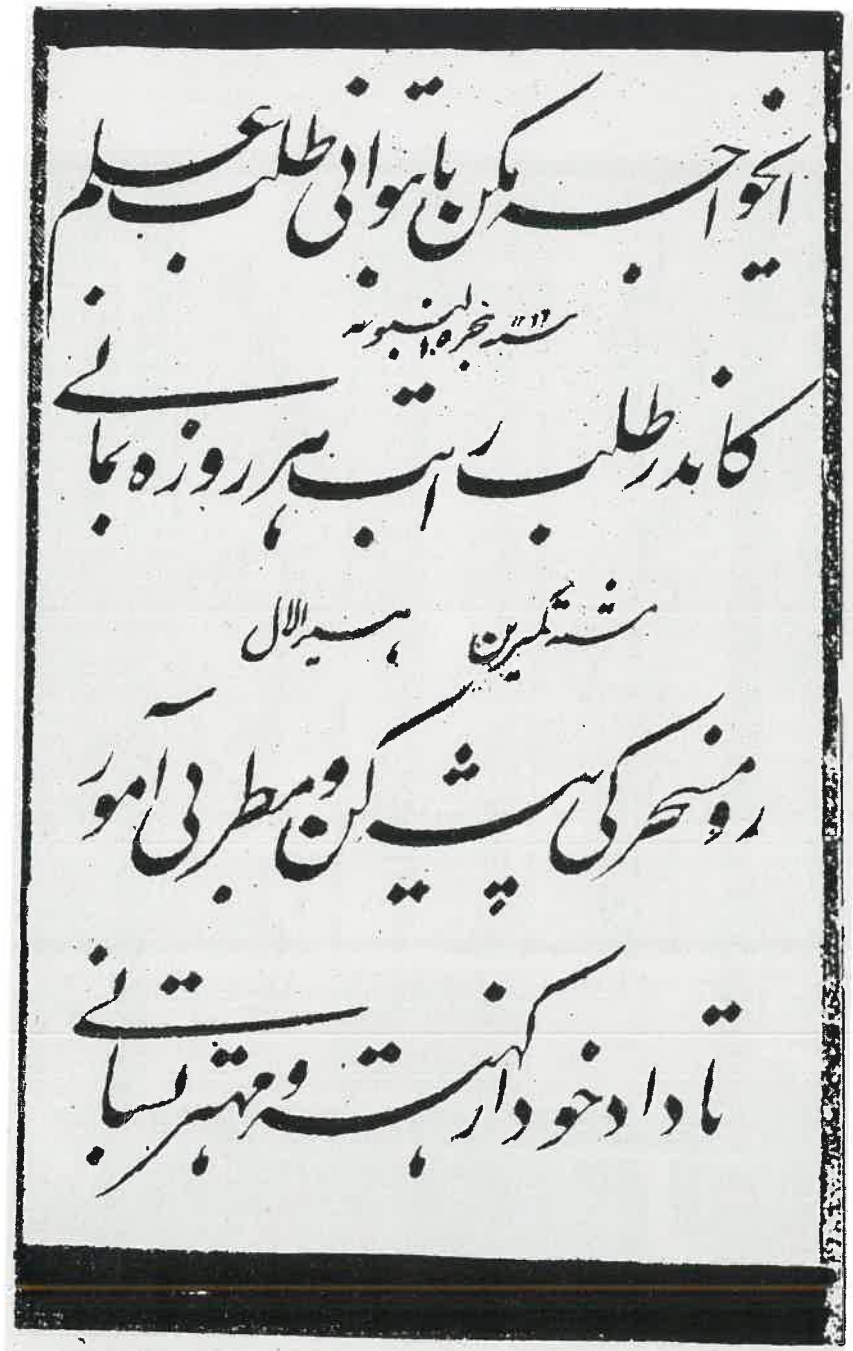
انحو اجسه بکن با توانی طلب علم

سنه ۱۱۱۱ بخره البنبوسه

کاندر طلب است هر روزه بمانی

منشه تکمیرین هیرالال

رو منبر کی پیش کن و مطربی آموز

تا داد خود از گنبد و مهتر بستانی

خطاط، منشی هیرالال

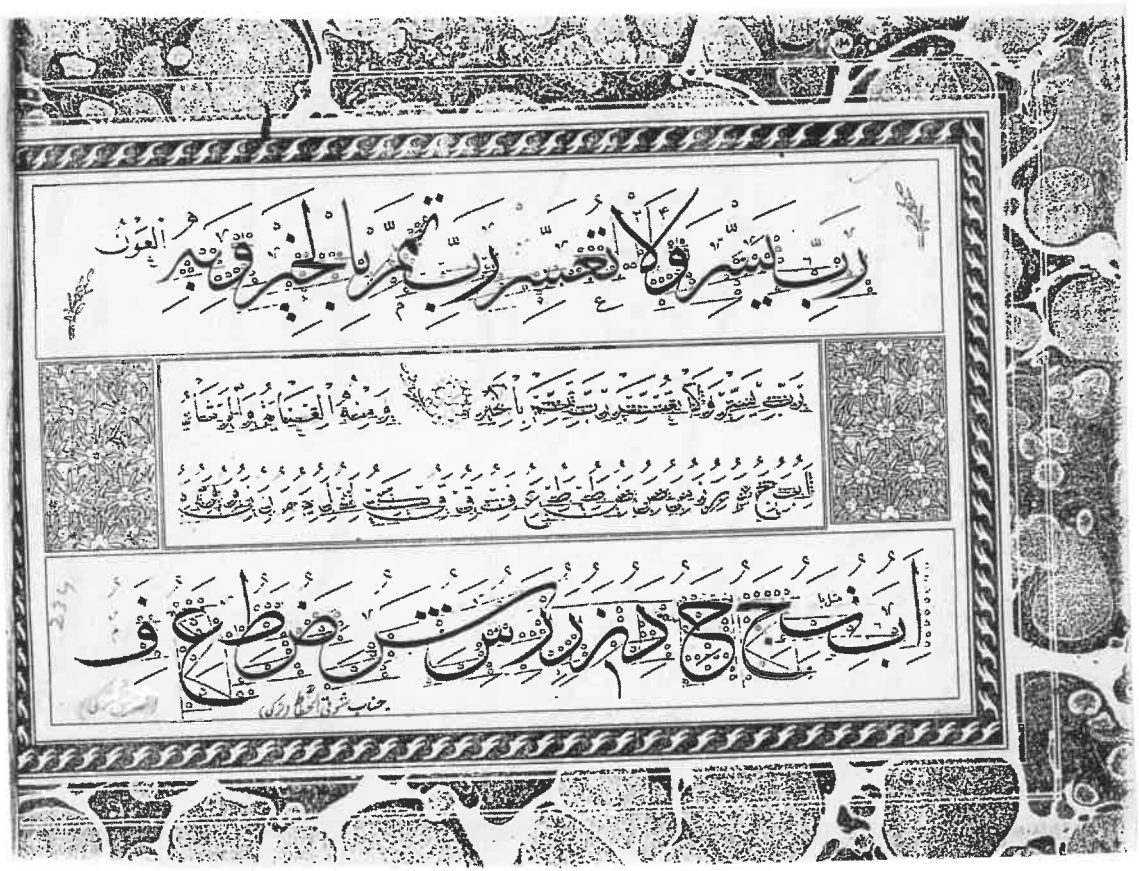
رب لا تذرني فردا وأنت خير الوارثين
رب لا تذرني فردا وأنت خير الوارثين
رب لا تذرني فردا وأنت خير الوارثين
جناب شوقي أفندي

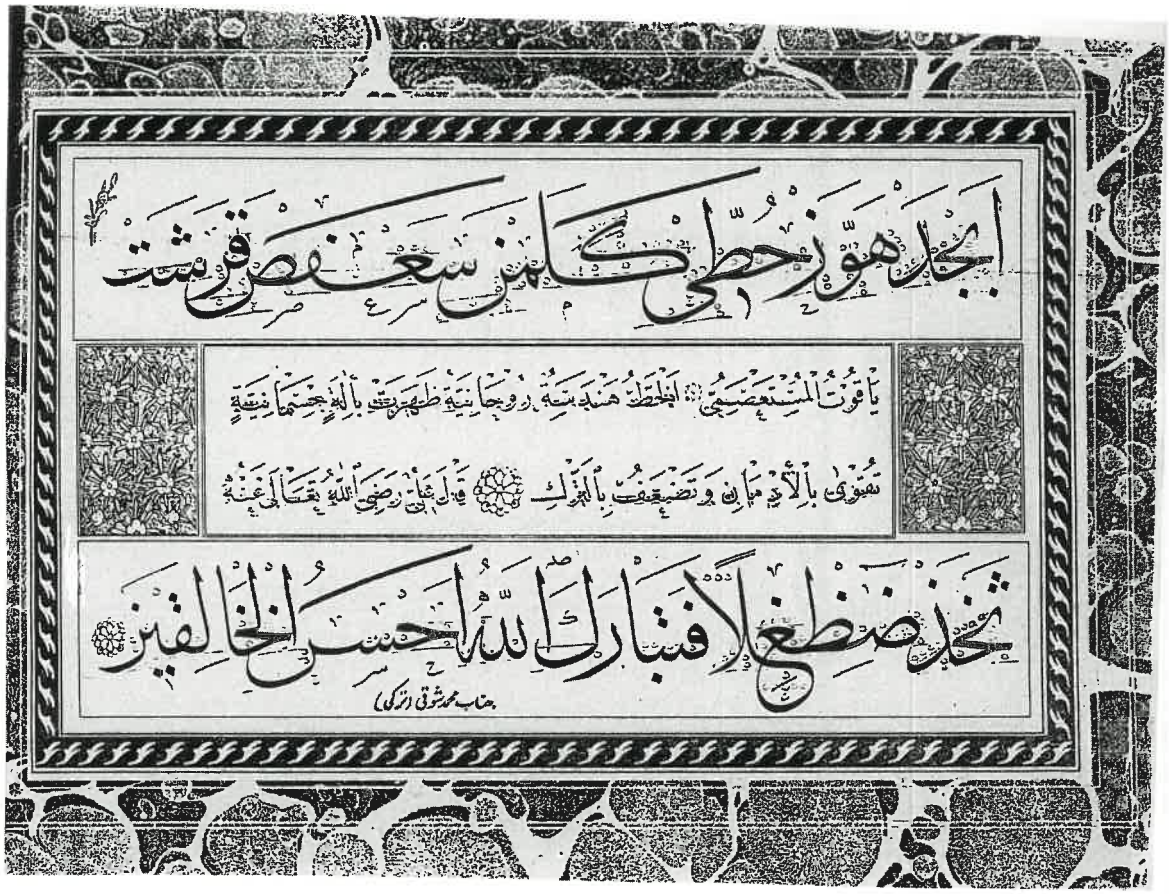
ابجد هوز حطی کلمن سعفص قرشت
یا قوت المستعصمی ابلغ هدیة روحانیة طهرت بالهجمانیة
تقوی بالأیمان وتضعف بالترک قال علی رضی الله تعالی عنه
تحریر ضعیف افتبارک الله احسن الخالقین
جناب محمد شوقی (ترکی)

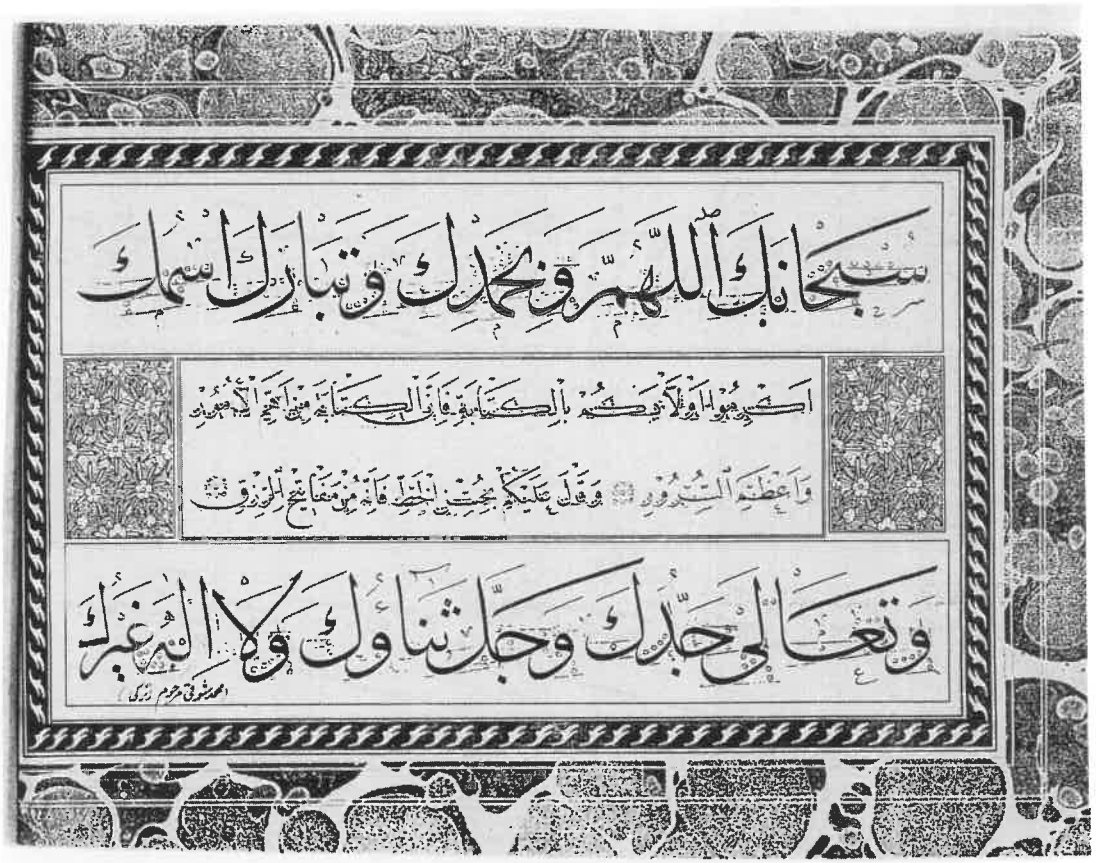
سبحانك اللهم وبحمدك وتبارك اسمك
اكثروا الولد فاني اباهي بكم الامم يوم القيامة حتى بالسقط
واعطوا السؤال فان عندي محفوظة لكم فانه من مفاتيح الرزق
وتعالى جدك وجل ثناؤك ولا اله غيرك
محمد شوقي مرحوم زكي

خطاط
ایک مصور کی نظر میں

سامان خطاطی

دیوار پر خطاطی

شاہ محمود نیشاپوری

برتن پر خطاطی

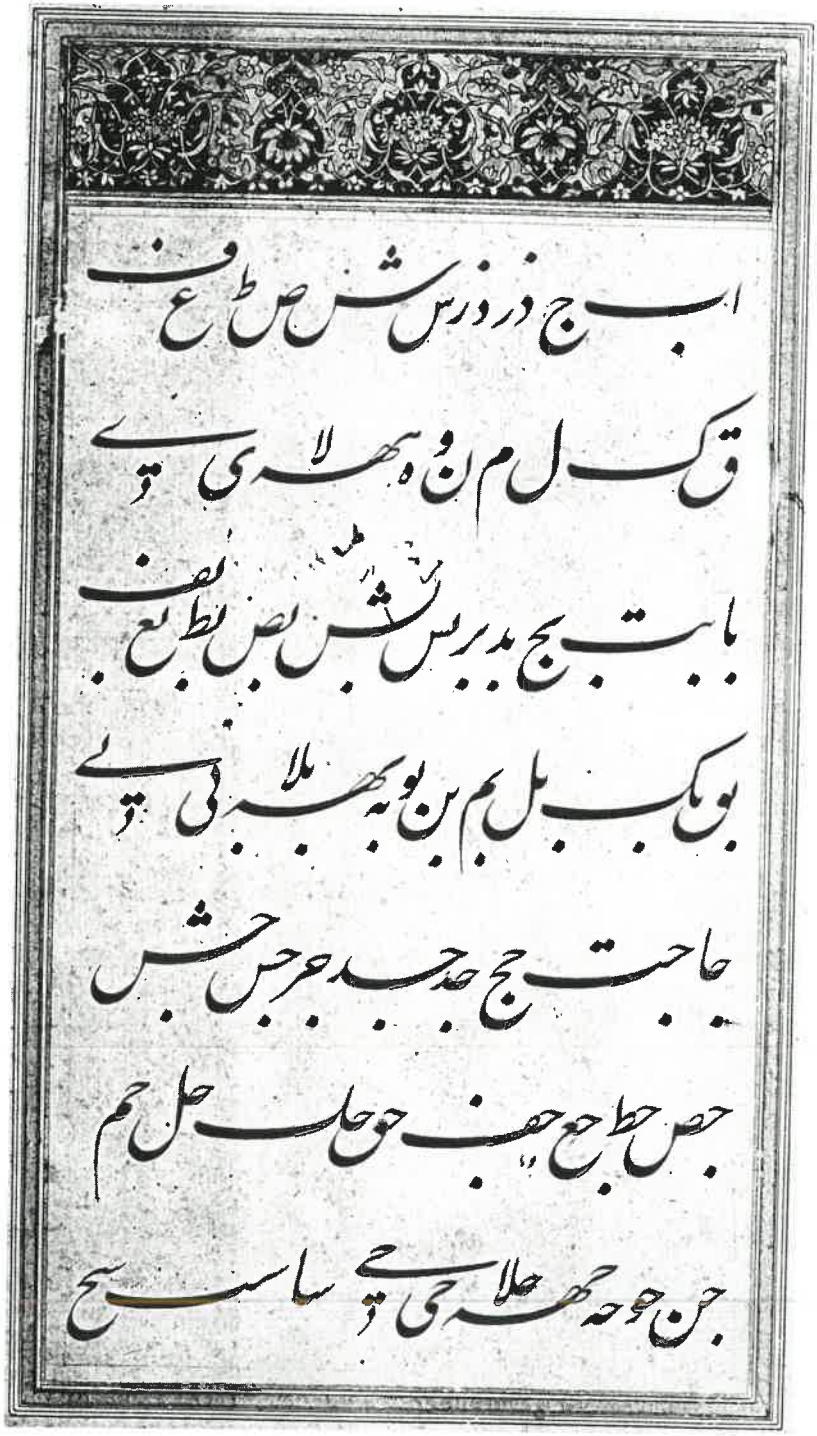

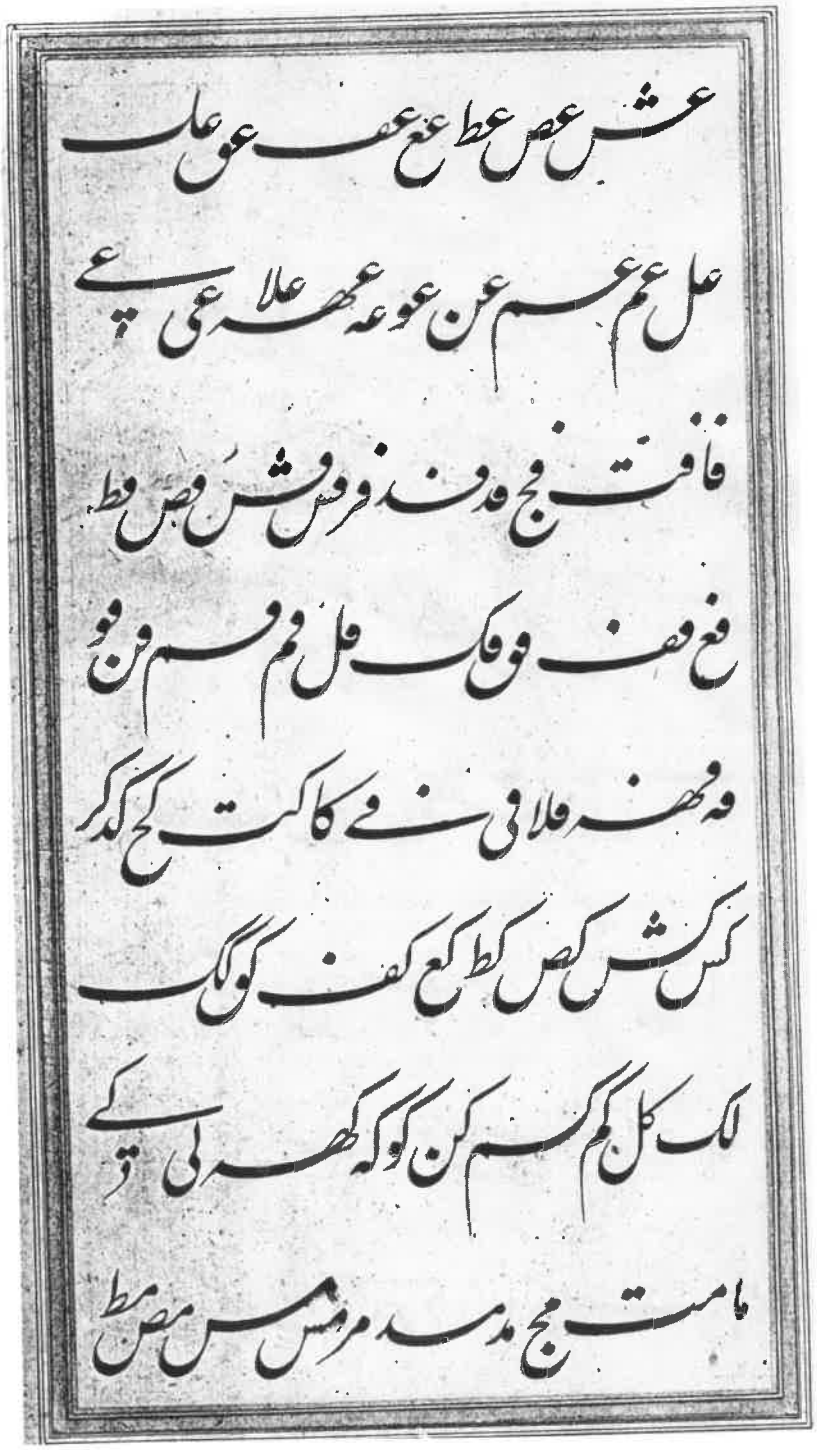

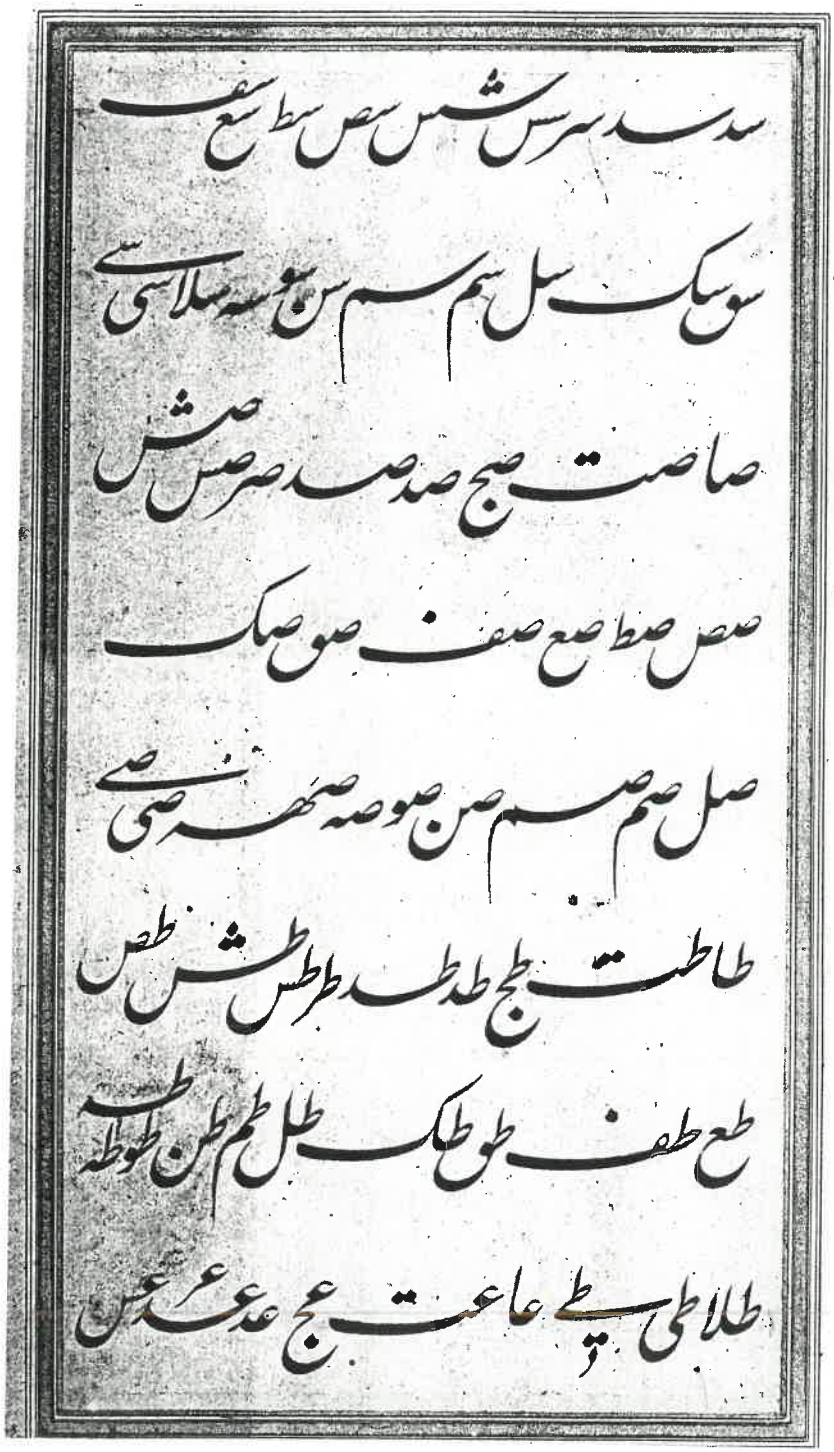

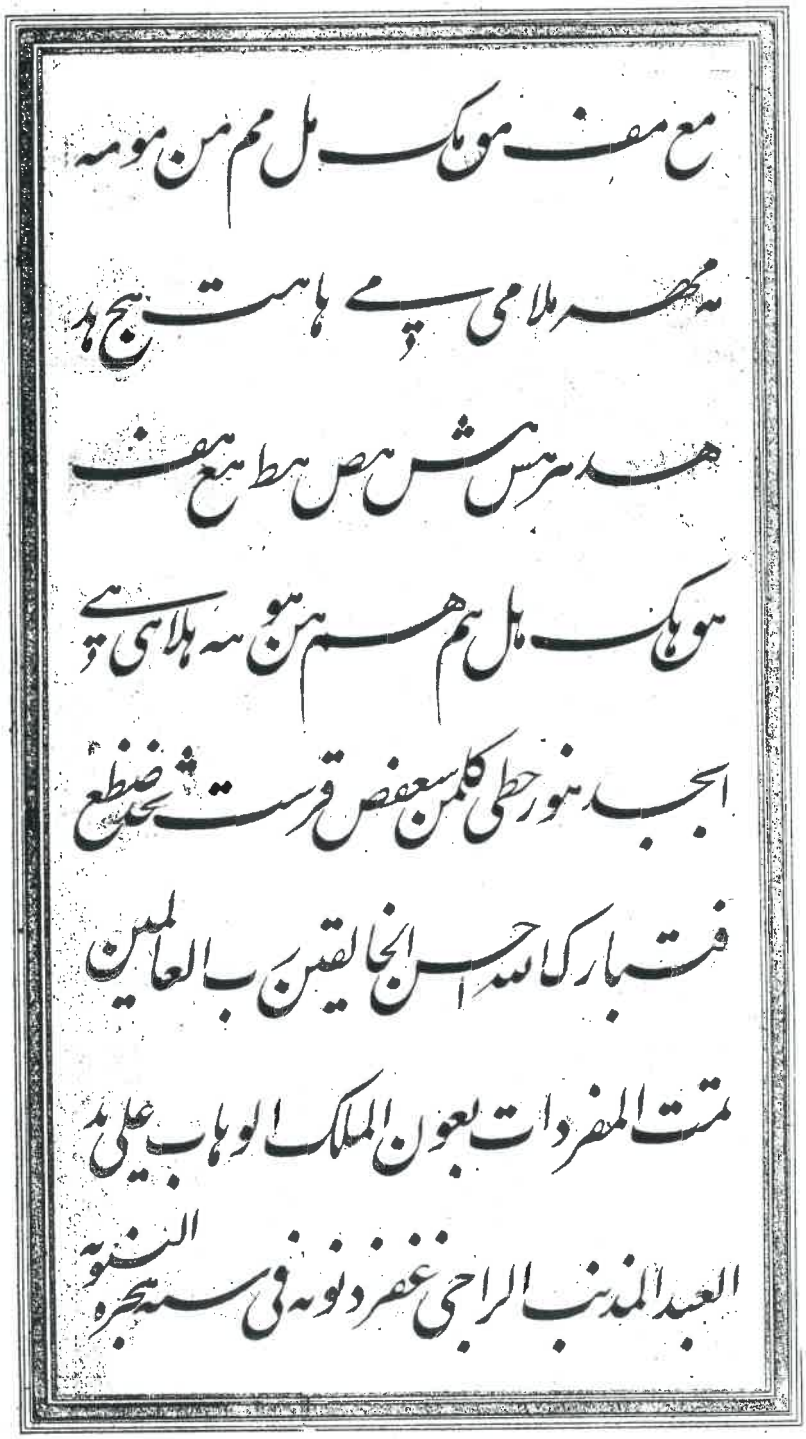

نمونه قطعه بخط علی اکبر گلستانه بدین طراز است :

« خط عماد الکتاب میرزا محمد حسین منقول از نمایشگاه خطوط خوش نستعلیق - بیانی »

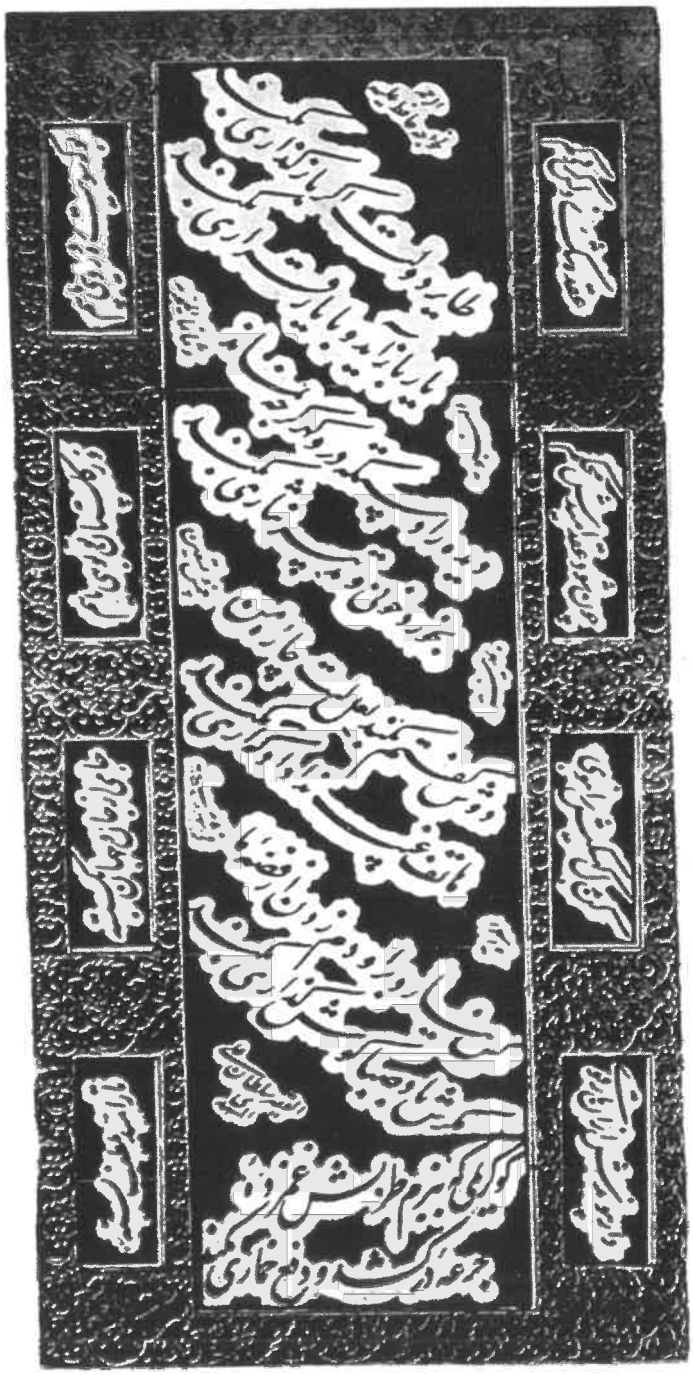

نمونه خط جناب استاد سلطان علی مشهدی رح

خط نستعلیق، جناب مجید لاہوری
۱۳۱۴ ہجر

عباد الله شیرین رقم (شکریه دهلی معوذیم)

خطاط: میر علی الکاتب

خطاط: درویش عبدالله

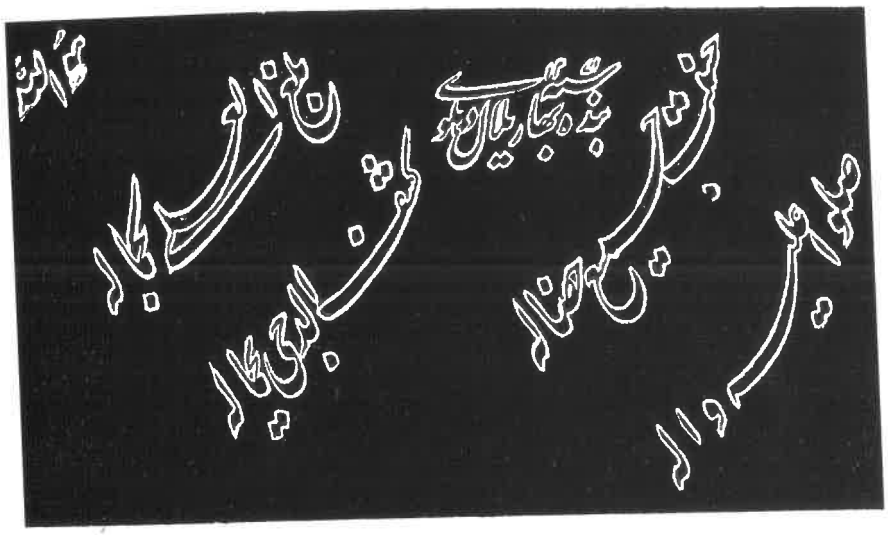

خطاط بہاری لال دہلوی (برطانی عہد)

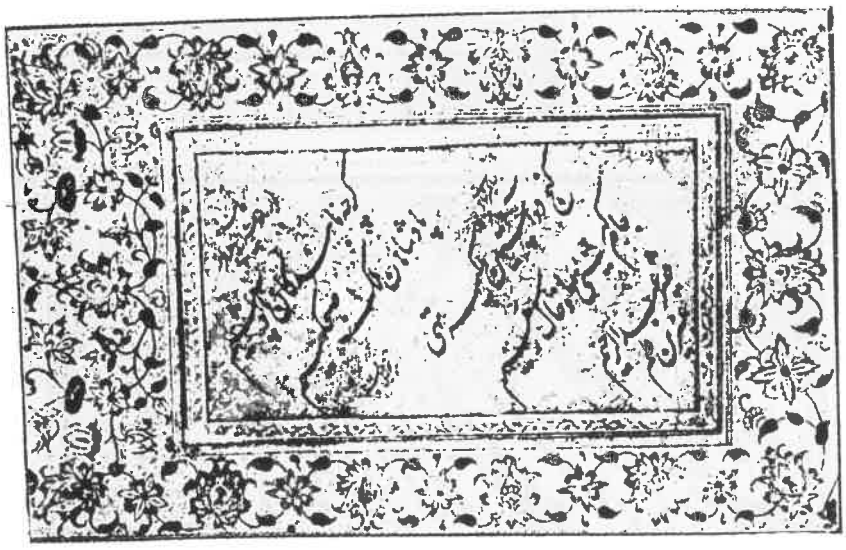

خطاط، عبدالرحیم عنبر قلم (مغلیہ عہد)

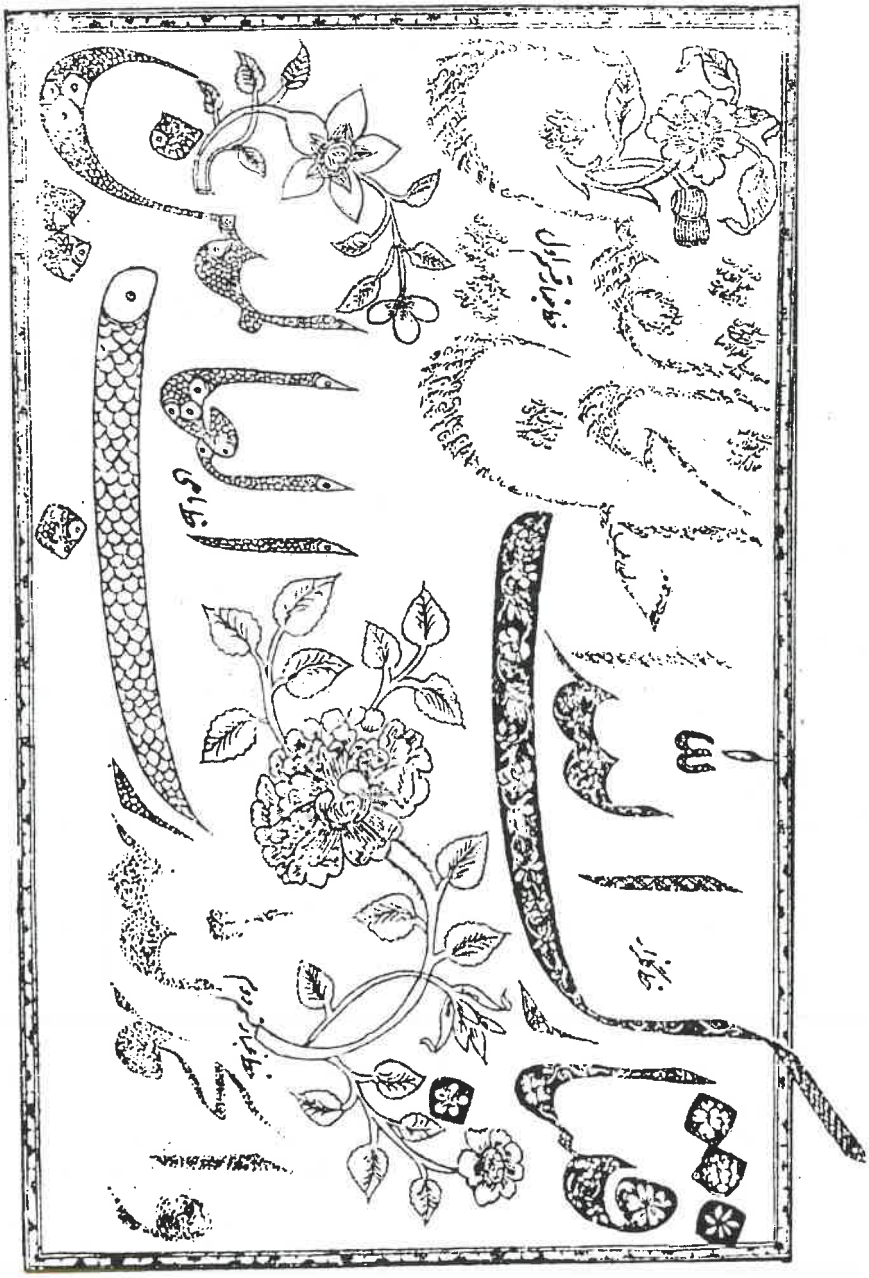

۱۸۰۰ء کے بعد کا ایک مصطلی نمونہ ، گلزار
غبار اور خط ماہی (مچھلی) کے نمونے

خطاط میر سنجہ کبش محمد مہر صفوی رح

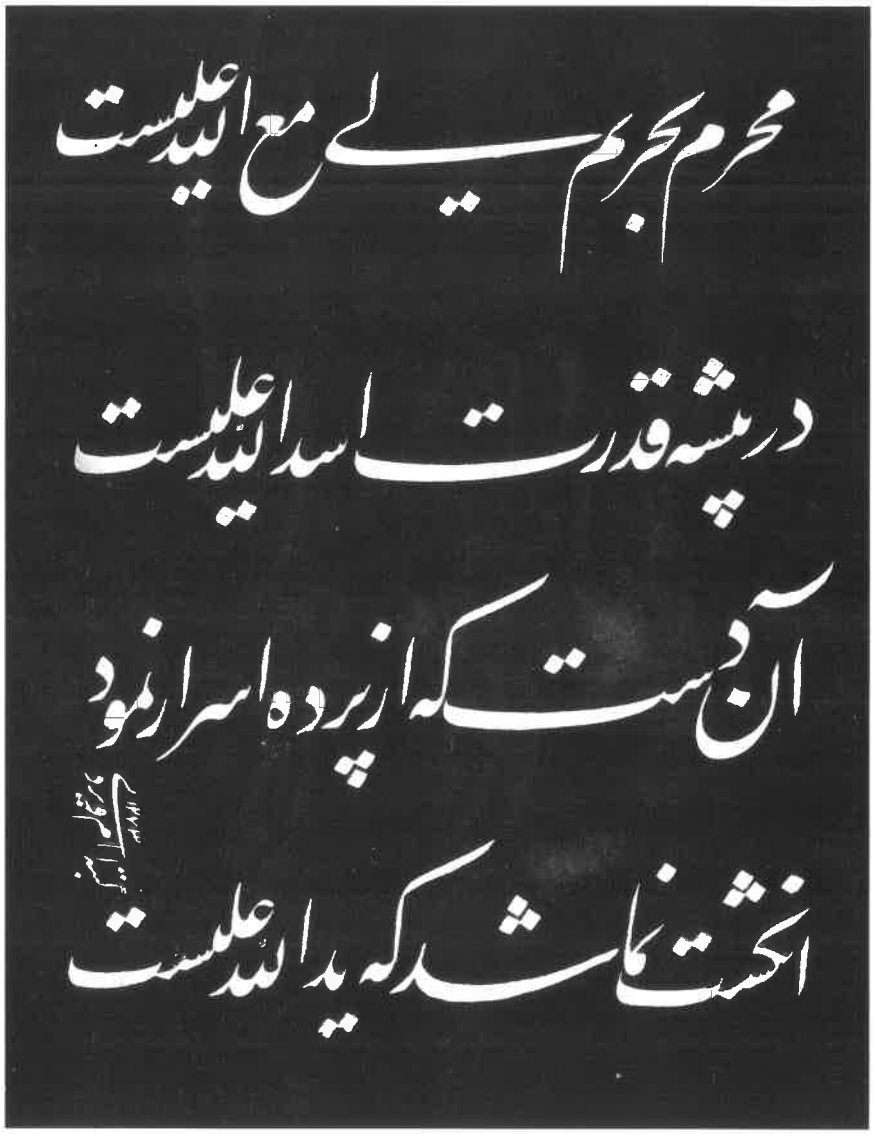
محرم بحرم سیلی مع الید علیست
در پیشه قدرت اسد الله علیست
آن دست که از پرده اسرار نمود
انگشت نما شد که ید الله علیست

A calligraphic panel of white Jali Thuluth on a black ground by Hafiz Muhammad Sadidi.

خط، حافظ محمد یوسف سدیدی مرحوم

سلطان عبدالحمید خان

A calligraphic panel by Mehmud Abdul Hameed Khan Leghari.

جناب عبدالمجید پروس رقم مرحوم رح

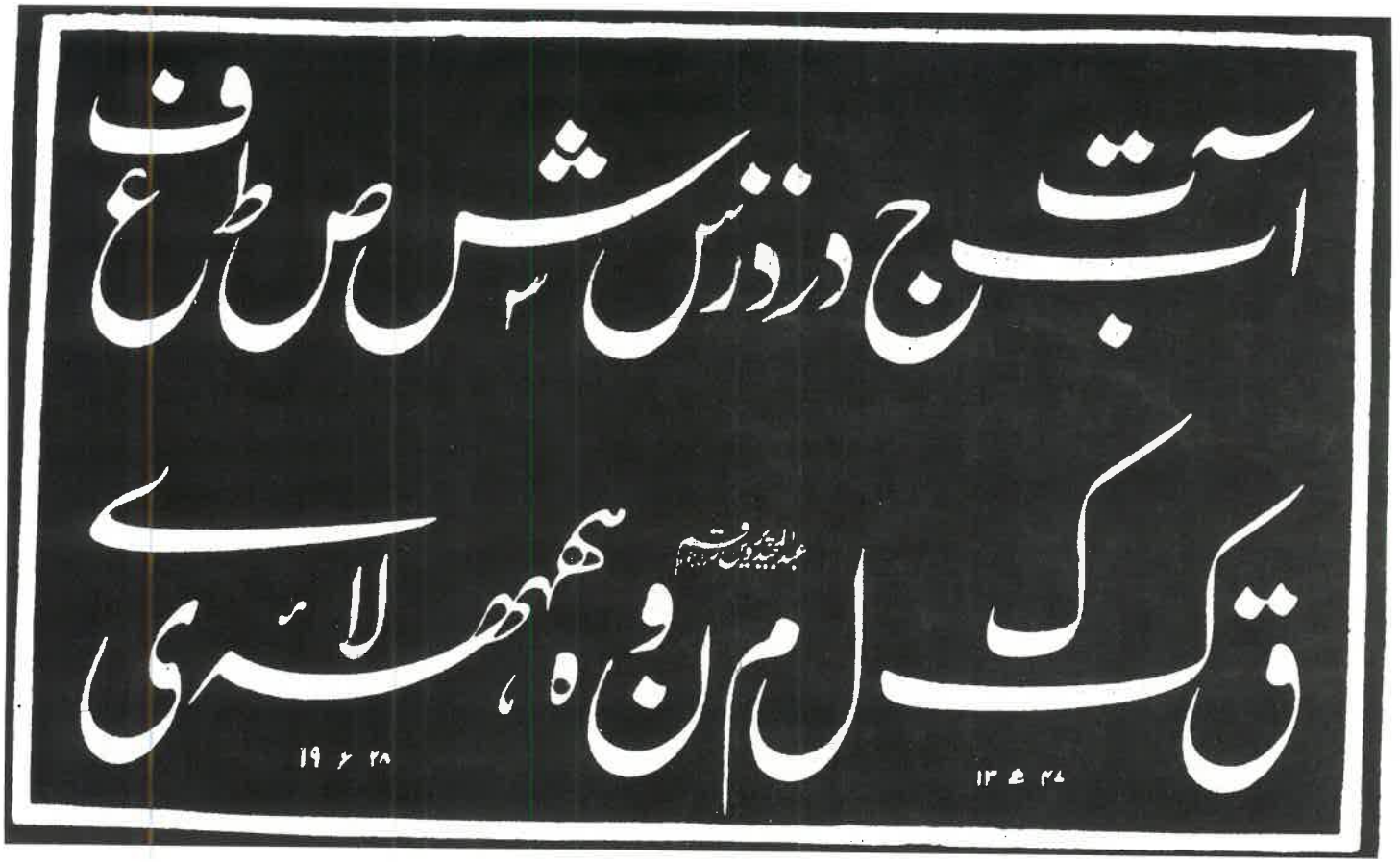
آسمان ج در درس ش ص ط ع ف
ق ک ل م ن و ه ھ ی لا
عبدالمجید وفا
۱۳ ۷ ۴
۱۹ ۶ ۲۸

یا صاحب الجمال و یا سید البشر

من وجہک المنیر لقد نور القمر

لا یمکن الثناء کما کان حقہ

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

۱۳۵۱ھ

(عبدالمجید ویں رقم)

ملنے کا پتہ: نگارستان الحنیفی لاہور

کاپی رائیٹ جملہ حقوق محفوظ

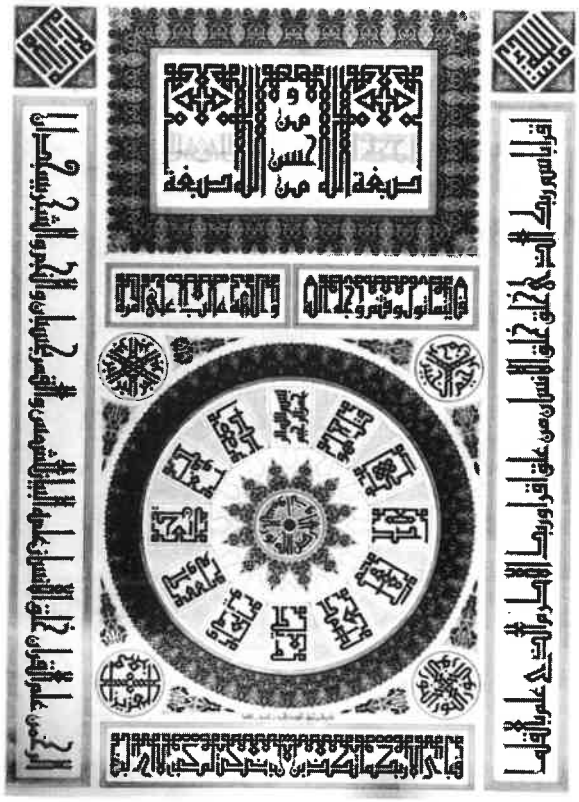

خوبصورت منقش خط کوفی
بقلم اشرف ہیرا

سرائے مسجد

بنا کردہ لیڈی سردار بیگم صاحبہ زوجہ آنریبل چوہدری سر شہاب الدین صاحب بالقابہ صدر مجلس واضع آئین و قوانین پنجاب

صد شکر در ویرانہ آباد شد کاشانہ بہر غلامانِ نبیؐ ایں سجدہ گاہِ سرمدی
خوش مسجدے کردی بنا سردار بیگم مرحبا ایں بخششِ خالق بود اینک نجاتِ اُخروی

(عبدالمجید پرویں رقم کی خطاطی)

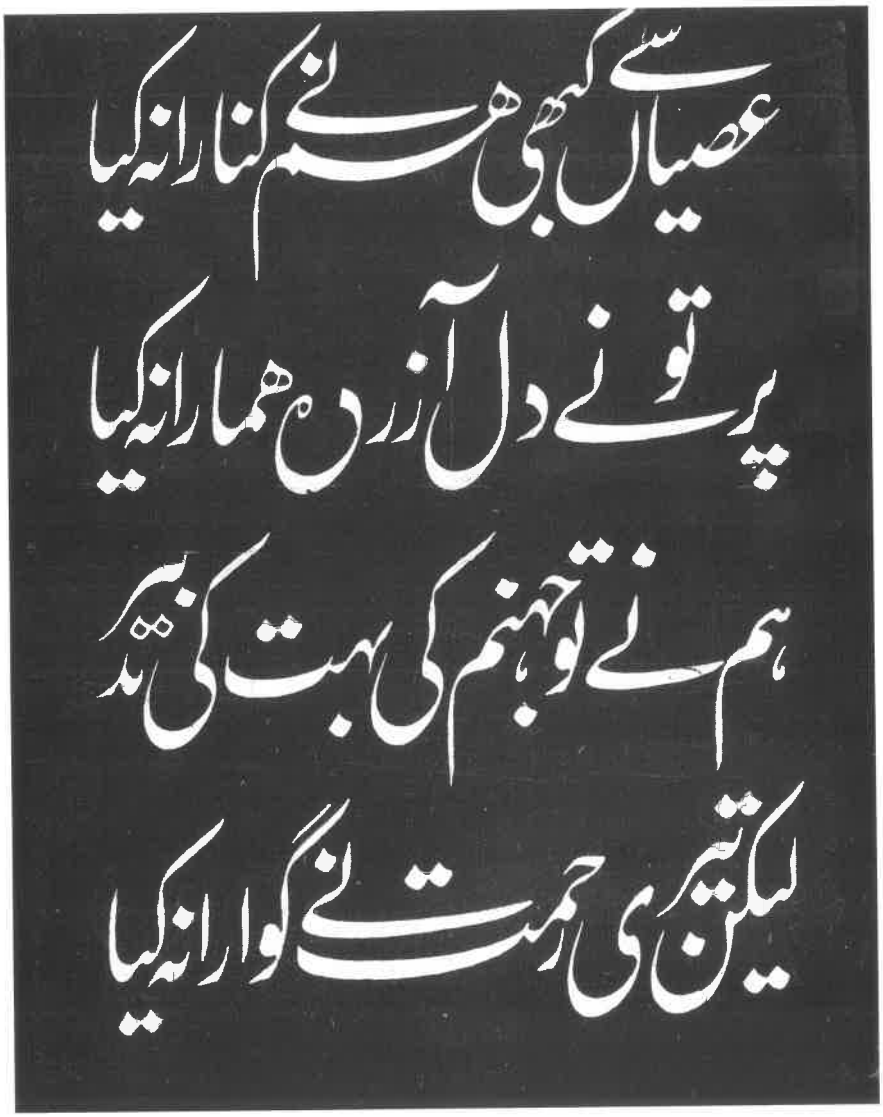
عصیاں سے کبھی ہم نے کنارا نہ کیا
پر تو نے دل آزردہ ہمارا نہ کیا
ہم نے تو جہنم کی بہت کی تدبیر
لیکن تیری رحمت نے گوارا نہ کیا

ادبِ لطیف اعلیٰ قصے کہانیوں اور ڈرامہ کی نشر و اشاعت کیلئے

انٹرنیشنل ٹریڈنگ کارپوریشن لمیٹڈ لاہور

کا

ماہوار رسالہ

افسانہ

زیرِ سرپرستی آنریبل کیپٹن سردار سر سکندر حیات خان صاحب

ریونیو ممبر پنجاب گورنمنٹ سابق گورنر پنجاب بالقابہٗ

مدیران اعزازی

ملک محمد سلم خان ایم۔اے (کیمبرج) بیرسٹر ایٹ لاء لاہور

سردار موہن سنگھ ایم اے پی ایچ ڈی

سید عابد علی عابد ایم اے ایم او ایل ایل ایل بی

محمد قاسم شاہ کے مزار کے کتبے، سنگ مرمر اور نسخ بنا ۱۰۳۱ھ

بخط حشمت علی قادر رقم سنہ ۱۳۶۷ھ

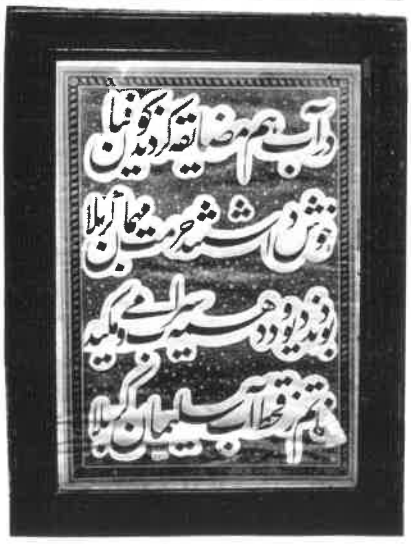

جناب حاجی دین محمد مرحوم کے فن پارے

حاج آقا رحیم محمد ترحم
کاشی نگار

مشق ، ابوالفضل علی ابن شمس قمی مرحوم

خطاط: تاج الدین زرین رقم مرحوم

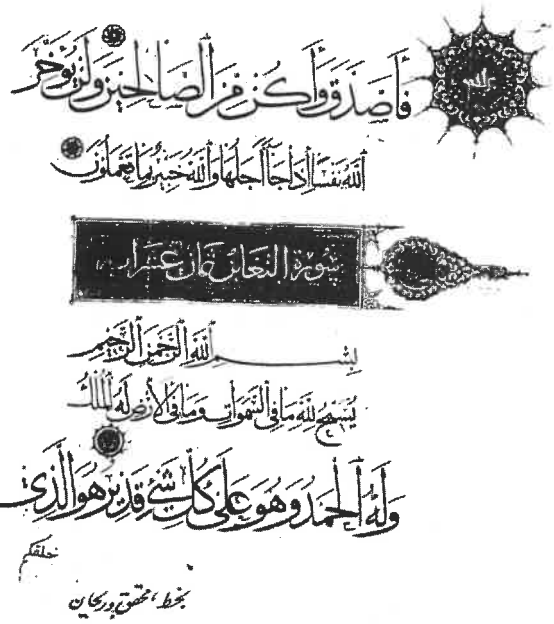

بخط میر عماد الحسنی

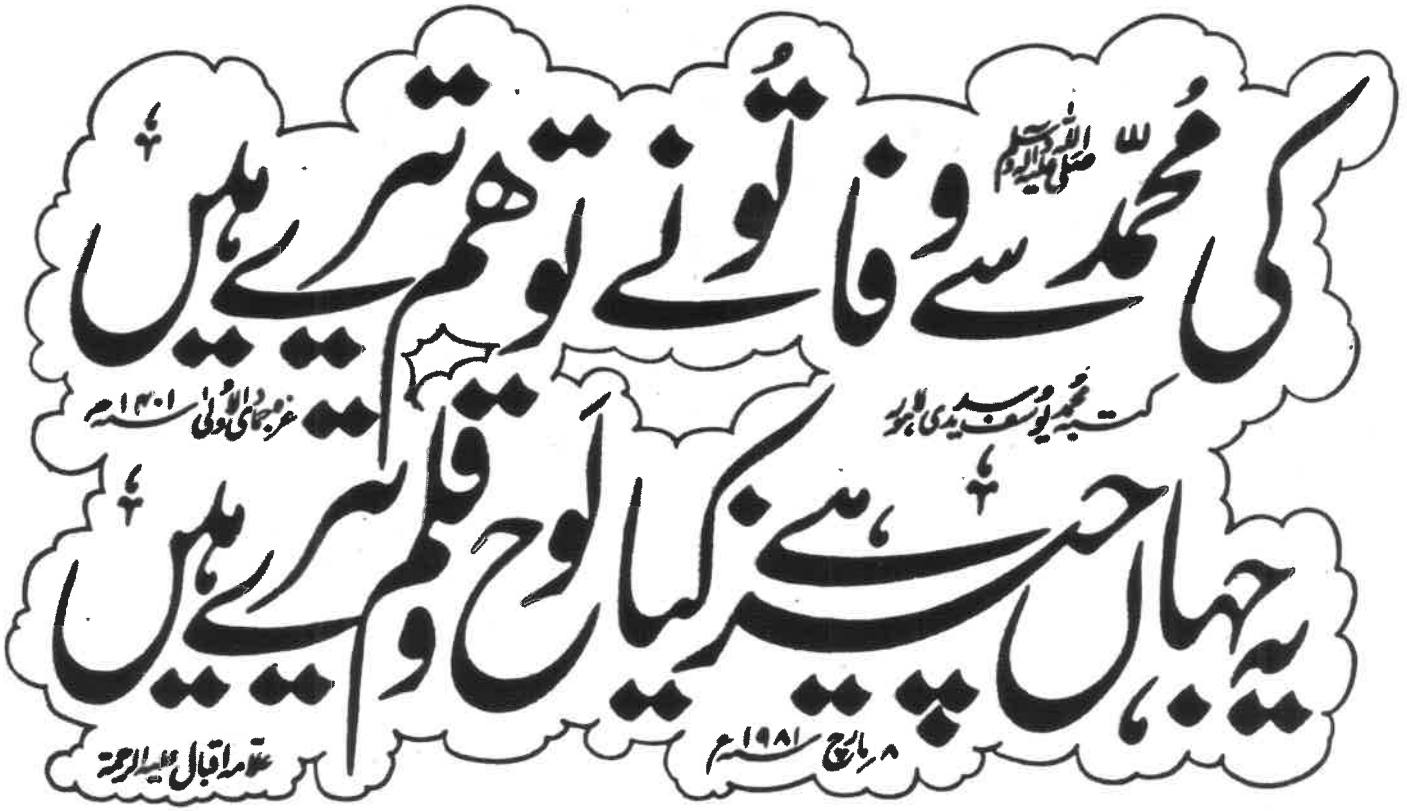
کی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وفا تُو نے تو ہم تیرے ہیں
کتبہ محمد یوسف سدیدی لاہور
غرہ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۱ھ
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں
۸ مارچ ۱۹۸۱ء
علامہ اقبال علیہ الرحمۃ

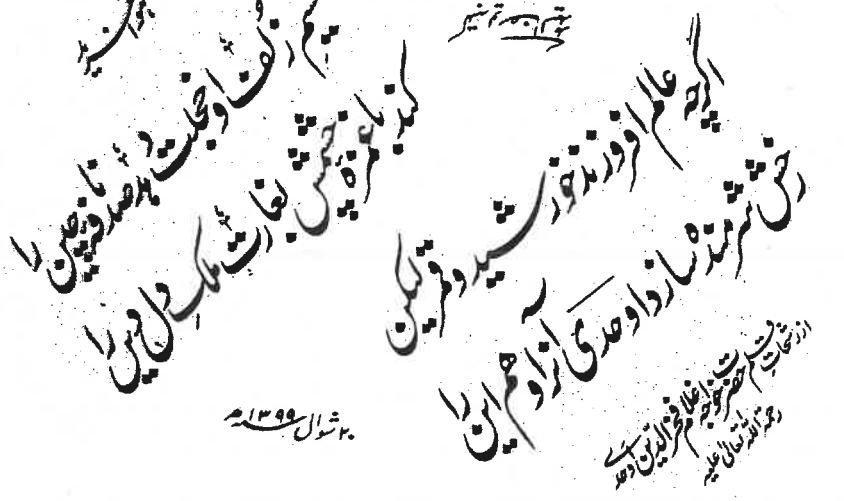

نستعلیق بخط حافظ محمد یوسف سدیدی مرحوم

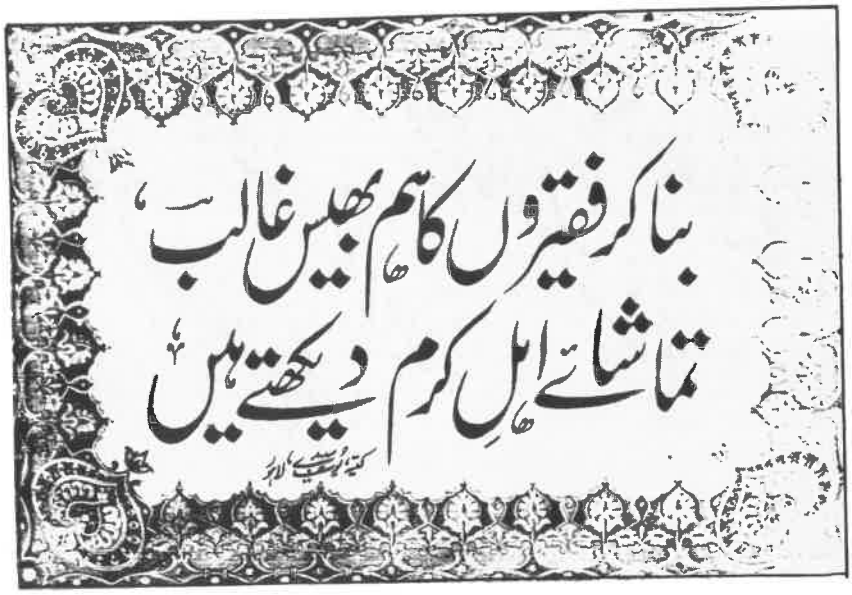

خطاطی حافظ محمد یوسف سدیدیؒ

مشق خط جناب حافظ محمد یوسف سدیدیؒ

انما الاعمال بالنيات
سید زادی
۲۷ جمادی الاخری ۱۴۰۰
بے شک اعمال کا دارومدار نیّتوں پر ہے ۔ حدیث شریف

فہرست

خطوط، حافظ محمد یوسف سدیدی کے

(نمونه طرز نستعلیق)

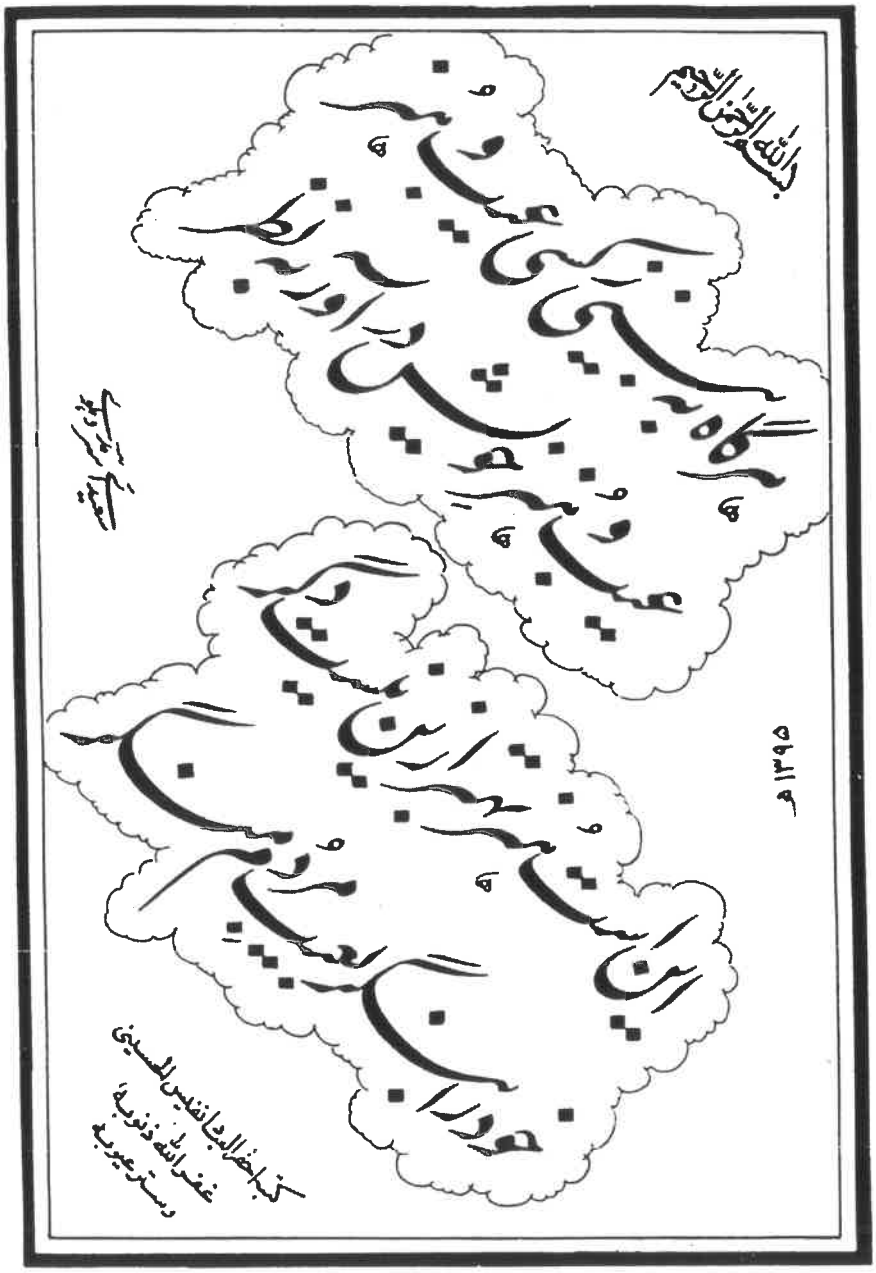

جناب سید نفیس رقم صاحب کا نمونۂ نستعلیق

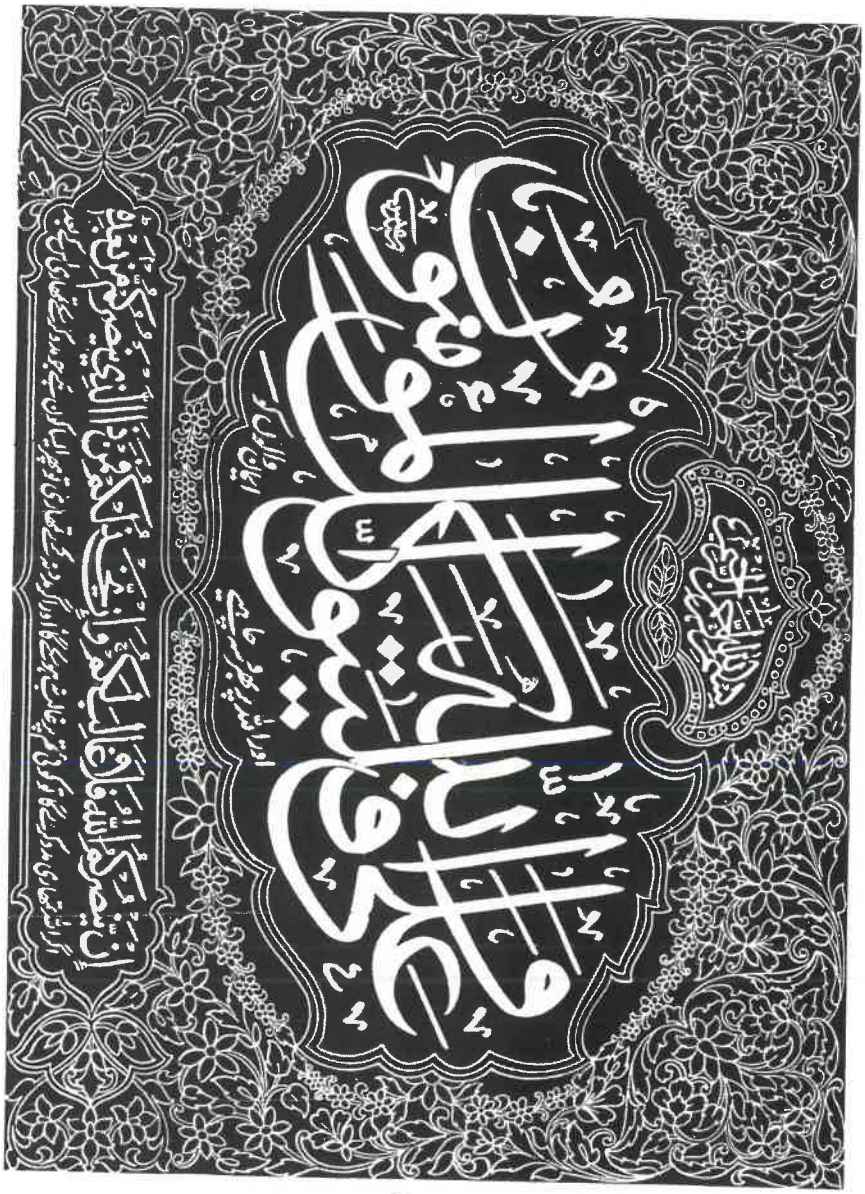

جناب سید انور حسین نفیس رقم کا نمونۂ خط ثلث

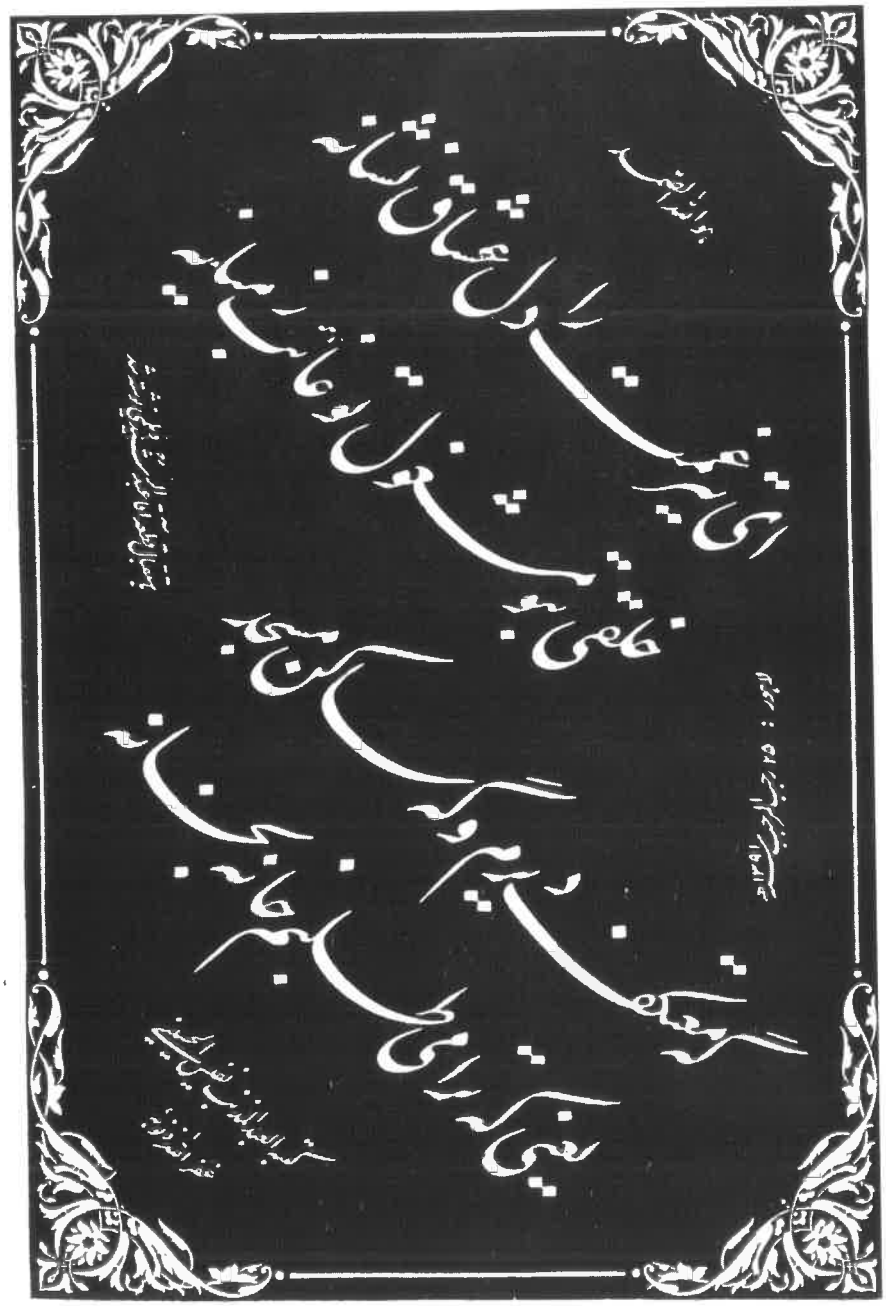

عبدالرشید دہلوی کی تقلید میں حضرت نفیس رقم کا فن پارہ نستعلیق

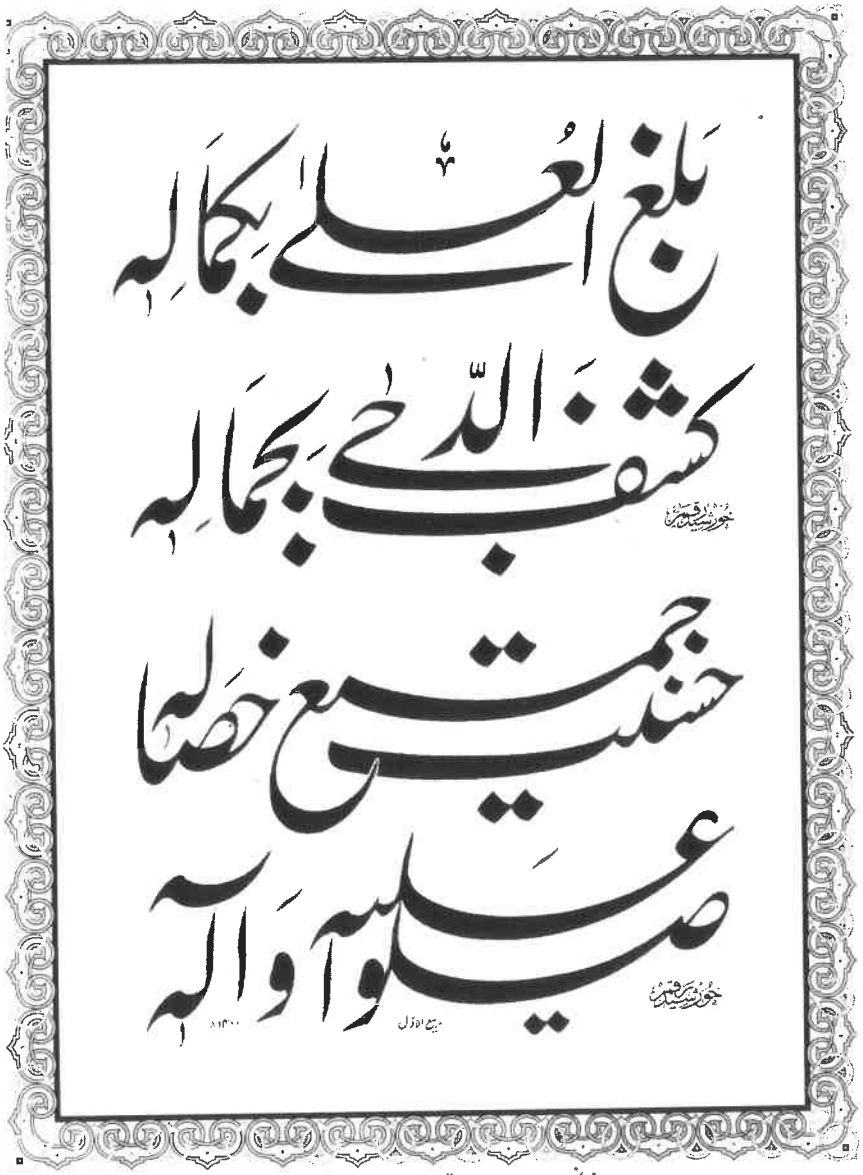

خط نستعلیق جناب خورشید رقم مرحوم رح

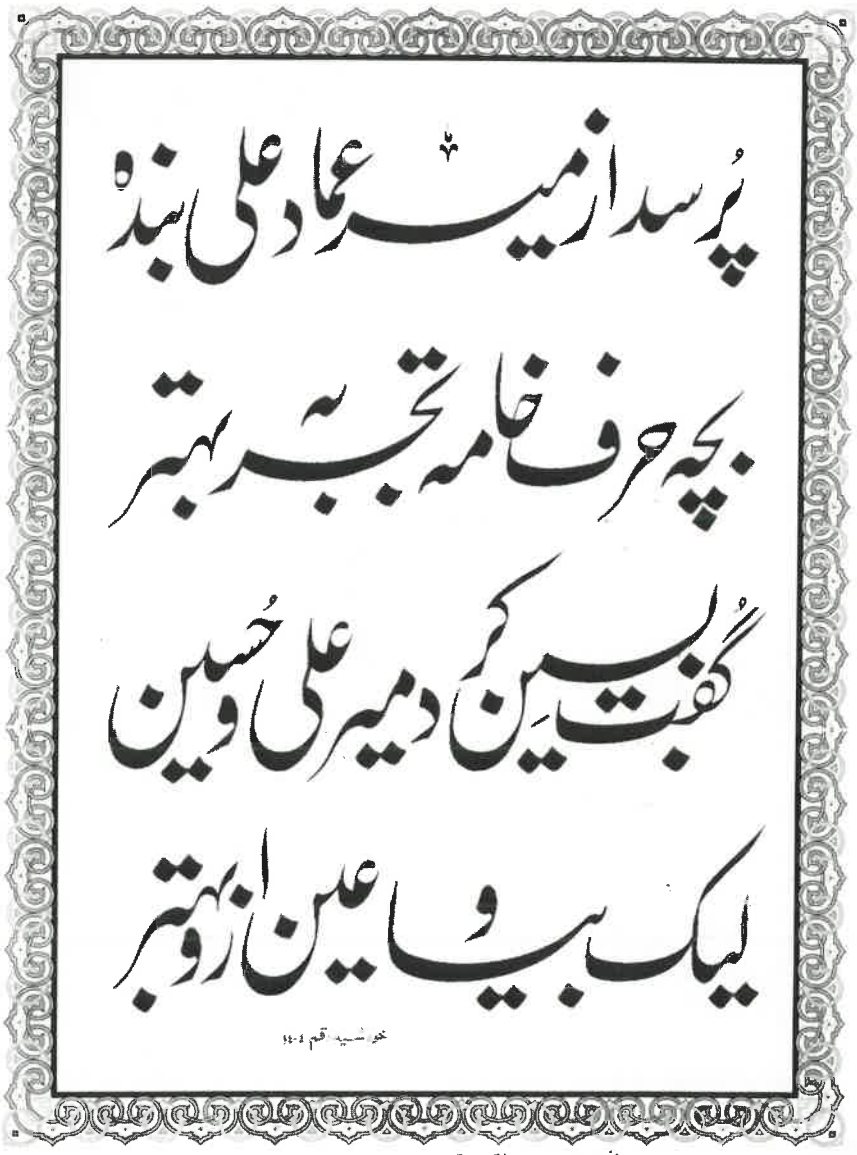

نستعلیق جذب خورشید رقم مرحوم ح

الحلم سيد الاخلاق
كتبه اضعف خطاطين
خورشيد عالم خورشيد قدم محمد نعيم
النجات في الصدق
خورشيد قدم رمضان المبارك

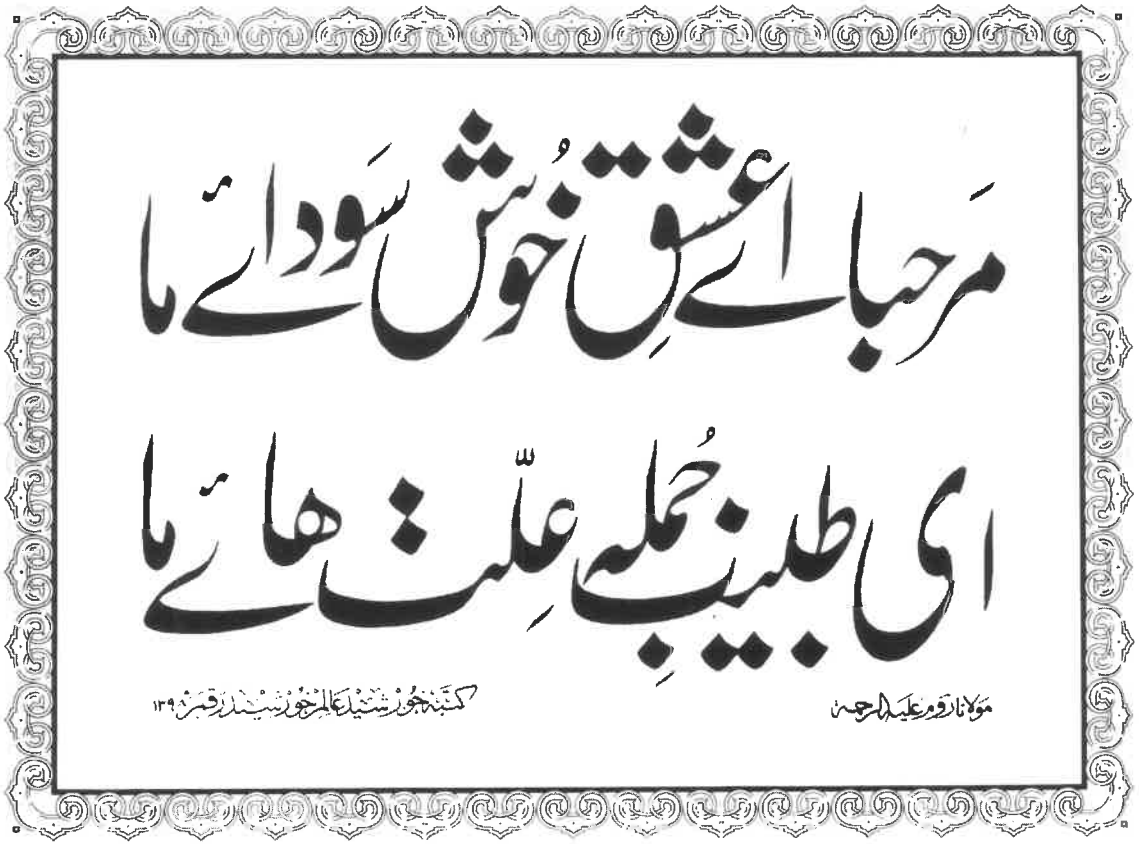
مَرحبا اے عشقِ خوش سودائے ما
ای طبیبِ جملہ علّت ہائے ما
مولانا رومی علیہ الرحمہ
کتبہ حضور شیدا عالم حضور سیدی رقم ۱۳۹

ایران کے معروف خطاط کہ خدائی کاشت ہمکار
انہوں نے میرے ہمکار مؤلف کے لیے تحریر کیا۔

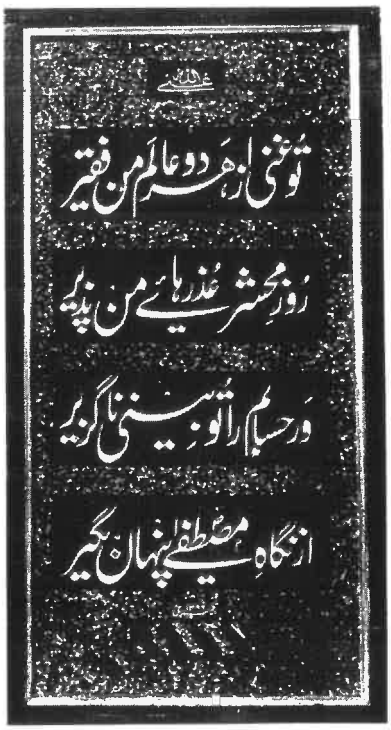

خطاطی: عبدالواحد رانا قلم مرحوم

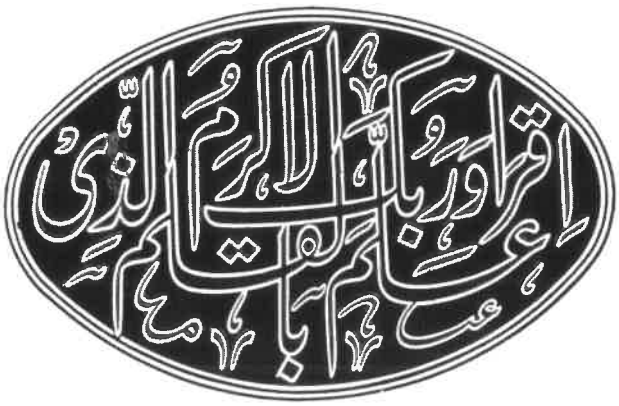

جناب عبدالمجید طالوی مرحوم

حروف تہجی کی ابجد، یہ ممتاز خطاط محمد بخش جمیل رقم مرحوم کا شاہکار ہے آپ ممتاز خطاط غلام محمد صاحب
جہانگیر رقم کے شاگرد تھے جو حاجی دین مرحوم خطاطِ اعظم کے صاحبزادے تھے۔

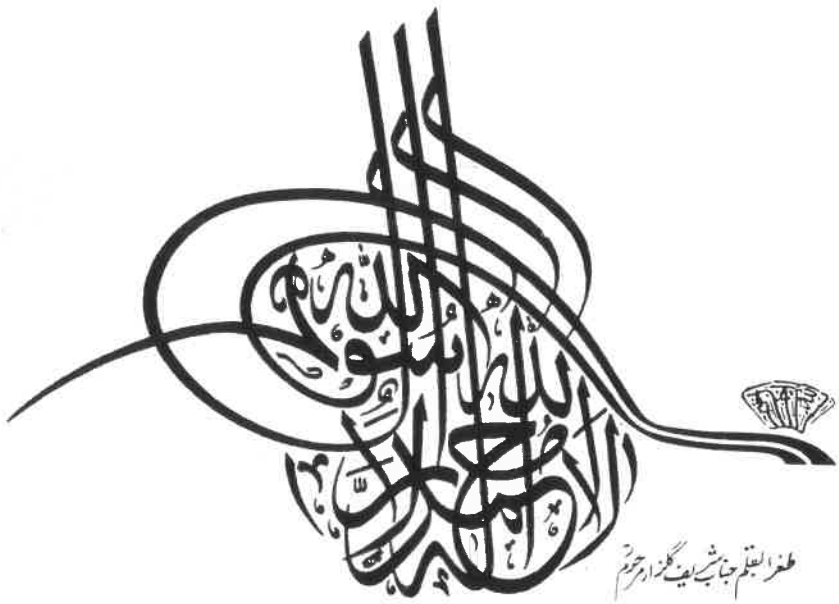

طغرا القلم جناب شریف گلزار مرحوم

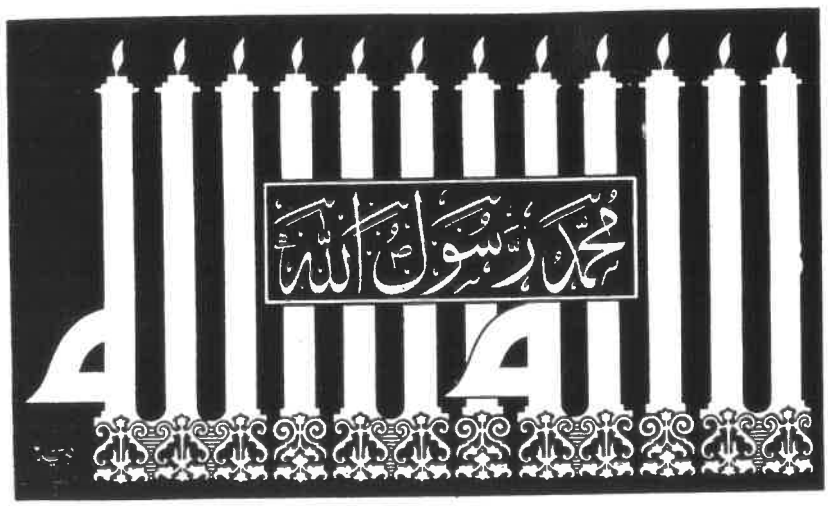

طغرا کلمہ طیبہ جناب عبدالمجید دہلوی مرحوم (کراچی)

کلمہ طیبہ بخط ثلث بہ قلم اُستاد بشیر احمد

اِجْتَمِعُوا عَلٰی طَعَامِکُمْ وَاذْکُرُوا اسْمَ اللّٰہِ یُبَارَکْ لَکُمْ فِیہِ

یمک سفرہ کزدہ هیکز طوپلانیکز. یمکلا باشلارکن ده جناب حقك اسمنی آکیکز. الله او یمکلرکزی سزلك ایچون مبارك قیلار.

خط نستعلیق و نسخ اُستاد حامد آلامدی رحمہ اللہ (ترکی)

لخط خلفاء راشدین و اسمائے حسنین رضؓ خطاطی قلم شفیع انور سایوی

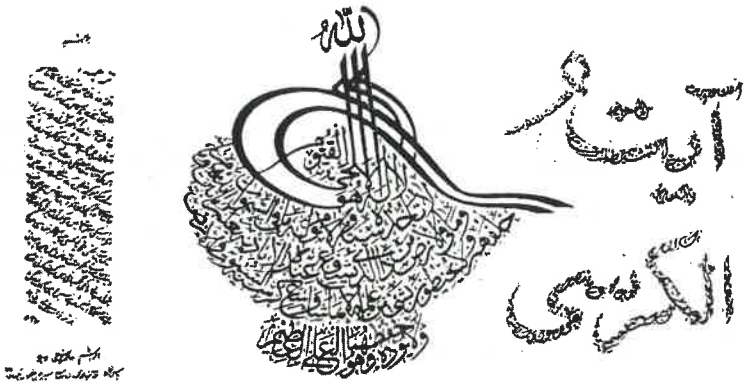

خطاطی خالد جاوید یوسفی،
اسلام آباد،

خاور چکد از شبم بایں تیرہ شبی
کوثر چکد از لبم بایں تشنہ لبی

احمد حسین سہیل رقم

احمد حسین سہیل رقم مرحوم رح

خدایا بہ شوق ذاتِ رسول صلعم

الماس رقم

بدرد محمد صلی اللہ علیہ وسلم مرا کن قبول

۱۹۵۰ء ۱۳۶۹ھ

بخط محمد صدیق الماس رقم مرحوم رح

منشور اسلام ابن نادر القلم

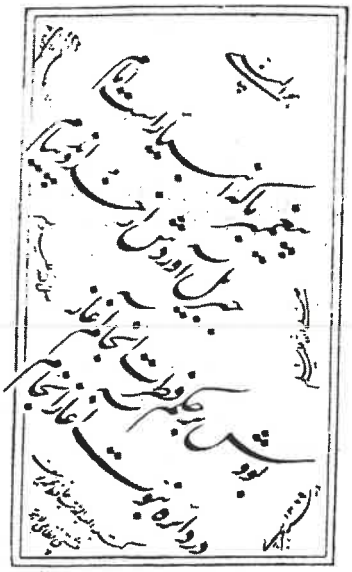

خط نستعلیق حافظ محمد یوسف سدیدی مرحوم

عبدالمجید یوسفی رقم مرحوم

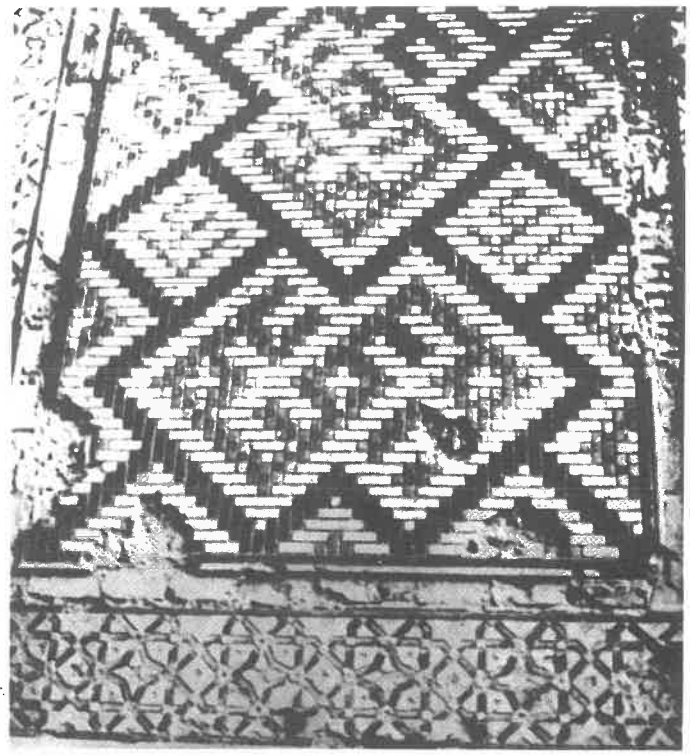

کوفی ترتیبہ
عہد تیموری

کوفی ترتیبہ
جامع نعمانیہ بغداد
۱۳۰۷ھ

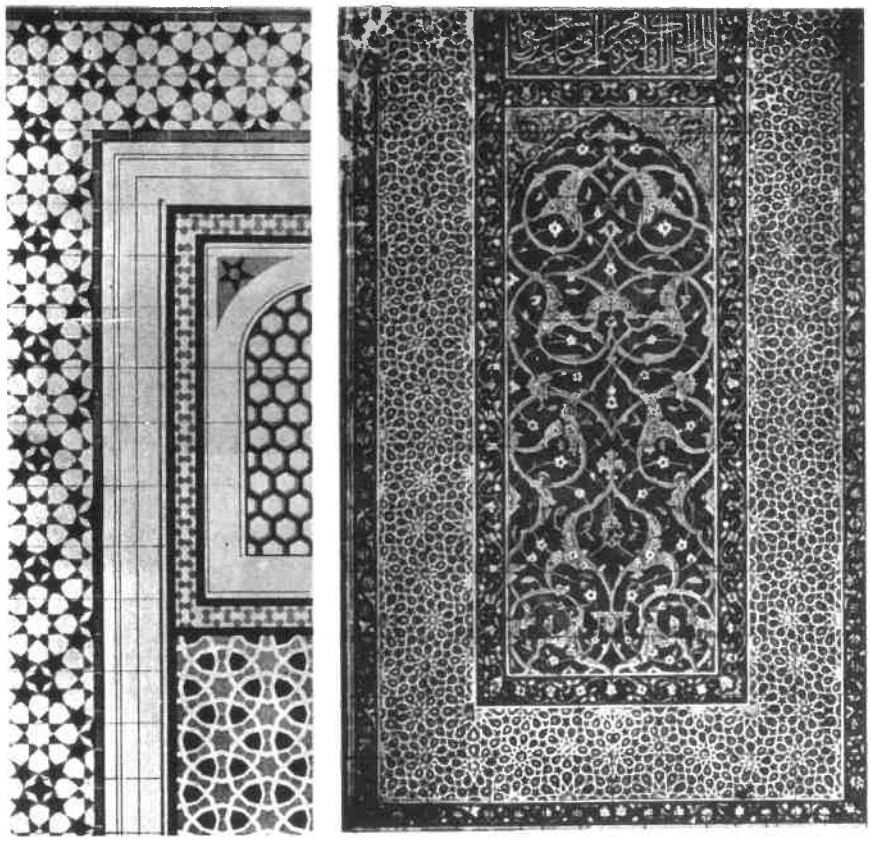

نقاشی سلطان سلیم اول

حُروفُ التَّاجِ

ثَ ثَ	ذَ ذَ	دَ دَ	جَ جَ	بَ بَ	تَ تَ	أَ أَ	ءَ ءَ
شَ شَ	ضَ ضَ	ظَ ظَ	غَ غَ	فَ فَ	عَ عَ	هَ هَ	وَ وَ
أَهْلٌ	بَابٌ	بَدْرٌ	بَلَحٌ	تَمْرٌ	تَلَفٌ	تَبَعٌ	ثَوْبٌ
ثَدْيٌ	جَاهٌ	جَلَالٌ	حَجٌّ	حَزْمٌ	حَطٌّ	دَلْوٌ	ذَهَبٌ
رُوحٌ	أَجْرٌ	سَهْلٌ	سَلَامٌ	شَطٌّ	شَقٌّ	صَلَاةٌ	صِدْقٌ
ضَعْبٌ	ضَحِكٌ	طِرَازٌ	طَوْعٌ	ظِلَالٌ	ظَبْيٌ	ظُفْرٌ	عَارِفٌ
عَطَاءٌ	غَيْبٌ	فَصٌّ	فَقْرٌ	كُتُبٌ	لُطْفٌ	ذَكَاءٌ	مِدَادٌ
نَبَلَاءُ	نَفْسٌ	نُوقٌ	وِزْرٌ	هَلَ	هِلَالٌ	وَ	لَا

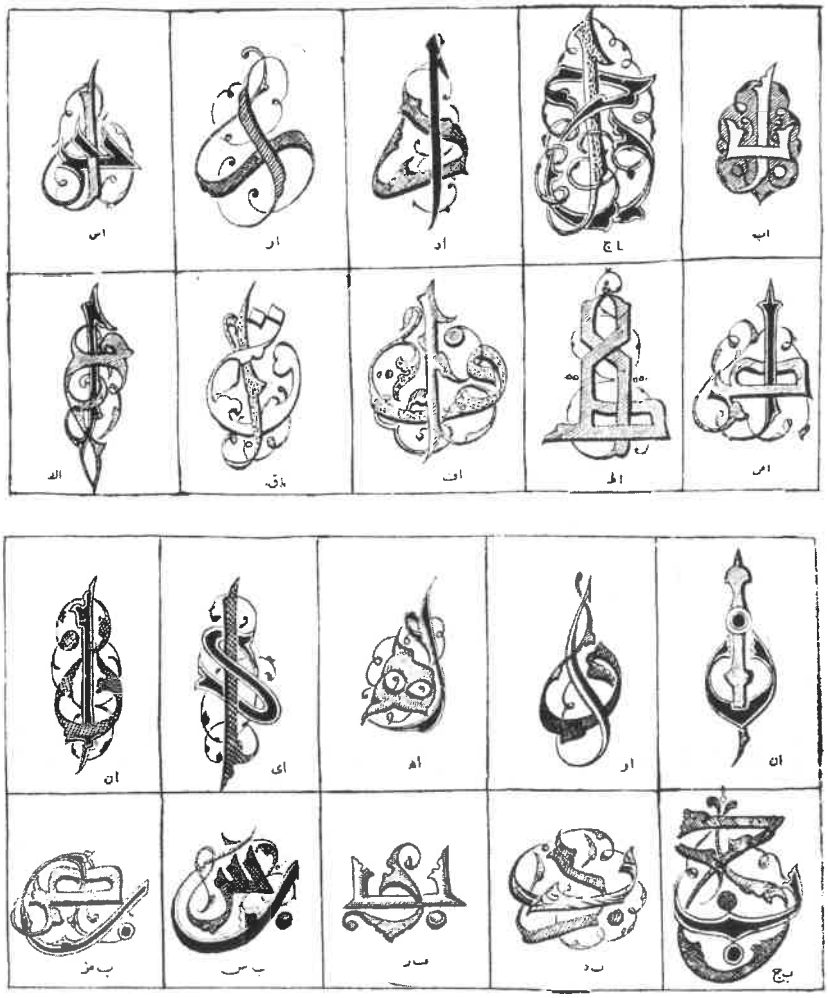

شماش کے مزین سجاوٹ والے حروف

ثلث کے سجاوٹ والے حروف

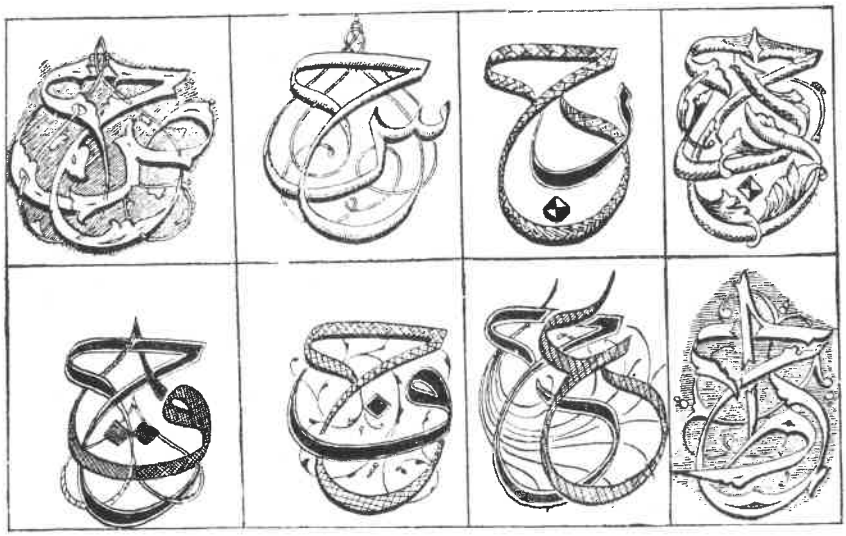

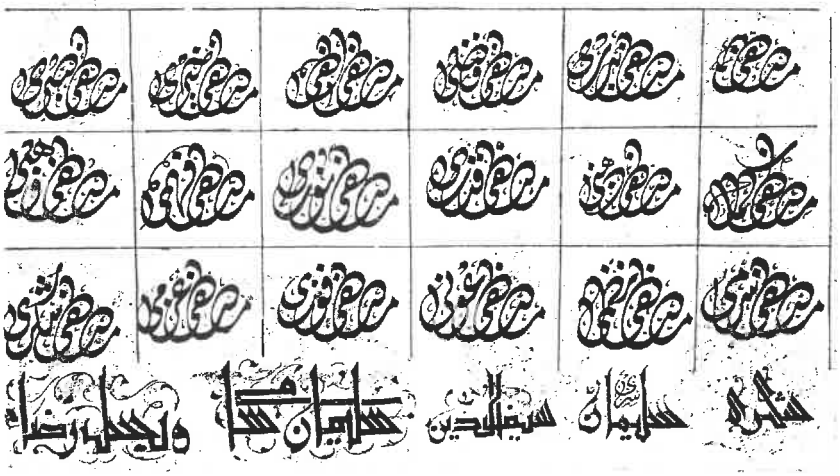

تزئین الفاظ و حروف

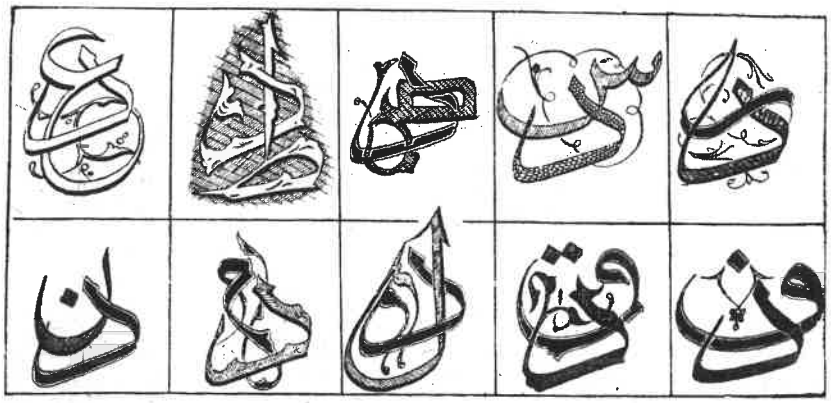

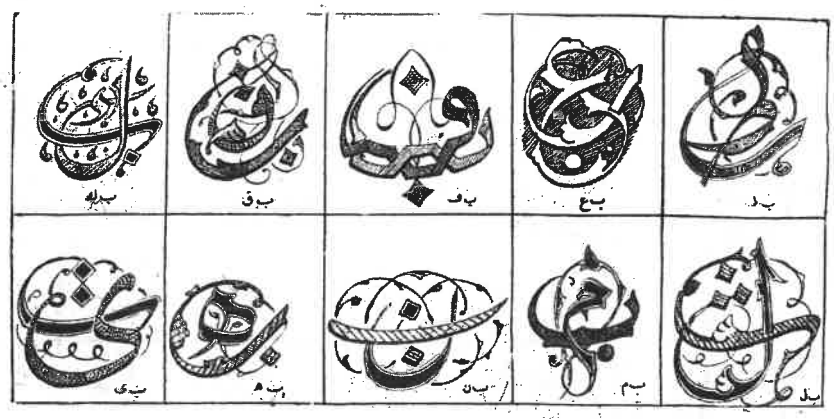

ثلث کے سجاوٹ والے حروف

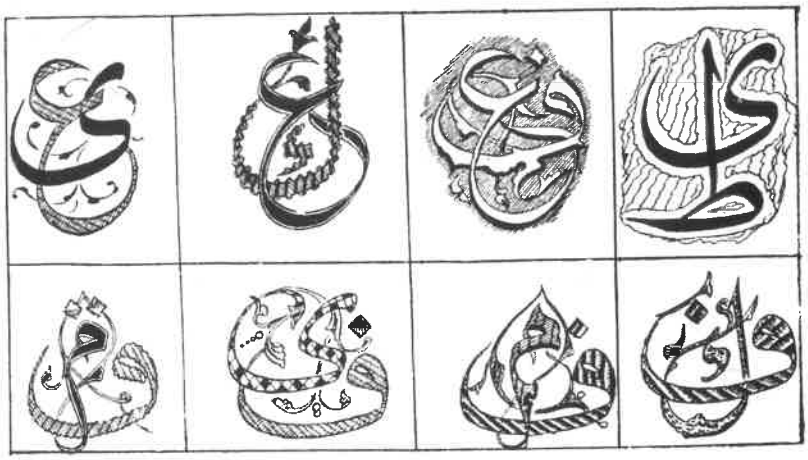

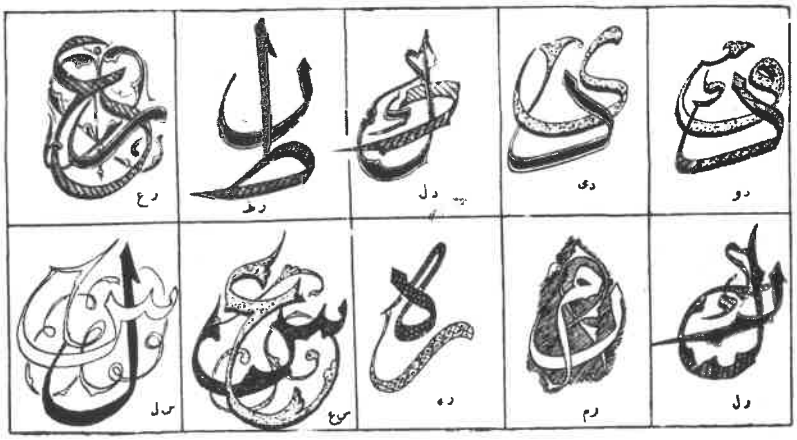

نستعلیق کے سجاوٹ والے حروف

یاقوت مستعصمی کے قلم کا شاہکار، محقق و نسخ

قوت مستعصی کے قلم سے، رقائے عکاشہ

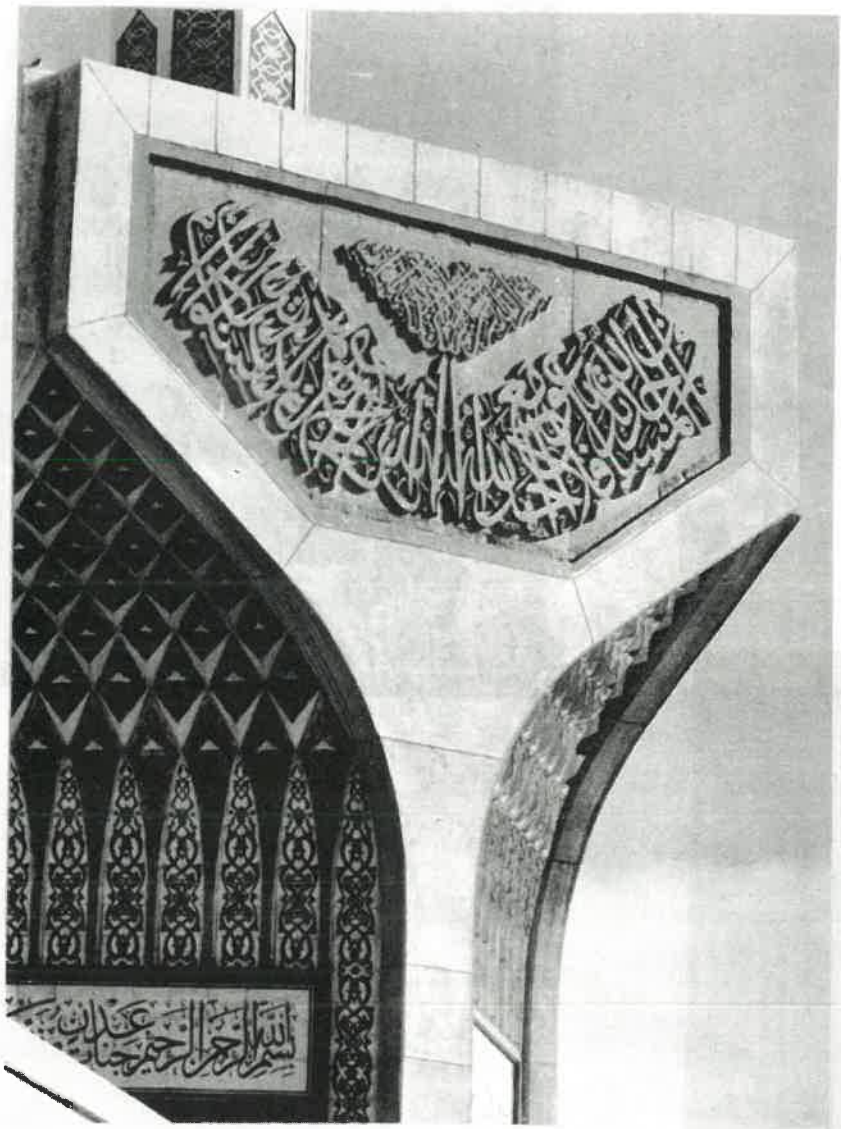

A Complexly Structured Jali Thuluth Script Makus (Mirror writing) a fine example of the Calligraphic Art, by Hashemal Khattat of Iraq (1917-1973) on the arch and the supporting pillar, in a modern Mosque, IRAQ.

ہاشم محمد الخطاط کا نمونۂ ثلث
(عراق کی ایک مسجد)

ابن البواب کا نمونۂ خط

A specimen of decorative and floral calligraphy with double line by Abn al Bawwab.

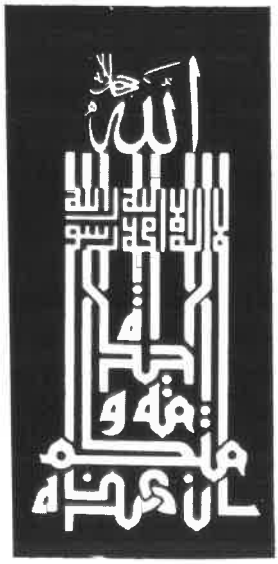

جناب رشید بٹ کا نمونہ کرنی

Rashid Butt has obtained mastery in Nastaaliq, Thuluth and Kufic scripts.He is engaged in writting the Holy Quran in decorative Kufic.

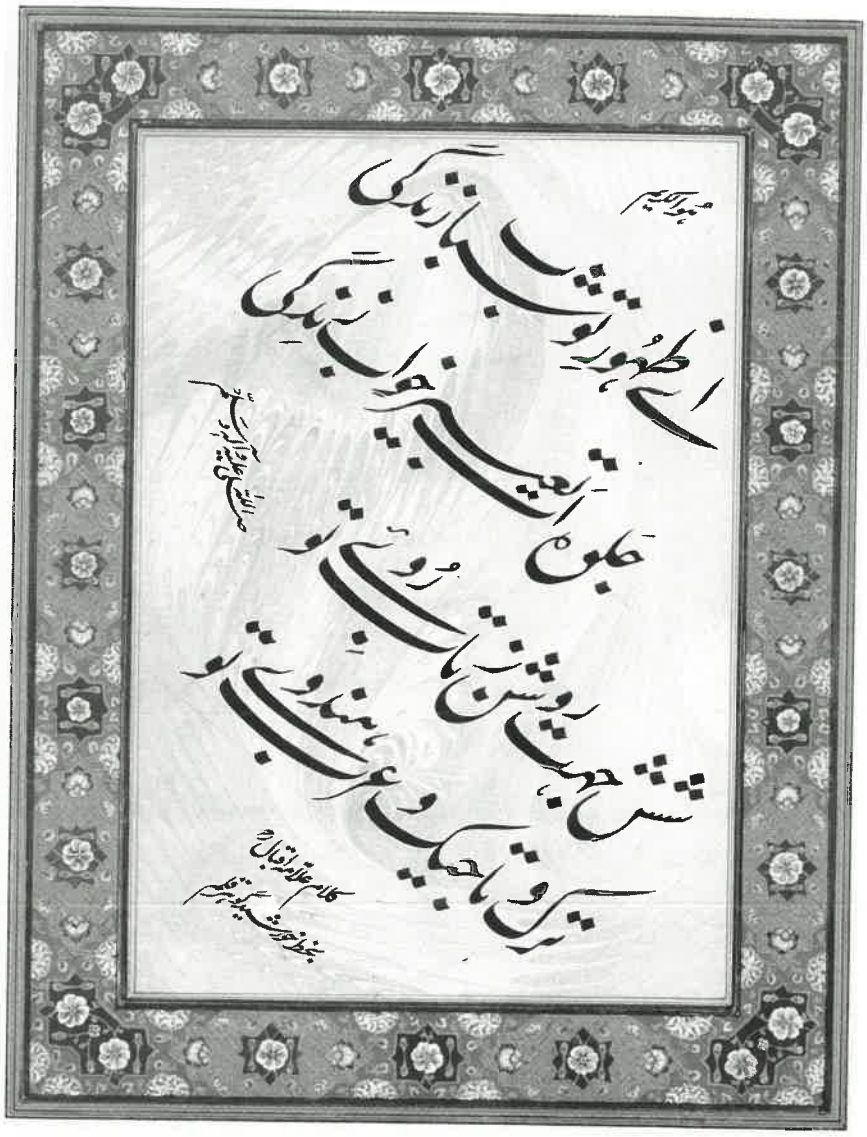
عبدالکریم
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کلام علامہ اقبال

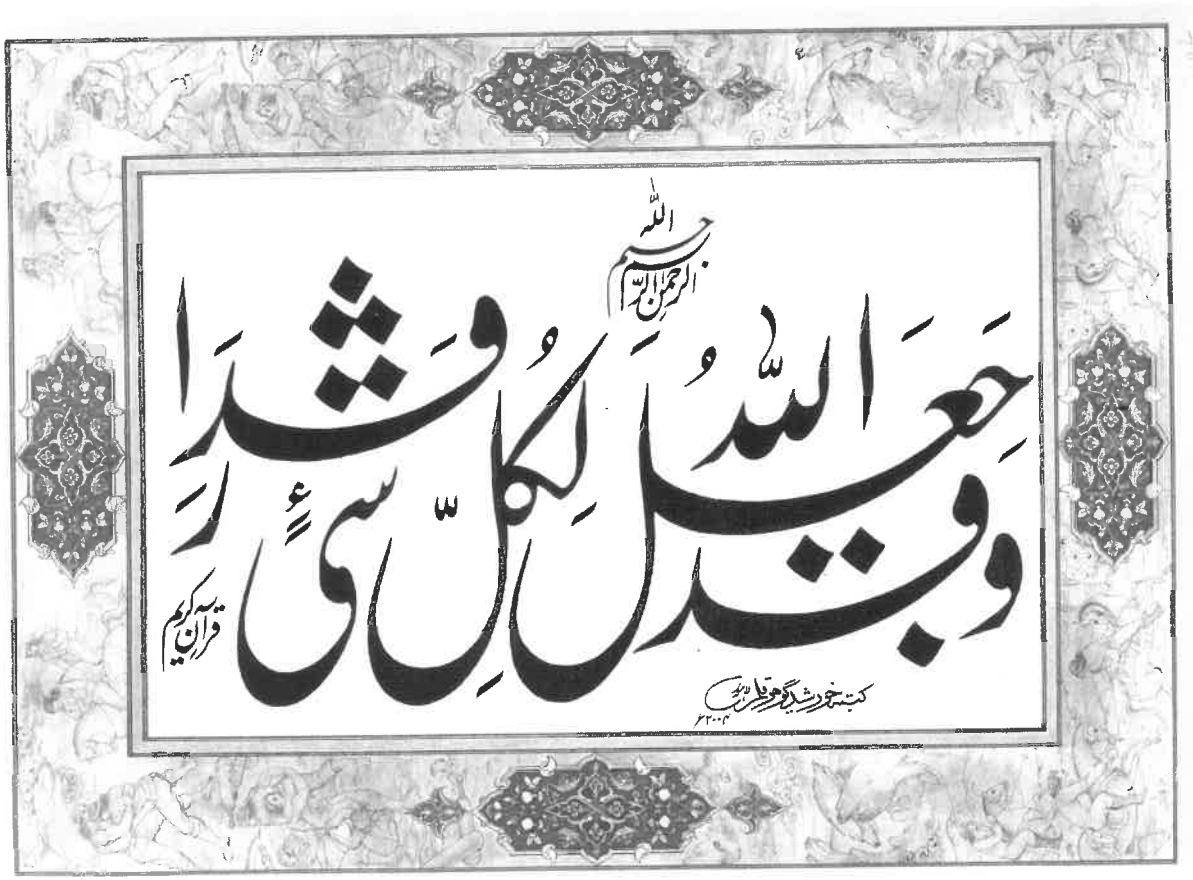
بسم الله الرحمن الرحیم
وَجَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا
قرآن کریم
کتبه خورشید گوهرشاد ۲۲۰۴

بسم الله الرحمن الرحیم
کتبه خورشید عالم گوهر قلم
۲۰۰۴ء

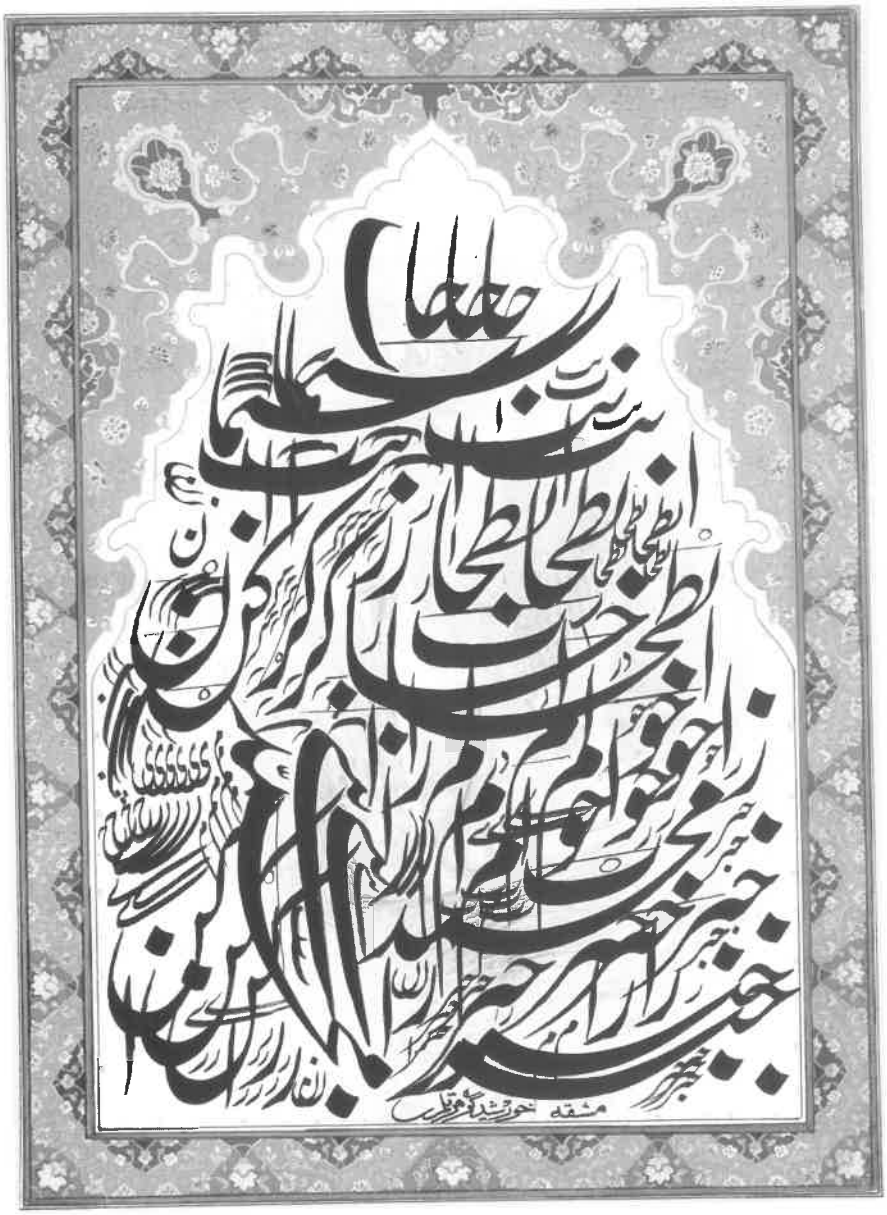

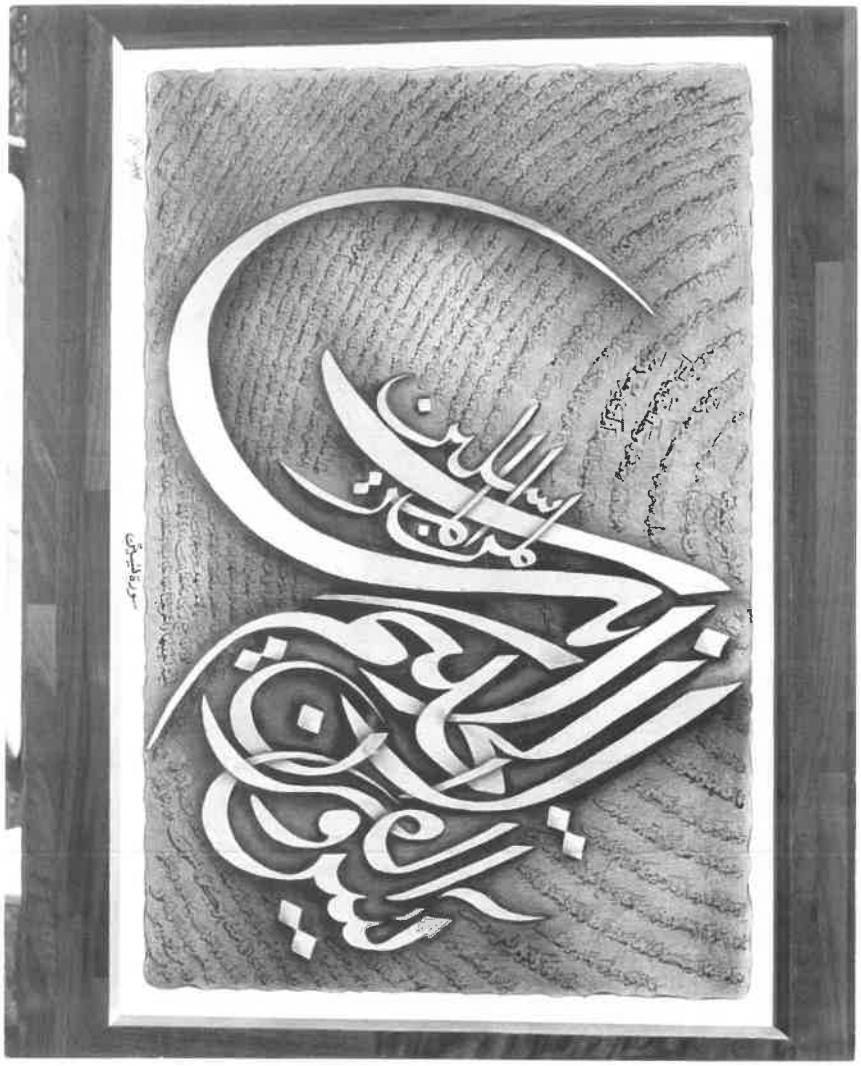

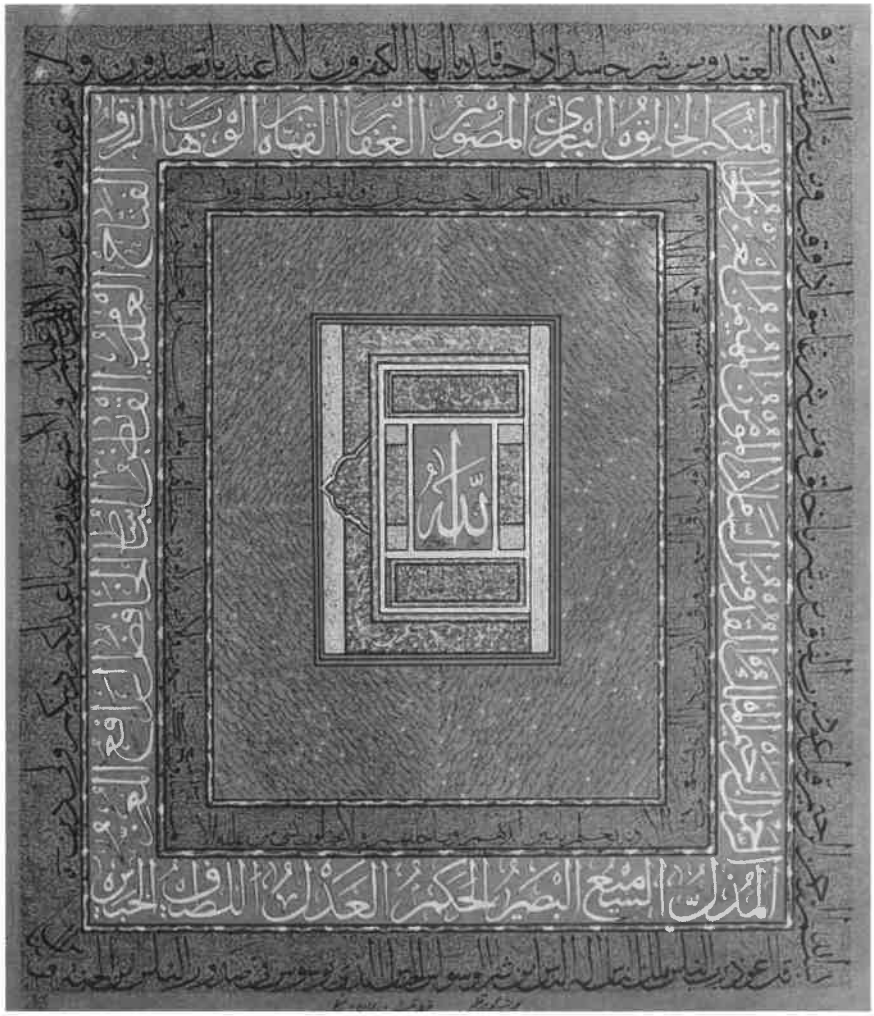
الله
المذل السميع البصير الحكم العدل اللطيف الخبير

ایک پتھر پر عبداللہ بن مرہ خطاط کے ہاتھ سے خط کوفی

بسملہ بہ خط کوفی درروی سنگ مرمر مرقد مطہر حضرت رضا علیہ السلام. عمل عبداللہ بن احمد مرّہ ۵۱۶ھ ق. ابعاد ۳۰×۴۰ قطر ۶ سانتی متر عبارات قسمت وسط اللہ اکبر. ھذا مقام الرضا علیہ السلام اقبل علی صلواتک ولا تکن من الغافلین. شعبان سنة ستة عشر و خمس مأئة. اطراف بسنگ: بسم اللہ الرحمن الرحیم. اللھم صلی علی محمد وعلی وفاطمہ والحسن والحسین وعلی و محمد وجعفر وموسی وعلی ومحمد و علی والحسن والقائم الحجة. خط دیگر: بسم اللہ الرحمن الرحیم. انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین آمنوا الذین یقیمون الصلوة ویؤتون الزکوة وھم راکعون. و در قسمت پایین: عبداللہ بن احمد مرّہ، حاشیہ سوم: کتیبہ باریک: امر بعمارة ھشھد الرضوی علی بن موسی علیہ السلام العبد المذنب الفقیر الی رحمتہ ابوالقسم بن احمد بن علی بن احمد العلوی الحسینی تقبل اللہ منہ.

اسلایڈ از ع. اصغر ناصری.

موزۂ آستان قدس رضوی۔

بسملة في مَرْمَرَة على مرقد الامام الرضا عليه السلام من نحت عبدالله بن أحمد- سنة ٥١٦- ھ .ق.

القياسات: ٣٠ سم طولاً × ٤٠ سم عرضاً × ٦ سم ارتفاعاً

آما العبارات علي المَرْمَرَة فهي:

في الوسط: الله اكبر؛ هذا مقام الرضا عليه السلام أقبل على صلواتك ولا تكن من الغافلين- شعبان سنة ٥١٦ھ .ق.

في الاطراف: بسم الله الرحمن الرحيم؛ اللهم صَلِّ على محمدٍ وعلىّ وفاطمة والحسن والحسين وعلي و محمد و جعفر وموسى وعلي و محمد و علي والحسن والقائم الحجّة.

و كتابة أخرى: بسم الله الرحمن الرحيم؛ إنما وليّكم الله و رسوله والذين آمنوا الذين يقيمون الصلوة و يؤتون الزكوة وهم راكعون- خط عبدالله بن احمد.

Bismila (In the Name of God) in Kûfî script carved on the marble tombstone of His Eminence Imâm Riḍâ (peace be upon him) The work of ʿAbd Allâh Ibn Aḥmad Marra, 516 Hijrî

Âstân Quds Museum, Mashhad, Iran.

في حاشية داخلية في كتيبة على شكل محراب:

أمرَ بعمارة المشهد الرضوي لعلي بن موسى عليه السلام العبدُ المذنبُ الفقيرُ الى رحمته ابوالقسم بن احمد بن علي بن أحمد العلوي الحسيني تقبّل الله منه.

نوع الخط: الكوفي

القلم: من تصوير علي اصغر ناصري

متحف الآستانة الرضوية المقدسه في مشهد

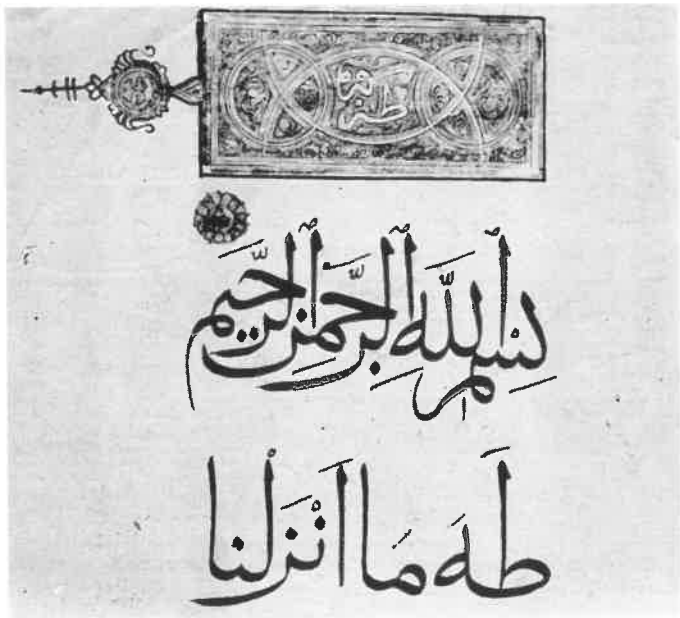

خط محقق و خط ثلث جلی کا آمیزہ

بسمله به خط محقق آمیخته به ثلث جلی وسرصورهٔ مذهب کاتب وتاریخ کتابت فعلاً نامعلوم در صفحه ای از قرآنهای مکشوفه وبازیافتهٔ کتابخانهٔ آستان قدس رضوی مشهد

بسملة مع بداية سورة مذهبة، في صفحة، من القرائين المكتشفة حديثاً، من قبل مكتبة الآستانة الرضوية المقدسة في مشهد.
أمّا الخطّاط وتاريخ الكتابة، فهو ليس بمعلوم الآن.

نوع الخط المحقّق المخلوط بالثلث الجليّ

Bismila (In the Name of God) in Muḥaqqiq mixed with Thulth Jali with an illuminated Sura heading. Date of inscription and the name of scribe are unknown. Selected from the newly found copies of the Holy Qur'ân in the Âstân Quds Razavî Library, Mashhad, Iran.

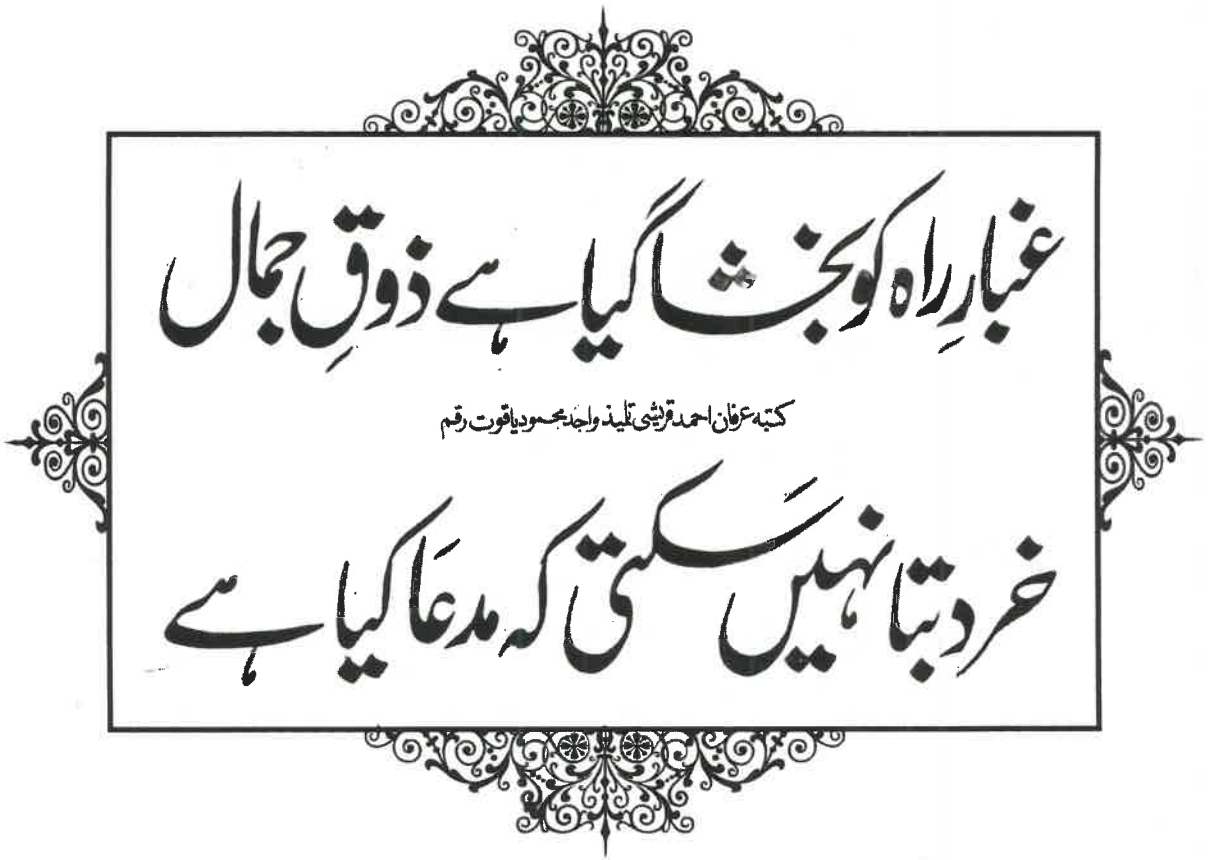
غبارِ راہ کو بخشا گیا ہے ذوقِ جمال
کتبہ عرفان احمد قریشی تلمیذ واجد محمود یاقوت رقم
خرد بتا نہیں سکتی کہ مدعا کیا ہے

الهی!
عاقبت محمود
گردان
۱۲۳۴

صِبْغَةَ اللهِ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللهِ صِبْغَةً وَنَحْنُ لَهُ عَابِدُونَ

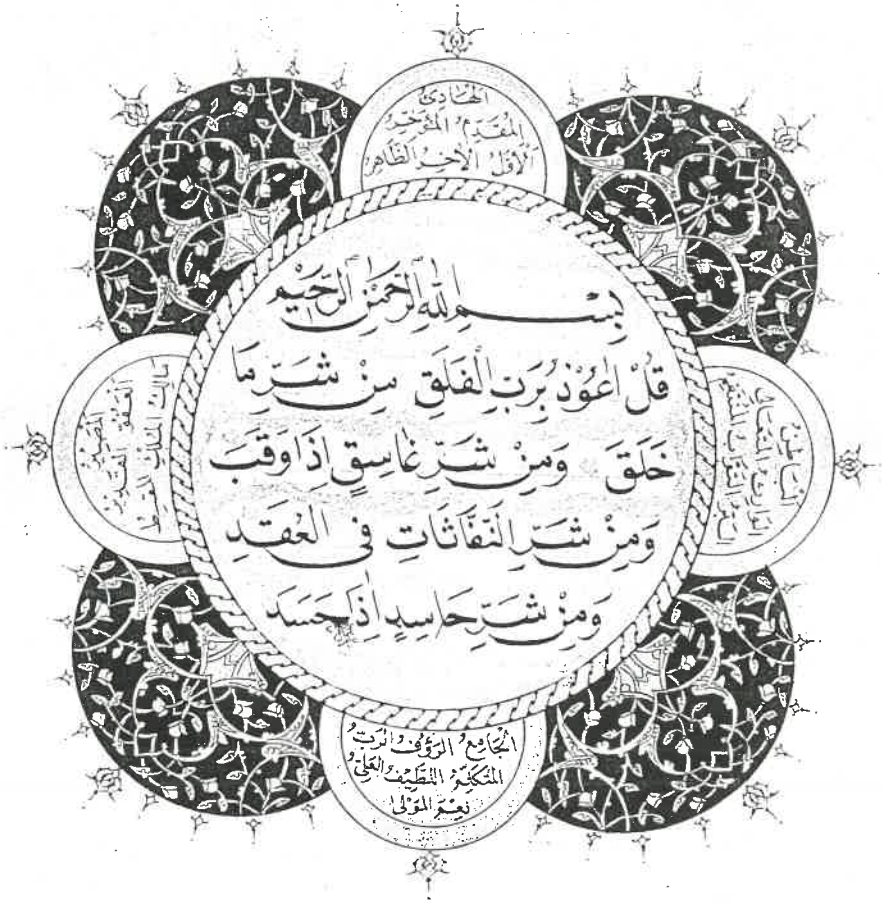
بسم الله الرحمن الرحيم
قل اعوذ برب الفلق من شر ما
خلق ومن شر غاسق اذا وقب
ومن شر النفاثات في العقد
ومن شر حاسد اذا حسد

خطاط احمد علی بھٹہ کے نمونے

کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں

یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

کتبہ سعید احمد تلمیذ خورشید عالم گوہر رقم
۱۴۲۵ھ

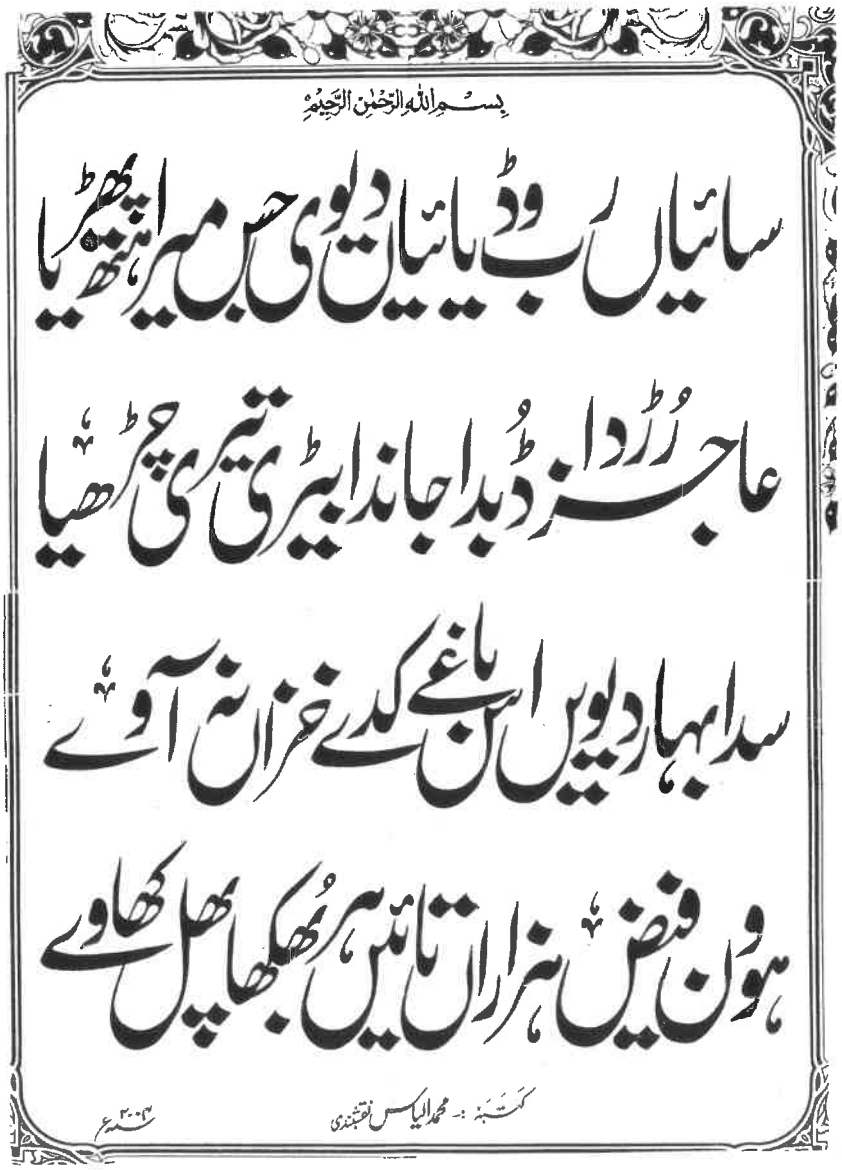
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
سائیاں رب وڈیائیاں دیوی حق میرا ہتھ پھڑیا
عاجز رُڑدا ڈُبدا جاندا بیڑی تیری چڑھیا
سدا بہار دیویں اس باغے کدے خزاں نہ آوے
ہوون فیض ہزاراں تائیں ہر بُھکھا پھل کھاوے
کمتبہ :- محمد الیاس نقشبندی
سنہ ۲۰۰۶ء

بسم الله الرحمن الرحيم
اللهم إني أسألك الجنة
وأعوذ بك من النار
بپاسِ خاطر
محترم استاد بھائی خورشید گوہر صاحب

یا علی
نادعلیاً مظهر العجائب
یا علی
تجده عوناً لک فی النوائب
در عهد همایون پادشاه عادل نورالدین جهانگیر
مهرالنساء ملقب نورجهان

بخط خورشید گوهر قلم

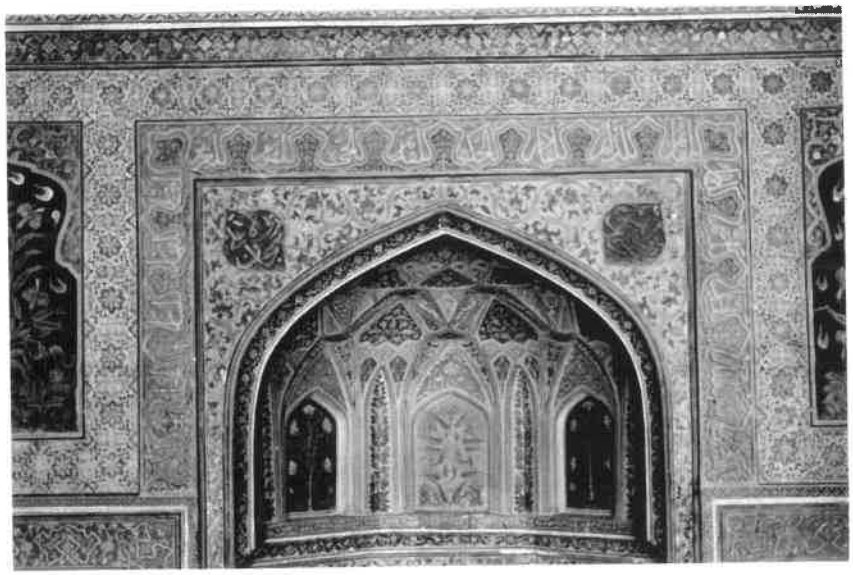

مسجد وزیر خان کی ایک محراب کے اوپر ثلث مسلسل میں اسمائے باری تعالیٰ (مُنبَطْ کاری)

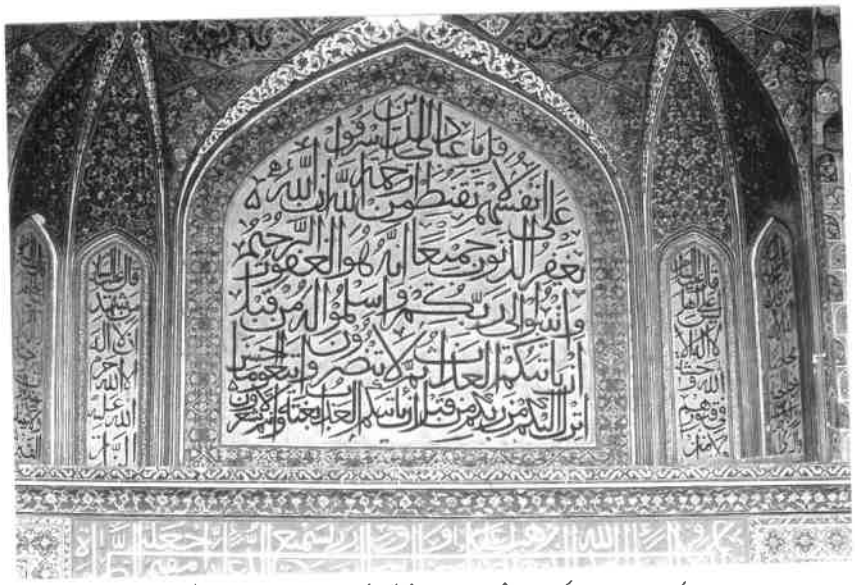

مسجد وزیر خان کی ایک محراب کے اوپر ثلث ہندی و محقق کے امتزاج سے سورہ بقرہ کی آیات کا طغرا

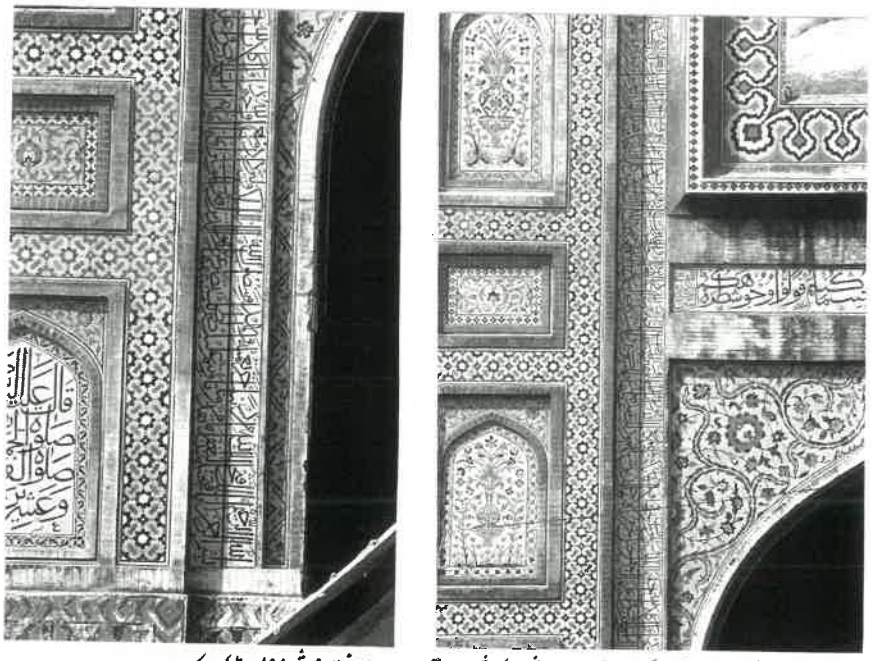

مسجد وزیر خان کے بیرونی طاق پر محمد شریف کاشیری کے قلم سے سورۃ فتح بخط ثلث جلی (طائل درک)

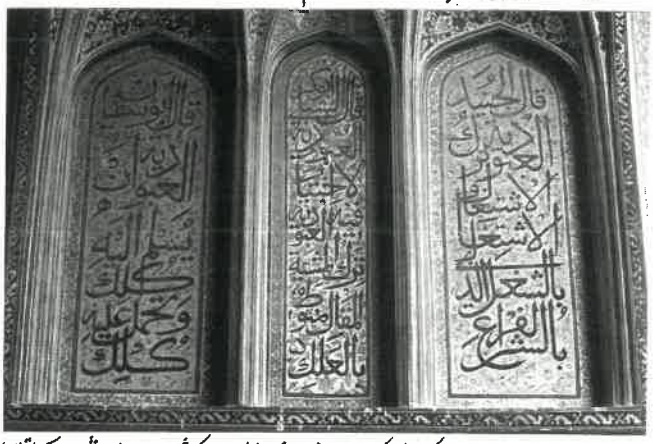

مسجد وزیر خان کی محرابی کمان میں حضرت جنید بغدادی، ابوبکر شبلی اور ابوسفیان ثوری کے اقوال بخط ثلث ہنری

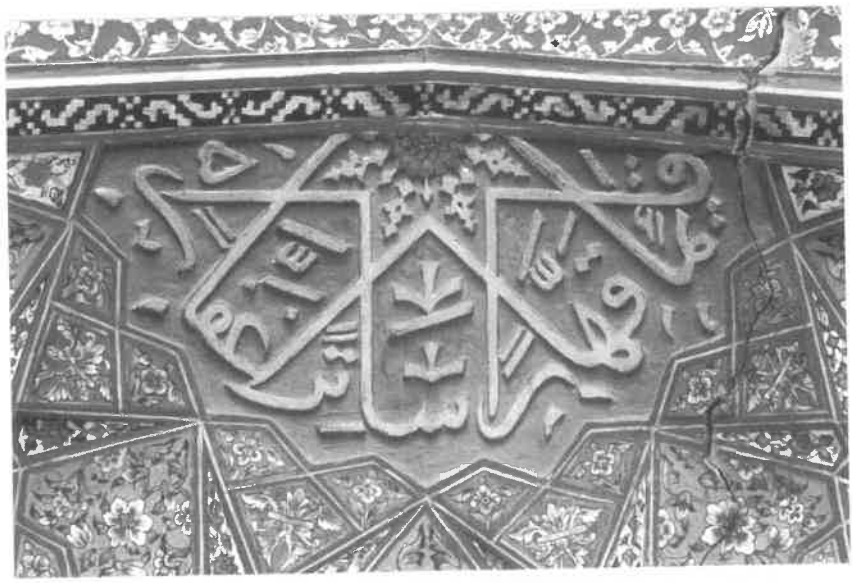

مسجد وزیر خان کے ایک محراب کے اُوپر اسمائے باری تعالیٰ مغربی ثلث (مُنبّط کاری)

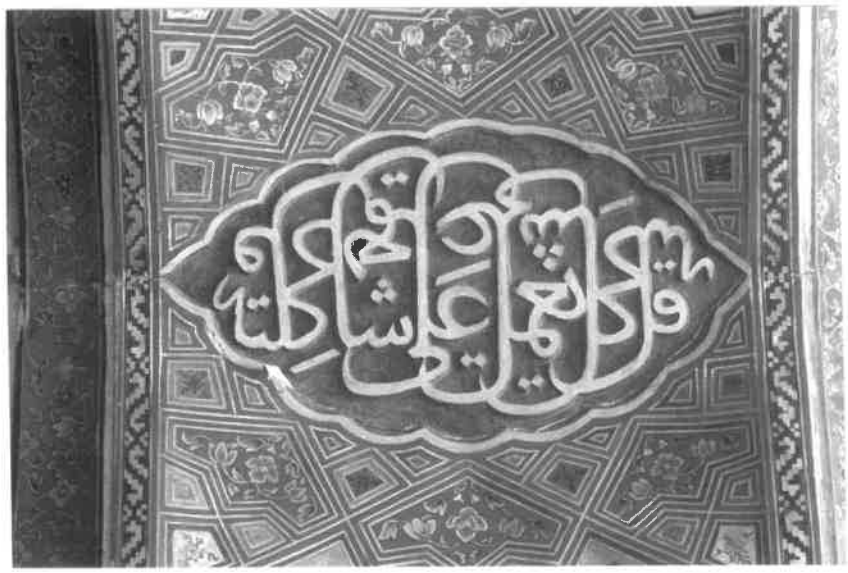

اِسی مسجد کی ایک کمان کے اوپر منبط کاری میں طغرا قل کل یعمل علی شاکلتہٖ مکوس
بخط مغربی ثلث

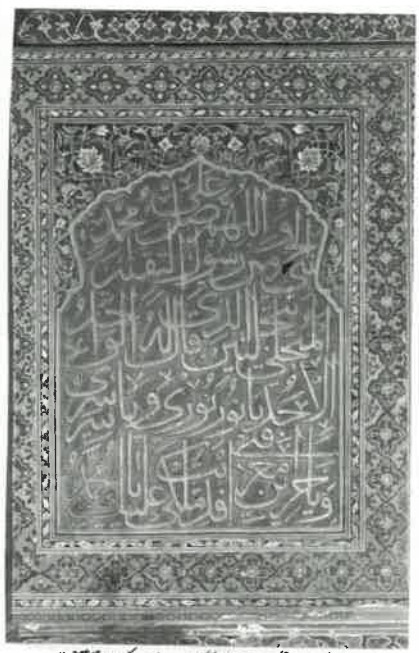

مسجد سے ایک محراب خانے میں منبط کاری میں درود پاک یاقوتی محقق

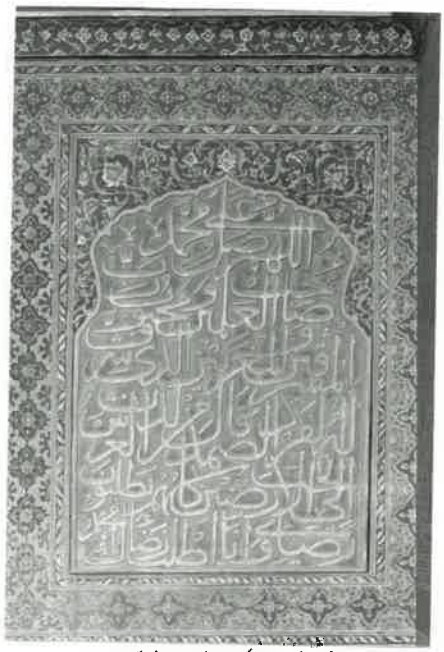

ایک اور محراب خانے میں درود پاک منبط کاری یاقوتی محقق

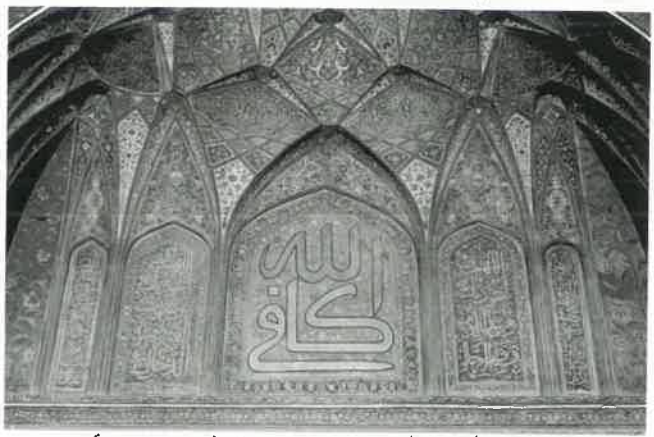

مسجد وزیر خان کی ایک محراب کے اوپر اللہ کافی بخط مغربی ثلث ، اردگرد ثلث و محقق میں دعائیں

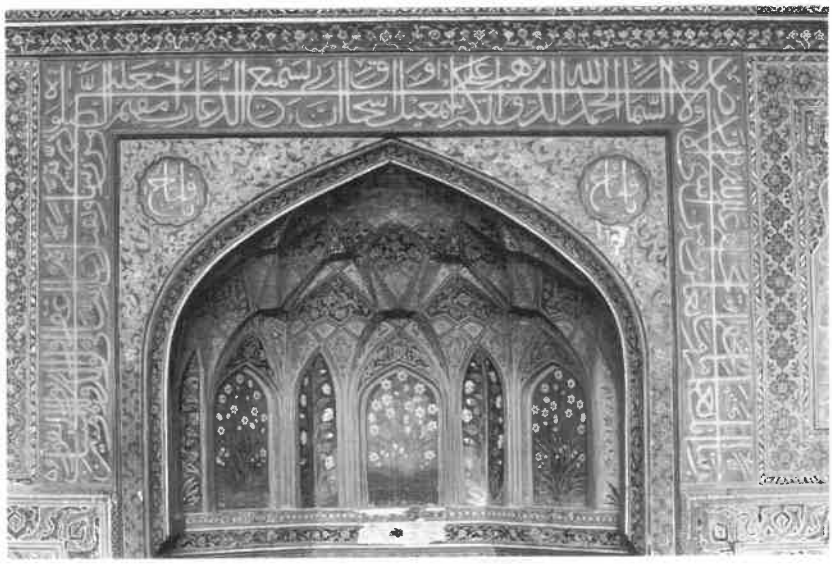

مسجد وزیر خان کے ایک محراب کے ارد گرد مُنبَطْ کاری میں ایک دعا کی خطاطی بخطِ محقق کبیر

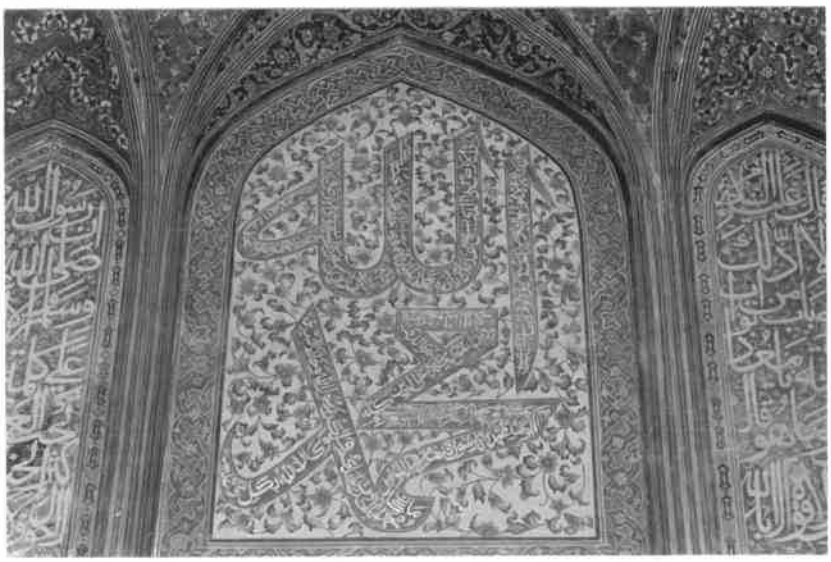

مسجد کے ایک محراب نما خلائے میں مغربی ثلث میں اسمائے گرامی اللہ، محمدؐ، ان اسمائے گرامی کے اندر آیت الکرسی اور دیگر قرآنی آیات تحریر ہیں ؛

مسجد کے محراب کے اوپر سورۃ حشر کی آیات ثلث ہیں اور سورۃ اخلاص کا طغرا

کتابہ دیوان خط نستعلیق ہیں اور آس پاس خلفائے راشدین کے ناموں کے طغرے

مسجد وزیر خان، خطِ ثلث ہندی میں ابوعلی الدقاق کا ایک قول

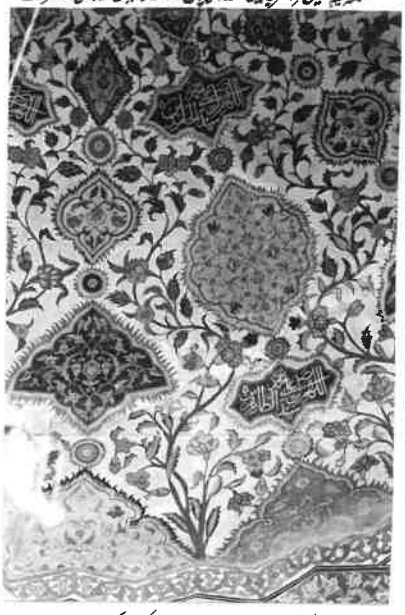

اِسی مسجد کی چھت پر طغروں میں درودِ اکبر کے طغرے

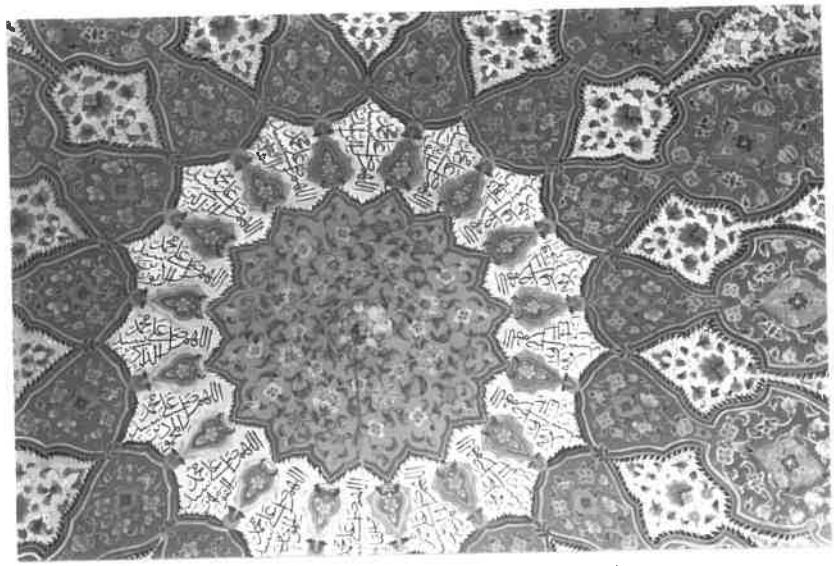

مسجد وزیر خان کی چھت پر درودِ پاک کے طغرے

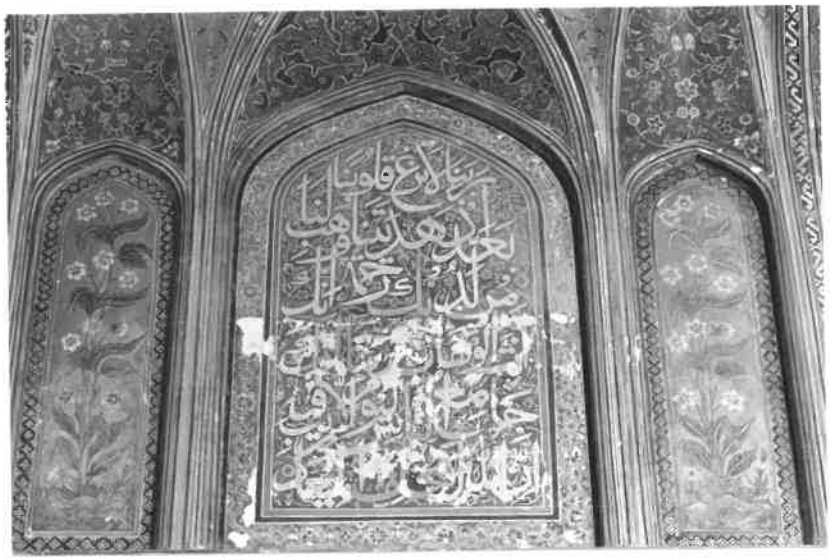

مسجد وزیر خان کے محراب نما خانے میں دعا، خطِ ثلث اور نسخ کا امتزاج

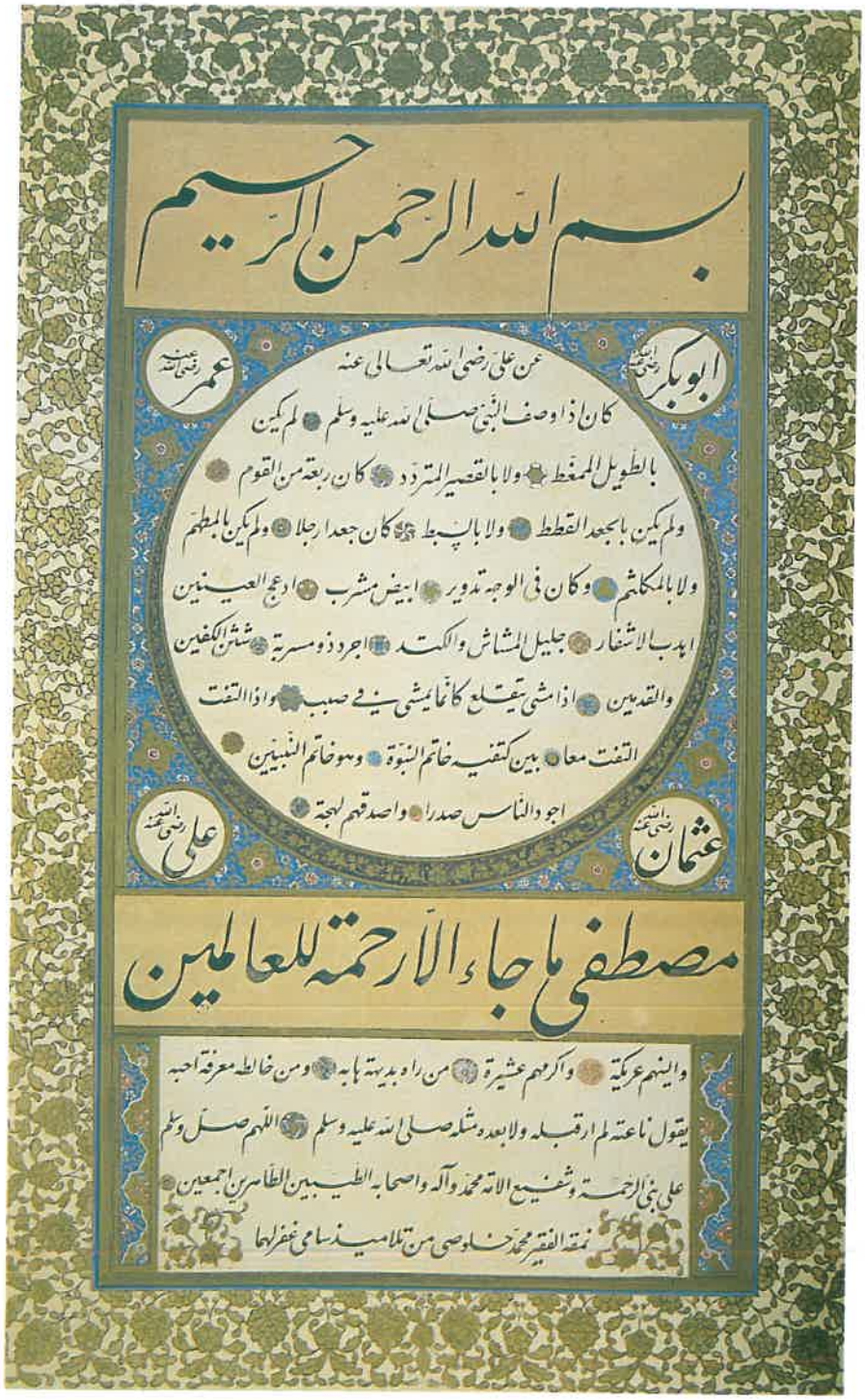
بسم الله الرحمن الرحيم
ابوبکر رضی اللہ عنہ
عمر رضی اللہ عنہ
عثمان رضی اللہ عنہ
علی رضی اللہ عنہ
عن علی رضی اللہ تعالی عنہ
کان اذا وصف النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن
بالطویل الممغط ولا بالقصیر المتردد کان ربعة من القوم
ولم یکن بالجعد القطط ولا بالسبط کان جعد رجلا ولم یکن بالمطهم
ولا بالمکلثم وکان فی الوجه تدویر ابیض مشرب ادعج العینین
ابدب الاشفار جلیل المشاش والکتد اجرد ذو مسربة شثن الکفین
والقدمین اذا مشی تقلع کانما یمشی فی صبب واذا التفت
التفت معا بین کتفیه خاتم النبوة وهو خاتم النبیین
اجود الناس صدرا واصدقهم لهجة
مصطفی ما جاء الا رحمة للعالمین
والینهم عریکة واکرمهم عشیرة من راه بدیهة هابه ومن خالطه معرفة احبه
یقول ناعته لم ار قبله ولا بعده مثله صلی اللہ علیه وسلم اللهم صل وسلم
علی نبی الرحمة وشفیع الامة محمد وآله واصحابه الطیبین الطاهرین اجمعین
نمقه الفقیر محمد خلوصی من تلامیذ سامی غفر لهما

١٣٦٤

بسم الله الرحمن الرحيم
والشمس وضحاها
والقمر إذا تلاها
والنهار إذا جلاها
والليل إذا يغشاها
والسماء وما بناها
والأرض وما طحاها
ونفس وما سواها
فألهمها فجورها وتقواها
قد أفلح من زكاها
وقد خاب من دساها
كذبت ثمود بطغواها
إذ انبعث أشقاها
فقال لهم رسول الله ناقة الله وسقياها
فكذبوه فعقروها
فدمدم عليهم ربهم بذنبهم فسواها
ولا يخاف عقباها
كتبه الحاج علي ابن المرحوم
سنة ١٣٢٦

رأس الحكمة مخافة الله
١٣٦٢

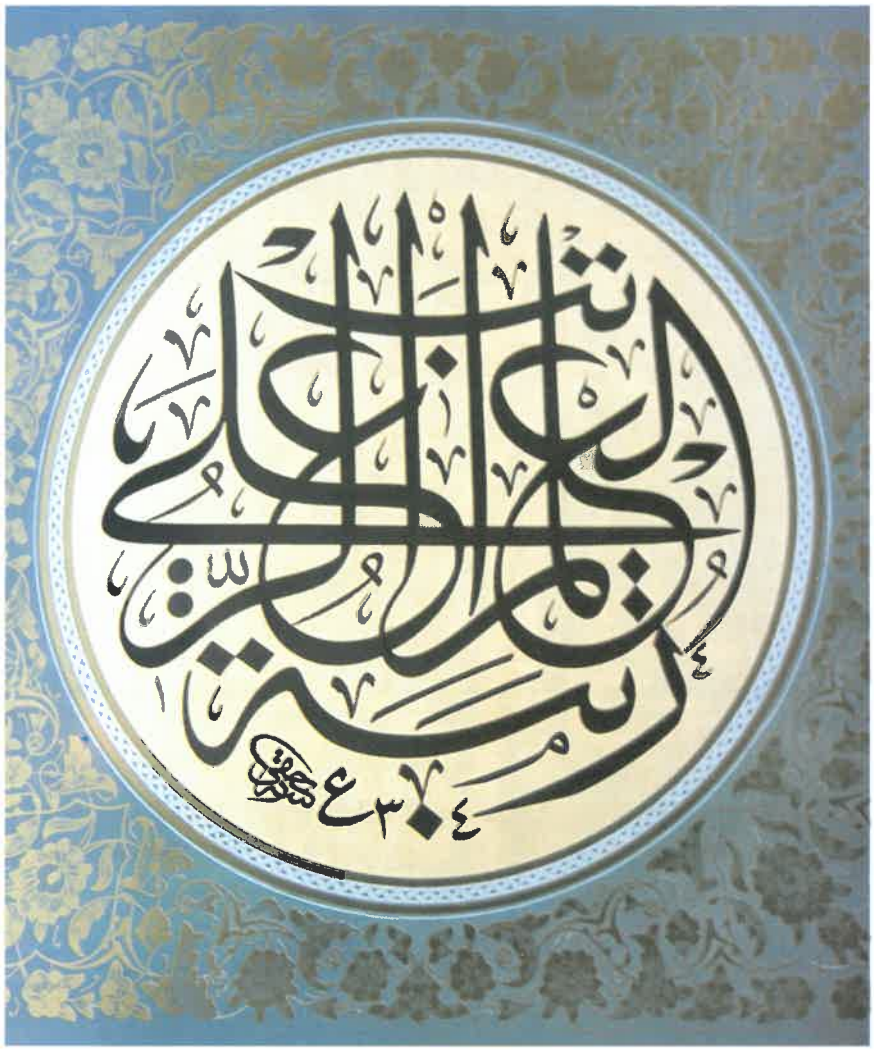
سبحان ربك رب العزة عما يصفون

بسم الله الرحمن الرحيم
وما ارسلناك الا رحمة للعالمين
لولاك لولاك لما خلقت الافلاك

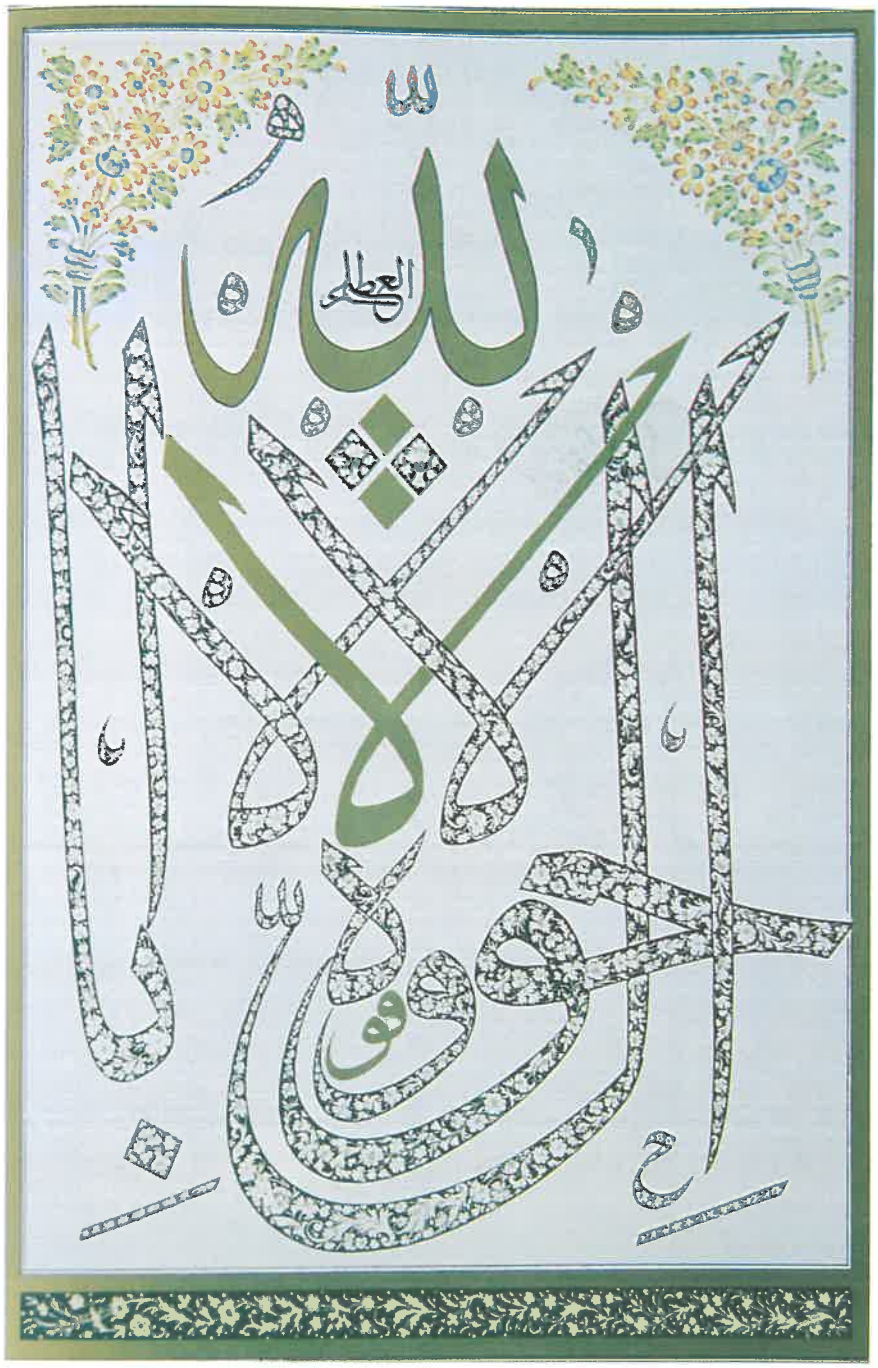
الله
العظيم

خورشید عالم گوہر قلم

خورشید عالم گوہر قلم نہ صرف ہمارے وطنِ عزیز کے بلکہ عالمِ اسلام کے نامور خطاطوں میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ معروف خطاط ہونے کے ساتھ ساتھ خطاطی کی تاریخ اور اس کے فنی ارتقاء پر عالمانہ اور محققانہ نظر رکھتے ہیں۔ آپ نے اسلامی خطاطی پر جو کتابیں تحریر کی ہیں، وہ ربع صدی سے اہلِ فن کی راہنمائی کر رہی ہیں۔ ہزاروں وابستگان فن نے آپ سے اور آپ کی کتابوں سے اکتسابِ فن کیا ہے۔ فیصل مسجد (اسلام آباد) کے بڑے ہال میں شیشے کے شوکیسوں میں موجود قرآن کریم، داتا دربار کے کمپلکس پر خطاطی اور دیگر تاریخی اور مقدس مقامات پر آپ کے خطاطی کے شاہکار قابلِ دید ہیں۔ فنِ خطاطی میں آپ کی گراں قدر خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے آپ کو ۱۹۹۲ء میں صدارتی اعزاز برائے حسن کارکردگی دیا گیا۔ آپ کے فن پارے برٹش میوزیم (لندن) اور اشمولین میوزیم (آکسفورڈ) کی زینت ہیں۔ حال ہی میں آپ کو جاپان کا بلند ترین اعزاز ''ایوارڈ آف دی فارن منسٹر آف جاپان'' دیا گیا ہے۔ آپ کی اسلامی موضوعات پر تحقیقی کتب بے شمار روحانی اور علمی انوارات رکھتی ہیں اور اہلِ محبت و ذوق اُن سے فیض یاب ہو رہے ہیں۔

کُتب

- وَحْدَہٗ اللّٰہ — خورشید عالم گوہر قلم
- سیرتِ سید المرسلینؐ — خورشید عالم گوہر قلم
- مطالبُ القرآن — خورشید عالم گوہر قلم
- اعجازِ خطاطی — خورشید عالم گوہر قلم
- Pearl of Calligraphy — Gauhar Qalam

Rs. 2200-00

www.sang-e-meel.com

ISBN 969-35-1707-5